

برکاتِ گل

ایم سلطانہ فخر

پاک سوشلائٹی ڈاٹ کام

آئے جاڑوں کی رت مٹی۔

اور ساتھ ساتھ کہ کبھی ٹھنڈی موسم ہونے لگتی اور کبھی گرمی۔
اور کہہ دینے کو اب گاہ کے دروازے کو لکڑیاں گوبندیاں لگائیں مگر مغرب سمت کی کھڑکیوں کے پریشے کھٹے ہوئے مٹے اور شیشوں
کی رکاوٹیں پار کرنی پڑھتی ہوتی سپرہر کہ نیم جان اور سنہری و صوبہ پتے پر شکوہ دل بند پر ننگی بگم زینت شعوب کے بیڑوں
میں گوت: یہی تھی۔

میگم زینت شعوب فرہی سالک جسم۔

بھلتی ہوئی گندی رنگت۔ فرہی کی وجہ سے میرے ہر سے پر گوشت لالوں پر دیتی ہوئی کھڑکی کھڑکی ہی ناک۔
پہ اسٹک کے ٹکے سے شہد سے رنگ بننے پتلے ہونٹوں، چھوٹے سے دہانے، اخلاق پیرٹوں اور ٹولہ جن میں ہی دم پرکا
شور ہی کے ساتھ، جموئی شور پر دھلتی ہوئی عمر میں جموئی سمورت نظر آ رہی تھیں۔

ان کے چھوٹے ہلے زائیدہ اور پونی کمر سے، رنگے مگر نی مائل بڑا ڈن بال ٹیلے ہونے کی وجہ سے دونوں سٹانوں پر اور پیچھے
کی طرف بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے، سیاہ بادنگے جیسے رنگ کی ساڑھی میں مٹیوں ایک کھلا ہوا خطا تھا جس سے وہ
کسی گہری سوز میں مستغرق تھیں کہ وقتاً تو اب گاہ کے سٹانے کا دروازہ کھلا اور ان کے دروازے سمت اور خوش شکل شوہر
شعوب منصور کا دل کلا کے، اتھو گاؤں میں مٹیوں تو بے سے اپنے گیلے مال پر پھینے ہوئے رکھ دیئے۔ وہ چند گھنٹے قبل ہی
اپنے کسی کاروبار ہی دور سے وہ ایس ہونے کے مسلسل خلسے سے باہر آئے ہی انہوں نے یومی پر ایک کھڑکی لگا کر پوچھا۔
"کیا تم نے اس خط کو ابھی تک پڑھا نہیں؟"

فوز زینت اپنی عورت سے جو تک کہ قد سے آٹھے ہوئے انداز میں بولیں۔

میں نہیں پڑھا تو کیا ہے مگر بات یہ کہ تم میں نہیں آتی۔

اب کیوں کیا ان طبعی یا کوئی بیزاری زبان استعمال کی گئی ہے، اس خط میں جو بنا ہی کہو سے بالاتر ہے، شعوب منصور نے
بال پر پھینے پوچھنے ہاتھ روک کر پوچھا۔ پھر تو یہ کہ جو چھٹکے ہوئے غسل خانے میں چلے گئے اور تو لے کر اسٹینڈ پر مائل کر واپس

پہلے جوئے انہوں نے کہا۔
 جی صاف اور سیدھی سی بات ہے۔ ناخوہی بی بی سلوٹو کے بدلے کوہستان راز میں رکھنے کی تاکید کی ہے اور میں؟
 تو شوہر کی بات پر زینت نے توہری پر بل ڈال کر کہا۔
 شوہر سی راز راز میں رکھنے کی بات تو میری گھر میں نہیں آتی تو اس قدر اس نکلنے چھپانے سے فائدہ ہی کیا ہوگا۔ دیکھیں نا
 جب چاند چڑھتا ہے تو گل عالم اسے دیکھتا ہے پھر سلوٹو کا معاملہ تو۔
 اور پھر واقعی ہاں کہہ کر میں جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ جب ناخوہی بی بی ایسا ہی کہا ہے تو اس کے پیچھے بھی ان کی کوئی
 مصلحت ہی پوشیدہ ہوگی۔ شعیب منصور قدسی پھر چکر لڑے۔
 واہ عجب مصلحت ہے۔ زینت نے گردن تیز کر رکھتے پیچھے کی۔
 شعیب کو برا نہیں اس سے مجھے یا نہیں کیا غرض انہوں نے تاکید نہیں کیا طرح کی درخواست کی ہے تو ہم پر بھی یہ لاش
 ہے کہ ان کی بات کا شعور ثابت دیاں ضرور رکھیں اور اس سے ہمارا گھٹ بھی کیا جانے کا۔
 شعیب منصور نے ابھی بات ختم ہی کی تھی کہ دروازے پر بھی سی و سنگھ ہونی اور اس کے ساتھ ہی سلوٹو ہلے چلے لائے
 کی اطلاع دی تو شعیب منصور جلد ہی سے اس تبدیلی کرنے غفلت خانے میں پلے گئے۔ اجازت لینے پھر سلام چلے کی لڑائی
 لیے اندر داخل ہوا اور زینت کے آگے رکھ کر اپنے پیروں داپس جانے لگا تو زینت نے سالی کا ایک جانترہ سے کر پوچھا۔
 یہ چلے لائے سے پہلے تم نے اسے چیک نہیں کیا تھا کہ خاصا ماں سے کسی بنائی ہے۔
 جی بیگم صاحب! ہم نے خود اپنے ہاتھ سے صاحب کے لیے یہ چلے دم کیا ہے۔ بڑا مشورہ لگتے تم کا بنا ہے۔ سلوٹو اپنی
 قوتیت جتانے کی غرض سے وہ تو ان کی لنگی سی کاش کرنا ہوا والا۔
 اچھا شک ہے۔ خاصا ماں پر نظر رکھا کرو۔ بنا اور اچھی آؤی ہے۔ انہوں نے کہا تو سلوٹو دم کریم جی بہتہ لگنا ہوا کرے
 سے چلا گیا کچھری اور یہ شعیب منصور آف وائٹ سکھ کر نے یا چاہے میں ملوں شعلے سے برآمد ہونے اور ملنے دیوار پر لگے
 خوبصورت میک پر رکھا پنا پنا پنا اٹھا کر پر سر سے اس میں تھا کہ جوہرے ہوئے ہوئے۔
 کیا لڑنے نے خاصا ماں کو نکال دیا ہے جوئے خاصا ماں کو رکھنے کی ضرورت نہ لگتی؟
 میرے تو نہیں نکالنا بلکہ وہ خود ہی نکل گئے۔ روٹیاں جو لگتی تھیں انہیں۔ ایک تو ان کے داغ بہت ہو گئے تھے جوہرے
 پہننے پھر لاش آٹھ دن میں ختم۔ وہ تو مال اور دربان سے ہی ایک دن ان کی چوری ہو چکی۔ ایک تو ان پر مزخ شیعہ تھے جالیا
 اس بات پر میں نے نہیں چیک کیا تو سامان اٹھا کر بلا تو اس کی قاضی ہو گئے۔ زینت نے خاصا ماں کے بلنے کی غفلت لگائی۔
 زہوں! اصل میں خاتون خانہ کی بے توجہی اور غفلت سے یہ ملازمین بہت فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ۔
 لیکیں میں ان خواتین میں سے نہیں ہوں۔ جنہیں ہر وقت لینے بناؤ سنا سنا اور سر و تفریح کی ہی پڑی رہتی ہے۔ میں خوش
 ضرور ہوں اور ہر ایک کوئی میں غصہ ہی لیتی ہوں۔ مگر اگر بیوا اور سے کبھی غافل نہیں رہتی۔ اور یہی تربیت میں نے اپنی بچیوں کو سنی ی
 ہے۔ اور آپ کو بھی یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ زینت نے شوہر کی بات کو طنز پر لگوں کر کے جوئے اٹھا خاصا ماں پر چھاڑ دیا۔
 ان ہاں بیٹی، شہاری اس توئی کے تو ہم دل سے متریف ہیں۔ اور تہناری انہی عورتوں سے خوب ہو کر تو تم سے شادی کی
 تھی۔ بائیں کو لاش کا شہد و گھاس کے بعد وہیں لینے لگے کہ شعیب منصور نے یہ لاش کا رخ کرتے ہوئے کہا۔
 لیکن یاد ہے کہ ہماری اور بی بی میرج ہوئی تھی کو میرج نہیں۔ پھر چھوٹا آپ میرے اندر چھپی تھی جوئے سے کو خوب
 ہو سکتے تھے۔ زینت نے شوہر کی بات کو استہزا پر محمول کیا۔
 اسے دل سے دل کو راہ ہوتی ہے تا بیگم! اور دل کی آنکھیں ان ظاہری آنکھوں سے کہیں تر ہوئی ہیں سوچنے اپنی
 کے ذمے ہمارے ہند بھی جوئی صلا میوں کا اندازہ لگایا تھا۔ شعیب منصور نے بی بی کے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے
 کہا تو زینت نے کھینکے کے بھانسنے اٹھ کر ان کی طرف دیکھا۔ اور پھر کی گوری جتا کر بی بی نے سنی میں نے اٹھینے لگیں۔
 پیٹے چلنے کی ہیں پھر کٹھنوں کا زہر جہاڑا دھواں پھیلے وہیں اندر سے گا۔ زینت شوہر کی تباہ کن شوئی کی عادت سے سخت
 ناانگین۔ جنوں نے چاہنے کی بنیاد ان کی طرف بڑھانے ہوئے قدر سے انگریزی سے کہا۔
 اسے سب چلنے ہے زینت، بیگم! اب آپ کے سوئے کو کٹے پر گریٹ کے بجائے نے یہ یا پنا پنا شروع کر دیا ہے۔
 تو آپ کو ان پر بھی اعزاز ملے ہے۔ شعیب منصور نے ان کے ہاتھ چھلنے کے لیے سالی کے کر پو دانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اور ہنگامہ مٹایا یا پنا پنا بات۔ ایک ہی ہوئی۔ گویا کسی نہ کسی صورت میں تباہی کے لئے لگانا۔ زینت اپنی بی بی
 میں گھومتی ہوئی پوچھنے کو دکھائی دے کر لڑیں۔ شعیب منصور خاموشی سے چلے بیٹھے رہے۔
 نکالنے کے لیے کسی کی شادی ہے اور ہمارا تو گویا پہلا نکلتے۔ پھر گئی گویا میں نے خود اپنے کے بجائے اپنی نند کو نکال دیا۔
 وہ ہی اتنی نینتوں اور غصہ منوں کے ساتھ۔ زینت چلنے کا گھونٹ ملتی ہے آواز کو خود ہی بولیں۔
 لیکن اور باتوں کے ساتھ انہوں نے اپنی بیوی کی توجہ پر کر دی ہے کہ نائب انہیں اپنے ساتھ ورنہ تو ہر سے چاہتے ہیں۔
 پھر بولا کہ جسے ہماری بی بی کی شادی میں شریک ہو سکتی ہیں۔ شعیب منصور نے یہی کی طرف سے صفائی پیش کی تو زینت نے طنز
 سے کہا۔
 جی ہاں، جب ہی تو انہوں نے سلوٹو کو اپنا ریسرٹ ٹیچر لگانا فائدہ بنا کر میاں میں دیا ہے۔
 چلو اگر بھی جی ویلے تو اس میں ہی ان کی کوئی مصلحت ہی ہوگی۔ میرا مطلب ہے کہ ان دونوں میاں بیوی کے جانے کے بعد سلوٹو
 تنہا وہاں رہے گی تو نہیں کتنی سختی؟
 اور نہ۔ ہر بات میں مصلحت ہی مصلحت۔ کیا بات بات میں مصلحت بڑھانا خود کی کوئی حکمت عملی ہے۔ زینت جملے
 کے انداز میں بولیں۔
 ممکن ہے کہ حکمت عملی ہی ہو لیکن تمہیں اس بات پر اس قدر متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس حال تو میں ہی تھا ہے گھر ہمارا ہی کا
 مسئلہ حل رہا ہے۔ سلوٹو کی دور ویشیاں پھر بھاری تو نہیں ہوں گی۔ شعیب منصور بیوی کے چلنے کے انداز پر بیچ کر بولے۔
 کیا آپ کے خیال میں میں کوئی کریم چھی ہوں جو سلوٹو کی دور ویشیاں بھاری بھاری لگھوں گی۔ میرے تو سامان و گان میں ہی ایسا ایک
 خیالی کسی نہیں آیا۔ میں تو صرف اس خیال سے کہہ رہی تھی کہ میرے نزدیک تو یہ کوئی سبب بات نہیں جس کی ناخوہی آپ پر دوپوشی کرنا
 چاہ رہی ہوں۔ زینت میں ہی کبھی کی کیفیت میں بولیں۔
 تمہارے خیال میں یہ نہیں ناخوہی کے خیال میں تو ہے۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ خود سلوٹو ہی ہند دہ کر گئی ہو۔ اور اس سے ناخوہی
 کو سبب لیکے پھر پوچھا۔ شعیب منصور بیوی کے سانسے بھری ہیں کوہستان ناخوہی کے لئے اور زینت کو ناخوہی کے
 ساتھ زینت کی گنج بہت کتنی میں ہی نہ کہ اپنی طرف داری کرنے پر اندر ہی اندر جوہرے ہوئی تھیں۔ گویا سامان بنا کر بولیں۔
 بڑھ چکی ہیں میں میں کیا پڑی ہے ہر اسے چھنے میں ہر آنسے کی۔
 ان واقعی گویا کسی کی باتوں سے کیا واسطہ۔ ویسے بلانے والے سے تم نے کیا پایا؟ شعیب منصور نے پنا پنا پنا پنا پنا
 اسے تیز کر کے پنا پنا پنا پنا اٹھا ہے پوچھا۔
 کیسے؟ زینت بولیں۔
 سلوٹو کو اور کسے۔
 ابھی وہ دیکھی ہی۔ وہ تو جوئے میں اسے یہاں آئے۔ وہ سلوٹو کا نام میں کر پڑی سے بولیں۔
 مگر پوت کے دونوں تو ایسے ہی میں نظر آ جاتے ہیں۔ شعیب منصور نے ان کی بیوی کی ریسٹو لگا کر کہا۔
 بظاہر تو فرما ہی ہو سکتا ہے۔ یوں ہی شروع شروع ہی تو سب ہی اپنی باندگی دکھاتے ہیں۔ وہ یہاں کے مسکرا سنے پر چڑ
 کر بولیں۔
 باندگی دکھانے کا مادہ و نہایت ہے عمل ہے کہ اگر وہ تہناری نند کی نمبے، ملازمہ یا کام کرنے والی نہیں۔ شعیب
 منصور نے بی بی کو تڑا ہی ٹوکا۔
 افواہ! آپ تو میری تو ایسی بات کو ہی گرفت میں لیتے ہیں۔ وہ میں نے ان منوں میں تو ہمارے استمال نہیں کیا تھا میں
 نے تو ایک آدمی کی بات کہی تھی۔ مگر میں کا سامنا ہے اس لیے آپ کو اس میں بھی بڑائی نظر آتی۔ زینت بڑھ کر بولیں۔
 میں کو نہیں کہن کی نند کا سامنا ہے۔ یہی سمجھانے کی بات ہے اور پھر یہ بائیں کو را نہیں کہہ سکتے ہیں۔ عاقبت
 کے احساسات کو نہیں بیٹھے اور کوئی شکریہ پیرا ہوں اس خیال سے نہیں تھا ہونے کی غفلتیں کر رہے ہوں۔ شعیب منصور نے تیز
 ہو کر بولے۔
 نکال سے نہیں برس گئے ہیں میں ایک ساتھ زندگی گزارنے اور آپ اب تک میری غفلت اور حراج کو نہیں چھانسنے اور
 ادھر ایک دنیا میری عادات اور اخلاق کی گویا وہ اور متوجہ ہے۔ زینت نے صفائی میں نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ جب کہ ان

نہیں، مگر وہ دن اور مترنق تو ہم بھی بہت ہیں۔ لیکن وہ جو ایک روحانی شہم کی جلیبی ہوتی ہے نندا اور جواد کے درمیان ان کے بیچ گفتگو کر رہے ہیں۔

جیسے سہمی میں آپ کی بہن سے ملیں ہوں۔ بیٹھیں دوسرا کھینچیں ہوں اس سے۔ واہ کیا خوب میلہ میلہ آپ نے لٹے بڑوں کی راستوں اور ترقی پانوں کا۔ نینت شہر کی گٹنہ پانوں پر ایک وہ گھونٹی ہی اٹھیں۔

مجھے یہ پانوں کی انعام پانیاں تو نہیں، جو تم اس قدر زمانہ ہی ہو۔ تو ایک فطری سی بات ہے کہ کامیابی میں تیار ہوں میں ایک روز نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

یہ تو نہیں، بار بار فاضلہ کے ساتھ شہر سے روکتے اور تیروں کا شہادہ کیا ہے۔ جو چھوڑ دیاں آتے تو اب گڑے بڑے الجھن فزادہ ہوا ہے۔

کر دوں اور وہ جیسی نعمت سے محرم ہی ہیں۔ جیسی کسی کسی طرح ہونے سے ہے۔ غیر فاضلہ کو خدا ملا کھلی رکھے۔

آجین، شعیب منظور ہو سکے۔

اور ان ایک سیالی اور بنا دوں آپ کے لیے، نینت کو کھلی خیال آتا تو انہوں نے بوجھا۔

ان بنا دوں جانے کے تو ہم مہارت سے رہا ہیں یا تمہارے اس نازک سے وجود کے، شعیب منظور نے چابیت ہیری نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

آپ بہلنے بہانے میرے منہ باندھنے کو نشانہ کیوں بناتے ہیں، آخر میری عمر تو دیکھیں، ہر سال کے کچھ بڑھنے لگی ہے اور اس عمر میں تو۔۔۔ نینت نے ان کی بات کو نظر پر غور کر کے کہا مانگنے سے انداز میں کہا تو شعیب منظور نے کہنے سے کہ نہ پانوں سے جو رہنے ہوئے ان کی بات کافی۔

خدا رکھے جو تم ہوجھیں ہو۔ ذرا میری نظروں سے تو غور کو دیکھو جہاں تم ویسی ہی دھان پان، نازک بان اور سحر ہی نظر آتی ہو۔

”لے اس پھر میری ریکی پھری پائیاں، میں خوب جانتی ہوں کہ آپ کی نظروں میں میری کیا وقعت اور حیثیت ہے نینت

ان کی بیانی ہی میں تو نے سنے ہوئے ہیں۔

کیوں کیا میں نے تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کسی کوتاہی سے کام لیا ہے۔ تمہاری محبت میں کبھی خیانت سے کام لیا ہے یا تم جو

آج میرے لیے تمہارے افسانہ اس قدر نئی اور سہی ہیں۔“

نینت نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور چہلنے کی بیانی خاموشی سے ان کی طرف بڑھا دی لیکن انہوں نے ایک ہاتھ سے بیانی سے کیے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے بیانی سے کہنے لگا کہ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

سوز جان ہی نہیں جی صاف اور کوی اظہار سے کلیف تکلیف ہی ہے تو میری تو سوز و درد میں، جہاں بھائی والا وسیع کے لیے جذبہ ایکسری ہوئے ہیں محبت، لیکن اس محبت میں ہی عشق کی مناسبت سے ایک تعریف ضرور ہوتی ہے کہ وہ ان کے کھینچنے میں محبت کے ساتھ احترام، دبا برداری اور آداب کو نظر رکھتا ہے اس طرح بھائی ہیں اولاد لائے عشق کے تقدس کو کوئی نظر رکھتے ہوئے محبت کی جاتی ہے اور اس تعریف کے ساتھ میری محبت کے انداز میں بگاڑتے ہوئے ہیں۔ وہ رشتہ سفر میں ہوتی ہے اور دکھ سکھ کی ساتھی بھی، اور ایک چاہتے دلے دار باندا تو میری کو کتنی عزیز ہوتی ہے، اس کا اندازہ شاید تم بھی بگاڑی ہوئی ہیں لیکن تم علیحدہ ہونے اور انہوں نے ان کی جان بوجھتے، اس کی شہرہ پر ایک بار غنڈے دل سے نواز کر، تو پھر جارہے درمیان گھوسے شہادت کی کوئی گنجائش ہی باقی رہنے کی۔ شعیب منظور کو رکھنے سے کہ وہ کس وجہ سے اتنی دل کو فزادہ ہونے ہیں، انہوں نے ان کا ہاتھ چھانے سے انداز میں کہا۔

”بھائی چھانے سے آپ بڑا ہاتھ تو چھوڑیے۔“ نینت نے ان کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہیں پیلے، عدہ کر کے کہ انداز میں جواباً دل میں جلا دی، سوسو سوسو کر پھر، انہوں نے فزادہ یہ بیٹھوٹی سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”واہ یہ بھی زبردستی سے چھوڑیے نا، اور کوئی آگیا تو کیا سوچے گا بھلا۔“ نینت جھینپے جھینپے انداز میں مسکرا کر بولیں۔

”آج اس عمر میں اتنے سوچے ہوئے بھی نہیں کسی کے آجانے کا دکھ لاگا جواسے۔ کمال ہے میرے کسی دور میں یہ شرم و احتیاط شہادہ بقدر اسی حق سے۔“ شعیب منظور نے ان کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے دعا سا تقدیر کر کہا۔

”ہاں تو حلق ہی ہوتی ہے میرے اس دور میں شرم و احتیاط ہی نہ تو نہیں رہتی۔“ نینت نے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولیں۔

”لیجئے آپ کچھ کہاں تو وہ دوسرا کہاں تھا، آپ نے نہیں کہا یا۔“ انہوں نے ان کی طرف کوکھ سے کہا۔

”نہیں دوپہر کا تھا تو جہاں میں ہی کہا تھا، پھر وہاں کا کس پیش میں ہوا۔“ شعیب منظور بولے۔

”ہاں۔ خوب معلوم ہے کہ کتنا کہا ہوا، جو آپ کو اس پریشان کر رہے ہیں۔“ نینت نے ان کی طرف کوکھ سے کہا۔

”مخفی سے آپ بولیں گے۔“ نینت دھار سے بولیں۔

”نہیں، نیکو گستاخوں میں شہر سے ابھرنا سا تھا، اس لیے اپنی اس عادت کو بحالت مجبوری چند روز کے لیے ترک کرنا ہی پڑا۔“

”ابچا نہیں اب تو کچھ کہا میں، کم از کم یہ دیکھیں چڑھو اور بسکتی ہی کھلیں۔“ نینت اصرار کرتے سے سے انداز میں بولیں، اور

”اچھا چھاس ایک منٹ میں خوراک جاس تبیل کر لوں۔“ زینت منگھانے کا رخ کرتی ہوئی ہمیں سے ملحق ان کا ڈریسنگ روم تھا۔
 ”خبر متاڑا رہا میں کتنا سوٹھی کہ رہا ہے تم پر شہب منصور نے ان کے حواس کا ایک بہری جائزہ سا لے کر کہا۔
 ”بان دوسک کی ساڑھی ہے جو میں نے منگھا ہر سے خریدی تھی مگر کھڑو استعمال کی ہے اس ایک منٹ میں پہنچ کر کے آتی ہوں اسے۔“
 زینت یہ کہتی ہوئی جلد سے ٹوئیلٹ میں گھس گئیں۔ پھر جب دو منٹ بعد باہر آئیں تو انہوں نے گلے آسانی رنگسکی سیلف پرنٹ کی ایک بہت ہی خوبصورت قمیض ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی جو ان پر بڑی طرح کھب رہی تھی۔ شہب منگھانے نہیں دیکھ کر شوخ سے انہذا میں سٹی بھائی اور پھر گاڑی کی چابی ساڈھیل سے اٹھا کر ان کے ساتھ باہر آ گئے۔
 باہر پورچ میں شہب منصور کی سنے ماڈرن کی ریڈیو بنگھی تھی جس میں بیٹھنے سے پہلے زینت نے ملازم کو کہہ کر کہہ کر دیات دی اور پھر شہب منصور نے دروازہ کھول کر پہلے انہیں سیٹ پر بٹھایا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی اور اپنے پرنسکو کھٹکے سے باہر نکل آئے۔
 باہر ایک گہا گہا تھی۔ خوبصورت آفتاب کے نزدیک بھی زندگی کے ہنگامے شروع ہو رہے۔ سڑکوں پر ٹریفک کا ایک سیل برسا بہہ رہا تھا۔ زینت کا دل خوش تھا۔ روح گلن تھی اور داغ آسودہ اس لیے انہیں چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھری نظر آرہی تھیں۔
 یوں ساری برقیں کرتی روٹھیاں۔
 دکھوں میں بیٹھنے لگتے۔
 مکانوں میں مہینج روٹھیاں۔
 کاروں ہسوں اور رکشاؤں کی بڑے لائنیں۔
 اور شام کی سہری ٹھنڈوں میں سرسراہتی جوائیں۔ انہیں مسرت و خادانی کامندیں دیتی لگ رہی تھیں۔ فرت سیٹ پر اپنے چاہنے والے اور محبوب شوہر کے ساتھ بیٹھی وہ خود کو نعمتوں میں بردار کرتا محسوس کر رہی تھیں۔
 دولت، ثروت، معیشت، اسٹیٹس، خوبصورت اور لائق خانی اولاد۔ شوہر کا اوقات اور سب سے بڑھ کر دلی عزت اور سکون۔

کوشش ایسی نعمت تھی جس سے وہ محروم تھیں۔
 کار میں سب رکھ کر وہ پرنسکی کوئی مہلی سی دھن کی رہی تھی۔ جس سے اپنے طور پر شہب منصور محظوظ ہو رہے تھے۔ زینت اپنی کسی خوبصورت سوہنے گل کرڈپ بنا کر تھی ہوئی رہیں۔
 ”معلوم بھی ہے میں نے کیا سوچا ہے؟“
 ”ہاں کیا سوچا ہے؟“
 ”تازہ روٹی شادی کے بعد باکوگی از دوامی بند میں بندھ دوں گی بہت چھٹے چھٹے بھرنے میں ہر وقت۔ بوں میں اب مہنوں نے زینت تسلیم کر لی ہے۔“
 ”لیکن قیلم اس لیے نکل تو نہیں کی کہ اسے بھر کر کے شادی کر کے بیٹھ جائے۔ پچھلے اسے اپنے فیلڈ میں تم آ کر بھلنے دے شہب منصور نے کہا۔
 ”قدم بھی تائیں گے نہیں ریشہ پینے کی کوئی تھی تو نہیں۔ اتنی ساری جاڈا اور مریے دونوں ٹیکسٹیاں اور اتنا بیگ پلیس کر کے کیا بھیجوں ان کی ایکل جان کے لیے۔“ زینت بولیں۔
 ”خیر نکلی جان تو گواہی دو بیٹیاں اور میں شمار سے سامنے اور پھر یہ جو تم جاڈا اور زلموں وغیرہ کے حوالے سے بات کر رہی ہو تو ہر طرح نظر اور مزہ ماب یوں وہ بھی بوں میں جا کر لیکن نکلیں۔ بولے میں چند دن ہی تیار ہے اور میری خواہش ہے کہ اسٹنڈ خود اپنے زور بازو سے کاٹے اور سامنے سے اپنا ایک مقام بنائے کیونکہ والدین کے پیسے باہمی دراشت بن کر کے بیٹھے جائے۔“

”جہن جین کی بیٹ اور بکنوں کی کوئی بچلے خانے سے اٹھا کر ٹائی کی بالائی ٹرے پر رکھ دی۔
 ”اوہ آج بیٹ کھانے میں اور دم نہ کھائیں۔ ہزاری بھلا یہ جان کہاں گریر بسکٹ کے لیے چھٹنے کا کارہ بھی خوب ہے۔ شہب منصور نے کوئی سے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے نہیں کر کہا۔
 ”اٹنی سیدھی باتوں میں پھر پائے ٹھنڈی کر لی آپ نے۔“ زینت بولیں۔
 ”کوئی منسا نقد نہیں۔ تمہاری قربت میں ہیں ٹھنڈی چاہے بھی ایک دم کوک لگتی ہے۔“ شہب منصور نے سیدھا ان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ زینت نے نظریں کھڑا کر لیں۔
 ”کچھ معلوم بھی ہے کل سے شادی کی تکبیں شروع ہونے والی ہیں اور ادھر با صاحب اب تک کا خانہ دلی کی سیر سے ہی نہیں ہونے اور اب بھی دور سے پرکھنے لیے جتنی وقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بیڑی والی جانتا ہے۔“
 ”کیوں نہیں اور نہ دیا تو ایک ہفتے قبل ہی آگئے تھے۔ کیا انہوں نے تمہاری کوئی مدد نہیں کی؟“ شہب منصور نے ایک ہی ٹھونٹ میں پوری پائی ختم کر کے لست ٹرائی میں رکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”نہیں۔ دو کو بہت کی دوڑوں نے ہی مگر زور دیا بھاگ و ڈر کے کام تو نہیں کر سکتی تھیں نا۔ سب کچھ بے جا ہے سہیل منصور ہا رہی پڑ گیا۔ پھر بھی کوئی کی شادی میں تو شہب تک سوسو کھینچے ہوئے ہیں۔ صاحبزادے کو کم از کم اتنا احساس ہونا چاہیے تھا۔ کہ زندگی میں یہ پہلا خوشی کا موقع ہے۔ وہ بھی بہن کی شادی کا گھبراہٹ ہے جو الگ کرنا ان کی نظریں ششوں ناکوں کی لگی کوئی اہمیت نہیں رہی۔“ زینت کی باتوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے لالچی پن سے بہت نالاہم ہیں۔
 ”اوہ کچھ زیادہ ہی ناراض معلوم ہوتی ہو اپنے لادے سے لیکن یہ تو تمہیں بھی معلوم ہے کہ وہ آوارہ گری کی نیت سے نہیں گیا بلکہ اپنے ناز بردار دوستوں کو پاکستان کے پرنسٹا مقامات کی سیر کرنے کی عرض سے گیا ہے۔ وہ جیسے اب تک وہیں نو آگیا جا چاہیے تھا۔ بہت مکان ہے کہ شام کے پہن سے آجھائے۔“
 ”ہوں۔“ اٹنی جا گھٹنے کو کون سا تیر مار لیں گے۔ ہر ملنے میں اپنی لالچی کا انہما کہتے ہیں۔“ زینت آہستہ سے ٹوکھٹک کر بولیں۔

”لو اس میں سر سے اس سر سے آخر تم اس سے چاہتی کیا ہو۔ بے جا نا۔ چار سال تک ٹوکھ سے باہری رہا اور یہاں بھی رہتا تھا تو زیادہ تر اپنی نفسانی سرگرمیوں میں ہی مشغول رہتا تھا۔ اسے بھلا آئے وال کا بھلا کھانا معلوم ہوگا۔ ویسے بالی واؤ سے کسی کی چیز کی باقی رہ گئی ہے؟“ شہب منصور نے بیٹے کی طرف سے صفائی پیش کرنے کے بعد پوچھا۔
 ”بیٹھے کوئی ایک چیز کی رہ گئی ہے۔ وہاں تو بھی بے شمار چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔
 ابھی تو نشان کے طور پر دو ہا کوڑوں میں دو جوڑے چڑھا ہے جانتے ہیں۔ ان پر چھوڑنے کے لیے کھلیں۔ تاشے مٹی کیلیں یہی منہ سے نکلے لائی وائے بھی نہیں سگوا ہے پڑیوں کے لیے بڑھ اور کھانے بھی نہیں آئے۔ باڈے کا ڈنڈا زری کا ڈوشٹا اور ٹیلنگ سوٹ تک نہیں خریدے۔ ادھر آج بیورو کے لیے طرایا ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ چھوٹی کوئی چیزوں اور دست لڑسے کے طور پر کیا از کم چار سیٹ تجارتی قسم کے شے دوں بیٹی کو۔“ زینت بولیں۔
 ”لیکن تمہارا بیورو تو بہت پرانا لگتا خاندانی ہے تم نے اگست زبورات کے سوٹ میں سگوا کر سید کر سہے ہوتے۔ خود جانتے کی ضرورت یہی کہ ہے۔“ شہب منصور نے باڈے کا دھواں چھوڑنے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔
 ”وہ سبے چانہ تو سزا کھوں پر ڈرنا ڈرنا آجائے سگوا دکان پر جاتے کی بات اور ہوتی ہے۔ وہاں اور بھی بہت سے گورانی نظر پڑ جاتے ہیں۔ سب کھیاں وہ بے جا پوری دکان اٹھا کر لائے سے تو رہتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ دس سیٹ ہی لے آئے۔“ زینت بولیں۔
 ”اچھا تو پورا ٹھکانہ اپنی طرف ساڑھے پانچ ہی بچے ہیں۔ یہی دکان بند ہونے میں آدھ پون گھنٹہ باقی ہے۔ آج ہم اپنی سب خاص سے ایک ملین روپے سیٹ خرید کر آپ کی نڈا کر لیں گے۔“ شہب منصور اٹھنے کی طرف سے سیدھے ہو کر بیٹھے ہوئے بولے۔
 ”کیا پانچ؟“ زینت نے خوش ہو کر پوچھا۔ پھر ہنسی بولی بولیں۔
 ”لیکن اگر ہماری ہوا تو اسے بھی میں اپنی بیٹی کے جہیز میں ملا دوں گی۔“
 ”نہیں وہ ہماری طرف سے تمہارے لیے ایک گولڈ ہوگا اور بیٹی کے لیے زیور کی کیا کہ ہے۔ چار نہیں تم جو بھاری سیٹ دے رہا۔ چلو اب ویر کر ڈو شہب منصور نے جوتوں میں بیڑا لٹے ہوئے کہا۔

واسطے لوگ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ اس کے اندر دوسروں کی مٹھی اور بے کسی کی غلٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بچوں کے اخراجات بھی اس سے ایک حد میں محدود رہتے ہیں۔ اسی لیے تم میری تحریریں دیکھ کر کہتے ہو، تمہارے علم متاثر ہونے کا باعث ہے اور سائنس کا سہا ہے اور جسے کی طرف سے بہت فکری ذرا سی دہریں انسان کو چٹکا دیتی ہے۔ اب دیکھو پورا سال بعد آپس آیا ہے تو کسی سیم پیم کی بیگ سا نٹھکا کر نہیں لایا۔ شعیب منصور نے یوں ہی بات پر اٹھا لیا، بچہ چھڑا تو وہ انکا کر پوسا۔

”شعیب ہے، میں خراساں میں رہتا ہوں، اس سے بات کروں گی۔“

اس کے معاملے پر، شعیب منصور نے پوچھا۔

”یہی کہ وہ شادی کرنے کے موافق ہیں یا اپنی پرکھیں شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ نہایت سے بیزاری سے کہا۔“

”ہوں تو ایسا معلوم ہونا ہے کہ تم اس کے لیے کوئی ٹوکی تلاش کر لے، شعیب منصور نے قیاس آرائی کرنے کے لیے کہا۔“

”ہاں، ٹوکی کو دیکھ کر تو بیچ بیچ میری رائے ٹھیک رہی ہے۔“

”اچھا تو کیا وہ اہل باپ کی صاحبیت رکھتی ہے، کہہ کر عموما گھٹی چڑوں کو دیکھ کر ہی لڑائی پکڑنے لگتی ہے۔“ شعیب منصور نے نہیں کہا۔

”اب آپ کو پریا سے کہنا تو مخالف میں آؤ، اس نے لگتے ہیں باپ پر بریں ہو جاتے ہیں، وہ ٹوکی آپ کے دماغ اور احمد مردوش کی خالد زاد سے، پریا سے ہی رہا، آف لوگ ہیں اور زوناش کوئی خوب صورت ہے جسے نہ نہنے سے اپنے باغ سے ہی بنا یا ہو، اس پر تعلیم یافتہ اور اسٹائلنگ بھی بہت ہے اور اعلیٰ اور ٹیٹھ مگھ بھی ایسی کر لیں لگتا ہے جیسے ٹھوڑی ٹھوڑی و برہند گھیاں ہی چنگ رہی ہوں۔“

زینت نے لڑکی کا نقشہ کھینچا۔

”بہت خوب، بہت خوب، تو لڑکی نہ ہونی چاہیوں گا گدستہ ہو گئی، مگر چینی کی سسرال سے بولا نہ لگتی کسی سوچنا بھی نہیں۔“

”کیونکہ اگر ہتھ پٹے بننے کا مزاج اس سے ملا نہیں ہیں، اس کا اسکا نام ہی نہیں ہوں، تو نہ ہاری اپنی چلی کی ادا دیتی دیکھنا کی عینت ہر جہر جاسکتی ہے۔“

”وہ آپ کو کیا اہام جاسکتے کہ اسفند کا مزاج اس سے نہیں ملے گا، ہوشیار، دیکھتے کہ آپ بیٹے کا سیرا دیکھنے کی آرزو ہی نہیں رکھتے۔“ زینت پر اسامہ سنا کر پوسا۔

”اب میری ذات کو اپنے طنز کا نشانہ نہ بناؤ، جھکاؤں باپ ایسا ہو گا جیسے بیٹا کا سیرا دیکھنے کی آرزو نہ ہو، لیکن ہر کام ہو تو اور مل پڑی اچھا لگتا ہے، لگتی لگتی اور نہیں اوتھیں ہیں، چلو اگر سنا جھوٹی بھی سہے تو کم از کم تو فر تو اس کا لہجہ ہے کہ ایک آدھ سال بعد اس کی شادی کر دی جائے۔ اور پریا سے ہر جہر کر نہیں اپنے بیٹے کے خیال سے بھی معلوم ہیں کہ وہ کبھی لڑکی جانتا ہے، کہ نہ نہ ہونے میں لڑکی کو تو بالکل پسند نہیں کرے گا کیونکہ وہ فخر سا دیکھتا ہے، شعیب منصور کی باتوں سے ظاہر ہوا تھا کہ وہ فی الوقت بیٹے کی شادی کو نہ دیکھنے کے حق میں نہیں ہیں، زینت ہی بھوکھری گئیں۔“

”سیرا، پریا اس کا نام نہ رکھتے، ہماری جہد کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ زوناش اس کے مہار پر پوری اتنی سے رہا نہیں اتنی، مگر یہ کہتے کہاں پڑے ہمارے بیٹے، کیا بھول گئے جو میری کی دوکان۔“ وہ پچھلے لگتی ہے مگر آپ کا رہیں روک دیکھتے۔“

زینت نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے، انہیں جو میری کی دوکان کے بارے میں بتایا تو انہوں نے ایک دوپہر میں بچہ کار کو دیکھ کر دیکھنے کے بجائے ہلکے ہلکے گریں ڈال کر اسے دیکھ کر کہا کہ اتنا تنگ سے پچھلے کار بارنگ کا حصہ بنائی تھا، بھروسہ میں پوری کا دستہ انکر جو میری کی دوکان میں داخل ہو گئے۔

شعیب منصور کے والد منصور احمد واسطے اور جس کے مشہور تھے، میں میں چار مہینے اور پوری سی جاہد ہیں ان کی ملکیت میں وہاں کی بیوی نے سب کچھ لے لیا، خدیجہ بیگم نے ان کی بیوی پر زور دیا بھی نہیں، خدیجہ بیگم کے علم سے منصور احمد کی اولاد کی کوئی بیوی نہیں ہو گئی اور ایک لڑکی ہی زندہ رہ سکی لیکن چینی کی بیوی ان کے بعد کسی اندرونی خرابی کی وجہ سے وہ چار مہینے لگی نہیں، منصور احمد اچھے خلیفے آسودہ حالی تھے، اس لیے انہوں نے بیوی کا علاج مہاجر بھی خوب کرایا، مگر نہ پایا، وہ نہیں بریں کی عمر ہی گھبرا کر لڑا، انہیں جو بیوی بڑھتا گیا ہوں وہ ان کے بعد ان کی سمیت، اب میرے کے بجائے ان کی سمیت لگتی رہتی، اور وہ فخر کو حتم نشین کے پریا سے چار سال بعد سفر آخرت پر روانہ ہو گئیں۔

اس کے سب سے بڑے بیٹے شعیب منصور مگر کی مومن سنز ہیں، قدم رکھ چکے تھے، شعیب ان سے چار سال چھوٹے تھے، اور حسین منصور آٹھ برس۔ اور ان کے چار سالہ بیٹی فخرہ گھر کے گوشے گوشے میں ماں کو تلا نہیں کرتی نظر آتی تھی، باپ کے فخر آنگین مزاج کے باعث اسے لے گئے، انہوں نے شروع سے ہی اولاد دیکھ کر زیادہ فخر نہیں دیا تھی، میں کی وجہ سے ان کی بیویوں کو لگتی تھی، بیویوں کی تعلیم کا طرف سے بھی لاپرواہ تھے، کیونکہ ایک تو خود انہوں نے زیادہ تعلیم نہیں پائی تھی، دوسرے زمیندار تھے، ان کا خیال غلامانہ نہ تھا، ان سے بیٹے ہی ڈسے ہو کر زمینوں کا کام سنبھال لیں گے، مگر خدیجہ بیگم کے بیٹے میں تعلیم کا بہت چرچا تھا، ان کے والد بھی ایک مذہبی معلم، پچھلے دور اور اب بھی اپنے وقت کے چند عالم تھے، وہ خود بھی خاصی پڑھی لکھی تھیں، اس لیے انہوں نے وہاں کی مالکیت کے باوجود اپنے بیٹوں کو اسکول میں داخل کروا دیا تھا، شعیب کو خود بھی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ سولہ سال کی عمر میں انہوں سے پیش کر کے اس کو لیا تھا۔

پھر میں آپ کے دادا بڑی اولاد باز سے بھائی کی حیثیت میں بچہ کاروں کی بیوی سے، اگر چاہا تو اچھی ماہات، محمد عساکر، اعلیٰ اور کردار کا ہونا اس سے جھوٹی اولادوں کی نقل و حرکت دیکھ کر نہیں، شعیب منصور کا عمران تعلیم کی طرف دیکھا، ہر وقت کھیل کود، وہ بیٹا مشق اور ادا وہ کر دیتی تھی، معروف نظر آتے، اس طرح سبیل منصور میں ان کے فخری فخر پر چلنے کی کوشش کرتے تھے، شعیب منصور دونوں کو لٹھو لٹھو کر کے کسی کسی طرح راجہ راست پر لانے میں کامیاب ہو گئے، اور ماں کی اولاد میں نہایت اہمیت رکھتی تھی، ماں کے بیٹوں بھائی ہم دو لڑائے، کچھ اس لیے بھی شعیب منصور نے بڑے جاہلی کے حکامات پر خاتون سے سربو کا

اگلے روز سے شادی کی رسومات شروع ہونے والی تھیں اور اس کا کوئی پتہ اور نشان نہیں تھا۔ اور اس بات پر زینت سخت چٹائی ہوئی تھی۔ کنگڑی کی بڑی اولاد تھا۔ بڑا بیانی جس کی موجودگی کو صرف بہت مزوری تھی بلکہ اصل میں تو اسے ہی ہر جہت سے کڑھ کر بہن کی شادی میں حصہ لینا چاہیے تھا۔ عموماً کسی بات کی گویہ پروا ہی نہ تھی۔ جبکہ کہیں سے جو نہ ہونے شادی کے بعد کینڈیا میں مستقل سکونت اختیار کر لینی تھی۔ شادی سے ایک ماہ قبل ہی اولاد و عیال لڑائی لگنے لگے۔ انہوں نے بھی کینڈیا میں کچھ اپنی ایک ہجر جاعت پاکستانی لڑکی سے شادی ہی تھی جس سے ان کی ایک بیٹی تھی جو پڑھنا لکھنا ہی نہیں کرتی۔

رات گزارنے کے کامل تھا۔ بزرگ بار بار اپنے اپنے کمرے میں ٹھہر رہے تھے اور گہا گہا کی گویہ سے دن کا سامان پورہ تھا کہ آگے دوپہر سے ہی یہاں آگے شروع ہو گئے تھے اور ناز پر وہی دونوں بیٹوں نے پلوں اور شامیا سمیت پرازا اور ماموں زاد۔ خالزا اور شرب سمور کی فرسٹ کزن کی لڑکی بھی موجود تھی اور لوٹو بھی ایک کونے میں رکھے پتے پر بیٹھی تھی۔ سائے کا ٹین پر دوپہر کے قریب کپڑے میں زندگی بھر کی موجودگی اور پڑھنا لکھنا تھا۔ لڑکیاں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ تمام گفتگو ناز پر وہی لڑکی شادی کے بارے میں ہو رہی تھی۔ دیرت کے آثار تقریباً سب کے کپڑوں سے چھوڑ گئے کہ لڑکیاں کسی کے سوال کے جواب میں بڑی بیزارانہ سے کہتا۔

• ہاں، پتا نہیں رہی تو کیا سوچی جو ماویوں کی ذمہ داری پلٹتی کر دی۔ درخاس وقت ہم کتنا اچھا لگتا ہے کہ سب ہوتے۔
 • لیکن ماویوں کی ذمہ داری کی کیا توقع ہے۔ گانے تو آج سے ہی شروع کیے جا سکتے ہیں۔ پہلے زمانے میں تو سانسے کا سہرا ہر پھیلے سے ہی دروازے پر ٹوہرت رکھ دی جاتی تھی۔ اور شادی کے گیت گانے جاتے تھے۔ ناز پر وہی ماموں زاد وغیرہ نے کہا جو ناز پر وہی کی طرح تھی۔

• ہاں واقعی۔ یہ خوشی کا موقع ہے کوئی مزوری تو نہیں کہ ماویوں والے دن سے ہی کاٹا جائے شروع کیا جاتا۔ سچ جو ناز پر پہلے سے آجائے تو کتنی ہی شادی کے گیت شروع کر دیتے۔ شریب سمور کی فرسٹ کزن کی لڑکی یعنی ناز پر وہی کی چھوٹی زاد درخاسا ہاں یہ بھی ناز پر وہی کی طرح تھی۔

• تو پھر ہم ایک ایک ایسی شروع کر دیتے تھے تاکہ اس پر تہ سے کچھ تو نجات ملے۔ اسلامبولی جو ناز پر وہی کی خالزا اور تھی۔
 • نہیں سچی اس وقت گزارنے کی بات نہیں۔ تمہارے شور شراب سے بزرگ لوگ دُشرب ہوں گے۔ ناز پر وہی نے کہا۔
 • اب اس کو مزہ نہیں کہ چند روز سکینے تو ان لوگوں کو برداشت ہی کرنا پڑے گا۔ دیکھتے ہی تو آپ کا بیٹہ زوم الگ تھکتا ہے۔

نیلو فرسٹ نے کہا۔
 • اصل میں ناز و آکا کھینچنے کی ریزرسل کرنا چاہتی ہیں۔ تھیں تو میں کسی طرح یہاں سے لانا چاہ رہی ہیں۔ میرا نہیں کہ بولی۔
 • نہیں خیر، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ناز پر وہی نے کہا۔
 • گراہا میں طرح لگنے کے مواقع۔ بار بار تو نہیں آتے کہ تقریباً ساری کزنز آگلی ہوں۔ ایسے میں حضور بہت اچھا لگتا ہے۔ نا۔ نیلا سب سے زیادہ پریرت سموری کر رہی تھی۔
 • ہاں اور مشکل تو ہے کہ میں پینڈ میں ہیں اگر ہی ہنڈا لگتا نہیں تو کم از کم کوئی اور شہر ہی ہونا چاہیے۔ میرا نے نیلا کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے کہا۔

• ارے ہاں واقعی کوئی ہاں تو نہ کر رہی کھینچتے ہیں۔ میرا کی تجویز نیلا نے اپنے عاقلی روک کر کہا۔
 • ہاں تو ڈر نہ مہم و لگڑ کوسا با کارڈز کریم۔ کزنز اسکرپل۔ جو بھی کیلوی اس میں اتنے سادے یا پھر تو شریک نہیں ہو سکیں گے۔ جتنے یہاں موجود ہیں۔ نیلو فرسٹ نے کتے بیٹی کرنے سے انہمازیہ کہا۔
 • تو پھر یہی بناؤ کہ کوسا گیم کوزوں رے کا جو سب کے لیے۔ میرا کتا بہت سے بولی۔
 • گورا جمال شادی۔ درخاسا نے جیشٹی سے کہا تو سب کو ہنسی آگئی۔
 • یہ کوزا جمال کے پاس ہے گورا جمال شادی چھوڑنا کہ بات بھی جیتی سنوئی اعتبار سے میں میدان شادی کا کوزا۔ اسلام فرسٹ نے کہا۔

اس سناپنے فریادیوں کا مزہ بند کرنے کے لیے ایک ایسی سزا لگائی کہ کسی دوسری کسی بہانے فریادیوں کو جمع کرنا تھا اور ایک دائرے کی صورت میں کھڑا کر کے اپنے ہاتھوں کے ہاتھ میں شادی کوڑے لٹے پٹا تھا اور وہ سیاہی فریادیوں کے چاروں طرف گھومتے رہتے تھے اور آواز بلند ہو جیتے تھے کہ آواز کو کیا شکایت ہے۔ اور فریاد کا بھی پٹ کراہی شکایات پیش کرنا تھا اس کے بار بار اذیتوں کو کہتے تھے۔

نیلو فرسٹ سے خراج سوج سوج کر کہ ساری حکایت بیان کی تھی۔ درخاسا کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ گہبہ لڑکے ہی ہے اس پر ہنڈ لٹے ہی جاوے بیٹے پر بھی تھی گفتگو میں سادے سے کراہی سکھارت چھپان۔
 • جلو عیال اتنی بڑی سب بڑا کوسا ایک سمور کی کھیا کو ہستور نیل میسر پر بھی پیش کر دیا۔ درخاسا نے دکانے والے انداز میں نہیں کر کہا۔
 • ہاں ہاں واضح اور یہ بھول نہیں کہ کوڑے سے کسی کو مارا نہیں جاتا بلکہ جس کے پیچھے کوڑا رکھا جاتا ہے۔ وہ اٹھ کر دیکھنے والے کو مارتا ہے۔ میرا نے بھی غصے مار کر کہا۔ تو سب لڑکیاں ہنسنے لگیں۔
 • نہیں خیر کھینچ تو یہ ساری تو عیالت کا ہی ہے مگر نیلو فرسٹ نے اسے ٹھہرا کر کہہ دیا۔ نہیں کیا ہے۔ ناز پر وہی نے کہا کہ بولی۔
 • آف تو یہ کیا گفتگو بحث سے کہ بیٹو کے آپ لوگ۔ پورے کی حد ہوتی ہے۔ نیلا بڑی ہزارا سے بولی۔
 • اصل میں نیلو فرسٹ کی کوشش کوئی نمرود کی طرح نہیں کیا ہو گا۔ اس لیے یہ کہتے کہا نہیں سائے منگ نہیں۔ میرا نے کتے انداز میں کہا۔
 • اگر ہر سے پوچھتی ہو تو میں ہی مشورہ دوں گی کہ آپ ہاں گراہا سے سوچا تو کوئی کوزا بھی گزارے ہی چکے ہیں۔ ناز پر وہی نے کہا۔
 • ہاں ہاں بڑا سوچا۔ سب سے زیادہ تو آپ ہی پورے کی بولی ہیں۔ اور نہ سوتے تو ہم روز میں سحر جگتے کے مواقع ہاں بار تو نہیں آتے۔ میں نے مشورہ دینا چاہتا تھا کہ بولی۔
 • تو پھر سوچو۔ اگر کوسا شہنشاہ اختیار کیا جائے ہوں یا تو پھر ہاتھ رکھ کر بیٹھا بھی تو اچھا نہیں لگ رہا۔ سہیل سمور کی بیٹی کو شہر جاتی دیر سے غاموٹی کئی سب کی باتیں ہی رہی تھی۔ نیش ہو کر بولی۔

• سوج دیا۔ سوج دیا۔ کبھی نیلو فرسٹ نے جوں پر حضور اس آگے بولے کہا۔
 • کیا۔ سب سے ایک زبان ہو کر پوچھا۔
 • آگے کھو جاتی۔ نیلو فرسٹ نے کہا۔
 • ارے ہاں ایسا بڑا مزہ آگے ملے۔ بلکہ ایسا۔ نیلا کو اس کی تجویز پر خوش ہو کر ناز پر وہی نے بولی۔
 • واضح تو نہیں بلکہ گراہا۔ جھلا میں اس وقت۔ تمہارے ساتھ آگے کوزا کھیلوں گی۔ ناز پر وہی نے کہا کہ کھینچو اور کھاتی ہوئی بولی۔
 • کیوں آگے کیا خاص یا پھر سموری بات بڑی ایسا۔ آپ تو اکثر دینیش ہارے ساتھ آگے کوزا کھینچتی ہی رہی ہیں۔ نیلا نے بھی کہا۔
 • ہاں اور بھی تو آپ دنوں ہی نہیں جھینچیں کہ کوسے سے نکلنے پر پابندی مانا ہے۔
 • مذہور و دیگر ان کے کہنے کا اشتعال ہی ہو سکتا ہے۔ درخاسا نے میرا کی بات میں گراہا شہنشاہ لگا دیا تو ایک بار یہ سب لڑکیاں ہنسنے لگیں۔

• ہائے و کھینچنا ایسا کس غضب کی سزا لگتی ہے۔ نیلو فرسٹ جو اس وقت شادی کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی کوزا کا پردہ سمیت کوزا پر سر جو بیٹی کیف بدلان چاندنی پر ایک نظر ڈال کر ناز پر وہی سے کہا۔
 • ارے ہاں آج تو نقل منوں ہے نا۔ اس پر ہم بھی عاشقازاد سا جو رہا ہے۔ میں اب جلدی سے آگے جائیں ایسا۔ نیلا نے بھی کھینچنے بیٹھی ایک کوزا کے ساتھ ہنسنے ہوئے کہا۔
 • ہاں اٹھیں انگریز ناز و آکا۔ آگے سے تو آپ ماویوں میں گورشا نشین ہی نہیں پردہ نشین بھی جو جائیں گی۔ میرا نے بھی نیلا کے اشارے پر امر کر دیا۔

• ہاں اور اس کے بعد تو شہر کی بھی ایسا موقع نصیب ہو لگا۔ جو ہی نہیں سمکا کہ کوزا شادی کے بعد تو لڑکیاں بالکل ہی بدل کر جاتی ہیں۔ میرا کی ہن میرا بولی۔
 • کیوں کہ شادی کے بعد لڑکیوں کے سینک و جنگ نکل آتے ہیں ناز پر وہی نے کہا کہ پوچھا۔
 • نہیں سینک و جنگ تو نہیں نکل آتے۔ بہت ایک بڑے سنگوں والا سینکھا ہر دم خدائی تو خدا کی طرح قابض جو رہتا ہے۔
 • درخاسا نے کہا تو ایک تھک پڑا۔

اٹا تو برسوں کی طرح وقت کے ساتھ نا انصافی کر رہی ہیں اور آپ جتنا بھی ہے ساتھ ساتھ گیارہ چوتھے ہیں۔ اب آپ کی ماں
ناں ہیں وہ کئی گئے تو قدر سونے والے ہی مجھیں گے کہ بائیں باغ میں رات کی باتیں نازل ہو گئی ہیں۔ نیلما نے شکی انداز میں کہا۔
تم دوسرے کسی کسی بلا سے کم ہو کر ہو چکا ہے جہاں ڈر میرے پیچھے ہی رہ گئیں۔ اب جہاں اتنی رات گئے بائیں باغ میں آگے ہوئی کھیلنے
ہوئے کسی زہریلے کیزے سے ڈس لیا تو۔ "ناز پر درختے جہیں یوں ڈرایا کہ کسی داسی طور پر وہ خود کو کھیل کر دستے بچا جانا چاہ
رہی تھی۔

انہوہ دہا زبازی نہیں بلکہ ہلانہ سازنی کوئی اپیل سے سیکھے۔ نیلما بڑھ چکر ہوئی۔
یوں ہی کون بروتوق اس وقت آگے ہوئی کھیل سکتا ہے اپنا بائیں باغ میں جیسے کی جگہ ہی کہاں سے ہم تو وہ بلا منہ
بٹیلو کھیلوں گے آج۔ آپ کو تو یہ کھیل بہت پسند ہے اپنا۔ نیلوفر نے جو پیشہ اپنی رہی ہلانے کی مادی تھی۔ کھیل کا فیصلہ
ساتھ ہوئے ناز پر درختے کہا۔

بلو منہ بٹیلو۔ سب نے زہریلے کہا۔
باغ باؤ نئی۔ کچھ گئی کچھ گئی۔ عکرمی سیدھی طرح آرو میں ہی کیوں نہ کہ یہ یاد گار تھا جیسا کہ کھیلنے کو چاہیہ رہا ہے۔
خیر کھیلنے کی کھیلوں کے ساتھ ہنستی ہونے لگی۔
جیسی اصل میں اردو میں بہت فرشتا ساز ماں جاتا ہے۔ اندھا جیسا کا لفظ۔ نیلوفر نے گویا وضاحت کی۔
نیلما بیکہ جیتھتہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔ نیلوفر خود کو ایشیوں گیارہ ایشیوں کہتے ہیں نا اس لیے۔ اس لیے ہر گز کہ انہوہ ہنستل
میں پر دکھ کر بات کرتی ہیں۔ نیلما نے ہنس کر نذرہ چست کیا تو کوڑہ ہنستے ہنستے دوپہری ہو گئی۔ مگر نیلوفر جیسے یا خفیہ ہنستے
کے جیسے بڑی شامت سے ہونے۔

جیسی اصل میں گری۔ جیسی نے سولی گیم کو بھی بین الاقوامی سطح پر دکھ کر شہ کیا جاسے تو اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔
انہوہ بہر وقت کو اتنا طول کیوں دیتے تھے میں آپ لوگ۔ اب کسی طرح آگے بھی نہیں۔ نیلما پر اس کھیل کی ہی ذمہ داری تھی۔
انہوہ بھی اظہار و دردمند ڈانڈونی کر کے بھی تہیں باہر لے جا سکتے ہیں۔ نیلوفر نے گویا وارنگلہ سی۔
انہوہ چھوٹا اظہار و دردمند ہوا آج میں ہی اس کھیل میں شریک ہونا چاہتی تھی۔ درختوں پر
آواز ہی گواہی دیا کہ ہم سے آپ کا جو آپ نے خود ہی اعلان کر لیا اور آپ کی اطلاع کو ہم بھی اس کمرے کی چوکی پر آپ کو
ماں کو رکھنا بھی گوارا نہ کرتے۔ نیلما ہنس کر ہوئی۔

ارے یہ نیلما تو بڑی بڑی ہو گئی ہے
تسلیمات، تمنا بیا توں میں وقت ضائع نہ کریں۔ اور کسی طرح اپنا کوسے کہ باہر آجائیں۔ نیلما نے کہا۔
اوسے ڈر کر گزوں۔ آپ کا حکم سزا کھوں پر۔ جہاں بڑے جھیلے سے انداز میں ہونی چہرے سب ناز پر وہ کو زبردستی کھینچ کر
باہر لے جانے لگیں تو نیلوفر نے سلوٹ کی طرف دیکھ کر آہستہ سے نیلوفر کے کان میں کچھ کہا تو نیلوفر جلتے جلتے پلٹ کر اس سے ہونے
آپ بھی آئیے اسلوط۔ ہوشیار بن کر فرماؤ کہ اس کے پاس میں کون سا کھیل ہے کہ جتنے کا انداز میں اس کا کھیلنا ساتھ کر رہی
موسوں کے غیر زہری اور اس کے نزدیک آ کر ہونے۔
"میں تو آپ کی خاموشی کو آپ کی آواز پر قبول کر رہی تھی اور آپ میں کراہیوں تک نہیں مٹتی ہیں۔ آئیے جھیلے نا بڑھو۔"
نیلما نہیں میں جھلا آپ ماب کے ساتھ کھیلنے کیا اچھی گولوں کی عیتر۔ آپ سب جیتنا ہیں۔ آپ کی طرف سے جھیلنے کی جھے
توصاف ہی رہیں۔ سلوٹوں سے کہا۔

اودہ نکلیاں۔ نیلما سب پر ہاتھ رکھ کر ہنستے لگی۔
ایمان سے آئیے تو داوی اتان کو کسی سات ساتھ سلوٹو کیا۔ آپ خود کیا تھتے ہیں کس پھیلنے اور خود جھول کی لکھتے ہیں۔
ہم سے پوچھنا۔ کوڑہ ہونے۔
ایمان ہاں کھیلی۔ وہ تو ہم بھی دیکھ رہے ہیں گھر سے کچھ زیادہ ہی اچھی تعریف کرنا چاہتی ہیں۔ نیلوفر ہونے۔
نیلوفر ہیں ایسی کسی خوش قسمی میں جھلا ہوں۔ کسی بات کی داوی ہی چاہتی ہوں۔ سلوٹوں سے مسکرا کر کہا۔
اودہ۔ بہت کمرنگی سے کام لے رہی ہیں آپ کو۔ نیلما چھوڑنے کے انداز میں ہونے۔

انہوہ میں کی خصوصیات میں ڈنگیں تھیں۔ چلو جلدی سے باہر نکلو۔ اتنی شکلوں سے تو ایسا تیار ہوتی ہیں اگر وہ بارہ اندر آگئیں
تو پھر کوئی طاقت بھی انہیں باہر نہیں لے جا سکتی گی۔ نیلوفر نے ڈی انکار سے کہا۔
ہاں ہاں جیسی آپ لوگ جاسیے نا میری دوسرے بیگانہ میں اپنا وقت کیوں لہرا کر رہی ہیں۔ سلوٹو کو ڈرا اور نیلوفر نے فریو
سے ہونے۔

نیلما نے کہا کہ ہر قیمت پر ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ جیسی انہوں بھی اسب۔ نیلوفر نے کہا۔ اور اس کا فریو کچھ کر
اٹھانے لگی۔ تو رات بھر اتنا اسے بھی اٹھنا ہی پڑا۔
اپر وسیع وسیع آسمان پر بدھ کامل یعنی پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی نور انشاں چاندنی کے خم پر فرمٹھا آنکھوں پر ہاتھ کر
طوبوں وغریبوں میں باغ کے گوشے گوشے پر کھیل ہونی چاہتی کے طبع کا گمان ہو رہا تھا۔
ہوا میں بھی شکلوں کی خوشبو چراتے ٹری شوٹ ہی ہو رہی تھیں۔

وہ سب کی سب میں ناز ہوں، نیلوفر، نیلما، درختوں، اسلوط، جہا، جہا، کوڑہ، فیصلہ۔ فیصلہ کی چھوٹی ہیں راجہ
جو نیلما سے بھی بڑی تھی اور سلوٹو نے وہ رنگ فرشتگی کھرا کھری میں کھوئی میں ہی نیلوفر سب کو رات کے صورت میں کھرا کر کے۔ اور کچھ
نوبت کی کھرا کی وی وی۔ کھتے ہوئے ہر نکتہ کے ساتھ ہر لڑکی کے سینے پر لگی کھنسی تھی مگر کچھ لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے دس کا
نکتہ آئے کے بعد بھی چار لڑکیاں باقی رہ گئیں۔ لہذا اسے ہوا کر ناز پر وہ آکھوں پر وہ جہا ہاتھ لڑکی پر ہاتھ لگے گی وہی اندھا
جیسا ہے گی۔ چنا پڑ ہی ترکیب آزمائی گئی اور سب سے پہلے درختوں ہی پر رہی اور یوں گویا کھیل شروع ہو گیا۔

دیکھو جیتھتہ جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ درختوں اندر چلی جاؤ گی۔ کھیل کے آغاز پر ایک ہزار ہزار ہونے کا تکرار
ہاں ہاں جیسی داوی اتان جتنے کی کوشش نہ کر۔ وہ بھی پرتیاں نہیں ہیں جو بھلا کر دیاں ارما کے گھر تو کیا تھے داوی کو جھکا دیں گے؟
عیرہ جی کر ہونے۔
ناؤ ڈی رہی۔ نیلوفر نے درختوں کے دوپہر کس کراس کی آکھوں پر ہاتھ سے کے بعد گویا کھیل شروع کرنے کا اعلان کیا۔
اور پھر کھیل شروع ہو گیا۔
باری باری سب لڑکیاں چہرہ لہرا لہرا جیسا اپنی رہیں۔

فرسلوٹو جو پورے کراس کھیل میں شامل ہو گئی تھی اور بڑی جھیل سے کھیل ہی تھی اب تک کسی کے ہاتھ نہیں آئی تھی اور آتی بھی
جیسے وہ تو چور کی آکھوں پر جیسی ہنستے ہی جھاگ کر ڈور جاکھلی ہوتی۔ آخر کوڑہ اور نیلوفر کی ملی جھاگت پر وہ ان کے ہاتھ آئی گئی تو سب
نہاتے گھر گیا۔ اور اس کے لاکھ منگ کرنے کے اور جو داس کاہن دوپہر کس کراس کی آکھوں پر ہاتھ وا۔
کچھوڑی جھیل سے ہاتھ آئی ہیں جہا نہیں ڈر لہا بیکر دینا۔ نیلوفر نے باری باری ساری لڑکیوں کو تاکا کیا۔
اس کی آکھوں پر جیسی ہنستے ہی وہ دور دور تک جھیل گئیں۔ جیسی ہی اس طرح کس کراس کی باری تھی نیلوفر نے لڑکیوں اور نیلما
ڈکھنے کے علاوہ اسے سانس لینے میں ہی وقت سموی ہو رہی تھی۔ اس پر آوازوں کی سمیت کا اندازہ لگا کر کھیل سے اوجھری ہر ہنستے لگتی۔
کھلی جیتھتہ آتی اور کھلی درانہ میں چلائی گز کوئی داوی نہ آنا کہ سب کھلی جیتھتہ دور چلی گئی تھیں۔

اور ناز پر وہ جتے تاکہ اتھاسے ہوئے اندر چلی گئی تھی۔ اور اس کی تقلید میں درختوں۔
نیلوفر اور عیرہ جیسی جھیلے سے اندر کھسک آئی تھیں۔ اب جہا، کوڑہ، اسلوط، فیصلہ اور جہا جہا جیسی تھیں۔ جو سلوٹو کے بہت آگے چلے جھیلے
پر جھاگ کر جھیلے جیسی تھیں۔ مگر وہ بھی کھنسی ہی کہ وہ قریب ہی نہیں کھڑی ہیں۔ اور انہوں پر جیسی کس کراس کی باری ہے جسے
جو اتنی تقلید سے ہنستے ہی جھلی کر رہی جاہر ہاتھ لہرا کر کھیلنے سے۔ اسی نے وہ جھیل جیتھتہ لگتی۔
دیکھو سلوٹو جیسی نہیں جھیلے گی فریڈیز۔ اب کھتے زیادہ نہ نکلا۔ یوں جیسی تم لڑکیوں نے دوسروں کو تو اتنا ہی نہیں کیا تھا۔ اب
جلی سے ہرستہ قریب آجاء درختوں پر جیسی اتار پھیلنے کی جھرتیہ۔ دیکھنا کہ میں نے بٹلے پائی کی ہے۔ جیسی جھیلے جلدی سے اپنے
بٹلے قریب آہستہ ستانی وہی اندازہ لگا کر اس طرف پڑھی اور لگے ہی گئے اس نے آج بچا لیا نا۔ کہہ کر کھلی کا بازو داوی جھا
کیوں نہ جیسے قیامت آگئی ہو۔
ایمان وہ قیامت ہی کی ایک طرف تھی۔
کچھوڑا لگے ہی لے دو اتھانہ کی سمت اور کھت اتھوں نے کچھ اتھ لے رہی ہے اس کی آکھوں پر فیصلہ سے ہنستی ہی کو

”جیسے بچہ تو زیکو، یہ لڑکے والے خواہ کتنے ہی روشن تہائی اور تعلیم یافتہ کیوں نہ ہوں ان معاملات میں ذہنی گیر کے نظیر ہوتے ہی ذہنی سوزا سی کوئی نکات مرض بات ہو جاتی شرط ہوتی ہے ان کے لیے پھر تو یہ ایسی آکھیں چہرے کی کہ تو کون اور میں کون“، عائشہ بیگم نے کہا۔

”ہی ہاں، اور مجھے تو خاطر ہے کہ سب اب شائش انوو لیتے ہی ایسی لگتے ہیں، شہناہک نے صحن لٹا کیا سو اس روز جب تاریخ مقرر ہونے کی خوشی میں انہوں نے نہیں کھائے پر اپنے گھر ہو گیا تھا تو ایسی شہناہک نے سب کی سب استغناء پر اور پتھروں کی جھلا عمرھنوں کے سامنے اپنی کاروں، برنس اور بیگ سٹیش کا ذکر بھی نہیں کیا تھا ہے۔ لگا آئے سب کچھ زندگی میں پہلی بار نصیب ہوا ہے تھی تو اتنی بھیموری حرکتیں کر رہے تھے۔ درختاں شاہد سب سے زیادہ میل چھلی تھی اس لیے ایک شیخ لڑکے والوں کے چپ گنوں سے۔

”ارے پتی، اب ساتھ کی گرفتاریاں کیوں ہو جیتی، سب تو اس وقت معلوم کرنا چاہیے تھا جب بات سنی ہو رہی تھی نہ زینب نے کہا، نیراچے طور پر تو ہم نے انہیں مل چھان بین کر لی تھی، گروہ جو کہتے ہیں، ان کے مت میں ان کو ساری گھٹی ہوئی ہے تو جو کہہ رہی تھی ہے۔ اب ایک اتنی ہی بات پر کہے ہی ان لوگوں کے سامنے ہاتھ پر پڑنے لگیں گے۔“

”ارے خدا کرے ایک کیوں جوڑیں باقی ہاں میری مائیں تو غضب بھائی تو بلا کساری بات بتاویں وہ تو وہی تھیں ہیں گے ان لوگوں سے“ عائشہ بیگم نے مشورہ دیا۔

”اسے فوج کیا سر جھولی کرنا یا پتی جو مردوں ہی مردوں میں جو بیٹے لگا مشورہ دے رہی ہو عائشہ بیگم، ایسی باتوں کی تو ہوا شک نہیں وہی جان مردوں کو، اس البتہ اگر صاف بالکل ہی تمہارے کا ارادے کو اور بات ہے کیونکہ مردوں کو بتانے کا مطلب تو یہ ہے کہ اتنی ہی بات کا بیکاروں کو رہی مثل ہوئی کہ سارا بھلا کھانا کھائے تمہارے لیے تو نہیں اور ہم اپنے گھر میں ہے زینب عائشہ بیگم کے مشورے پر ہلکا کر لیں۔

”خدا کرے کیا! شیطان کے کان پر ہے، ایسی بد فائلیں منہ سے نہ نکالیے، عائشہ آپا لے اگر غلط مشورہ بھی دیا ہے تو ذہن تو سب ہی کے ماؤت میں اس پریشانی میں کچھ کچھ نہیں آراہ کر لیا گیا جائے۔ نہ زینب نے اپنی بہن اور منہ کے رشتے کی نزاکت کے پیش نظر نہیں کھری تھی بات کو اس طرف لیا۔

”اسے پھر نہیں بھائی جان، برسا رانا اور تو زینب آیا کا بھی ہے، میرا تو اسی وقت تھا تھا کھانا تھا اب اٹھنے کے تھا ان کے سامنے، اب وہ کھلیں بڑھتی، رنگ ہیں بھنگ،“ عائشہ بیگم بھی خاموش بیٹھے والی نہ تھیں انہوں نے فونائی بدلنا نارا۔

”مے ہاں دوستانہ میں لوٹ کر کیوں ضروری ہو، سناؤ صاف کون نہیں کہیں کہیں نے ہاں تو جو کہہ رہی تھی کہ اتنی میں کاتنے ہوئے ہیں، زینب بران کر لیں، اور تب زینب کا دل لگا لگا کر میں عائشہ آپا کو کچھ غلط تو نہیں کہہ رہی، یہاں تو بیٹے ہی شکست لگی تھی کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، کچھ کچھ کہہ سکتی کی، داخل مولا دینا نہیں چاہتی تھیں اس لیے سخت عاجزی سے لیں۔

”تمہے آپا اس وقت میرے پوش شکستہ نہیں ہیں خدا کرے کہ میں اپنی خاموش ہو جائیں، زینب خود بھی بہت معاملہ ختم ہوا تو یہ نہیں انہوں نے جلدی سے بات کا شرح موڑتے ہوئے کہا۔

”براشانی افغان سے فائدہ، اب تو لڑا کیاں گھٹی تھی نہ تھی چوں گی تم جلدی سے رونا ہوا ہوا۔“

”نہیں تمہا میں ایک کچھ بزرگ جاتے ہیں دوں گی۔“ ناز پر وہ جواب تک خاموش نہیں تھی ماما کا ہاتھ پکڑ کر لول۔

”اور انہوں میں ہائے دوں گی تم چاہتی ہو کہ سچ بھی سب لوگوں کے سامنے میری ناک کٹ جائے، زینب نے بی بی کو گلے کی نزاکت کا احساس دلایا۔

”ہاں نا تو بیٹی ان کا کھانا اس وقت بہت ضروری ہے کیونکہ اگر یہ نہ لگیں اور بات مردوں تکس سچ لگی تو انہی بڑا ہوگا۔“ عائشہ بیگم نے ڈو کہھا۔

”بھئی، یہ تو کئی نہ سمجھ تو ہیں ہوگی وہاں ہمارا ان لوگوں سے بیگ کونا، اب ٹھہری تھی، میں خود فرما ہوا سے بات کہہ کر ہوں گے اور وہ رے ناک کی بات تو اس لیے لے لڑکی۔

”اوسے زینب یہ تمہیں کھڑی کیا کر رہی ہو یا ہر تہا ہی سننے والیاں تھیں پوچھ رہی ہیں، یہ کہاں کی معقولیت ہے بھلا کہ میرا ناز غاضب اور بھان، پچہ چارے اکیلے کھڑے۔“ لیک ایک زینب نے کمرے میں داخل ہو کر کہا مگر وہ اپنی بات کہنے کہنے تک ایک خاموش ہو گئیں۔

”کیوں نہ تو ہے یہ تم سب کے چہروں پر ہنسنا ہی کیوں آکر رہی ہیں؟“ وہ بار نہیں اسی لیے نہیں کچھ معلوم ہی نہ تھا۔

”غیرت ہی تو نہیں ہے کیا؟“ زینب نے تھوڑا سا مزہ لڑنے کو لیں اور پھر نہیں دوا ہاں کی بہنوں کے بولا کہ:۔ جیسے جانے کی انھیں لگا۔

”اوپر یہ تو بڑا ہوا، اس کی کوئی؟“ پوری بات سننے کے بعد زینب نے تڑپ سے پوچھا۔

”کہہ نا گی کیا آیا، ان لوگوں کی بے ہودگی کی وجہ سے اب مجھے خود کمرہ میں کے سامنے ناک سے سات لکیریں کھینچی پڑیں گی۔“ زینب نے حد سے کچھ اڑ نہیں اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں کی طرف دیکھ کر پڑیں۔

”اے ہاں بھلا دیکھو تو یہ بیٹھے بھلا سے اور سر جھڑی، درتا بیٹھے موقوفہ ہوا اس سے کہیں زیادہ بے مذاق ہوتے ہیں آج کل تو زینب دستور ہی ختم ہو گیا، درتا تو بیٹے تو مسیحا اور نہیں لگانے ہی گانے میں ہائی، سچ بچ ہر ہی گایاں وہی تھیں

”سندھوی کو کہنے والا شرم سے پانی پانی ہوا تھا، ہوا تھا، دو ہاں کی نہیں بہت خراج معلوم ہوتی، میں، نہیں تو اسے سے مذاق کو بھی نہ سہا رہیں۔“ عائشہ بیگم نے کہا تو زینب کے پاس کھڑی تھیں۔

”ہاں یہ زینب ہی کچھ چکی تھی، کالنگ میں بھی ذرا قواسی بات پر گڑ بیتی ہے، نہ تو فرنے کہا۔

”ارے بیٹی، مجھے تو تو میوں ہی ایسی ہی تھیں خاندان کو کہہ کی، اب تمہا معلوم گھر دے کیسے ہوں۔“ کو کترنے رائے زنی کہنے کے سے اٹھائیں کہا۔

”ارے بیٹی، دیکھ میں تو ایک چاول ہی دیکھا جاتا ہے جو اگر کچا تو ہوا تو سارے چاول ہی کہتے ہوتے ہیں، زینب نے ہنسنے پر ہنسنے اور انہیں نہیں کر کہا۔

”اوسے نہیں خاندان، احمد بھائی کی ساری ٹیبل بہت ایک کیشڈ اور ایڈوائس ہے میرے خیال میں تو وہ لوگ اس بات کو اتنا سیر نہیں ہیں اس کے جتنا ہم کھو رہے ہیں۔“ فیروزی۔

میں کہا

”اچھا بہت خود تشابہ ہے وہاں کی باتوں کو گورا نامی نہیں اور پھر ناز واک کی پسند ہے۔ سرین اور ناز نے جو بد نظری کی ہے۔ اسی کی میں آپ سے ساقی اٹھی ہوں، آپ سرین کو ایک موقع اور سے دیکھ آئندہ کہیں کسی کو بھی اس سے کوئی شکایت نہ پڑے اور تب نگار نے کہنے سے تو ہارنے ہوئے گا۔“

کمال سے مرہیں آیا آپ مجھے کون شرمندہ کرنے رہتی ہوتی ہیں، آپ سے تو مجھے کوئی شکوہ ہی نہیں، سرین سے ہی کوئی شکایت تھی کیونکہ میں تو بیچ والی ہوں۔ سرین نے درشتہ توڑنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے بھی یہی دنا سب کہا اور بھی کہ اسی فیصلہ ہو گیا۔ تاکہ ان لوگوں کو بھی اختلاف کی کوئی پرکھا نہ ہوئے اور میں، نگار سے جلد کوئی جیت سکا تھا، مرہیں خالص ہی ہو کر ہو گئیں۔

ہاں سر تو آپ سو رائے درست ہی کہہ رہی ہیں، لیکن سرین نے آپ سے معذرت تو کرنی ہے، آپ تو جانتی ہی ہیں کہ بایکوں نا اظہار، برا رہیں ہوں، یہ سرین پر ہی ہوں تو سبہ لیکن عیبت سے اور تو نے بہت بہت نہایت عیبت فرمائی ہے۔ یہ عقلی سے کام لینی ہے اور لوگوں کے مشوروں سے زیادہ، اس کی نداد دہائیوں نے سبہ ہر کار کا تو بلا سب سے مجھے اتنی بڑی بات کہہنی گراب چھتا ہوں، ہی ہے۔

بے چاری۔“

”نیز چلیں تو چریں، لیکن ان سے یہ ضرور کہہ دیجئے گا کہ انہوں نے عقل سے ہی کام لیا، کیونکہ پرانی چینی کو بیاہ کرنا نازیروں اور وادی کا کام ہے۔“

نگار نے بات کہہ کر تو بایا بات رفت گزشت کی سرین بھی خاموش اور ناز کلامی رہ سب سر ہی تھیں اور وہ غلاما اتنی بڑی ہی نہیں تھیں، اصل میں ناز کی بڑا بڑی کی جو سب سے ان کی قوت فیصلہ کو دیکھ گئی تھی، اپنی غلطی اور ندادی کا احساس اور کشت ہوا میں کرنا تھا، اس لیے آپ کو بھی سب سے شہدہ کھینچنے چاہئے اور نہ سے نگار سے کہا۔

”اب اس کی سب سے کوئی کوئی آپ کو نہیں سمجھتی ہے، اور ناز تو مجھے اور وہاں سے عزیز ہے۔ وہ تو سلطان نے معلوم کیا کہ اس کی کسی شرمندہ کوئی کوئی نہیں سمجھتی ہے، اور ناز تو مجھے اور وہاں سے عزیز ہے۔ وہ تو سلطان نے ناز سلطان نے تو کیا اسے تائید نہ ہوئی ہوگی، تو ناز ہی کو نہیں۔“

”یہ تائید تو ہے ہی سدا کی شرمی، آپ کی فصاحت کافی ہے ساری اس میں، مرہیں شادابی کی موجودگی کی پر واکے بیرونیوں نے ہر طرف سے شہدہ کے دنگ سے رہتے دیکھ کر تائید نہ رونا شروع کر دیا۔“

”بلو زارہ محسوس نہ ہو، سارا فخر تاننا ہی چھٹا ہوا ہے، اچھا تو اتنی کو سوری کہوں، بڑی زبان ہو گئی ہے تیار ہی مجھے اب اس کا بھی علاج کرنا پڑے گا، بلو زارہ محسوس ہی طرح اور اتنی کو سوری کہوں، سرین نے آخری فقرہ بہت مٹھنے میں کہا، تو قد سے تامل کے بعد تائید ہوا تو نگار کے قریب آگئی اور پھر چھ کا کہنے کا سہو بچتے ہوئے ہوئی۔“

”اس اتنی وری سوری، تیرہلی سوری اٹھی، تو نگار نے بھی محسوس ہوتا ہی سے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا، اس اتن رائٹ تائید ہونے کوئی بات نہیں، اور نگار کا اٹھا کھانا تھا کہ تائید ان سے نیش تھی۔“

”نیز اتنی اتن میں بہت روتی رگستاخ ہو گئی تھی، چائین مجھے کیا ہو گیا تھا جو میں نے آپ سے آپ سے۔“

”باقی فقرہ اس کی سکینوں میں گھل ہی گیا، ات، تو گھر کے ماحول میں تھا، دکنے کا عیش اس گھر کے بھی تو بہی انشا کا شہدہ اور ناز اتنی بات سے اتنی بڑی نہیں ہے، اس پر جو باغیہ باہر بیچ کا ٹیبلہ، یہ المیہ تو فقرہ بیاہر تھیرے گھر کا تعصیب ہے، نگار نے تائید کی باتوں سے شہدہ کو روک دیا اور پھر نہیں کر لیں۔“

”بھئی، سوری تو مجھے نہیں زینت کو کہوں، کیونکہ تم ان کے ایسے خالص شہدہ سے گلو کو دوسرے کر کے آئی ہو۔“

”آپ ایسا بڑی شرمی، اگر فون پر ان کا شکر برادار کر دینا، وہ اصل میں اس پریشانی میں مجھے تو خیالی ہی نہ پڑا، آپ کی بیباں ہو کر کہہ کر کھانے سے ہی کھنگنی تھیں، اس لیے زینت نے میرے سامنے ان کا کھانا، بھیجا تھا جو میں نے آٹے ہی آپ کے علاج سے کہہ کر میں کھوا دیا تھا، میں آپ اسی بات پر ان کا شکر برادار کر دینا۔“

”اور وہ غلط ہے، تو آپ نے بڑی اچھی ترکیب بتائی، ان کے مشورے سے تو انہوں نے فون ہو کر کہا، قریب ملنے ہی کوئے میں رکے فون کی طرف پھریں اور جلد جلد زینت کا ممبر کال کر کے ریسپونڈ کرنے سے انکار کیا، اور سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔“

”ہولو، کچھ کیسے علاج میں آپ کے ہے۔“

”اچھا اچھا خدا شکر ہے، دیکھو میں کوئی بھی آپ کے نئے کدو تکلیف کیوں کی رہ گیا، اچھ کر۔“

”وہ تو نیک ہے لیکن یہاں بھی جو وال دیا رکھا تھا وہ بھی آپ ہی کا تھا پھر یہ تکلف برتنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”جی ہاں، وہ اصل میں تو کہ آج کل ماشا اللہ ہمارے گھر کو بھی مہانوں سے بھرا ہوا ہے اس لیے تقریباً سارا دن ہی سخت مشغول گزارتا ہے، تائید کے سر میں ہی درد ہو گیا تھا، وہ تینوں ہی دن بھر کی ٹھکن ہوئی تھیں آٹے ہی پڑ کر جو سولیں تو اب سب سے خیال میں تو صبح سے بیٹے نہیں اٹھیں گی۔“

”جی نہیں، اگر تہ تو اس نے بات ہی نہیں کی، اصل میں تائید کو اکثر درد سر کی شکایت رہتی ہے اور جب درد ہو جاتا ہے تو وہ کئی ہی نہیں تھیں، کہ سب میں جا کر سو جاتی ہے۔ پھر سرین نے ہاتھ میں ہاتھ لٹک کر نگار سے پوچھا۔“

”آپ کو پھر ہی نہیں،“

”کہہ دین کہ اتنی تو نہیں گھر تو بڑی دیر پہلے ہی چلی گئی ہیں، نگار نے کہا، تو سرین اور وہ میں سے ہاتھ ہٹا کر بولیں۔“

”وہ تو اب کی جا چکیں، بہت جلد ہی تک نہیں شاید، میں نے بہت روکا روک کر نہیں اور کھانا دے کر چھٹی گئیں، ہرج۔ آپ نے تو شرمندہ کر کے رکھ دیا ہے۔“

”اچھا، اچھا ہے حد تک، بڑی نوازش، آپ نے میں یاد تو رکھا۔“

”نہیں میں شرمندہ کرتی ہیں آپ، اچھا خدا حافظ۔“

”آج تو سرین نے گھر تو بڑی دیر پہلے ہی چلی گئی ہیں، نگار نے کہا، تو سرین اور وہ میں سے ہاتھ ہٹا کر بولیں۔“

”واہ اب سوجھتا ہے دلوں سے جا کر جھلا میں یہ کہوں گی کہ لڑکی کے بھائی کا کرے سے نکلنے کا موڑ نہیں ہو رہا یہ تم کسی مناد
ہائیں کرتے ہو بیٹے کیا یہ چاہتے ہو کہ میں کو اس کی سسرالی دادوں کی نظر میں بالکل ہی گرادوں۔ سب کو جسٹس پیدا ہو کر
لڑکی کا بھائی کی عمر میں موجود ہوتے ہوئے بھی کھانے میں شریک نہیں ہوا۔ کچھ معلوم بھی ہے کہ لڑکی کا معاملہ کتنا مذکور ہوتا
ہے۔ اور لڑکے والے ایک ذرا سی بات کی بھی اس طرح گرفت کرتے ہیں۔“

”اگر لوگ ایسے ہی تیرو بائیس ڈاکو تھے نظر میں تو پھر ناز کا رشتہ ان کے ہاں کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔
”اگر اسے کھانے کی ساری دنیا کے لڑکے والے کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں؟“
”اچھا تو کیا جب آپ بھی لڑکے والی بننے کی بڑی لڑکی میں ہوں گی تو ایسی ہی ثابت ہوں گی جیسے ساری دنیا کے لڑکے
واہ ہوتے ہیں؟ وہ بیشتر ماں کی باتوں کی گرفت کچھ اسی طرح کرتا تھا۔ زینت کو اس کی بات پر دکھ تو بہت ہی کم ہوا۔
جواب گول کھینچ کر لیں۔“

”وہ تو ہم میں دیکھا جائے گا۔ مگر کسی طرح انھوں نے یہی سوچا تو کھانا بھی کب کا شروع ہو چکا؟“
”کھانا شروع ہو چکا تو کچھ اعلیٰ تر نہ دکان سے کھانا کھاتے ہیں کہ کب کا تم بھی ہو چکا ہوگا۔ پھر میرے باہر
جانے کی ضرورت تو باقی نہیں رہ جاتی، آف کتنا جھلا اور مٹ و حرم تھا وہ۔ زینت اس کی باتوں پر زنج سی ہو کر نہیں
”اچھا جب تم نے سڑی سے ایسا بے کلم جاؤ گے ہی نہیں تو پھر میں نے یہاں آکر مٹ چک ہے ہی ماما۔ اس سے تو اچھا
تھا کہ میں ماں جان کو جیسے پاس بھیج دیجی، ماں کی بات ماننا تو تم اپنا ایمان سمجھتے ہو نا۔ پھر جھلا میری کیا حیثیت کی
اوقات؟ زینت کو سچ سچ کی غصہ آ گیا تھا اور شاید یہی بار بار تھا۔ وہ مڑ مڑ جاتے تھے تو اس نے انہیں بچا رہا۔
”ہمتی؟“

”ہاں لہو کی بات ہے؟ انہوں نے وہیں رک کر پوچھا۔
”مجھے معلوم ہے کہ ماں کا رشتہ کیا ہے؟“ اس کے منہ سے انہوں نے پہلی بار ایک اور کھوس سی بات سنی تھی۔ انہیں سخت
”اچھا ہوا۔“

”اچھا معلوم ہے پھر بھی دوسروں کو پھر پر زنج دیتے ہو؟ وہ اس کے نزدیک آتی ہوئی ہو لیں۔
”نہیں یہ بات نہیں تھی۔ ماں کے مرتبے کے لحاظ سے اماں جان کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے محمد اللہ یا کا وعدہ
ترجمے کے ساتھ قرآن شریف پڑھا ہے۔ اور اس نے ہی مجھے ماں کی عظمت اور مرتبے سے روشناس کرایا ہے۔ لیکن
اماں جان کے مجھ پر بہت سے وہ احسانات ہیں جو آپ کو مجھ پر کرنے چاہیے تھے اور وہ فرائض بھی جو آپ کو ادا کرنے
چاہیے تھے۔ انہوں نے ادا کیے ہیں۔ یوں بھی تھی اگر وہ تو نہیں بھی تھی تو ڈیڑھ کی چھ اور پچھو کچھ کے لیے ہی ہوں گی۔ آپ کو تو
انہیں تو سزا دینا چھوڑنا چاہیے کیونکہ انہوں نے ہی ہر سے خوشی دینے سے آپ کی شادی ڈیڑھ سے کرائی تھی؟ آف زینت تو
سمجھ رہی تھیں کہ ان کے خفا ہو جانے پر اگر وہ ان کو سنانے کا چاہیں تو ایسی سمندر تھوڑی دیر میں کہنے کا۔ مگر وہ تو اپنی دادی
کے نصیحت پر بڑھ رہا تھا۔ وہ مل کر لیں۔“

”اچھا تو تم نے یہ بھی سب کچھ کہنے کے لیے مجھے روکا تھا؟“
”نہیں تھی بیکار آپ کو آپ کے دل سے آگاہ کرنے کے لیے روکا تھا۔ جو میرے دل میں آپ کے لیے ہے؟ وہ
پہلی بار مسکرایا اور کھسک کر میرے فرخ پر لٹکا لیے۔“

”جو پھر جیسی تو میری حیرت زد کر دیتے تھے۔ بات بات میں دل توڑ دیتے ہو؟ وہ شاک سے لہجے میں آرزو کی سی لہجے میں
”ادو تو تم۔ میں نے آپ کی بات رد نہیں کی۔ بلکہ میرے سر میں سخت درد ہو رہا ہے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ میں
زیادہ شور مچاؤں اور لوگوں کے ہجوم میں رہنے کا عادی نہیں ہوں۔ بیٹھتی ہوں۔ میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ وہ
کتی جی حمت سے کہہ رہا تھا جیکر اس سے بیٹے تو کبھی ایسے لہجہ دینے میں ان سے بات ہی نہیں کی تھی۔ جزا اس سے شاک
اسکی لیکن آخر تو وہ انہیں اور وہ ان کا گلونا اور دل ڈلا دینا تھا۔ ان کو بھی معلوم تھا کہ ان کا بیٹا شور مچا کر بالکل عادی
نہیں۔ ان کی مت سے ایک دم ہی خوش مارا تو وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر لیں۔
”بیٹے تمہارے سر میں درد تھا تو تم نے مجھ سے آگے ہی یوں نہ کر دیا۔ چلو آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں ابھی فون کر کے
کرنا تھی کہ لوہا پتی ہوں۔ دوسری اگر تمہارے لیے کوئی اور دوا تجویز کریں گے؟“

”نہیں نہیں اب ایسا ہی میری سیر نہیں ہے۔ میرا ڈاکو سے کسٹ کیا جائے؟ وہ ڈاکو کے نام سے بیک کر لیا۔
”نہیں خدا ڈاکو سے۔ چوتھے سرور کی کوئی کھا لو میں۔ ابھی گویاں اور چائے سے کوئی ہوں۔ پھر تمہارا سر بھی دبا دوں گی؟“
”اور لڑکی میں دو اٹھانے کا قائل ہی نہیں۔ جسے تو آج تک اپنی زندگی میں کبھی نہیں پڑا۔ یہ دیکھیں کیا ہوا کتنا اچھا
ایک دم باڈی بلڈنگ کچھ؟“

”اسے ماٹا اللہ چشم بدور خدا نہیں صحیح سلامت رکھے۔ اس طرح سزا بھر کر تو دیکھو۔ لوگ گت جاتی ہے؟“
”واہ کی خوب لادھک ہے۔ وہ آس کر لیا۔“

”مجھے حقوڑا سا کچھ کھاری ہو پٹ خالی ہونے کی وجہ سے کبھی سر میں درد ہو جاتا ہے۔ یہاں کراچی میں تو ایسے ہی۔
”بڑے کی ذکیات عام ہے۔ زینت کا میں نہیں جان رہا تھا کہ کسی طرح بیٹے کے سر سے درد کچھ اور
”جھک ہے آپ کہہ رہی ہیں تو کھانا مزہ رو کھاؤں گا۔“ اس نے ابھی اسی درد کا جھکا کھینچ لیا تھا۔ کوئی اندازہ لگایا
اس کا سانس پھول رہا تھا پھر بھی بھائی کو دیکھ کر سزا دیتی بیٹھے ہی بولی۔
”سوزی بھائی جان میں بغیر اجازت کے اندر لگتی ہوں لیکن میری طبیعت ہی کچھ ایسی ہے؟“

”کبھی خیریت تو ہے؟ زینت نے پھر پوچھا۔
”محق آپ کو۔ وہ سزا دینا کھانا کھانا مارا۔ وہ سلووا آپا بیری طرح چلنے لگی میں نا۔ نیلما نے قدر سے مانگی
ہوئے بتایا۔“

”میں کون؟ وہ جو مال کے کینے پر مٹ گیا تھا اس نے اٹھ کر بیٹھے ہوئے پوچھا۔
”سلووا آپا۔ وہی جنہوں نے آپ کو آئیٹے میں جھلا یا تھا۔ نیلما نے بتایا۔
”ادو بیٹی اس کے سے اس طرح سلووا کا تعارف کرانے پر زینت چڑ کر لیں۔
”مگر چلنے کیسے گئی وہ؟“

”وہ خانا ماں اسٹو سے کستی انار کا تھا۔ بیڈل بہت گرم تھا اس پر گریب نازک سا کپڑا لپٹا اس کے ہاتھ سے جھوٹ
کر سلووا آپ کے برون چھوڑ کر قرب ہی ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ کھڑی تھیں۔ کچھ پتلیوں تک آئے پڑ گئے ہیں کتنے ہی
سخت متاخر ہوئے ہیں۔ نیلما نے اس کے گلنے کی وجہ بیان کی تو زینت نہایت ناگوار سے بولی۔

”اف تو یہ لڑکی بے سہ آئی ہے ہر وہ کوئی نہ کوئی سنبھال کر لیتی ہے۔
”مگر تو یہ تو ایک اتفاقی حادثہ ہی ہے۔ کوئی ماں کو بچھو کر تو نہیں مٹائے انہوں نے اپنے پیرے
”اسے ایسا ہی اتفاقی حادثہ لگ گیا تو بھو انہاں اس کے ساتھ معلوم کیا ہے حالات میں حد تک خوب ہو گئے تھے وہ تو لگا کر نہ لگتی
دیکھ وہ صلح صفائی نہ کریش جا کر تو اس وقت اس گھر میں آئی تو لپٹا رہا ہوتا۔“
”پھر کئی ہی میں کرو چکے تو نہیں۔ نیلما ماں کے لیے کسی پرہیزگار کی ہو کر بولی۔

”اب ہل رہی ہوں۔ پھر کھانے کا کیا رہا۔ میں تو کھا کر سو رہی ہوں۔ یہاں لگتی تھی۔ یہاں کے سروس دور ہو رہا تھا نا۔ اب چنانچہ
پاراکھنڈ کا کیا ہوگا؟ زینت بولی۔“

”مشکل ہے نہیں ہوا سب اطمینان سے کھانا کھا رہے ہیں۔ بیکار تو تم کو کھانے دے دیں۔ اچھا پھر کھانی جان کے سر میں درد ہو
رہا ہے تو آج پھر نہیں ان کے پاس رہیں۔ میری جانی ہوں سلووا آپ کے پاس لایا ہوا ہے۔“

”اسے نہیں تم ہاں اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ میں بھی اس آئی ہوں۔ زینت نے لاپرواہی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
”نہیں کبھی کبھی تو میں کھانا کھاؤ۔ تو ہی نے آپ کو کھانے کھانا کھاؤ۔ کھانا کھانے کو ہے میں۔ کچھ کھانے کے آگے کھانا کھا کر
بہتر نہیں رہتا۔ آپ جلدی سے آجائیں۔ نیلما نے پاراکھنڈ کے لیے ہونے کہا۔ اور خود کھانا نام اس کے زینت کچھ جھراکی انہیں اور پاراکھنڈ کے
کیسے کوئی خرابی یاد دہیجئے تو نہیں۔“

”دیکھا نہیں گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ جو مزے نکل جاتے وہ کسی ذکی طرح پڑا ہو کر رہتا ہے۔ اب میں تو نہیں دیکھنے کی غرض سے
کرنا تھی کہ لوہا پتی ہوں۔ وہ ذکی نے سلووا کے لیے جو اپنا کھانا کھا ہے تو لگتی ہے۔ اور خود وہ کھانے کی کھال سے
لگاؤ اس کے کوسے سے باہر نکل گئیں۔“

.. نہیں تھکیں اسے لوٹ دیجئے شکر دیکھنے کا پیچہ کی بائیں خانہ میں نہیں، آپ تکلیف نہ کریں اور ہمیں آہستہ آہستہ رہیں شاد و سوس
 اپنا کب بند ہی پر اس نے قبیلے کے سفینک طرف دیکھا انگاروں میں جہازوں میں ٹوجہ نہ لگے ایک دو سرے میں آہی برس۔ پھر وہ آہستہ آہستہ لگا
 اس دل میں بلا تراسے آپ کا گھیس، ابھری جہازیں ساہوگر کا تھا۔ پھر وہ سبھا ہو کر چھپے شاد آہستہ بول ہی جہازانہ پہلے
 سا پھر وہ چپ چاپ کر کے سے نکل گیا۔

پہلے ہاتھ کو تول مروڑ لیا کرو مٹوانے ٹوجہ دوایا لائی ہے اور سچے سچ کیونکہ خفا سنا مان تو سب کے جلسے کے بعد یہ معلوم کہاں رہا
 ہو گیا تھا اور تو لگا کر باہر کی نہیں ہوں گے، اصل میں تو سولو کی ہی وجہ سے اس نے کسی کو نہیں روکا، اور وہ اور ناکہ وجہ سے ہاتھ لائی
 مشکل ہو رہی تھی پھر سلی سلی سلی گھبراہٹ ہو رہی تھی، سب اس نے سولو کی طرف دیکھا جو محض اس کی وجہ سے کڑھ موزے
 دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی اس کی نظری تھی تو کھڑی ہو کر گئی۔

”خیر یہ تو شاید ان کی حدت ہی ہے۔ یہ جھاگ جھاگ کر سب کی خدمت بھالانا سچ کہا ہوا اہل جان پہلی مرتبہ انہیں دیکھ
 کر میں ہی کچھ تھا کہ کارہ برد جلسے کی وجہ سے جی تے کوئی ٹائی لائز ہو گی ہے، گو اس کا ابھری شوخ سا تھا مگر اس کا شوخ سا نثر سولو
 کے دل میں جھکا، غرض یہ سو مت ہو گیا، اس نے بڑی سے گروں موز کو مشعلہ نظر سے اس کی طرف دیکھا اور کچھ سا توجہ دیا، وہاں ہا
 رہی کو سلی بیچ لگا اس کے کہا۔

”اسے سولو بیچ تم اس لئے کسی بات کا برا نہ ماننا۔ اس کی تو بیسی میں ہمدرد ہے نہ دہنے میں، یہ جیتیں چھڑنے کی غرض سے ہی
 کہہ رہا ہے، تا کہ جھک کر کوئی بیچھا سا حجاب دو۔ چہلی جی تو بیچ ہی ہونا اس قدر، تو وہ وادی کی بات پر وہ بیس کر بولا۔

پھر بھلے نہیں غاموشی کے جس سے پہل پیکہ تو نہیں کر کے بھی ان کا منہ۔ وہ خود ہی بروقت ہنر میں گنگا صفیاء جیسے بیچے
 ”اسے بس اس بند ہی کر رہی پھر بھار، یہ بیماری اگر مری وجہ سے غاموشی میں ہے تو اس کا مطلب تو نہیں کہ اس میں ہرگز
 دوزخ کا داوی نے ٹوٹے ٹوٹے انداز میں اسے تہہ کی نہ نہیں اہل جان، ان پر ہرگز نہ کر کیا بیٹنا ہے۔ یہ کچھ نہیں رہیں ان کا
 سر کٹنا چکنا اور پھولوں ہے، اس نے کچھ اس طرح ہنسنے کی ایک ننگ کھنے ہوئے ہمارا سلی بیچ لگا کی بیماری میں ہی کسی کو
 اس نے کئی دن بھر کئی کئی سکا بیٹ بھلائی۔

”اہل جان وہ۔ خیر آپ کی طبیعت ہی نامسا ہے۔ پھر یہ جھوٹیں جلسے وہی، وہ ایک دم ہی عیبہ ہو کر سر اور گلے پر
 کپڑے لٹا ہوا پھر ہوا اور ابھی کوئی بہت ہی خاص ادا بھانہ ہو چکے ہیں سے وہ پھرا گیا ہے۔

”ابھی نہیں کیا بات ہے بنا تو۔“ سلی بیچ نے سکا وفد بول کر انتہائی جس انداز میں پوچھا۔
 ”وہ کچھ تر بنا دیکھا ہے، اس لیے اور سا زور ہا ہوں، وہ کافی پینے سے معدہ میں رطوبت پیدا نہیں ہوتی، اس کے
 چھوڑیں، اس وقت تو خفا سنا مان ہی غالب ہے، پھر کون ہنسنے کا میرے بیٹے کا فی۔“

”ارے اگر میں ذرا ہی بھی جنت ہوتی تو میں خود آٹھ کر بنا دیتی۔ تم دیکھا کرو کہ فرج سے کوک یا اس کی سوزا نکال کر
 پور دوجا نہ ڈالیں، اگر طبیعت صاف ہو جائے گی بخاری، وہ وادی کو فوراً اس کی بات پر لپٹیں ہی آئی۔

”اچی سوال ہی پیدا نہیں ہو تو ک و مروت سے تو سخت ارجح، ہوں میں ویسے ہی سوزا رطوبت کوڑھا ہے، وہ وادی کے
 مغز پور بیک سا ہے، کچھ دیر اس اتنی رہیں، ہلکا شایہ مٹو طوخن ہی اس کے لیے کافی ہائے ہر ملادہ ہو جائے، مگر وہ غاموشی ہی
 وہی تو اس نے وادی کی ہی غائب کیے کہا۔

”انہوں نے آپ کے لیے چائے بنا ہی تو کیا، سر کے بل گھنٹے تک ہی نہیں اب اتنی دیر سے کافی کے لیے تڑپ، ہا ہوں تو ان کو آتی
 توفیق ہی نہیں ہوتی، اگر تیرے لیے کافی ہی بنا نہیں، ابھری جھاگ لہنے کا سا تھا۔

”اسے دو پلے تو نہیں ہو گئے تم۔“ اتنی مشکل سے ڈوبے جا رہی گھنٹے ہی تھا، اب خواہ خواہ ہی اس کے سر پر ہے جو۔ پینے
 کھی کافی نہیں بیٹھے تھے پھر اس کا کھی کو گئی، اگر تمھارے یہاں چند روز کے لیے آئی ہے تو ایسی کہاں آتا ہے اتنی تو سب کے
 سب غما کر کے بڑے دتے ہو، سلی بیچ کو بھی اس کی باتوں پر غصہ آ گیا، انہوں نے اسے جری طرح پھینکا، وہ ایک دم ہی تیرے پاس
 ”ارے نہیں ایسی تو کوئی بات ہی نہیں اہل جان میں تو ابھی اتنا غاموش دیکھ کر عرض نہ لگا کہ وہ تھا، اور پھر اس نے
 اس سے غائب ہو کر گیا۔

”آئی ام زوری سوری۔ سہل مل و ط۔“ اور پھر ہر جہانے لگا تو سولو نے اسے پکارا۔
 ”اسیے۔“ اس نے دھوا سے برائی کرک کر اس کی طرف دیکھا۔
 ”فرمائیے۔“

”ہا۔“ اس آجی آپ کے لیے کافی بنا کر لائی ہوں، بس وہ منہ میں، وہ اٹھنے کی کوشش کرنے ہوئے ہوں، اس کا دل تو تھا باکا
 کر دے تھیں وہ اس کے توبہ دیکھ چکا تھا جو جینے سے غمناک گئے تھے اس پر وہ اٹھنے کی کوشش ہی کر رہی تھی پھر فرج پر لکھے کی وجہ سے
 جسم کا سلا فور پڑوں پر ہی پڑا تھا اور اس کا چو تکلیف کی وجہ سے سر نہ ہو گیا تھا، وہ اس کے تریب ہو کر بولا۔

یوں تو نازش کو تڑپا دیا۔ یہی سلی سلی کامیت تیراں کستی جس اور نظر ہوا رنگا دکھا سے کے طومر ہو ہی کئی زینت اور نکل فری
ان کی لڑکی ہاری خیر گھری گھری تھیں۔ سحران کے پاس زیادہ در رنگ تھنا کوئی ہی نہ تھا۔
نہڑش اور گھڑکی کا ش کے ساتھ ساتھ گھڑکی لڑیا کٹش کے لیے نئی چھڑیاں مینا کھنڈ اور شرت داروں اور واقف کاروں سے
مجھے کے سلسلے میں زیادہ تر گھرے باہری رہتی تھیں، اور بیٹو نراوینہ کا لالچ بھی جاتی تھیں۔
سہیل گھوڑی بھائی کے ساتھ ان کے آٹس اور گھوڑی ایسے کسی کام کے سلسلے میں سارا سارا دن گھرے باہری رہتے تھے۔
زینت کی بھی باہی مھر و فیات تھیں۔ جس سے دن کے کھانے کے وقت تک گھر بیٹو امیر نام دینے ہیں۔
دوسرے صبر تک آنا م کرنے اور صبر سے رات تک کا وقت زبردانی مھر و فیات ہیں۔
شعبہ گھوڑوں اور زینت کراچی ہم غار کے ہی نہیں کراچی دوسری اور لائیکر کے گھر زینت نے اور وہاں میاں بیوی بیٹے میں
ایک پارم نماز مھر و جلتے تھے اور خاص خاص وقتوں پر لائیکر کے ہاں بیٹوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔
شعبہ گھوڑوں اور زینت کو کراچی اور لائیکر کے انسان تھے۔ لیکن چونکہ امتداد ایسے تھے۔ اس لیے انوں نے ان مائی جڑنی
تقریباً یا کئی تیز کے لیے کچھ اسموں وضع کر رکھے تھے اور صبر سے بڑھ کر وہ ایک کاروباری آدمی تھے اس لیے وہ برائے پڑا کاروباری
صورتیات کو ہی ترجیح دیتے تھے۔
یہی جس کلب میں ہی جاتے تھے لیکر کاروباری مصلحتوں کو ہی دیکھ کر مٹاتے تھے اس لیے مھر و نما بیٹوں کو کم ہی ساتھ لے جایا
کرتے تھے۔

یوں ہی انوں نے بیٹوں کو ایک دو تک ہی آنا دیا وہ سے رہی نئی کروہ انہیں اپنے ساتھ ہی لے جاتے تھے بہت کم نہیں جیتے تھے۔
انہیں بیٹوں کے بہانہ تقریبات میں شریک ہونے کی اجازت دے رہی تھی باقی تو تمام معاملات اور زینت کی ذمہ داری انوں نے
زینت کو ہی سونپ رکھی تھی۔ کو ان کے خیال میں ماں ہونے کی حیثیت سے بیٹوں کی تربیت وہی تھی طرح کر سکتی تھیں۔ امیر
زینت کو ہمیشہ سے ان سے ہی مشکور رہا تھا کہ انوں نے ان کے ہونے ان کے بیٹوں کی جینے کو دار اور وادی کی تحویل میں دے کر
صرف ناہسانی کا وقت دیا تھا بلکہ شے کے سامنے ان کی اہمیت کو ابھل ہی نہیں دیا تھا۔ کچھ اس وجہ سے ہی وہ زینت کے ساتھ
میں دن نہیں دیتے تھے۔ جہاں سے کچھ زیادہ ہی دوش خیال تھیں اور کئی وجہ تھی کہ نراوینہ اور گھوڑی اور لائیکر کی حیثیت حاصل تھی اور
جو مال کی دست راست تھی اس نے ماں ہی کے خیال انہوں نے نہایت بگاڑا تھا۔ مزاج جیسے وہ گھڑیاں کی ہی محبت کا گہرا اثر قبول کیا تھا۔
اور گھوڑوں اور زینت سے دور ہی بیوی تھی جڑی نہیں کے لطف تھیں۔ یہ جینے کی کو مٹش کی تھی۔ اور ماں کے اشاروں پر بیٹوں کی نگر
گھراؤ اور ان کی نظروں میں نہ تھی۔ اس کی طرح اپنی حیثیت بھول گئے۔
اور ایسا شخص جو دوسرے کی ریس کرنا ہو یا وہ دوسرے کے زیر اثر رہنا ہو اس کی لڑکی کوئی شخصیت نہیں ہوتی۔
نیو فوکس مزاج میں گولڈنر بھی تھا اور نرسا بھی۔ لیکن شخصیت میں جو بگاڑ کی عمارت اس کی عادات اور شخصیت کو بگاڑا
کرتا تھا۔

ماں اور بہن نے کسی کے پاس سے نہ جو کچھ کہہ دیا بس وہ آنکھیں بند کر کے اس پر نہیں کر لیتی تھی۔ اونچا دیکھنے کی عادی تھی
اس لیے اپنے سے اور کی حیثیت کے لوگوں سے عجب ہوجاتی تھی۔ بلکہ خود ہی بہت اونچا اڑنے کی کوشش کرتی تھی۔ دوسرے انوں
اس خود پسند تھی ہی نہ رہی وہ تھی کہ بیٹوں کی بہت دولت و دار تھی اور بہت مودوں کی تھی۔
میسوسات ہی ایسے بہت تھی جو نہت ڈیزائن کے ہوتے اس کا مقررہ احباب ہی بہت دیکھتا تھا۔ اور کبھی ان ہی وہ کچھ
کو لہری گولی اور باجیٹ جینے کی لڑکیوں کو بھی پاتی تھی۔ اور کال کے بعد اس کا نراوینہ اور زینت اپنی بیٹوں کے ساتھ ہی گزرتا تھا
گو بونٹ مینٹل کے بعد اس نے خود کو ایک بڑی ترقی اور اسوہ حال میں جوں میں سانس پیتے دیکھا تھا۔ ایسے سوال میں جہاں اولاد
کے وہ جہاں کوئی لڑکی نہیں رہی تھی سب کے لاڈ اور ایک ہی جہاں میں تھی کہ یہ جلتے تھے۔ یہی کسی اولاد کے لیے بہتر
تھیں۔ دیکھا تھا کہ وہ دوسری اولادوں سے بہت مقرر خوب صورت تھیں۔ بہت اور صلاحیت مند تھے۔ اس کے باوجود وہ سب کو
الطاف بہت اس کے دل میں لے کر شاد رہتی تھی۔ بلکہ یہاں سب سے بہتر اولاد جتنے کی وجہ سے ہمارے طرز پر باپ کی بہت لاڈلی تھی
وہ مری ہونے کے متعلق میں خود اس قدر ہی اس بہت عزیز رکھتا تھا۔ زینت کو باہل چھوٹے بچوں کی طرح اس سے پریشانی نہیں
تھی۔ اور یہی طرف سے لاڈ اور پیاری ملا تھا اس لیے مدد و جلائیابی ہونے کے باوجود خود اس کو ہوا اس میں کوئی کمی نہ تھی۔
ان کے طبیعت میں بہت سچی ہوتی باقی تھی اور دل میں نرم دلوی سے تھی اسے ولی اہمیت تھی۔ اسے آنکھ کھول کر طرف سے

دعوت دہ کے بعد زینت اور وینتوں تک جلاں اور وینوں کا سلسلہ چلتا رہا تھا۔ چھڑیاں پر دراپنے شوہرا اور وینوں کے
ساتھ ہی ہونے مٹانے سے خوش رہنے لگی تھی تو اس کے جلتے کے بعد گویا حالات پر متحمل نہ رہے۔
یہاں تو شادی کے چند روز بعد ہی اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

گل بہار میں صرف بہار گھوڑوں کی بیوی نازش اور بیوی کو لڑا ہی رہ گئے تھے لیکن سہیل گھوڑی کا قیام ہی ملائی ہی تھا اصل
میں وہ کراچی میں سہیل گھوڑی کے غرض سے نراوینہ اور وینوں کے پاس رہتے تھے۔ اور اپنے لیے کراچی کے کسی عزیز علاقے میں مکان
خریدنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ بلکہ کو شاد تھے۔ جبکہ شہر گھوڑی کو شاد تھی کہ وہ اپنی کھراؤت اختیار کر لیں۔ لیکن سہیل گھوڑی ان
بھائی پر اپنی سائنس کا بار دانا نہیں چاہتے تھے۔ سہیل گھوڑی نے اپنی تو وہ بھائی کے یہاں ہی قیام پذیر رہے۔ ان کے علاوہ سہیل گھوڑی
جو بھائی کے پاس رہتے تھے انہوں کو بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ سہیل گھوڑی کے ساتھ رہنے کے لیے ان کے حوالوں کے بعد
اضافہ ہو گیا تھا اور اس طرح میں وہ کافی تھیں اور کچھ اس لیے کہ اسٹیشن کے بھائی کے یہاں وہ رہنے کے حق میں نہ تھے۔
بلکہ کسی طور پر نہیں جانتے ہی نہیں رہتا تھا اور اس کی خاطر کئی ہی گھڑیاں کو دیکھا کہ سب سے زیادہ مقرر تھی۔ اس لیے انہیں زیادہ
بھی اس کی خوشی کی خاطر گھڑیاں چاہتا تھا۔

اس ان کے بعد لے دے کے سولوا ہی وہ جلتی تھی۔
جیسے گل بہار میں اس طرح دھرتا کے جیسے کونوی تھانہ خود اس کی طبیعت ہی گوارا کرتی تھی۔ لیکن اس کی مجموعی ہی گھڑیاں
تھی کہ سارے احسانات رکھنے کا اور جو اسے نہ چاہتے ہونے ہی وہ نہ رہتا رہا تھا۔
لیکن یہی گھوڑی صرف اس لیے نہیں تھی کہ اس کے بھائی اور بھانڈوں کے لئے تو رہتے ہوئے تھے۔ بازان کے لئے تو رہتے ہوئے تھے
سے چونکہ وہ گھوڑی نہ رہا تھی اس لیے اس کے کئی بیٹے دیکھا تھا وہ ان کے پاس آتے ہی وہ بھی داپس بھی جاتی۔ بلکہ وہ کوئی نہ
مستقل ان مسئلے پر عرض سے کافی تھی۔ اور یہی سہیل گھوڑی کے لئے کونوی مقرر علاقے تھے۔ یہاں ہی رہا کچھ ہی مندو است کر لیں
لیکن مقرر مندو است کو اسے تو اپنی تک ملازمت کا شے کے نام سے بھی نہیں ملا تھا۔ جس کی وجہ ایک تو اس کے بیروں کے نام اور
دوسری طرف کی بڑی عزت تھی۔
یوں نہ اپنے دیکھتے ہوئے نگاہیوں کے ساتھ پوری تندی سے سلی بیٹوں کی تیارواری بھی کی تھی۔

زیرِ لہدی ہوا ملاحظہ اس لیے وہ بھی سب سے غلوں و غنمت سے پیش آتی تھی اس پر مستزاد گھر کا ماحول بہت سچا ہوا تھا اور وہ تھا...

اس کے باوجود بھی چونکہ گھر کے ماحول میں ایک دو سرے سے قربت کرنی نکھائی تھی اور زینتوں سے چاہی بھی بہت ہی کم...

بہر حال اب تو دونوں بہت ہی اچھے طبیعی مشاعر میں مصروف عمل تھیں کیونکہ ناز پر وہ کی شادی کی وجہ سے ان کی پہلی...

شعبہ اور سبیل منصور نے تو گنا چاہا بھی تھا کچھ بھی کی وجہ حال اور خدمت انجام دینے کے لیے ایک برس خرد برد میں...

سوں کی کہ زینتوں سے بھی نہ ملا نہ لفظ تھی کہ تھی تھی جریک ہونے اور مدد کرنے کا اور یہی اس وجہ سے بھی ہوا ہوا کولون...

یوں تو زینت کی سلاطین کوئی ذاتی پر غنائیں نہیں تھی۔ البتہ چونکہ وہ ان کی زندگی کا وہی اس لیے اس شان کا کوئی رشتہ نہ...

تاہم ہر وہی شادی پر چونکہ واقعات نہ ہوا سونے کے اک کا سب وہ اسے ہی گردائی نہیں۔ لیکن شوہر پر اور اس کی درجہ سے...

بڑا زینت آتش سے ڈھائی شینکے کے قرب کوستے تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں کا سب سے بڑے ساتھ سے قریب بہت ہی مختصر اور...

شعبہ اور سبیل منصور آپس میں اپنے کاروبار کے متعلق کوئی متلو کر رہے تھے جس کے اوپر کہ زینت سے شوہر سے کہا...

"ہاں سبیل منصور نے یہ بھی ایک بہت ہی ہے اس لیے جلتے کی غنمت نہیں تھی۔"

"جس کا مطلب تھا یہ بات کہ بولے بے قدر ہوتے دیکھا تو زینت چمک کر بولیں۔"

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

"اب اس کا مطلب ہے کہ ایک طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی اور دوسری طرف سے جین ٹھنڈی..."

رہی انکو آئی تھی اس کی طرف ہماری اوجھڑوں کرنے کی کوکوشش کرتی تھی۔ مدد تو رہی کر کے سینوں میں جھونکیوں کے سمروں میں پھونکے گئے کہیں جیکو لین ماننے حرم گئے کا کھڑے پڑے تھا نا، ادا رہا اور سب جو نہایت خاموشی اور وقار سے اس کی بات سن رہے تھے آخری فقرے پڑھیں یہ سنا کر ہنسی مٹی تھی۔ جی کہ شیبہ نے تصور ہی جواب دینے کے اس قدر بے باکی سے بات کرنے پر کڑی نظر پڑے تھے مگر نہ بڑبڑائیں رہ سکتے۔

”پوچھو، میں بھی طرح جاتی ہوں یہ تمہارے عقد پہلے میں نہ زینت تو رہی بیچوہ کی شکل بنا کر لوں۔“
 ”پیشہ کر کے کونسا موعی ہے تو میری بیٹی، کئی پڑھنے کی کوکوشش کیے تھی بیٹی دوست کی ریل پر گیا۔ میں کسکتی حسین تعمیر پڑھنے کے کسی ایک سے، کتاب کیجے کیونکہ ہر ساری صفحات کسی ایک ہی میں تھیں اور ہوں ہی تو پھر اس کے ساتھ ساتھ دیکھتے ہوئے یا اطلاق اور بیہوشی کے اعتبار سے کہیں ساتھ ہوگی، رولوں کوئی دیری فریکٹ تھی تھے نا سخی چیز نہیں چاہیے۔ مگر اور نہ کھلے ہوئی ناگہان اور اندر دماغی ایپو پوز سزا اور عذرت کے ساتھ جواب دینا آپ سے یہ کہوں گا کہ ان لوگوں کے جو کہہ کر دینے پر ہی میں آپ کے سامنے ہوں گیا ہوں۔“ اس نے آخر میں باپ سے اپنی یہ بات کا نقشہ پیش کر دیا۔

”شیبہ نے تصور پوچھنے کیونکہ مجھے تمہاری صاف گوئی سے زیادہ تمہارے خیالات کی کڑواہٹ ہی تھی ہے۔“
 ”خیر، ڈیڈی، وہ سچا کہیلا۔“
 ”لیکن یہاں کی باتوں کے نکالنے کی تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ خود بخود بنا لائف پارٹرز جنوں ساتھی سیکھتے تھے کیوں کہ

نیو فریولی۔“
 ”خیر لائف پارٹرز انسان کو خود ہی سیکھتا کرنا چاہیے کیونکہ پوری زندگی کا معاملہ ہوتا ہے نا، پناہوں پڑھنے پڑھنے میں معاملے میں ضمن و غیر شروع کر دیا تھا اس لیے شیبہ نے تصور پوچھنے کی غرض سے سولوٹے پوچھا۔

”اب وہ اب تمہارے نام لکھا جانے سے سولوٹ کر کے لکھی کے علاقے سے کہاں تو بھی ہمارا۔“
 ”تو وہ جو اپنے ہی کسی خیال میں کہ پاپ چاہے کھانا کھا رہی تھی چونکہ نہ کھلی۔“

”جی۔ کی ہاں۔“ ادا کو تو بہت ہنسے ہنسے پڑیں، خود بخود سزا شروع ہو گیا ہے۔“
 ”سوچی تو پڑھا تو وہ کسی بہت گفت سے کام لیتی ہو، نا زینت نے اسے کہا کھلتے نہیں بلکہ چھٹے دیکھ کر اس کی طرف متوجہ نہ کرنا

بحرلہ ہوتے کہا، اس نے شیبہ کی کہہ کر متوجہ سبلا ڈیڑھی بیٹھتے میں کھال بنا۔“
 ”کھلتے نہیں کر دیش، کھڑا مانی میں سولوٹ آ رہی ہیں اندر جا کر کھانا لگ جائے کی اطلاع دو تو پھر شروع کر دیا ایسا نا، ہر گز نا۔“

”جیسے نہیں کہنے کے لیے نہیں کہہ سکتی تو کھلتے کی غرض سے بولا جا رہا ہے۔“ ادا کو تو ایک قبضہ پڑا اور حرم کی سرکشی سے اس کے زخما رول رنگال سا چھڑک دیا۔

”سوچی خیر، شیبہ کی ہوں نہیں سید سے سارے ماحول کی بردہ دینی ہے لیکن ہم ہی تمہارے لیے خیر نہیں، تمہاری بیانی کے علاوہ ہی ہیں۔ تم کسی قسم کا بھی کوئی تکلف نہ کرنا کرو، شیبہ نے تصور سے کہہ دیا اور شروع کرنا دیکھ کر گویا حوصلہ دیا۔“

”اس میں یہ تکلف سے نہیں خیریت سے کام لیتی ہیں، حالانکہ ہمارے ساتھ ہی ہے کہ اسے اس سے آئی ہیں، انہیں اس ایک ماہ کے فرض میں سب سے کھل مل رہا ہے تمہارے خیر تو وہ تنگ کسی سے بات ہی نہیں کر دیش، نہ زینت کا پورے کھانا تیز مزہ ہو گا، نا۔“

”یہ جو کہہ کر اظہار پیدا ہوا تھا اسے تو قریباً سب ہی نے محسوس کیا۔ اور شیبہ نے تصور کیجئے کہ وہی اسے کھانا خود چول تھی۔“
 ”بہنیں خیر، میں خیریت تو بنا لنگ نہیں برتنی بیانی جان اور جہاں تک یہاں ہے کہ اس سال ہے تو میں آپ کے یہاں استعمال کی غرض سے تو نہیں آئی۔“

”ابھی۔“ خیر سے تو سنا تھا کہ تم یہاں کر لپی میں سروں کرنے کے ارادے سے آئی ہو، نا زینت نے پوچھا۔ تو میں اس پر بیٹھتی ہوں نا۔“
 ”آپ کے کس سے سنا چھوئی تو میں نے تو نا زینت کی کہہ سکتی تھی، اور اس سے ایک دو گھنٹہ پہلے سے کھانا کھانے کے لیے

”وہ شہزادوں میں ان اس دور کی ڈگر رہی نہیں۔“ اساتف کا ہر جھکا ہوا ہاتھ بنا آئی تھی ہے۔ شیبہ نے تصور سے زینت کی طرف دیکھا تو حوصلے سے ہو گئے۔“
 ”لیکن آپ نے کچھ غلط نہیں سنا جاتی دن کا خاترو اپنے رشتہ داروں کو میں ناہوں سے پکاوتی نہیں سولوٹ دی وہی ہوتی تھی

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

”میں سروں کرنے کی غرض سے ہی کہہ رہی تھی ہوں۔“ ہانٹش کا مسکرا دیکھیں تھا اس لیے بیانی جان نے لیے یہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔“

آپنے معنی ہاں یعنی انسان اپنے فطرتی و ذہنی مزاج اور اپنے کے مطابق ہی کرتا ہے۔ اور وہی تو میرا مذوق اور سبب بہت اعلیٰ ہے
میں زندگی کے سفر میں کسی نہ کسی لمحے میں ایک لمحہ کے لیے میں نے پھر سوچا ہی نہیں جبکہ اس کا احساس ہی بار بار
دل لگی چکی ہیں۔

پھر زندگی میں پہلی بار اس نے واقعی مجھ کو سوچا۔
کونسا مزاج اور عادات و خصائص کی اور کبھی زندگی اس کے معیار پر پوری آ کر سکتی ہے۔
اپنا تو نہ تھا کہ اس نے مجھی میں اور طرح مار کر کی کو نہ دیکھا ہو۔
لیکن اس نے تو ایک سے ایک میں اور زمین لگیوں کو دیکھا تھا۔
اور ماں نے اس کی شادی کے موقع پر چڑھ کر کہاں دکھائی نہیں۔
ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جو میری نہیں بلکہ ایک بار نظر آتی تو مجھ کو یہ جانتی تھی کہ اس کے خیال میں دولت کی طرح ہونے
لائے اور نہ کہ تو خیر ہونے کی کافی نہیں ہوتی تھی۔ مگر ہوسٹ کے ساتھ بہت مزاجوں کی ہم آہنگی ایک دوسرے کا احترام آپس کی
انڈر اسٹینڈنگ، سناہ کوئے کا حوصلہ، ہر وہ خاکا کو ہونا اور ضروری ہوتا ہے۔

ورنہ تو وہی زندگی ایک ایسی سنگین جاتی ہے جس کے جملہ نکتوں کا احساس دہانے لگے ہیں اور شکل کا احساس
ساری آہستگی اور خوبصورتی کو جھیلنا کہہ سکتے ہیں۔
جیسے گرم عیاں ہے چھلا تو نہیں رہتا میں میں اور پیش محسوس ہوتی ہے۔
میں انہ و انہ کی زندگیوں میں گھومنا اور کچھ نئے نئے چیزوں سے محسوس ہونا اور انہ و انہ کی زندگیوں میں یہ ساری صفات دیکھنا جاتا
تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بہت سی چیزوں کی مالک، ہر شکل اور اس کی خوبی کو مقدم رکھنے والی ہو۔ مگر جو لڑکیاں اس کی تھی تے اسے
دکھائی نہیں ان کا ظاہری حسن بہت دل سے لینے والا بلکہ جھٹکا دینے والا تھا۔
لیکن اس وقت اور تعلیم کی کوشش کرنے کی وجہ سے اندر سے وہ بہت کچھ کھلی نظر آ رہی تھیں اور اس کا خیال کچھ غلط تھا
کہ دولت اور خوبصورتی وغیرہ اور اخلاق کی ایک غنیمت میں ہی نہیں ہو سکتے تھی تو کوئی غلطی تو ہوئی ہی ہے انسان میں۔
یعنی اگر اس کی ہوشیاری ہم دوسرے بنا کر دیکھتے تو وہ بھی ایک نہائی نہ جاتی ہے کہ جو اس لڑکی دینا کے باقی اس کی معنی ہے
فائدہ اٹھا کر اس کو نقصان پہنچانے کے وسیع ہو رہے ہیں۔

بہر حال۔ بہترین سفر کے بارے میں سب کچھ اس نے ماں کے شادی کے معاملے کو ہر ویسے کے لپڑی سوچا تھا۔
مگر اب کچھ روز سے اس کے دل میں ایک اونچا سا جذبہ تک رہا تھا کیسا جذبہ تھا۔ اور کیا تھا؟
کس وجہ سے اپنا ہی دل کے پائل میں سے بھرنا تھا؟
اور اب اس نے جانتا اور سمجھا اس کا شعور لگنا تھا۔
کہ وہ شروع دن سے ہی اسے بہت اچھی لگی تھی۔ اور اس کے پلے جلنے کے بعد کافی دیر تک وہ اپنے ناراضا سلوک پر کھینچا
رہا تھا اور یہ تو ہی رہا تھا کہ اس کے کا طرح سامنا ہوتو وہ اس سے معذرت کہنے کے لئے گھر کے دروازے سے سامنا ہی ہوتا تو وہی ہلانے سے
دور ماں کی طرح اپنے ایک ڈیڑھ من وزن کھینچا اتنی اس پر لگی تھی۔

بہتے تو اس نے اس کے بارے میں کچھ لے کر وہی کوئی ہمان ہے جو شادی میں شرکت کرنے کی غرض سے آئی ہے۔
لیکن لگے روز سے ماں سے اس میں عجیب سی مشقت ابھرنے لگی تھی۔ وہ کچھ تو بچی تھا کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے اس کی ماں
نے اسے عازم ہو کر بلازم رکھنے کے لئے ماں کو اس خیال کی تھی کہ کیا تھا۔
اور مشقت بھگتے رہے اس کے سوا کوئی چارہ نظر ہی نہ آیا تھا کہ اس سے معذرت کر لی جائے لیکن معذرت کہنے کے بعد دل پر
پڑا نہ موت اور کھینچا سے لاکھ لاکھ سواری ہو گیا تھا۔ اور وہی کھینچا تھا کہ جو اس کے لئے بڑی طرح مشکل بنا ہے۔ پھر اس کے ساتھ
بہت کھینچا ہر روز وہ کھینچا لگا رہتا ہے اس کے دل میں چھٹن کا پڑھ لگتی ہے۔

لیکن اس کے اور جو کچھ ماں اور بھائی وغیرہ کے رویے کے پیش نظر اسے اس سے کہہ کر وہی ہی ہوتی تھی اور جس وقت ہی
نے اس کے ہر پہلو کی خبر تھی تو ہی ہر دوری کے تحت وہ کچھ لینے میں ساہوکار تھا۔ دل کو ہر بار کھانگا جا کر اسے دیکھنے یا کہ کچھ کھینچ
احوال آتے کہ بہت بہت سوکھتے کھینچا خود داری وہ آہستہ آہستہ دل کے ہر ٹھوسے کو رو کر دیا تھا۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس
نے اس کی توین کی تھی لگاس خیال سے کہ جہاں اس سے اس کا تعلق ہی کہا تھا۔

ملائی اور وقت لائق تھوہ بعد آت ہی اس پر کھنچا۔
وہ جنت وہ لاکھوں تہاں میں کھینچا رہا وہ ایک تھی۔
مدد دینے میں ہر وہاں حضور، باجا اور وہ سروں کو کھینچے والی۔
بہت زیادہ میں تو انہ کھینچا ہی لگی اس نے۔
بہت ایک وقت منہ ہی نہیں تھی۔ کیونکہ اور وقت منہ ہوتی تو کھینچا سروں کے لئے اسے کھینچا تھی۔
تو وہ اس کے لینے میں کھینچا کے لیے ہی ایک تھی۔

مگر جیسے بار بار کھینچا ہی ہر وہاں کے پاس سے اٹھ کر کھینچا وہ اسے اور کھینچا ہی ہوتا ہے وہ وہاں کے سوا اپنے ساتھ ہر وہاں ہی ہوتی ہے
کہ نہ شاک و ہر کھینچا ہی ہے۔ اور وہاں ہر کھینچا کے ساتھ کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتا ہے جس کے کھینچا ہی ہر کھینچا ہی ہوتی ہے
جو ہر کھینچا ہی ہے وہ عبادت کے حروف ہر کھینچا ہی ہوتی ہے اس کے ساتھ کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے اور کھینچا ہی ہوتی ہے اور کھینچا ہی ہوتی ہے
پھر وہی ہی ہے اس سے کتاب بند کرنے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
بہر سب کھینچا ہی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
پلے تو اس کا کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
رہا تھا اور وہ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔

اور یہ سب اسے کھینچا ہی ہوتی ہے۔
ایک دم دل میں اٹھانے والا۔
کسی اور کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا ہی ہوتی ہے۔
کہ وہ سب کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
کیف و معنی کے ساتھ ہی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
دیتے ہیں۔
تو اس کے جذبے میں اچھی آتی تھی اور عادت نہیں آتی تھی۔
وہ تو کسی توڑ مٹیہ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
پھر ہی اس کا دل وہاں رہا تھا کہ جگہ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔

لیکن اس کے وہ اپنے اس نئے اور جھوٹے جذبے کے عموماً کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
سے بہت کہنے کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
غلطی میں ساہوکار کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔

ان دنوں مستقبل کی عمارت تعمیر کرنے کے لیے اس کے ذہن میں کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
اور اب تو اسے دھن دھن آتے جا رہے ماہ ہو گئے تھے اور اسے عین کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
وہی ہے جسے اس نے کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
نہ اس کے کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
وہ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
کہ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
بات کو کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
تو وہی اور اس کی عادت سے کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔

لیکن اسے وہ کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
اس کے لئے اسے ہر کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔
مضامین کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔ اس کی کھینچا ہی ہوتی ہے اس نے کھینچا کے ساتھ کھینچا ہی ہوتی ہے۔

یہ بھی کوہیہل حضور نے اپنے اوزار کے درمیان مائل نظر فرمایا تو بھی کوئی اہمیت نہیں دتی تھی۔ وہ ان کے قہقہے اور سر سے ہنسنے سے ان کو نظر پالنے سے گھوٹنے اور پڑنا بند کیا تو کہنے لگے اور وہ تین بار خود بھی اس سے آکر برس گئے تھے۔ اصل میں ان لوگوں کو کوہیہل نے بھی کوہیہل حضور ہی اولاد و نسل سے محروم بننے کی طرف اشارہ کیا ہی نہیں، پہلی بوی کے انتقال کے بعد وہ کوہیہل حضور سے اپنے اور ہاں ایک مقامی بوی سے شادی کر لی تھی اور اسی سے اولاد لے رہی تھیں۔ گو یہ حضورؐ کے ان کا املا و منسل بہادری، استغناء و عزت کا ایک بڑے نیک نمونہ ہے، مگر یہ بھی پابند تھے۔

بزرگین کا باپ اور بچے کے شہرے پر جی اوقات ان کے اپنے اپنے بچوں کو بیٹے کی طرح لگے اور ان کے باپ اور بچے کو ایک جیسے بہتیمان کی بر عزت حاصل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور حضرت ابا جابک اور حضرت سعید بن جبیر کے بارے میں اس کا دل درمیان پر پڑ گیا اور فرمایا:

وہ سوچا تھا تو وہ میرے سے بہت اچھوتی بہت ضرور تھی تھی، مگر اگر ان ساری چیزوں سے کہیں زیادہ وہ حسین اور لطیف ہے اب تک وہ گزر چکا تھا، لیکن اچھی بہت ناز کی قسمی کر رہا تھا۔

اور اس نے اسے اس طرحی برکت سرشاری سے محروم کیا اور وہ خود کو بہت ہلکا سمجھا کہ وہ کوہیہل حضور ہی کی طرح بزرگ ہاؤلوں کے عزتوں کی مانند سمجھ لگنے کی دستور میں پروردگار کا حضور کوہیہل تھا۔ اس غیبت سے بے خبر مرزا غنی نے حضرت ابا جابک اور سعید بن جبیر کو اپنی جان سے گزر دینے کے لیے مجبور ہو جانا ہے۔

یہ تھا ہونے سے بھی نہیں چھوکتا۔

مگر عجب یہ لوگ باطل نہیں اور تازہ نازہ تھا، اس کی حالت اس نیکے کی مانند ہو رہی تھی جس کے ہاتھ چاک تک نہ ٹھانڈا اور وہی بلند ہونے والا کوئی نہیں غبار اور ابلنے اور اس کی خوشی کا کوئی شکار نہ رہے۔

وادی کے کمرے میں جانے کی خواہش کو کھنٹے سے مل کر اس نے ناستہ زکی کسی طرح دل پر بھر کر کے صحت سے اتار لیا، مگر ناستہ زکی کے بعد لاکھ رہا، نہ کوئی اور کوئی کرنے کے باوجود دل جب بھی طرح چلنے لگا تو اس نے اپنی خداداد زبان سے کام لے کر اس کو کسی طرح اتارنے سوچنے سے وادی کے کمرے میں چلنے کا جو ارادہ ہوا تھا، اسے یاد دلایا، اور پھر یہی دیر لہو و وادی کے کمرے میں جا پہنچا اور وہیں مرزا کے کمرے کے اندر اس نے کمرے میں اور اور کمرے میں چلنے ہوئے پڑھا۔

۱۱ امان جان، بے چاری غریب اور مظلوم شخص ہے، زبانہ بی زبان، تم کو جان میں لے لے لے لے، اسے بیڑے کے سرانے کو فرمائی مگر ادرک چکا تھا۔

۱۲ ہا میں ہا میں، یہ کیا ہے ہو گیا ہے تھنہ، اڈ تم گیا، کس رہے ہو، میں نے علم ہے۔ بچی بچی نواز میں اسے چھوٹے ہونے لگو کے اشارے سے سلوٹا کی موجودگی کا احساس دلایا۔

خیر، ایک تو باطل نہیں رہا، البتہ انھیں تاج سوریہ سے سوریہ ایک بہت ہی بڑی خوش خبری ملانی چاہیوں، وہ ہاتھ میں رکھنے ایک تھم شدہ کاغذ کو روانہ کے سامنے لہرا لہرا ہوا ہوا اور وہ وہاں کے بے چاری غریب وغیرہ کہنے پر بھڑک گیا تھا، اور اپنے برسر کی جلا رہا، شہر کے کوٹھڑے سے بیڑے کے سرانے کو کسی بڑی بڑی اسی طرحی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس کے منہ سے خوش خبری کا لفظ نہ سن کر اس کا فہم اور ہنسا، ایک جھٹس میں بدل گیا۔

۱۳ اچھا صاحب کی توہین کہوں کر یہ آج اسے سوریہ تمہارا نزل کیسے ہو گیا، گویا کسی کو کراچی کو کراچی لائے ہو کچھ بناؤ میں تو سکتے ہیں، لیکن معنی اس ناز کو کہنے کی غرض سے جو اس کے بے چاری اور غریب کہنے پر ہنسا گیا تھا، تو اسے سامنے نہ کر لیا۔

۱۴ خوش خبری یہ ہے کہ جو بھی اور جو بھی جان خیر و عافیت اپنے تورات سے دلہا آگئے ہیں، اس نے تبارا۔

۱۵ میں کیا کہہ جا بہت بے اختیار اس کے منہ سے نکلا، اور وہ اپنے جگر سے ہٹ کر شوخی سے آگے بڑھو آئی۔

۱۶ تو کیا آپ کے خیال میں، میں جھوٹ بول رہا ہوں یا وہ نہ نک کر بولا۔

۱۷ میرے خیال میں تو ان دونوں کی آمد کی اطلاع ہوگی جو انہوں نے اس ناز کے ذریعے دی ہوگی، اس لیے کہ ہم کوہیہل حضورؐ کا شمار اس کا نذر کی طرف تھا، جس کے ہاتھ میں تھا۔

۱۸ میں نہیں، تمہارا ان کی طرف سے ضرور آیا ہے لیکن ان کی آمد کا انہیں بلکہ ناز کی شادی کی مبارک باد کا ہے، یہ وہ مقررہ انداز ہی نہیں کر لیا۔

” ہاں واقعی یہ تم عطیہ ہی کہہ رہی ہو۔ مگر۔۔۔ اس لئے کہ تم سے ہی ایسا مذاق کرنے کی حرکتیں تو بھی بہت ہوتی ہیں۔ کوئی نیا چنگھو ڈر جاتا ہے اب کن ذات تمہارے لیے بڑا ہتھاکر تم سرورس کرنے کا خیال ترک کر دو۔ جھلکا ہی توں سولہا ہے اور اسے کیا حق پہنچتا ہے کسی کی ذاتیات میں دخل دینے کا۔ اور جواب میں وہ جھلکا گیا کہتی۔ اور انہیں کیسے بتاتی کروہ کسی برتنے پر پانچمن جانا چاہو رہا ہے۔

”اس کے قانون میں ایک ایسی نئے خدایات تھوٹک کر گپ ہے کہ اس کے دل کی دنیا اتھل پھل ہو کر رہ گئی ہے۔“
”خیر اگر ہر اس کا مافیان ہی ہے تو جیسی، تو تم اس کی باتوں کا راز مانتا۔“ سطلے بیگم بھی اسے خاموش دیکھ کر اس کے سماج پرانہ کہہ رہی تھیں سبکیں۔

”سنیں برامانتہ کی بات نہیں امان جان البتہ مجھے ہر بالکل ہند نہیں کہ کوئی میری ذاتیات میں دخل دے۔ وہ تو قدرے ناقداری کا اظہار کرتی ہوئی توں تب بھی سطلے کے دل میں ایک کھٹک سی باقی رہی۔

”اے نہیں جی کی بات تو کسی کو بھی ہند نہیں ہوتی کیونکہ سب اپنی اپنی مرضی کے منہار ہوتے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر کائنات قہم ہو رہا ہے کہ تم سے ایسے مذاق کریں کہ تمہارے جگہ سگی بہنوں اور کزنز تک کو تمہارے نہیں لگا جا سطلے مگر کسی خیال کے تحت تو ان کے لیے میں شہزادہ یعنی خیزی نہیں تھی اس کے باوجود بھی مہلوہ کھسٹ چٹائی گئی۔

”سو۔۔۔ مجھے خود نہیں معلوم امان جان، لیکن جہاں تک ہر خیال سے اس کی وجہ۔ شاید کسی ہے کہ اس روزنا چھٹے کا لکھنا تھا میرے ہاتھ سے جو تم نے ان پر گر پڑا تھا ان کا ناسوٹ خراب ہو گیا تھا۔ وہ سوچ سوچ کر بول۔

”مگر وہ تو ضمنی اتفاق تھا کہ سنا ہے تمہارا پیر پیر گناہ سبھی سے کوئی تم نے جان بوجھ کر تو اس کے کپڑوں کو اٹھائے ہیں نہیں لکھتا ہے۔ اسے ہاں جھٹکنا ہی بائیں۔ لکھنا اصل بات تھا کہ خیزی کو کیا تھا۔ سطلے بیگم بڑی جالا کی سے کام لے کر بولیں تو انھوں نے نکل کر بول۔

”وہ وہ داخل یہ تیزی سے زبرد چڑھتے ایک دم ہی سلنے آگئے تھے اور میں دو دنوں ہاتھوں میں دھستھتا تھا۔ نیچے آ کر دیکھی تھی۔ انہیں راسخو دینے کے لیے جلد ہی سے ایک طرف تھی تو بے دھبائی میں میرا پیر پیر گیا اور میں لڑکھائی ہوئی نیچے فریضہ ہر آگری، اس نے گول سولی سے امان میں بنایا۔“

”ہاں جی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ وہ تو ضمنی ایک اتفاق تھا کوئی تم نے جان بوجھ کر تو اس پر ایشیا نہیں گرا تھا۔ جو یہ مقام سے نہیں چن کر بدلے دے رہا ہے اور وہ ایسی شخصیت کا ہے جی نہیں۔ میرے خیال میں تو انراہ بندوئی اور موت تم سے اس بولی لکھتے کہ ایک تو تم جہاں ہو دوسرے تم سے بہت نزدیک صلہ صاندھی ہو تو ہونا ہے۔ تاہم سطلے بیگم نے اظہار خیال کے طور پر کہا تو جواب میں خاموش رہی تھی۔

”ہاں بیٹیاں اس بات ہو گئی روز اس کے علاوہ اور کہا وہ جو سکتی ہے اور ہر خطا بھی ایسی اچستہ آہستہ۔۔۔ جو تم سے کچھ کہہ رہا تھا اس کا میں کچھ خیالی ذکر کرنا میں موقع دیکھ کر خود اسے کھیا دوں گی کہ تم سے مدافین نہیں کیا کرے۔ دل سے جہاں تک میرا خیال ہے اس لئے تم سے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی ہوگی جو تمہاری دل آزاری کا سبب بنی ہو۔ کیوں میرا خیال کچھ غلط تو نہیں؟“
”سطلے بیگم پر سے دل میں کھٹکتی بات کو آخر زبان پر لے لی، میں بوجہ جتانے والا نہ ہی مگر کھٹوٹا کھٹوٹا مسنی ضرر ضرر دھکا تو ان آخری دو نعروں میں سٹ آ یا تھا۔

”ات جیسے اقبالی جرم کرانے کے لیے کسی سخت زین کا اس آگیا اس پر سے گزرا پڑا ہے اس کی کوبنت بھی کچھ ایسی ہی ہو گئی۔“

اسے بولوں گا جیسے انہوں نے سے رنگے ہاتھوں پڑوا لیا ہو۔

جبکہ ڈر ڈر دنگ اس کی کوئی خطا تھی نہ لکھی۔

پھر جی وہ کچھ اتنی سراسیمہ ہو گئی کہ سرورس کے موسم میں بھی اس کا سا لہا دین چھینے میں ڈوب گیا۔ جی کہ سرورس ہاتھوں میں جی کی کا صدمی ہوئے گا۔

اب جواب میں اس سے کیا کہے؟

کیا اصل بات انہیں بتا دے؟

پھر آجرتانی مسافری سے جھوٹ بول کر ان کی آنکھوں میں دھول جھونک دے۔ لیکن زندگی میں بعض مقام ایسے ہوتے ہیں جہاں جھوٹ بول بڑی آسانی سے بولا جا سکتا ہے یا پھر انسان بولنے کا انداز ہی ہوتا ہے۔ وہ جی بولا تو نہیں جا سکتا۔ جبکہ سچ جبکہ ایک

زینت آرزو اور کھلم کھلم سے انداز میں بولیں، تو غضب منسوہ نے بہت چونک کر بھولی کی طرف دیکھنے لگے۔
 "خیر، تو تم نے ٹھیک ہی سنا کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلے گئے ہیں لیکن وہ مضبوط قدم نہیں ہارے بلکہ حیرت انگیز
 تھے کو انسان جیسا بولتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے اور پتھر پر جلا اسلحہ بھی نہیں ہے۔ میرا تو دل نے سنا تھا کہ یہ پڑھی لکھی
 ہیں چنانچہ اب رکھ کر گھر دست کر کے اپنی طرف کاٹ گیا اور دیکھے ہوئے کہا۔
 "ابھی اب تم اطمینان سے بیٹھ کر اپنی بیٹی کی خوشی کا جشن مناؤ مجھے تو سخت زینت آرزو ہے اس لیے شب بھر بے پروا
 جوان کی باتوں سے دل گرفتہ ہی ہو گئی تھیں۔ بڑھاپے کے سے انداز میں بولیں۔
 "میرے دل کا شک جیسا تھا۔ ساری خوشی تو میرے غمروں کی خاطر ملیا میٹ کر کے رکھ دی۔ چنانچہ میں کیسے اپنے
 اور بچے کو صدمہ آن کر کے خود بھی لٹ گئیں۔
 "ارے ارے اب کس شوق پر کھڑے ہو کر وہ نکاح فتنہ ہو جائے گا نہیں مسئلہ وہ شعیب منصور نے سوتے سوتے ہی ہنس لگا
 مگر زینت نے کوئی جواب نہیں دیا اور کروٹ بدل کر کونکلی بند کر لیں۔

قیصر ابا دل بجا تو کریم سے صحافی کا تو کرا اور بچوں کا دانا اٹھوائی ہوئی زینت بولا کر بولیں۔
 "اگر وہ پالنے تو میرے ہاتھ ہر پھیلا دیے جنکو کریم جلدی سے باکرہ بولا کرا اور بچوں کوئی اس رکھ آؤ اور بابا سے کہا تو میں بے
 وقوف رہ آئی ہوں یہ زینت واقعی بہت محنت میں تھیں۔
 یہیں منصور نے اپنے نئے سنگھرس جسے کی خوشی میں دعوت کا ایشیا کہا تھا بولوں تو سنگھرس میں چلنے سے پہلے ہی انھوں نے فرار خانی
 بھی کر لی تھی اور چنانچہ جسے ہی اللہ کے نام پر فونک کرانے سے اور ڈر ہو گیا تھا لیکن کرا دیکھ کر وہ ابجد نما زینت انھوں نے غصہ پھرا
 بولوں مشعل مستعد کی گئی، اور اس کے ساتھ سے پارچ نکالے گئے۔ گویا ہسٹو لوجیا کر شریف کا وقت ختم ہو چکا تھا، پھر ہی زینت کو نظریں
 چا کر بولے، مگر اسے یہ حال دست کی پڑھاری کوئی نہیں تھا اس لیے ہنمان خود آئیں اور جو میلا اوپر چھنے والی بن لوں غصہ کے وقت ہی نکل
 لگائی، بول کی جیکر راجسائی ہی انھیں غمناک اٹھو رہا رہنشان کر رہا تھا کہ وہ کافی بہت بوجھتی ہیں۔
 کریم کے باہر چلے ہی وہ چٹوری سے نکل کر نکلے ہیں انھیں اور اپنی خواب گاہ کا رخ کرنے کے بعد نے خائف سمت میں چھند
 پھاڑا انھوں نے وہیں کھڑے کھڑے بیٹو فرکا پکھا۔
 "خیر زینت، یہی کہ ختم ہوئی بیٹو دیکھنے کوئے سوار لگتا رہا میں صرف ہو۔ جھلا سا ہے پارچ نکالنے کے بعد جلدی سے جا کر گاڑی میں
 بیٹھ گیا ابھی اپنے کرواؤں کر کے آئی ہوں۔
 "تو تم لوگ کی تیار ہوں، اور تو خود چپ نے کی ہے اور یہ بھائی جان کے ساتھ جانے کی کیا تھی جھلا پوری کا رہیں ہی
 ہیں۔ ان کے بچے نے بیٹو فرجندی سے اپنے کمرے سے نکل کر آؤں گے ابھی ہوتی ہوں۔
 "جیسے۔ کیا کارنگستان کی تو ہوتی ہے۔ دو چھ ہونڈا کوئی کارنگستان میں اپنے کمرے کے رخ مڑتی ہوئی بولیں۔
 "جسٹریا اور گارڈی شہزادہ سے وہی تھی توئی گاڑی تو ابھی خرید سکتی تھیں۔ بیٹو فرجندی۔
 "جی ہاں، بیٹو فرجندی نے زینت اور جاگتا ہے جیٹو۔ اور نہ باہر نکلتے ہیں جیٹو کر رہا ہے۔ بیٹری سے اپنے کمرے کا دروازہ
 زینت نے نہیں سے کہا۔ تو وہ بیٹری نے نہیں کچھ بیٹری بیٹری باہر نکلی تھی۔ اپنی خواب گاہ میں بیٹری کر زینت نے الماری کا پتہ کھول کر زینت
 اٹھوا اور الماری انھیں کر کے ڈیڑھ گھنٹہ میں کے آئیے۔ یہ بیٹو فرجندی نے اپنے ہونڈے کے ساتھ زینت سے بالیدہ پڑھیا اور بڑا ہنس کر کے

نے بھا۔

"ابنیں ملو تو سے لیکن یوز بلیگن برگر رکھ کے بانے ہیں وقت سے کہ نہیں کہہ سکتی کہ چونکہ تاریخ کو تو نہی درجہ سے لیتا انہی پر رکھنے کے حق میں نہیں لیتیں اس روزنا ہیل بھی چپ سے ہو گئے تھے۔ اب بعد میں کہتے ہو ہو تو مجھے معلوم نہیں۔" زینت نے غصے سے کہا۔

"کو تو نہی درجہ سے بول ہی جان کو تو نہی یوز بلیگن برگر میں ہے جیسا پسند نہیں کریش یہ نہ سلو لڑنے قدر سے نوب سے پھر نہیں لیا یہاں اب نہیں بلکہ کو تو نہی بلیگن لڑا کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ تو کس تک نہ کے سو جاتی ہے بس ای کی تکلیف کے بغیر چھوٹی اور بلیگن برگر کو گرام کے حق میں نہیں لیتیں۔" زینت نے بڑا بے۔

"ہاں ایک ہی تو بلیگن ہے ان کی۔ خدائے عرش سے بہت ہی خوب یوں کی مالک ہے یہ شربت منھوڑنے جھلنے کی محبت سے لڑنے کے ساتھ لے۔"

"بچا جان تو بھائی جان ہائی بھول برے باندھی دی ہے۔ روز نے گھر میں ٹٹٹٹ ہونے کی خوشی میں اب بھی بیوی پا چڑھ کر کھڑی دی جا میں بڑے ایک نشتے سے تیاریاں بھردی ہیں اس وقت تک۔ میں آج نہیں گئی تو کیا روز کی جا کر کھینچی رہی ہوں۔ باب کو تو نہی کہ کر لیتے دیکھ کر تو فرسے کئی نئی کہتے ہوتے بھائی تو خالی کھانے کے کجا کو زینت بیٹے باٹھو ہر کے کچھ سے پہلے بھلدی سے بولیں۔"

"ہاں وہ بھی چاہیے ابھی جب سے یہ لوگ آئے ہیں مسلسل وہ عورتیں اور پڑا لڑکا ایٹنڈ کرتے رہے ہیں۔ اب انھوں نے اپنے گھر میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے تو دعوتیں کھانے کی جوانی کا روانی کے مسئلے میں انھوں نے بھی اتنے اعلیٰ پیمانے پر دعوتوں کا اہتمام کیا ہے اور پھر تو کچھ و سکورو دیا ہے کہ اپنے والی اور سے گھر میں جانے کے بعد بھی دعوت دے کر اپنی خوشیوں کو دہرا دے اور شریک کر لیتے ہیں۔"

"ہاں خدا مہا تک کہ سے ہر سے بھائی اور بھائی کو تو نہی کی تمام تر تلوں سے تو از سے یہ شربت منھوڑنے کے دل میں بھائی کی ان امدادی تو انھوں نے دعا پڑھان میں کہا۔"

"آف تو بڑی پوری بیسٹیاں کی آفت سے ہسپتال کے گھر کا راستہ تو پھلے پھلے آئے تھا تو کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہیں وہ اس طرح تو ہا سے پھینکنے تک میلاد شریف تک گئی ختم ہو جانے کا۔" زینت نے جس طرح راستگی طوالت کا لگایا شربت منھوڑنے کے ساتھ کہا کہ اب میں ان کے دعا پڑھانے کا نام تو کر رہی ہوں۔"

"میلاد تو خیر توں بھی کب کا ختم ہو چکا ہوگا لیکن میرے خیال میں یہ بھی مرتبہ تو ہسپتال کے گھر جانے کا اتفاق نہیں ہو رہا ہے آج کل شہ پارا وہ رہی جا رہی رہے۔ اولہ کھشتیں میں ہی تو بے نسیں کا جھگڑا اور کاد میں بیچ کر تو تو فیصلے سخت ہی آئے ہیں۔"

"میلاد تو خیر توں بھی کب کا ختم ہو چکا ہوگا لیکن میرے خیال میں یہ بھی مرتبہ تو ہسپتال کے گھر جانے کا اتفاق نہیں ہو رہا ہے آج کل شہ پارا وہ رہی جا رہی رہے۔ اولہ کھشتیں میں ہی تو بے نسیں کا جھگڑا اور کاد میں بیچ کر تو تو فیصلے سخت ہی آئے ہیں۔"

"ابو آپ کو تو میرے لیے کوئی طرح نکھار رہے ہیں جیسے ان کے آج پہلی مرتبہ امیٹرنگ بھلاوا ۱۰ سے چودہ پندرہ برس کی عمر کا رہتا رہے رہے رہا۔ اب تو ماشا اللہ بکھرت ہو گئے ہیں۔ ایک ہی سدا ڈرا سفید کھانا کے ایک کھیرت کچھ پڑھی آتی۔"

"جیو جیو بیٹے لے تو سے بھی آہستہ آہستہ۔ شربت منھوڑنے ایک زمانہ ہا مکا ٹھوڑا تو سب کو ہنسنا آگئی۔"

"جیو جیو بیٹے لے تو سے بھی آہستہ آہستہ۔ شربت منھوڑنے ایک زمانہ ہا مکا ٹھوڑا تو سب کو ہنسنا آگئی۔"

"اب بیکاروں میں بھائی جان میرے کسی کو نہیں ماننے کی عمر سے لوگ بچتے ہیں اس لیے سو جا کر گھر کو رہی وہیں باکرہ ہی پر سرتا ہٹا کر لیتے ہسپتال کے منھوڑنے کو سب بیٹے لے۔"

"اب بیکاروں میں بھائی جان میرے کسی کو نہیں ماننے کی عمر سے لوگ بچتے ہیں اس لیے سو جا کر گھر کو رہی وہیں باکرہ ہی پر سرتا ہٹا کر لیتے ہسپتال کے منھوڑنے کو سب بیٹے لے۔"

ایک دم ہی کھڑا ہو گیا۔

”مسلماً سے باتوں ہی باتوں میں ساڑھے سات بج گئے مینا، اناں جان۔ کیا آپ باہر نہیں چلیں گی۔؟“

دروازہ پر آدیاں کھڑی ہیں وقت دیکھ کر کہا۔
”نہیں، ایک پارٹی ہے، میں باہر جا کر آ کر آؤں گی۔ میں خواب دھو کر کے عشا کی نماز پڑھوں گی، دوپہر کے بعد آؤں گی۔“

”یہ تو ضرور چلے جاؤ ورنہ ابھی تھوڑی دیر میں تہاہری دھند پانچ بج جائے گی، برساتی ہو گئے گا تو اس نے اچھا کچھ بعد کہا۔“

”میرے خیال میں تو نماز پڑھنے سے پہلے آپ کھانا کھا لیں، بیویں بھی آپ پر شام ہی کھانے کی عادی ہیں۔“

”نہیں، تھکے ہوئے ہو کر چائے کے ساتھ منہ جھسکا لیا تھا۔ اس پر سوچ لی لیا۔ ابھی تک بیٹھے پڑ کھانا کھا ہے سر پکھ۔“

”سلی، یہ تمہارے سر کو خراب کر رہی ہیں، پڑھتے ہوئے بولیں تو تھوڑے چپ چاپ ان کے کمرے سے نکل آئی۔“

”میں بھی خواب گاہ کے آگے ہی آخری بیڑھی پر آ گیا تھا کہ جینا ڈول بات کا کو عانی کی سچاویڑا آسمانی رنگ کا کاپی شہجائی سٹوڈنٹس کی کسی ٹوئن میں صبح کے اگلے دن وہ بیڑھی سے بیڑھیوں کی طرف ڈھکی تو اس کی طرف نظر پڑنے ہی ”اے اے اے اے اے“

تین چار قدم آگے بڑھ گئی۔
”وہ جو اس کی تلاش میں تھی بگڑے کمرے میں آیا تھا اور اسے شہ پارک بھجا بھجا سا دل لے، باہر نکلا تھا اسے اچانک بڑی خوشی سے بے قابو ہوئی دھرتیوں کے ساتھ قدر سے تکیے لیجے میں بولا۔“

”اب اس قدر بھی ہیبت ناک اور وحشت ناک نہیں ہونی کہ آپ مجھے دیکھ کر بے ہوش ہو سکتے ہیں، بگڑو، بڑی بڑی طرح ڈر کر تھی اور خوف سے اچھلنے والی کو تھابوں کی کمرے میں کوشاں تھی۔ اس سے جواب میں کچھ کہا ہی نہیں تھا۔“

”بڑے بڑے مہنگے میٹرز انداز میں دانتوں میں بیٹھنے میں اس کی طرف دیکھی تھی۔ وہ بھی سر سے بیڑھیوں کے در اس پر نظر آتا تھا۔“

”کر دیکھا۔ آسمانی رنگ کے منگ با جامر سوٹ پر سفید گلیوں کا بلا سا آؤٹ فٹووشل سیٹ پیچھے بٹکا بلا کھانسیک کچھ یاد سے وجود کے ساتھ کھول کر راہ وہ اسے لینے دیں آتی تھی۔“

”ہیبت کر لیا، یہ آپ نے مجھے ہوسے توڑ دیا۔ ایک تو اپنا تصور میرے ساتھ کر دیا اور خود مزے سے یہاں بیٹھا کر رہا۔“

”میں بتانا یہ کیا سزا دوں ہیں اس کی آپ کو تو وہ وہیں لڑے ہو کر اپنی آنکھوں میں ایک وارنٹھی چمک لے بولا۔“

”وہ خود بھی تو اس کے جانے سے کسی کو اس آؤں ہی سے تکی تھی۔“

”کتنی ہی باتوں کے دل سے چل کر کھانسی تھی کہ کاش وہ وہاں لوٹ آئے تاکہ ایک بار چیک سے ہی آئے دیکھنے کو وہ بھی آئے کتنا اچھا اور پناہ لیا سنا لگنے لگا تھا۔ شاید آئی ڈی کے اتنے عجز ہو گیا تھا جس روز آنکھوں سے پٹی سٹارکس نے تہاہری غیظ کے عالم میں پہلی بار سانس دیکھا تھا۔“

برکہ وہ اس کے لیے جان گئی ہوتی ہے اس کا بس نہیں تیار رہا تھا کہ اسپید کے تمام سابقہ ریکارڈ تو ڈیکورس کی طرف اس تک پہنچ جائے۔ اسی وجہ سے تو وہ اس تعداد کو حکم سنا نظر آ رہا تھا۔

”ہاں اب کے مابین جو باتیں ہوئی تھیں اسی مناسط اور اشتیاق میں وہ بھی دھنک سے نہ سنا تھا، اس پر مستزاد ہوا کہ اس کی ہر قسم کی نظر ایک منظر کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ چلے جاؤ۔“

”بچا کے ان ہر قسم کی نظر سے تیار ہوا۔“

”مگر کبھی تو ہمارے دربار تھا کہ اسے کھینچ کر کسی ایسی جگہ لے جائے جہاں کسی کے آنے کا احتمال ہو نہ دیکھ لے جانے کا دھرم کا۔“

”جب کوئی تو ہمارے دربار تھا کہ اسے کھینچ کر کسی ایسی جگہ لے جائے جہاں کسی کے آنے کا احتمال ہو نہ دیکھ لے جانے کا دھرم کا۔“

”دل ہی دل میں تھی اور نگاہوں میں وہی وارنٹھی تھی۔“

”جس کے تیز تیز اور اندیشوں بلکہ رسوائی کے احساس سے تیز سے ہوسے چہرے پر لگی تھیں۔ وہ خود بھی تو اپنے جذبے کی تیز نہیں جانتا تھا۔ وہ ان کا حال بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔“

”تھک بے چارہ تو جانا ہوا، مگر صرف ایک شرط پر اس کی آنکھوں کی وارنٹھی چمک کچھ سو ہو گئی۔“

”تو فضا نے کے دروازے پر لگی تھیں۔“

”تھک، کبھی شرط،“ اس نے بہ مستور دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے نوکھلاتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”بڑی ایک ایمان داری سے کام لیں گی،“ اس نے یہ کہہ کر گریا اس کی نوکھلا ہٹ میں مزید اضافہ کیا۔

”اچھا، اچھا آپ تانے کو تو کسی میں میں آپ کی ہر شرط مانے کو تیار ہوں،“ اندر غلغلے میں پانی گرنے کی آواز بند ہو گئی تو اس نے اس کے ضمنی معنی آواز میں کہا۔

”راجہ صرف اتنا بتا سکتے ہیں آپ کو کیا، کتنا جوں لیکن پوری صداقت کے ساتھ؟“

”اس سوال پر اتنی مہارت کے علم میں اس کے کھینچنے سے پہلے کہ ایک رنگ سا آکر گزرا گیا۔“

”ابو ست اچھے۔ بے حد سوینٹ،“ اس نے سہست سے آواز میں کہا، یوں ہی سلی بیگ کے غلغلے سے براہ مہوئے کا کسی کی بھی امکان تھا۔ اس حد سے پیش نظر بلا سوچے سمجھے وہ اس کی ہر شرط ماننے پر تیار ہو گئی تھی۔

”بھئی یہ سہست اچھے۔ بے حد سوینٹ سے کیا مراد ہے آپ کی؟“ اچھے اور سوینٹ تو ڈیڑھی اور چھوٹے آگاہی ہوں گے آپ کی نظر میں۔ اب اپنے سوال کی وفا سے کرنے بیچوں کا تو یہ تقریباً یقیناً اناں جان باہر آ جا رہی تھی؟ اس نے چڑ کر اسے

"کیوں، خیر تو تے سلو لڈا" اُن کے مجھے میں خوشی نہیں کونک ہی تھی جسے وہ ہنر حالت کے پیش نظر مسوئیل بزرگ
"وہ دس سال جان، نہ معلوم کیوں، ایک دم ہی بھگن کا احساس ہونے لگا، اس لیے یہاں آگئی تاکہ کل گریں جو بڑے
پڑوسی ہے۔ وہ اُن کے ہسٹریک کران کی نظروں سے اپنی ہستی کی کیفیت چھپانے کی غرض سے چہرہ دیکھا کر کے دوپٹے کا
آئیل سے اپنی گردن کو ہار دیتی تھی۔ حالانکہ حقیقت کا کچھ اظہار اسپڈ سے چل رہا تھا۔ سلمی بیگم دوسرے کو نے یہ بھی
کی چونکہ طرف بڑھنے کے بجائے اس کے قریب آئیں۔

"مگر تو کس سے باتیں کر رہی تھیں؟" اب اس کے اسے معلوم تھا کہ اس کے لاکھ چھپانے اور اظہار کرنے کے باوجود
وہ اسٹینڈنگ ایک جھلمک دیکھ چکی تھیں۔ اس نے اپنی دانست میں اُن کی لاعلمی سے خاکہ اٹھاتے وقت کہا۔
"کب کسی سے بھی نہیں، اماں جان۔ وہ تو میں خود چل کر گری کو بڑا جھلا کر رہی تھی۔ سلمی بیگم چھپانے سے بڑے
اور گردنی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ یہ کب تک آئیل سے گردن اور چہرے کو ہار دیتے یا اُن کے اس سوال
خود بخود گئے تھے اور چہرہ ہی اُن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ مگر اُن کے دیکھنے کے ساتھ اُن کے پاس نے چہرہ اور اُن کے گرد
ہوا سے لطف اٹھا کر شروع کر دیا۔ سلمی بیگم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کی طرف بڑھ گئیں۔
چھوٹی دُوبن نے تو نہیں کتنا سنی بھی کیا تھا مگر مانتے ہی نہیں۔ جھلا کر کام کرنے کی کیا ضرورت تھی جو ٹھنک کر پڑے
خیر خصوصاً زری کے لیے میرے ہسٹریک کران سے کتنا لو۔ بھگن خود بخود دور چھو جائے گی۔ سلمی بیگم نے چونکہ پر کبھی پانچاڑ
ہوئے کہا، مگر اُن کا جوابی حال سا تھا۔

"جی، چھا اماں جان،" سلو لڈا نے تباہ داری سے بولی اور بڑے کپ پاشنی کی طرف آدھی ہنر کر گئی۔
اسٹینڈنگ کیا کیا تھا اور اس کے لیے جواب دینا تھا۔ آتے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا۔
کچھ سوچنا ہی نہیں تھی کہ او ساں خطا ہو گئے تھے۔
اب تک اپنے منہ سے تو اسوں کو کیا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔
مگر کھڑی رہی۔ اس کے انہیں بند کرنے سے تنہا ڈراما تو بنی سکون غیبی ہوا تو ہر بات یاد آگئی۔
"اُس قدر ہٹ دھرم اور غیر محتاط سا انسان ہے یہ اسٹینڈنگ کی دوسرے کی عزت کا بھی خیال نہیں۔ یوں ہی

خواہ مخواہ ہر بات چھپے رہ گیا ہے۔ گویا بزرگ کی کا سودا ہوا ہے تو وہ زمین تو۔ میں تو۔
میں نہیں نہیں، میں غلط بنانی سے بھی کام نہیں لوں گی اسٹینڈنگ میں واقعی تمہیں دل سے پسند کرتی ہوں۔ مگر میری اپنی منزل
اپنی خوشی کی بات ہے۔ بلکہ میرا حق معاملہ ہے۔ مگر بہت عام سی بات بھی ہے کیونکہ عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو پسند
ہی ایک دوسرے کی طرف دوستی کا اظہار نہ کرتے ہیں۔ یعنی ماں، باپ، چچا، بھائی، بیٹی، بیٹا اور خالہ وغیرہ۔ وہ
رہتے رہتے داری ہوئے جو سلمی بیگم کی پسندیدگی کے لیے بولتے رہے، اسٹینڈنگ نے اس کو کھرا اور اُن کے پاس
جاتے ہیں مگر اپنی اور تمہاری پسندیدگی کو کیا نام دوں اسٹینڈنگ نے مجھ سے اعتراف بھی کرایا تو پھر اس طرح کو میری طرف
نہیں سمجھو گی کہ وہ حال بنا کر۔ اب تم اس مسئلہ کو اس امید میں ہو گے کہ میں اسی مجبوری کی حالت میں کیا اپنا وعدہ دیکھا
گی تم سے ڈرنے کے بعد یہ سلیطہ گوشتے میں ملوں گی۔
تو میرے نادانی پر مت ڈالو میں مگر کبھی ایسا نہیں کروں گی۔

کیونکہ تمہاری آنکھیں تو تمہارے جنونی جذبے نے پت کر رکھی ہیں اور عقل ناکارہ۔ لیکن میری عقل کی آنکھیں
ہیٹا سے بھی تیز ہیں؟
اور پھر حقیقتی زندگی کا ایک ایسا بیان کر دینے والا تھا نہ رہے۔
کوئی فلمی یا انسانی ہیرو نہیں کہ سب کو ایک شہر میں ہے اور ہر دن کسی دوسرے شہر میں۔ رات کا پہرے سے سلاخا
مچھو خواب ہے۔

اور میرے ہر صاحب کوئی فریاد گیت شروع کرتے ہیں تو دوسرے شہر سے کوسوں دور پہنچی ہر دن جوانی کا رونا
مصدقوف ہو جاتی ہیں، یہ سب منظر کا کارڈ کے پردے عیار دینے والا میوزک بھی بجاتا ہے۔ پھر چھٹے والوں کی بات تو نہ
گھر والوں کے کان پر ہوں تک نہیں دیکھتی ہوں۔ کتنا ہے جیسے طبع نہیں سب ایسی زندگی میں ہوں۔ اور اب۔ اور اب۔

کی تار میں عاشق و مستحق کا چھپ چھپ کر ملنا۔
اور باروں اور سڑکوں پر لوگ ایک ایک کر کے جھلا کر چھپ کر گئے، تاکہ ناچنا اور نظر نہ کرنا۔
تو اس کچھ نہیں ہی تھی حقیقی اور غیر مسقول باتوں کے کچھ سے سوچ ہو سوار ہوا مسند۔
سب قریب معلوم نہیں کہ میں دو کے چھپتے ہوئے سحر کو بھوکے کرتے خود بھی سحر کا ایک حصہ ایک بڑی بچی ہوں۔

آہل خانہ میں جھپ آبلہ ہوں۔
یہ تیری کسی باتوں سے تو کڑی حقیقتوں کے پھر اظہار کو کس قدر جی جان سے کرا کر اُن کے چھپنے کا پتہ پڑا
دیکھا ہوں۔
میرے اپنے ساتھیوں میں جھپ۔ مگر تو وہ دیکھو میں ہر کڑی تھی کہ میں جاکر اُن کی کھیل کھیل کر کردہ باڈن کی پھر
کھلے گی، انہیں کچھ کا میری وصول بھی نہیں۔
نہیں نہیں اسٹینڈنگ تم مجھے ہر سے حال پر چھو دو۔
پھر سے ایسی آتے ہی اور تو نجات واپس نہ کر دو مجھے کہیں کا نہ کہیں میں بہت ہی دکھ ہوں۔ بے حد غمزدہ اور ننگ ہوں۔
تم غمزدہ سے اپنی قیمت دینے لے لو۔
حالات کی رو میں جاتے کہاں بہت کچھ تھی وہ۔
بند کھولنے کے باوجود ششوں کا رینڈ پھلنے کی رکاوٹیں تو کبھی نہ نکلا تھا مگر آسے روکنا تو کجا پانچے کا خیال بھی نہ آیا۔
بس یوں کبھی نہ کی یا کبھی آدھی ہی بے حد دینے یہ حزن و ملال کے موتی بنا کی رہی۔

جائے تک اور کتنی دور۔
سلمی بیگم کا رفل، نماز اور دعا سے فارغ ہوئیں تو اُن کے کراس کے جاگ جانے کے خیال سے بہت آرزوگی اور احتیاط سے بڑے
پر نہیں تو بند میں ملنے کی لڑائی پیدا ہونے کی وجہ سے اس نے گھبرا کر انہیں کھول دیں اور
سلمی بیگم کو بھی دیکھ کر ہلکی سے خود بھی آٹھ کر گئی۔

"اور وہ میں تو تمہارے خیال سے کہ تمہاری پسندیدگی نہ جانے احتیاط سے پہنچی تھی مگر میری تم؟"
"نہیں، میں سوئی تو نہیں تھی، اماں جان، بس ذرا اٹھو گ گئی تھی، وہ اُن کی بات کا ٹکڑا کر لیں۔
عام طور پر تو شہر کی نمازیں گیارہ گھنٹیں ہی پڑھی جاتی ہیں مگر یہ پندرہ بج رہی ہوں، اور دو گھنٹیں تجزیہ اور افواہ کے علاوہ
پھر دیکھ لو اس کے بعد وہ اسٹیٹ ٹماڈ دیکھنے اور دعا کا دورانیہ کم و بیش سوا گھنٹے کا ہوتا ہے۔ اور اس دوران میں کبھی تم نہیں ہو سکتیں۔
معلوم بھی ہے اس وقت ٹونگ رہے ہیں، تو سلمی بیگم نے خفت سے ہی مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے اعلان کیا کہ اسے وقت کا
احساس نہ لیا تو اس نے جو تک کر لیا اور پرا اور اُن کے باوجود اُن کی طرف دیکھا۔ واقعی ٹونگ رہے تھے۔
"انورہ! واقعی کافی ناگوار کیا اماں جان، اس نے مجھ سے اعلان نہیں کیا۔
"ہاں اور اب تو تمہاری آنکھیں بھی اور جو کچھ ہوگی۔ جاؤ اب باہر چلی جاؤ، ورنہ یہ دینی دُوبن کیا سوچیں گی پھر کد وقت
کے وقت کیاں غائب ہوئیں؟" سلمی بیگم نے کہا تو وہ بے دلی کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

"نہیں، اماں جان، اب جانے سے کیا فائدہ، ڈر کر لوگ کا ختم ہو چکا ہوگا۔ ویسے ہی یہی بہت نہیں سمجھو گی کہیں جانے کی؟
تو اس نے بہت کا نظریہ اس خاص وجہ سے نہیں بلکہ سلمی بیگم کے اظہار کے علاوہ پر استحقاق کیا تھا سلمی بیگم نے اس کا کچھ اور ہی
منظرب کیا۔

"اس سے بہت بہت تو کبھی ہارنی ہی نہیں پتا ہے، خواہ انسان یہ کیسے سے کس کا وقت ہی کیوں نہ پڑ جائے کیونکہ وقت
تو صوب جھانڈ کی طرح ہوتا ہے، کبھی گرم اور کبھی نرم، ایک سا کبھی رہتا ہی نہیں، گویا یہ بھی زندگی کا ایک دائرہ کا ہے
یہ وقت کا چھوڑنا، سلمی بیگم نے بہت جلد جانے کے انداز میں کہا۔
"میں، اماں جان۔ میری تو شہر میں پڑا ہے، میری ساتھیوں میں ہوتی ہے۔ یوں ہی میرا سارا زندگی سے اور حل تو عام
ظہر ہر کس کی خیال کیا جاتا ہے، وہ چہرہ کو ہر روز دیکھنے کے آپٹل ہیں، اپنی آنکھوں کی کبھی کبھی کہتے ہوئے بولی۔
"اس سے نہیں، میرے لئے کبھی ہاروں کی باتیں ہیں جی، ورنہ کوئی سارا ہی کبھی کی قسمت میں رہنا ڈالنے کا باعث نہیں
ہے، سلمی بیگم نے گویا اس کے خیال کی تردید کی۔

ہونا اور شہر سے مہربانی امداد میں زوری تو سلوٹ نے خوش ہو کر اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔
"تم واقعی بہت ہی اچھی ہو۔ بڑی ہی پیاری۔ آخر تم بنا جھاجھی وہیں کی بیٹی؟
تو کوئی خوش ہو کر بولی۔

"اور آپ بھی تو کتنی اچھی اور پیاری ہیں سلوٹ آج۔ سچ آئی لوگو۔ آئی اور لوہری سچ؟
سایندھی تو "سلوٹ نے منہ سے ہنسنے ہوئے کہا۔ پھر گھر کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ چلے آئی۔

دن کے دہرے کا عمل تھا۔

شعبہ منسور غلات دستور آج گھر میں ہی نظر آ رہے تھے۔
دن کا کھانا بھی انہوں نے گھر میں ہی کھنا تھا اور اس وقت اپنی نواں گاہ میں بند بیٹھے رہتے کہیں کو سے کسی میں رکھے چند چوکھنڈ
مراڑیوں کا انتساب کر کے سوٹ میں رکھ کر رہی تھیں۔ ان کے چہرے سے عزت اور ایسا طواغوت اور غورا جھانپائی ہیں سا جھلک
را تھا ان کے ہاتھ بھی شاید کسی کیفیت سے کرا رہے تھے جو وہ بسے جاؤ سے سوٹ میں اب اپنی ساڑھیوں میں تھیں۔
وہ چوڑے پہلے ہی اپنے کپڑوں اور شوہر کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا کر آئی تھیں۔ شوہر نے ہی کاغذات کا مطالعہ کرنے میں مشغول ہو
گئے تھے اور وہ اپنے کپڑوں کی پیکنگ میں۔ وہ شوہری درگاہ نہایت خاموشی سے اپنا کام کرتی ہیں پھر جب ایسا ملتی کیفیت
موتے جانا کرتے تھے تو وہ خود کلامی کے سے انداز میں تھوڑے اپنی آواز میں نہیں۔

مراڑیوں سے سوا ہمدردی جہاں جہرے کہیں بڑی سادہ کاٹھے مشغول رہتے ہیں۔ درزیں کس حال میں اور بے نوا ہوس
تھیں ان کے چہرے پر ہوتا ہے جو ذرا ڈراؤنی ہانسی ہانسی جھانکے جھانکے اور پیچھے جھلتے ہیں۔ یورپ کی بڑے کھانے اور لاکھوں، پیر پھول، پتلی
کے طے کر دیتے ہیں، شوکس اور خوشی نہیں ہوتی کہ ایک مرثیہ بہت اندر شریف کی نیابت ہی کرتے۔ جب کہ وہاں تو جہنم سے بھی
نواں نہ کی کہ کہیں جانا دیا جانے لگاؤ کی خاک مڑو جاتا آؤں، تو دیکھو میرے سوا کام کہ اس نے سہری، جھانک ہی پوری
کر دی۔

اپنی بات کو کہہ کر کہتے کہتے نہایت سے شوہر میں ایک نظر ڈالی۔ مگر وہ کاغذات کے مطالعے میں کچھ اس قدر مشغول تھے کہ انہوں
نے کچھ ٹھکانے ہانسی ہی نہیں، آخر وہ دیر میں انظار کر کے نہایت سے سوٹ میں کا کھانا بند کرنے سے باز راست انہیں جانا طلب کیا
کہیں کھانا سامان، جبکہ بھی کہنا ہے؟ اور یہ میں، وہ کہیں کہنے کے غلاں جہرے تو ملتی ہی نہیں؟
"ہاں، ہاں، یہ کہیں ہی کہوں گا، آخر وہی جلد ہی کہے۔" شعبہ منسور نے کاغذات پر نظر کی گڑبگڑ سے کہا۔
"یہ کچھ جلد ہی کہیں نہیں، راست کی غلاں سے فوجا رہے ہیں۔" نہایت بولیں۔

پہرہ

ماغورہ آپ کو ایک ذرا سی بات کو اتار رکھا دیتے ہیں، درد کو ہی کسی بات سے کہ ضرورت کی بڑھ چڑھ کر ضرورت ہوئے ہوئے ہی انسان کو کسی بڑھ چڑھ کر ضرورت تو پڑتی ہی رہتی ہے اور وہاں خاص طور پر کم شدت میں بعض ایسی چیزیں مل جاتی ہیں جو کہ ہمیں بھی نہیں ملیں، زینت کے شہسک کو گھنگھو سے شرح ہو کر کہا۔

میں یا مدلعین اس کے لئے کوئی غرض نہیں لیکن میں باہمی سے تم سے کہہ دیتا ہوں کہ ہم شریعت میں نہیں شائبہ نہیں کرتی۔ درد میں یہ کہیں بھولنا کہ تم مجھ سے نہیں لکھنا شائبہ کے شوق میں وہاں جاری ہو اور پھر یہ کہی ہی بات، شہسب سے تم کے لہجے خاصے ہو تو میں ایک دم توجیح ساربا ہو گیا، اور اور مرزیت کی ان کی الام نامی پر لکھوں ہی اظہار کران کا جذبہ صاف تھا، پھر بھی انہوں نے بٹے عقل سے کام لے کر کہا۔

خیر دونوں کا حال تو وہی اچھی طرح جانتا ہے جن کی صحبت میں نہیں وہاں کبھی کبھی چلی جا رہی ہوں تو پھر آپ کے سامنے صفائی پیش کرتی رہتی ہوں سو وہ بے البتہ شائبہ کے بارے میں اتنا ضرور کہوں گی کہ کوئی کسی دوسرے ملک میں مہمان ہے تو وہاں کی بھی ہوئی چیزیں اور ادارت وغیرہ وغیرہ مہمان سے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، یہ رواج تو زمانہ قدیم سے ہی پیدا رہا ہے، پر اسے دیکھنے کے لوگ تو باقاعدہ علمائے مفسرین کی صورت میں جا کر خرید و فروخت کیا کرتے تھے، ہاں البتہ ناجائز اور حضرت رسالت پر نہیں نہیں خریدنا چاہئیں۔

خیر خرید کر جانے والی ہوں تب ہی میں اس بات کی قبولی اجازت نہیں دوں گا کہ تم وہاں سے کچھ خریدو، لیکن یہاں تو یہ عالم عیاشان لوگوں کو برا بھلا کہتا رہا ہوں جو جیسے جیسے بڑک اور دھنک کر شہسب کی ادائیگی کے لیے بناتے ہیں اور ابھی میں اتنی بھلا چیزیں خرید کر لے رہی ہوں، جیسے جیسے نہیں بھارت کا حال اور اسباب خریدنے گئے ہوں اور قریب کہ یہاں لاکھوں کی قیمت پر چنی دیتے ہیں، صاف ظاہر ہے بڑھ جاتے کی سماعت تو نہیں ہوتی، بلکہ میرے کہنے کا طریق ہوتا ہے اس طرح توجیح کا تو اب اور محکم ہی تم کو رہ جاتی ہے، کم از کم میں تو یہ برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ وہ میری عقل وہاں سے خریداری کرے، شہسب سے کھولنا مانا ناگوار ہے بولتے۔

ظہیر اگر آپ کو پسند نہیں تو پھر مجھ جتہ اور یاسین وغیرہ سے شائبہ کر لیں گے، اور کوئی سارا بازار دھونے کا ادارہ نہیں ہی لگا کر چند چیزیں ہی خریدیں گے، یوں بھی نہ لگنے نہ ملنے کو کہتے ہیں، اور اسے ہاں کسی چیز کی نہیں ہے، زینت نے شوہر کے غصے کا غصہ کرنے کی غرض سے پھر صاف نا دو بہرہ اختیار کیا۔

شہسب سے پھر ایک دو ہی فون یاد آئے۔

بھئی ابھی تک آپ نے فون نہیں لگوا یا، کتنا کہہ رہا ہے کہ ایک سینٹ یہاں کسے ہی پہنچنے دیا کریں، انہوں نے دھوا دھوا کر دیکھ کر یہ ذرا سی سے کہا۔

یہاں کبھی ہوں تو ہونا مشکل ہو رہا ہے، خیر ابھی آتا ہے فون بھی، زینت بھی بڑا کون ہے میں ہوں اور اٹھ کر سامنے دیوار کی ساتھ پہلے اٹھ کر بارگاہ سے فون کوسے میں پہنچانے کے لیے کہا، شخص ہی ہی دیر بہ فون ہی آ گیا تو شہسب منصور اس میں لگن ہو گئے۔

رات کو گیارہ بجے جہاز کی روانگی تھی۔

شام ہی سے دوست اسباب لئے چلنے والے اور کشتہ دار کا کافی اقتدار میں گھر پر جمع ہو گئے تھے اور جو کچھ عرواد آگئے جا رہے تھے اس نے بیویوں اور منگیاؤں کا ایک جوہر مانگ لیا تھا۔ سبیل منصور کی کھلی قیمت کچھ تھی، دوست عزیز انہوں اور مردوں میں گیا۔ پورٹ پر آ کر اسے بنا رہے تھے، لیا اور کوئی تو سلو سے ہی اٹھار لیا تھا، کہ وہ ان کے ساتھ اپورٹ پہلے لیکن اس نے سلمیٰ بچے کے تباہی کے لئے کاغذ پیش کر کے رپورٹ جانتے سے اٹھ کر دیا تھا۔

دو تھکا ہو گیا تھا، اس سے پھر لوٹ کر نہیں آیا تھا۔

تو اس کے دریا لگانے کا احساس سلمیٰ بچے کو بھی تھا، لیکن وہ اس کی خدمت اور علاج سے واقف نہیں اس لیے انہوں نے باہر دیا نہیں کہ تھی، زینت سلمیٰ بچے کی بیوی تو سلو تو کبھی سبیل منصور کے یہاں رہ کر بہت سکون و آرام ملا تھا اور سب سے پھر اس کی قدر بہت کی جاتی تھی، اس کی ایک ایک بات کا خیال رکھنا مانا تھا، گو تو کچھ نظر آ رہی بہت لالہ ابالی طبیعت کی واقع ہوئی تھی، پھر یہ اپنے مہولت اور مصروفیات میں سے وقت نکال کر کچھ وقت اس کے ساتھ گزارا کرتی تھی، گو تو کوئی ایک، رات کو ایک اور ایک دوسرے فون کی آتی تھی، اور اس نے ایک سو فوننگ کلب میں داخلہ لے رکھا تھا، اس کے علاوہ جو کہ اور کاروائی کا کس بھی سکوری تھی، اور وہ کبھی کبھی کر رہی تھی، اس کے علاوہ پوم ان کس کا کس بھی داخلہ لے رکھا تھا، یعنی وہ کس کو کھاتی تھی صرف میرزا سلمیٰ اور سلمیٰ سرگرمیوں میں گزارتا تھا، البتہ شام کو وہ فرصت سے ہوتی تھی اور سلو اس کے یہاں صرف صرف ایک ہفتہ بھر تو رہی تھی۔

اب تک یہ شہسب منصور اور زینت کا مشرق وسطیٰ کے دورے پر جانے کا یہ گرامہ نہیں گیا، انہوں نے زینت سلمیٰ بچے کو اپنے ساتھ لے آئیں تو وہ بھی ان کے گھر چلنے کی طرح ان کے ساتھ تھی تھی، زینت کے گھر آئی تھی اور اس روز کبھی کوئی تو آئی تھی، اور اس سے ایک دو بار سامنا بھی ہوا تو باہر اسکل کا سٹے پر دسکل طرح۔

کبھی وہ اسے دیکھ کر کھٹکتی۔

اور کبھی اسے سندھ کے اس پر نظر پڑتے ہی رنج ہو گیا۔

یاد آتا ہے اس کا کیا گیا، اور رپورٹ جاننے کا مطلب یہ تھا کہ باقاعدہ اس سے آنا سامنا ہوتا، یوں بھی بھلا اس کے یہ پورٹ جانے کا مطلب یہ کیا تھا۔

زینت اپنے بیویوں اور جاننے والوں کے جلو میں ہماری نہیں، اس کو تو گھاس بھی نہیں تو انہیں۔

پھر بھلا وہ کھاتی اپورٹ جانکر سوائے ان لوگوں کی بے رخی سے، اپنے احسانات کو مزید چھلین کرنے کے لیے حاصل ہی کیا ہوتا۔

گو گھر کے کس کس افراد گئے تھے پھر بھی گھر پر کبھی ایسا سا اظہار نہیں کیا تھا، وہاں کوئی آ رہی نہ ہو، اور اس نے تو اپنے حالات کی سخت خود کو برساہوں میں رہنے کا عادی بنا لیا تھا، سڑک لگا کو اس تنہائی اور سناٹے سے کبھی بھی ڈرتا نہ ہوتی تھی کہ اس کا زیادہ وقت جیسے یہاں ہی گزارتا تھا، ایسے رات کو وہ ضرور گھر آ جاتی تھی۔

نہیں بلکہ اٹھا بلکہ صرف تباہ و خرابیات کو کرنے کی طرف سے جلا رہا تھا۔

پیر آسید تانا کہہ کر کہیں کیا بھر پورا بھی اعتماد نہیں تھا؟ اس کی خاموشی پر وہ ایک دم ہی سنجیدہ ہو کر بولا، تو اس کا دل جا ہوا صاف صاف کہہ دے۔

”جیسے تم بڑا سا بھی اعتماد نہیں، کیونکہ میں تمہاری وفات سے واقف ہوں، وصال سے اوپر تم پر اعتماد کرنے کی ضرورت تو کیا ہے۔ میری اور تمہاری باہمی مخالفت اور جلا گانہ نہیں، پھر تمہارے ہاتھ میرا دستہ کیوں روکنے پر مجبور کیوں نہیں گئے، اس کے درپے جو وجہ کہہ کر تو ابھی تک اپنی زندگی کی بیخ راہ تک نہیں جاسکتی ہوگی۔ معروضہ سبب کسی زمانہ اور کسی حالت کے بعد دینی جملہ آنا کو نہ دل اور حضور کو نہ کہیں جانی کہ اپنے پیشرو الفاظ سے اس کے احساسات کا بھر پارہ پارہ کر دیتی، وہ تو آپ جانتی تھی تو اس سے اس قدر عزیز و واداری سے پیش نہیں آسکتی تھی، کہ یہ اس کے اپنے دل کا معاملہ بھی تھا، اس لیے اس نے اس کو جواب کول کہتے ہوئے کہا۔

”اگر احتیاج اور نرا کنوں کے احساس کو آپ کو اور اور خوف پڑی ہوں کہتے ہیں تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی ہلک نہیں کہ اس واقعہ میں زندگی تھی، کیونکہ میرے پاس وہ کچھ پاس ہے وہ میری عزت ہے اور عزت مجھے اپنی جان سے پیاری ہے اور مجھے ہرگز ہرگز اور نہیں کہ دو مردوں کی اہمیت نافی کا نشانہ نہیں؟“

”اگر وہ تو کیا آپ کہتی ہیں کہ مجھے ان نرا کنوں کا بالکل احساس نہیں یا میں خود بھی اپنی عزت کو وحشت از باہم کرنے کے لئے ہوں؟ اس لئے حضور یہ کہتا ہے ہر گز کہہ دے۔“

”اگر عموگ کی بات نہیں سنا تو یہ پہلے آپ کی عزت کا معاملہ ہے بعد میں کچھ اور مجھے امان جان بھی تھا، پھر کیا اگر اور نہیں اور ان وجہ سے کہ پھر کچھ اور میرا امان جان کچھ نہیں ہی ہوگی نہیں، میں اس وقت دن سے ان کی احوال بڑی کو بھی نہیں گیا، کیونکہ آپ کو یہ کہنے پر اختیار نہیں رہتا، اس کو کیا میں خود کو بھی قبول جاتا ہوں۔ اسے میری فکر وہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں خود کو بھی کچھ کچھ اور کوئی واقعہ بالکل نہیں ہو جاتا ہوں، نہ ایک طرف مسلمانوں و نرا کنوں کا پاس اور احساس اور دوسری طرف یہ وہ اپنی اور جنوں خیر ہی، وہ تو پہلے ہی اس کی عزت میں رہتا باغری ہو چکی تھی۔

اور یہ سب کچھ کہو اس کے لئے کو یا مسلوٹ کے دل میں اعتماد کا سنگ بنا دیکھا تھا۔ پھر بھی وہ اہمیت نہیں ہی تھی۔

بڑی سے اس اور منظر سے ہی نظر کر رہی تھی وہ واقعی بے چین ہو گیا ہے۔ یہ احساس بڑا جان بولا تھا۔

کیونکہ وہ تو اگرچہ اپنی ہی تو اس کی رعایت میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی پھر صیلا اسے دھوکے میں رکھنے سے حاصل ہی کیا ہوگا۔

پہلے ہی اس نے ایک بار پھر کسی کڑوہ رنگی گزرت میں آئے آتے دیکھ کر نکل آئی۔ وہ دل جو اس کی طرف جھکا جلا جا رہا تھا۔

اس کی باتوں کے حیرت میں پیر نہیں گوسا گیا تھا۔ اسے سختی سے مزہ لڑنے کے اس نے اپنی ساری انگلیوں کا اٹھا لگھوٹتے ہوئے کہا۔

”آپ۔ آپ اگر اس معاملے میں پیر نہیں ہیں تو خدا راز میری ذات کو اس میں ٹوٹ دیکھئے۔ میں۔۔۔ معروضہ اس کے عاجزانہ سے لیکر کچھ بات کو اس کے کہہ کر بول جیسے بلکہ اس کے سننے کے چنگی بھرنے پر

بڑاں کیا مطلب، کیوں کہ وہ آپ کی ذات کو ٹوٹ، آخر میں دوسرے دیکھوں؟“ تمہیں اس کا دل چاہتا ہے اسے میں سب کچھ سے صاف صاف بتا کر اسے اپنی تمام مجبور یوں سے آگاہ کر دے۔

کہاں جو میں رکھنے سے ہرگز نہیں ہٹا۔

کہہ رہی تھی بات نہ دینی کہ وہ دو نظروں میں کام کر دی جاتی۔

اور پھر اس کی آواز اور دقا کا معاملہ تھا۔

”سبب تو اتنی مہربان مشفق اور لڑکی رہے اور میں اپنی مہربانی سے وہ اپنی طرف سے کبھی نہیں بولتا۔“

”تو ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”آپ مجھے یہ عجب۔ عجب۔ عجب آپ میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

”ابھی تو میرا خیال چھوڑی وہی۔“

ہاں ہاں، جلد بازی سے کام لینا عقلمندی ہی نہیں، ایک دوسرے کو کھینچنے لیزر واقعی زندگی کی گاڑی چلنے میں رکھتا ہے۔ آپ کے لیے تو میں بڑوں تک انتظار کرتا ہوں، آٹھ وہ اس کی پہلا دوسے کے طور پر کبھی بات کو حقیقت سمجھتا ہوں۔ وہ اس کے ہاتھوں میں ہی طرح سے اس پر چڑھتی تھی۔

ابن ساری ہاتھوں کا ہنسا کیا ہوگا، اس تکلیف دہ خیال نے اسے سرسراہٹ پر لڑا کر رکھا۔ اور جوتی اظہر تجلی سے اس کا چہرہ بھی دھواں دھواں سا ہو گیا تھا۔ وہ اب مزید اس کے سلسلے توفی رہنے کی پہچان نہیں رکھتی تھی۔

سبا دا کران کے چہرے سے جو یہاں آفات اس کے جھوٹ یا غلط بیان کا جھانڈا پھوڑا رہا، اس کے دل میں ہوتی نظر آتی تھی۔ وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک تو سب کچھ سہل کر لینا چاہتا تھا۔

انہی تو ہوتا کہ ایک سرکش سے زندگی بھر کے پہلے ہی موت واقع ہو جاتی، یا وہ ابھرتے ہی سہل اور کھیل جاتا۔ پھر میں نے اتنی بڑیوں سے کیوں کام لیا؟

اتنی بڑیوں کیوں دکھائی؟ نہیں۔ نہیں۔ اب بھی کچھ نہیں گلدیں اس سے ہر بات صاف صاف کہہ دوں گی، اسے بتا دوں گی کہ جسے وہ سمندر کی شہر میں بھی بڑی بڑی زندگیوں کا دار و مدار چھوڑنا ہے اس کی حیثیت کچھ نہیں اگے نکلنے کے چھول سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ تو اپنی اتنی۔ زیادہ خودی اور عزت کے باوجود کچھ بھی نہیں ہے۔

میں حالات کا شکار ایک عام آدمی ہوں۔ میرا اس کو جاننے کے حالات کی زیادہ شکار نہ رہی ہے۔ اس نے تیر کرنا تھا کہ خواہ اس قدر کے جذبات مجروح ہوں یا دل پر قیامت ٹوٹ پڑے۔ وہ اپنے بارے میں اسے سب کچھ بتا کر ہی لے گا۔ اور خواہ کوئی اس کے بارے میں کسی ہی راتے کیوں نہ قائم کرے وہ خود اس کے کمرے میں ہی جا کر آج رات ہی کو بتا دے گی۔

ماری تو اکثریں اور تالی پر غور کرنے کے بعد آخراں نے تیر ہی کر لیا کہ وہ اس کے زید آگے بڑھنے سے پہلے ہی سب کچھ سے بتا دے گی۔ اس روز شام کو جب سہلی بیگم مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز کی جگہ سے اٹھ رہی تھیں، وہ ہوائے کسی تیر چھوٹے کی

وجہ سے اٹھا گیا۔ اسلام علیکم اماں جان، وہ ان کے بیار پر بیٹھا ہوا ہوا۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

باہل بیگم، ہلکے ایک دم جھلکا۔ وہ بھی یوں بولا، جیسے اسے اپنی لستے دلوں کی غیر ماضی بڑی ندامت نہ ہو۔ اور وہ تو گرا یا بھلتا، اڑھیا سے ہتھارے سے سرخڑ کر ہواتے دلوں کیسے رہے، پہلا بیگم بھی اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی ہوئی رہیں، وہ اپنے چھوٹوں سے شکوہ شکاریت کرنے کی قابل نہیں تھیں، کہیں کہ ان کے خیال میں بزرگوں کو یہ بات زیب نہیں آتی تھی۔

اور اس سب سے شدید درد کو بھی سینے کا بونا رکھتی تھی۔ والدین اور بہن کے جلدی کے بعد نیلما گھر میں کرسی بیٹھتی تھی۔

وہ صبح کاغذ پاتی تھی تو کبھی کبھی سیرنگی گھرا جاتی یا پھر سہل منصور کے یہاں چلی جاتی اور وہاں سے شام کو اس کے دلچسپ ہونے لگی کبھی کبھی ناکا کرکاتی اور بھی منہ کھاسے۔ اور وہیں اس روز بھی آئی تھی جس روز ناز سے کہنے لگا وہاں سے غنا کو نازو میسرے جو تھے ہی آجاتی تھی۔ وہ بھی نسا اور غنوری دو بہنوں کے ساتھ گپ شپ کے چلنے جاتی تھی۔ سمیت ناز کھڑے کھڑے داوی سے ملنے آگئی روز روز نازو نے اسے کرسی میں بیٹھتی تھی۔ تقریباً دو دنوں ہی بہنوں کو اس کی کرسی سے ناز لاشعاف پر جتنے شاک نہیں کہ وہ نوبس کا کتابت کو ہی ڈونٹا تھا۔ اور جیسا کہ ہاں اسے تاکید کرتی تھی کہ اس کے جانتے کہ وہ جھوٹی بہن کا خیال رکھے تو خیال رکھنا تو کیا اس نے کبھی پلٹ کر بھی جھوٹی بہن کو نہیں پوچھا تھا۔ چھپا کے جہاں بھی وہ لکھ دوہا ہی گیا تھا۔ وہ بھی کرسی کے ٹکڑاں تمام خلاف دستور وہ گھر میں ہی نظر آ رہا تھا۔

شاید عام تعطیل کا دن تھا اس لیے۔

نازو بھی کچھ دیر بیٹھی ہی آئی تھی۔ نیلما بھی گھر پر ہی موجود تھی اور پورا آج کے سال کے ڈسے اسپینڈروں گزارنے کی ہر چیز سے آتی ہوئی تھی اور وہ بھی خلاف دستور اور معمول۔ ان ٹیوٹیوں کے ساتھ بیٹھا اس بول رہا تھا اور سمیت ہی اچھے تو نہیں لگا رہا تھا۔

اور اس کے سنے اچھے ٹیوٹیوں کے پیش نظر ہی بیٹوں نے اس کی لاشعاف اور لاپرواہی پر شدید شکوہ کیا تھا۔ سہلی بیگم اب مکمل طور پر صحت باپ ہو گئی تھیں۔

نازو جب بھی آتی تھی نسا سے اس کی کردار کی سلام یا مزاح پرسی کرنے کا بھی اسے موقع نہ ملتا تھا۔ اس لیے نازو پر خود ہی اٹھتا اس سے ملنے نہیں آتی تھی۔ اس روز بھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر اس کرسی میں آگئی تھیں جن میں رہ سب بیٹھے تھے اور شاید اس وقت کسی ایسے ہی موقع کی ناک میں بیٹھا تھا۔ سہلی بیگم کے آنے کے بعد کچھ دیر تو وہ جب بیٹھا رہا پھر رست واپس آیا چند دیکھ کر خون کرنے کا بہانہ کر کے اٹھا اور سدھاس کی کرسی پر بیٹھا آیا۔

وہ کچھ دیر تو بیٹھ ہی غریب کی نماز ادا کر کے باہر چلے گا قصد کر رہی تھی کہ اسے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر مہلک سے گھومی اور اپنے بیڈ کی طرف پلٹ گئی۔

پلو سوٹ پارٹ ۱۰ وہ اس کے کمرے میں آ کر اس کے باوجود سدھاس کی طرف ہی بڑھتا چلا آیا۔ کچھ کچھ سے مزاح ہیں آپ سنے؟ اس نے اس کے نزدیک آ کر کہا اور رست پوں سموس ہوا تھے وہ لمبے کل شام کے روئے کو اس پر جھانکا چاہا رہا جو ابھی غصے کے حواس سے اس کے پوسے صبر میں ایک آگ سے بیچوک اٹھی۔ جو نازو کا کہ اسے ایسی بے دخل سنا کہ وہ بھی تمام غم راوی رکھے۔ لیکن رواشت اور غلبہ کے غریبے گوئی گئی تھی۔ اس لیے یوں پڑا تو وہی صلیب کی ہر ایک نکلنے اس نے تیزی سے پلٹ کر دروازے کا رخ کیا۔ وہ بھی کچھ رہا تھا کہ اس کے گل کے روئے پر اس سے سخت لاشعاف ہے۔

اسے اس کا حکار اس سے زیادتی ہو گئی ہے۔ جگہ وہ بھی حیران تھا کہ کبھی اسے کیا ہو گیا تھا۔ سدھاس جاننے لگا تو اس کی شاید نکلنے واسطہ نہیں کہی تھی۔ جسے وہ ہر راستہ ڈکڑ کا اور فروری جا کر اس لیے چارکی پر چک پڑا تھا۔ اس صلیب پر لڑائی کی وجہ سے ہی اس روز وہ گھر میں نظر آ رہا تھا۔ نہ صبر نہ کچھ۔ یہی تھا کہ اسے جہن مارا گیا تھا۔

وہ اب اسے مانے گا کہ اپنے غریب سب وہ بے پروا ہی سے صحت کرنے کا آٹا تھا۔ گھر وہ تو اس کی کوئی بات نہ تھی۔ بنا دار ہی تھی۔ اور سب سبھا رکھائی باہر پکڑ کر رہی تھی۔ اس نے تیزی سے چڑھ کر اس کا نازو دیکھنے پر نہ کیا۔

انہاں اور ہر سب سب پارٹ ۱۰ میں اپنے اس مدبے پر آپ سے صحت خواہ ہیں۔ ان ہر جہی سوٹ پارٹ ۱۰ وہ اس کے بار بار سوٹ پارٹ ۱۰ پر کھل ہی آتی تھی۔

لیکن درہارا اس وقت کہ تاملے کہ موڑ چڑھا ہے اور نہ اس سے پتا آتا کہ وہ ہے۔ سلام کیے گئے تھے۔ کھینک دیا گیا ہے اپنے اور اور
لینڈنگ کرانی ہے کہ صرف اس وقت کہ لگے ہیں ٹینک شروع ہوئے۔ وہ سگراں وقت ٹینک کی ہوئی تو پھر پورا بدن آپ کے ساتھ ہو گیا۔
اس نے کہا: مجھ کو لاشے کے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ وہ اس سے ہاتھ نہیں کوڑے کرنے سے کہہ کر کھڑا ہوا۔ مگر پھر اس کی کمرنگ
بلتے تھے۔ ٹینک کے اوقات کا احساں ہوا۔ اس نے خدا ہی کو کر فرمایا۔ اور یہ بت تیز رفتاری میں گزرتی گیا۔
مگر اس کے دل کو ایک ویسٹو کی طرح لگتی تھی۔ کھینک نہیں آ رہا تھا کہ وہ جو کہ کچھ رہا ہے وہ کس مذہب اور ملت ہے۔ یہ بھی تو لگتی تھی
اسے اصلی باروں کے علم ہی نہ ہو۔ اور وہ شخص کئی جاننے کے حالات کے پیش نظر اسے دعوت سے کہہ رہا ہو گا کہ وہ نہ جانے کس مذہب کے تھے۔
تو وہ بہت محنت سے اس کے مذہب کے بارے میں اس سے اس کے بارے میں پوچھا کہ کون سا لگتا ہے تو اسے جواب دیا کہ: اسے اللہ نے سرا بہا کیا ہے اور
خاک بہا ہے۔ وہ اسے اس کے ساتھ لے کر لے گیا۔ اور اسے کہہ کر بھیج دیا۔

معاذت کے بارے میں ہر جگہ ہرگز ایک ایسی ہی بات کہ کلامت ہی ہوتی ہے۔ اور پھر لیا عقاب کو صرف اپنے ہی نہیں کیا بلکہ
پورے معاشرے سے چاہا گیا ہے۔ تو پھر اپنے بارے میں آپ کا کچھ کہنا ہے سو رہی ہو گا۔
لیکن ایک دن ہوا تو اسے شاد رہا۔ آپ وہی نہیں لگے ہیں۔
انہی آپ نے تو آج میرا ملا موٹو ڈانٹ پکڑا کہ رکھ دیا۔ بڑا کھلبلا ہے میں آپ۔ اور آپ کو اسے۔ اور یہ دل بہت سچا
بات تو میرا پوجا ہے۔ میں لگا لگا رہا ہوں۔ آپ کو بھی تو میرے کس قسم کے دوست یا لگتے ہیں۔ اور آپ کے ہر ایک طرف جھڑپ ہے۔ اب میرے نہیں بلکہ تو اتنا
بات جاننے میں تو آپ کو کمان نہ لگا۔ کیوں نہیں؟ اس نے اپنی بات کو ایک سوال کی صورت دے ڈالی۔ سوال ہی ایسا مشکل کر لیا گیا تھی کہ پورا
ایسا سچا تھا۔ میری کہنے کو تو وہ اس کے ساتھ لگتا تھا کہ: آپ کو کیا کہنا ہے کہ آپ کا مذہب کی طرف سے ہے۔ یا پھر اس سے محبت حاصل کرنے کو تو کئی ایسی بات کہ
سچی تھی۔ مگر پورا پورا ہی نہیں۔ اس کے ساتھ کسی لگتے کو تو اس نے کلامت ہی نہیں دی۔

تو کہتے ہیں، مگر پورا پورا ہی نہیں۔ اس کے ساتھ کسی لگتے کو تو اس نے کلامت ہی نہیں دی۔
لیکن کہنے کے طرف سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
تک کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

لیکن درہارا اس وقت کہ تاملے کہ موڑ چڑھا ہے اور نہ اس سے پتا آتا کہ وہ ہے۔ سلام کیے گئے تھے۔ کھینک دیا گیا ہے اپنے اور اور
لینڈنگ کرانی ہے کہ صرف اس وقت کہ لگے ہیں ٹینک شروع ہوئے۔ وہ سگراں وقت ٹینک کی ہوئی تو پھر پورا بدن آپ کے ساتھ ہو گیا۔
اس نے کہا: مجھ کو لاشے کے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ وہ اس سے ہاتھ نہیں کوڑے کرنے سے کہہ کر کھڑا ہوا۔ مگر پھر اس کی کمرنگ
بلتے تھے۔ ٹینک کے اوقات کا احساں ہوا۔ اس نے خدا ہی کو کر فرمایا۔ اور یہ بت تیز رفتاری میں گزرتی گیا۔
مگر اس کے دل کو ایک ویسٹو کی طرح لگتی تھی۔ کھینک نہیں آ رہا تھا کہ وہ جو کہ کچھ رہا ہے وہ کس مذہب اور ملت ہے۔ یہ بھی تو لگتی تھی
اسے اصلی باروں کے علم ہی نہ ہو۔ اور وہ شخص کئی جاننے کے حالات کے پیش نظر اسے دعوت سے کہہ رہا ہو گا کہ وہ نہ جانے کس مذہب کے تھے۔
تو وہ بہت محنت سے اس کے مذہب کے بارے میں اس سے اس کے بارے میں پوچھا کہ کون سا لگتا ہے تو اسے جواب دیا کہ: اسے اللہ نے سرا بہا کیا ہے اور
خاک بہا ہے۔ وہ اسے اس کے ساتھ لے کر لے گیا۔ اور اسے کہہ کر بھیج دیا۔

معاذت کے بارے میں ہر جگہ ہرگز ایک ایسی ہی بات کہ کلامت ہی ہوتی ہے۔ اور پھر لیا عقاب کو صرف اپنے ہی نہیں کیا بلکہ
پورے معاشرے سے چاہا گیا ہے۔ تو پھر اپنے بارے میں آپ کا کچھ کہنا ہے سو رہی ہو گا۔
لیکن ایک دن ہوا تو اسے شاد رہا۔ آپ وہی نہیں لگے ہیں۔
انہی آپ نے تو آج میرا ملا موٹو ڈانٹ پکڑا کہ رکھ دیا۔ بڑا کھلبلا ہے میں آپ۔ اور آپ کو اسے۔ اور یہ دل بہت سچا
بات تو میرا پوجا ہے۔ میں لگا لگا رہا ہوں۔ آپ کو بھی تو میرے کس قسم کے دوست یا لگتے ہیں۔ اور آپ کے ہر ایک طرف جھڑپ ہے۔ اب میرے نہیں بلکہ تو اتنا
بات جاننے میں تو آپ کو کمان نہ لگا۔ کیوں نہیں؟ اس نے اپنی بات کو ایک سوال کی صورت دے ڈالی۔ سوال ہی ایسا مشکل کر لیا گیا تھی کہ پورا
ایسا سچا تھا۔ میری کہنے کو تو وہ اس کے ساتھ لگتا تھا کہ: آپ کو کیا کہنا ہے کہ آپ کا مذہب کی طرف سے ہے۔ یا پھر اس سے محبت حاصل کرنے کو تو کئی ایسی بات کہ
سچی تھی۔ مگر پورا پورا ہی نہیں۔ اس کے ساتھ کسی لگتے کو تو اس نے کلامت ہی نہیں دی۔

تو کہتے ہیں، مگر پورا پورا ہی نہیں۔ اس کے ساتھ کسی لگتے کو تو اس نے کلامت ہی نہیں دی۔
لیکن کہنے کے طرف سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
تک کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو
کہیں اس کے وقت سے تو تیز رفتاری سے کھلا دینے کی کھیلوں سے ہی منسوب ہتھ کڑیں۔ اس نے اپنے سوال کو

دعویٰ کے بعد ساتھی خندانے کہ کمان رضائی نہ ہی توجہ اور ضرورت استعمال کرنی چلتی ہے۔
 جس میں روزگاموسم و انھی آفت ساہوکار ہوا تھا۔ ناز و بھی سچ سے آئی ہوئی تھی کیونکہ وہ سروسز اپنے کسی بزنس ٹور
 پر نکال گیا ہوا تھا۔ بین کے آجائے کہ وجہ سے نمایاں اس روز کالج نہیں گئی تھی۔ کرسٹا خواجہ صورت ہو رہا تھا اس لیے
 پھر بیکے کمانے کے بعد کروڑوں میں آرام کرنے کے بجائے وہ دونوں بیٹوں نے لائی میں بیٹھا کروڑوں کی دشمنی سے لطف اٹھانے
 کو ترجیح دی تھی۔ دونوں بیٹیاں بڑی پوریت محسوس کر رہی تھیں اس لیے سنبھال لائی میں فون مٹھا کر ڈکڑو بلانے کی کوشش
 سے اس سے فون پر بات کر رہی تھی کہ بھی وہ بھی اسپتال سے اپنی ڈیوٹی انجام دے کر وقت سے ڈرا رہا ہے ہی گیا کیونکہ
 ہم لوہو تو ہیں اور لوہے تین بچے کے درمیان ہی لوٹنا تھا۔ مگر اس روز رضائی بچے سے پہلے ہی آ گیا تھا۔ پہلے تو جھینڈ ہی
 بن گیا کہ اگر ہمیں نہیں بھی نظر آجاتا ہیں تو وہ انہیں سلام دعا کے سیدھا اپنے کمرے میں چلا آتا تھا مگر اس روز ناز و لوہو
 میں موجود نہ تھے کہ وہ جمل سا اٹھا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”ابوہو توجہ داری بیماری ہی، بہن بھی آئی ہوئی ہیں۔ مگر یہ کیا بات ہے وہ تمہارے جوڑی دار کبھی تمہارے ساتھ نہیں
 آئے کیا وہ بیٹہ ہی روایتی قسم کے داماد ثابت ہوتے ہیں؟“
 ”نہیں بھائی جان احمد تو بڑی ہی اچھی طبیعت اور مزاج کے حامل ہیں۔ وہ تو بروقت یہاں آئے تو تیار رہتے ہیں۔
 مگر بیٹہ تو ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جب بھی میں یہاں آتی ہوں وہ کہیں نہ کہیں گئے ہوتے ہیں۔ وہ تو کل ہی بزنس
 ٹور پر نکال گئے ہوتے ہیں؟ ناز و بھائی کے اس قدر شکستے بہت کفر پر دل ہی دل میں خوش ہو کر بولی۔ یوں بھی وہ دونوں
 بیٹوں نے کہ زیادہ ہی اسے جانتی تھی۔

”یوں تو یوں کہو کہ جب صاحب بہادر گھر پر نہیں ہوتے تو تمام بی بیوں پر یہ ملتا ہے یہاں پہلی آتی ہوتی وہ مٹی خیز سے
 تیار ہیں سر بلا تا ہوا کہ کسی بھی طرح اس کے قریب ہی بیٹھنا ہوا ہوا۔“
 ”دار سے نہیں بھائی جان یہی تو کوئی بات ہی نہیں۔ یہ گھر میرا ایک ہے اور وہ گھر میرا ہے جو بیٹا ہے گھر میں بی بیوں
 کا حال۔ جب ان کی باؤں واکت ہو جاتی ہے نا تو گھر بڑے ڈر و ڈر لوں گا لگا لگا ہی ہیں وقت اسے گزرتا محسوس ہی نہیں ہوتا۔
 اور گھر پر نہیں۔“ تو پوریت ہی نہیں بلکہ وحشت تو مجھے سناں اگر محسوس ہوتی ہے۔ مگر ڈرنا کے بجائے
 ہانے سے تو یوں لگتا ہے جیسے گھر میں چار طرف الو یوں رہا ہو۔ ناز و کی بات کے جواب میں کہا تو اسفند نہیں کر بولا۔
 ”مگر اس وقت تو چار طرف تم ہی بولتی نظر آ رہی ہو۔ خیز و جھینڈ تھا۔ ناز و ہی نہیں فون کا مسئلہ منقطع کر کے ریسر
 کو ریل پر رکھتی تھی اچھی زور زور سے ہنسنے لگی۔ اور وہ مسکراتا رہا۔
 ”تیس بیٹیاں ہیں دفعہ تو ہو گئے اب سب کو گئے۔ مٹی تو بڑی تو معلوم کب انہیں گئے مگر غلطی باجی کو تو انہیں بھیج دینا
 چاہیے تھا۔ غلطی نہیں لینے کے بعد بول۔“

”افزہ ہوگی آجی جلتے گی اب تم نہیں نہیں تو اسے کیوں بلا نا چاہتی ہو۔ بار بار تو موقع نہیں آتا نا باہر جانے کا
 ذوق سے بھر کر بول۔“
 ”یوں کوئی ٹھکری نہیں لگا تو کچھ کہے جاتے ہیں تو ایسے بھی ایک خاتون سے تھے ہیں۔ ہمارے لیے تو ایسا موقع شاید کبھی
 نہ آئے۔ نہیں نہ تھانہ سے آزرہ ہو کر بولی۔“
 ”بھئی بھئی باجی نہیں کہتے تو ایسا کیا نہیں باہر جانے کا موقع ملتا ہے تو ظاہر ہے۔ مجلس کی شکل میں تو کوئی نہیں جانا
 اور ڈیوٹی تو اکثر و بیشتر بیرونی کمپنوں کے دوروں پر جاتے ہی رہتے ہیں آجندہ اگر کوئی
 برائے تو یا تو ہر روز ہی جس میں ان کے ساتھ بیٹھیں گے۔ سفند نے جھونکی اور ناؤ لہ بہن کو آزرہ سا دیکھ کر بڑے دلدار
 سے کہا تو ناز و کو بھی جھونکی میں کے تمہارے جانے پر تڑپ آیا۔
 ”میں بھی رضائی جان یہ تمہارے جانے کی وجہ سے پورے ہی توبت ہوتی ہیں۔ مٹی کبھی انہیں اتنے عرصے تک چھوڑ کر نہیں
 دے سکتی۔ انہیں تو مٹی تو توبت بعد میں ہی آئیں گے نا؟“
 ”نہیں بھئی یہ تو گزرتے تھائی اور پوریت کو ایک مسئلہ کیوں بتا لیا۔ یہ ظاہر وقت تو گھر میں نہیں رہتی بلکہ ان کا زیادہ
 تو کالج اور گھر کے کام ہے۔ یہاں ہی گورتا ہے۔ اور پھر مجھے گھر میں نہیں تھاتا تو نہیں۔ اماں جان ہرے ہرے ہرے اور میں بھی
 تو خود کو بولنا کہ میں نے جان کر دوں تو میں انہیں کبھی نہ دوسرے کو بھیج دوں گا کہ اس میں دلا۔“

”دعویٰ ہے تمہارے بھائی اس قدر کہتے پرست اور خیز و ڈر لوں ہیں۔ جب تک تم ان کی انکوائری نہیں ہو کر
 کوئی نئی بات نہیں دیا میں ایسا بھی جوتا ہے۔ یہی شک کہ وہ تم کے انٹرنگ کو پڑھا لیا اور انٹرنگ خاتون سے
 سیکو لیا مگر یہ جوڑی کی ٹریفک کا کبہ رہی ہو تو ڈرنگ کا پیشہ ہے تو ایسا میں دروند کی اور خدمت میں کام لیا
 ہوتا ہے لیکن اس میں اس کو بھلا بھلا نہیں ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ زس سے سسر اور بیٹہ سسر تک تو ترقی ہو جاتی ہے
 سب کا درجہ بڑی ہوتا ہے اور تم رہائش کے مسئلے پر ناخاندانہ کیوں دیتی ہو؟ تو مجھ سے سمجھانے کو کہہ دو۔ جو
 تم کو کہیں اور رہنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ انے تم کو جھانسنے کے رشتوں کی نزاکت کا تو احساس ہو گا کہ تم انہیں
 بہن کی خدمت ہو؟“

”ابوہو نہ دیکھا جائے گا۔ اس نے بڑی کتابت سے منہ ہی منہ میں کہا اور ایسا تبدیل کرنے کی غرض سے نہیں
 میں کس لگتی۔ اس میں شک نہیں کہ اسے انٹرو ورنڈ سے کتنے پر بہت رنج ہو رہا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کا
 سرشاری کا سا عالم چلا ہی تھا۔“

”خیت کا اندر سا چلا ہی تھا۔ یہ احساس کہ وہ اس کی تمام برائیوں یا خفا سوں سمیت اسے اس قدر ٹوٹ کر
 ہے کہ اسے اپنا لینے کا شہ کہ بیٹھا ہے اسے خوشی سے دیوانہ کیے سے رہا تھا۔ گول اس بات کو ماننے کے لیے کہ
 پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کبھی جی ایس کے تمام حالات سے واقف ہے۔ لیکن اس کے یہ الفاظ
 ”حالات سے رہے ہوں یا پہلے میرے نزدیک انہیں دہرا نا تکلیف کا باعث رہی ہوتا ہے اور پھر میں نے
 آپ کو پسند ہی نہیں کیا بلکہ پوری صداقت سے جا باجی سے تو پھر اپنے بارے میں آپ کا کچھ کہنا ہے سواری ہو گا کہ
 سے اس کے کالوں میں کسی بازگشت کی طرح گوج نہ ہوتے۔ اور وہ حیرت زدہ ہو کر سوچ رہی تھی۔
 تو کیا واقعی وہ اتنا اونچا غلط رکھتا ہے۔ اس قدر خراج دل کا مالک ہے۔ پھر بھی اسے کسی طرح نہیں نہیں
 تھا۔ کیونکہ جن بندشوں یا مجبور یوں میں وہ جبراً ہی ہوتی تھی ان کا تو اس نے اشارہ نہ کیا تھا۔ میں نے ذکر نہیں کیا۔ جنہ
 صرف اس کا پتہ ملا تھا۔“

”اس کا ساتھ طلب کیا تھا۔
 گو سولو کے نزدیک یہ بالکل ناممکن ہی تھا۔
 پھر بھی کسی قدر مسرور اور خفا ہی تھی۔
 سر تا باجی کے گفتو میں ڈوبی ہوئی تھی۔
 اصل میں عمر کا یہ دور جس سے وہ گور رہی تھی پھر ایسا ہی چولانی ہوتا ہے۔ اس دور میں دل کو کوئی بھرا جائے
 میں کامیبت ہی میں جانا ہے۔“

”اور وہ تو روزوں میں اس کے من کو بھرا گیا تھا۔ جبکہ بہت غلط تاخر کے ساتھ اس کے سامنے آیا تھا۔
 اور وہ تو اپنے حالات اور مجبور یوں کی وجہ سے اب تک اس سے ڈرتی ہی رہی تھی۔ اور ہمیشہ انتظار و گریخت
 ہی کام میں آتی تھی کیونکہ وہ اس پر ذرا سا بھی غصا دہیں کرتی تھی۔ اور آج کی گفتگو کے بعد اگر واقعی وہ بھرا جائے
 ہو اتھا تو بھی وہ غمناط اور گریزاں رہنے پر ہی مجبور تھی۔ یہ تو مضمناں کا پناہ جذبہ تھا جو اس کے جذبے کی سہا ہے۔
 کھا گیا تھا۔ اور جس نے اسے یہ مسرت اور سرشاری بخشی تھی۔
 اور خوشی کی یہ کیفیت بھی اس کی اپنی ذات تک ہی محدود تھی۔ کیونکہ اس نے اسے کوئی قول دیا تھا نہ ہی کبھی
 مٹی بلکہ معاملہ کم میں ہی چھوڑ دیا تھا۔“

”نیکے دور سے کراچی کا مطلع ابرا کو مصلیوں کو کراچی کا مطلع مگر و بیشتر ابرا کو پوری رہتا ہے اور شام کے وقت
 مغرب نعت سے سیاہ سیاہ بادل سے اٹھتے ہیں جن سے ہوا ان میں ہی کا تناسب ضرور بڑھ جاتا ہے۔ مگر وہیں سے
 ہی گزرتا ہے۔ یا پھر دھند ہوا میں نہیں اپنے دوش پر ڈال کر کہیں سے کہیں سے جاتی ہیں۔ اور تھوڑی دیر بعد دھند
 بالکل صاف آہستہ آہستہ کے کنارے ضرور بادلوں سے ڈھکنے رہتے ہیں اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سال کے ساتھ
 کے ساتھ موسم ایک ہی دن میں سمٹ آتے ہیں کہ کبھی تیز دھوپ اور دوسرا دھند ہوا اور تیسری دھند ہوا اور چاروں
 دھندوں کے ساتھ ساتھ ایک ہی دن میں سمٹ آتے ہیں۔“

قائد جی جی بھاری بھاری پہنچی اس کی باتیں سن رہی تھی اس نے دل میں سوچا کہ یہ بھائی جان تو اماں جان کے بھائی ہیں اس کی بڑی طرح ہنسنے میں کاشاید بھی کچھ لگن لگیں۔ وہ بھی تازہ کار تھا کہ ناز کو اس کی سلی بیگم کی شان میں قصیدہ خوانی بڑی بے شکریہ کر رہی ہے۔ وہ اس سے مخاطب ہو کر بولا۔

بڑی بھاری بھاری میر جوں ہی ہے لیکن تم کو میری سب سے زیادہ باصلاحیت اور باشعور بہن ہو اور اب تو ایک ذمہ دار جتنی ہو گی جتنی پورے ٹینس وغیرہ سے کہ تم شروع ہی سے وقت نہ ہو لیکن اب تو تمہیں ہر قسم کے لوگوں سے ڈال کر باہمی لڑائیوں میں لگنا ہو گا یہ مطلب ہے میں تم سے کہ از کر ہٹ بیٹے تو تمہیں ہی کہہ سکتا کہ تم اماں جان یا سوط سے غیرت برت سکتی ہو مگر وہ اخلاق ہی ایک ایسا جو مجھ سے برا ہے نہایت کی معراج بھلا ہے وہ وہ بھائی جو مجھ سے منہ بات ہی نہ کر سکتا تھا ایک دن اس وقت کہ مل گیا کہ باپ اس نے ناز کے اخلاق اور اوصاف کی تعریف بھی کر ڈالی تھی جس سے سنان کی ذہن ناز کے دل میں سنی ہو گیا اور سوط کی طرف سے برا مذاکرہ چھٹ گیا۔ یوں ہی انسان غراہ برد بار یا غصہ دینا نیکہ اور خیر کار ہو جاتی تعریف بھی اتنی ایک کمزوری ہوتی ہے جس سے لاکھ بچھا بھڑکانا چاہیے۔

اس کے اندر ہی کسی تہہ میں کھپ رہی ہے۔

اور ناز تو ایک نو فضا تہہ تہوں کی طرح تھی۔

کہ زکریا نے اس کے معاملے میں تو ایک عام ہی لڑائی ہی ثابت ہوئی تھی۔ بھائی کی باجمالی گفتگو نے اس کو اتنا متاثر نہیں کیا جتنا کہ تعریف نے۔ یوں بھی نیک اور اچھی باتوں کا اثر لینے کی صلاحیت تو ہر انسان کے اندر موجود ہوتی ہے وہ بات ہے کہ وہ اس صلاحیت سے کام لینے کی کوشش نہ کرے۔

سو بھائی کی پُرستائش باتوں کی روشنی میں اس نے بھی سوچا کہ واقعی بھائی جان ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ غلطی ہماری ہے کہ ہم نے خود ہی اماں جان اور سوط کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ ورنہ تو ہمارے گھر بھائی کی حیثیت سے زور ہی دینے کی فرسٹ لو ہمارے اس سے اجھا سلوک رکھا کریں اور چونکہ بھائی نے اس کو ایک ذمہ دار اور باصلاحیت شخص کہا اس لیے خود کو بہت اونچی اور مہذبو طعموں کے کہنے لگی۔

«نبی جان! جان آپ جیسے تو کہیں باسی بیٹے کا واقعہ بھیجے گا ہی نہیں کہ میں کسی کے ساتھ بد اخلاقی اور بد اخلاقی سے چمکاؤں گی، وہ اصل میں چونکہ میں اماں جان کا بہت زیادہ دیگلا بڑا احترام کرتی ہوں اس لیے اس کے سامنے زیادہ بات نہیں کرتی۔ اور یہ تو محسن اتفاق ہی تھا جو آج میں مجھ سے اس گنہ روزہ پیشہ غصے دو گھنٹے کے لیے ہی آتی ہوں۔ لیکن اماں جان سے بے غیر تو نہیں جاتی۔ آخر آں وہ میری راوی ہی کہیں اپنی سلی راوی کو ہم نے دیکھا ہے نہ جانتے ہی کہی»

بھاری بھاری کہنے کا قصد تو یہ تھا کہ اور کوئی نہیں کہ از کہ تم تو اپنے اندر ایسی صفات پیدا کر رہی ہو کہ تمہیں کو اب تمہاری ہی ہو گی۔ لیکن اس گھر کی بڑی بیٹی ادنا ایک ذمہ دار نہیں تو ہر قسم حسن اخلاق برائی تو تمہاری دیکھا ہی ہے وہ لوگوں کی ہی کہہ سکتی ہو کہ بھائی جان کی یہ ایک نہیں ہی بھائی نے کہ تو باقی قصہ کو تازہ کرنا ہو اور بولا۔

بھائی جان! بھائی جان! یہ تو آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں، ناز کو کچھ زیادہ ہی فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا ہی ہوتا ہے۔ میں نے اس کی سبب سبب اور گھر میں پہنچی تھی۔ وہ اس موقع کو فہم کرنے کی فرسٹ ہے اس کی طرف توجہ ہو کر بولا۔

بھائی جان! یہ سلی راوی یا واقعی بہت کھلی کھلا معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ آج اسے لے کر آؤ گے۔

بھائی جان! میں سب سے بے گھر میں تو شام کو گھر میں ہی جاؤں گی، ناز بولیں۔

بھائی جان! اس کے بارے میں تو شک گئے ہوئے ہیں پھر نہیں اتنی جھلٹ کیا ہے گھر جانے کی؟ اس نے ذرا سنجیدہ ہو کر بولا۔

اماں جان! ناز تو مجھے نے لپکا کے سکرائی نظروں سے تلپا کی طرف دیکھا لیکن نظمانے کو اسے سکرائے ہوئے نہیں اور اسفند نے دیکھ لیا۔ اسے اس کی اس دو ٹولنے کی حرکت پر غصہ تو بہت آیا مگر اسے معلوم تھا کہ وہ ماں کے زیادہ بڑے بھائی ہیں اس لیے اس نے کسی پر یہ ظہار نہیں کیا کہ وہ اسے سکرائتا ہوا دیکھ چکا ہے۔ بلکہ بہت ہی سنجیدہ لیجے میں گویا مسلسل کلام پڑھتے ہوئے بولا۔

«اماں جان! کسی کوئی بیٹہ جلتے تو پورے کاسواں ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ان کی شخصیت باپ سے ہر گز جدا نہیں ہوتی، وہ داستان میرا ہی منور وراثت ہوتی ہے نہ ناز اور اس کے اس فقرے پر ناز تو نے اتنی دیر سے ضبط کی ہوئی تھی کہ اس کی عیبت کی صورت میں چھوڑا۔ مگر نہ لیا یا تو اس کی بات کو بھی نہیں سمجھی یا اس کا رویا کیوں نہیں سمجھی۔ وہ عاموں کی طرح ہی اسفند نے ناز کو قد سے نہیں لگایا اور ناز میں دیکھا تو وہ اپنی ہنسی روک کر بولی۔

«دیکھے تو مجھ اس بات پر ہے کہ اچھے سے انکھنے میں وہ کر رہی ہے اتنی اچھی بلکہ باخفا وہ اور بولتے ہیں ناز، ظاہر تھا اس لیے یہ بات اس تاز کو زائل کرنے کے لیے بھی تھی جو اس کی ہنسی سے بھائی کے ذہن میں بندھ گیا تھا۔ اس سے بھی کچھ اگلا وہ توری چڑھا کر بولا۔

«کیوں کیا کلیتہاً میں یہ کر رہی ہے سب کچھ غلطی کرنے میں اس کی ماوی زبانی ہی بھول جاتا۔ بلکہ مجھے تو وہ گھر بہت ہی چمکا رہا ہے اور کم طرف لگے ہیں جو لوگ اور اسٹیشن سے اگر یہ ظاہر کرتے ہیں جیسے بیلانہ لگنے کے باوجود وہ جو کھانے پینے میں لباس کے معاملے اور بات چیت کرنے میں کھینچ اور دکھاؤ سے کام لیتے ہیں۔ اسے کبھی پہلے ہاتھ سے تمہارا تمہارا تھا۔ جس سر نہ میں ہر قسم پیدا ہوئے اور میں گود میں پروانہ ہوں اسے اسے بھول کر تم دو سڑوں کی ریس میں لگ گئے۔ دراصل یہ سارا قصور غلامانہ ذہنیت کا ہی ہوتا ہے»

«راہ و ہوا بھائی جان! وہ توری کر رہی ہے۔ آپ بہت بڑی ہیں!«

غلیما بھائی کے خیالات سن کر خوشی میں تانی پٹ کر بولی۔

«خیر، یہ تو کیا البتہ چمکا رہی ہیں اور تمہارا ہوا ہوا اس کے کام لے کر بولا۔

«خیر نہ کرے آپ چمکا رہے کیوں ہونے لگے۔ میں تو آپ کے خیالات سن کر ایک فرسٹھوں کر رہی ہوں» اور اس نے ناز کو جڑا جڑا مختلف نظریات و رسمتیں بھی لپکانے کی تعریف کرنے پر عرض کی کہ عرض سے بولی۔

«وہ بھی جانتا تھا وہ طبیعت مزاج تھی کہ نظریات کے اعتبار سے اس سے بہت مختلف ہے۔ وہ گھر سے بیچ میں بولا۔

«رکھی کی لڑائی یا بھائی پر صرف فخر کرنے سے کام نہیں چلتا۔ بات تو چوبہ بنتی ہے جب انسان خود بھی ایسی ہی ہوتی ہے اپنے اندر پیدا کرے۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ میری تمام اچھائیوں کا کرڈٹ اماں جان کو دیتا ہے تو میں یہ کہنے میں ہوں ہی تھی۔ کیا یہ ہو گا کہ میں نے ان کی تعلیمات کے مطابق خود کو ڈھالا ہے۔ اور تم نے بھی جو میری اس بات کا سچا ذوق رکھا ہے ان جان اپنی ذات میں داستان میرا ہی ہے تو یہ تو نہیں بھائی نے عادت ہی کہہ دیا تھا لیکن حقیقتاً اماں جان اپنی ذات میں بہت بہتر ہے۔ ایک کتاب ہے ایک تو اس میں نے اس زمانے میں گورنمنٹ لکھی تھا مگر وہ کام لو گیا سر سے تغیر نہیں ہو سکا اور نہ تھا۔ تو وہ بڑی ننگوں اور سانیکوں پر میرے کارنا نہ تھا۔ اور خود میں کاکھوں سے باہر تو نہ جاتا تھا۔ لیکن یہ کہنا کہ ہوتا تھا اور اس میں بے شک میں بندھتی تھی میں نے ہی ایڈمٹی کر لیا تھا اور اس کے بعد تقریباً دو سالوں سے ملتا ہوا تھا۔ اس کا معاملہ وہ کسی نہ کسی میں بڑوں طلبا اور طالبات گراہوں نے پڑھا ہے۔ یہ بھائی جان! یہ وہی ان کی شاگرد رہی ہیں۔ اور کوئی نہیں تو کم از کم تم ہی اپنی تصویر دیر کے لیے اس کے پاس بیٹھ جا کر دو سٹاپ لیکچر لڑی۔ اس نے غصا کو قابو کرنے کے ہونے اپنی بات ختم کر لیا اور اسی سے بولی۔

«جی جان! بھائی جان! جب کسی بیٹے کا موقع لینا ہے تو خود ہی دیکھو میں تو اماں جان کے پاس کسی کوئی مشن لکھی ہوئی ہے تو ان سے بہت محبت کرتی ہوں» تلپا کی بات پر خوش ہونے یا مزہ لینے کے لیے اس نے کہا۔

«ہاں! کہنی بھی چاہئے کہ کہہ انہوں نے ہی ہمدردی محبت میں اپنی ذمہ داری نیک دی ہے۔ ان کی محبت ہی تو ہے جو اپنا حق ہنسنے کے باوجود اپنا حق نہ لگ نہیں لیا اور ہمدرد سے اتنے متاثر ہوا ہے کہ وہ خود مجھ سے اس قدر متاثر ہو گئی ہے»

کاموں میں ہوا تھا مگر زندگی میں پہلے بار کتنے دلا سے بنا بھائی پوچھ رہا تھا اس لیے بونگ کا سن کروہ ہو گیا
"میں نہیں بھائی پوچھتا کہ تو سوچے گی میں نہیں پہلے ہی گھر سے بادل چلے گئے ہیں۔ یہاں تو چھانٹنے
گئے ہیں وہیں علی چیلوں کی ہے
"بھئی کو شرم کو میں تو ساتھ لے جا ماہر میں تو شام کو پہن رہی ہوں وہ نازو نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں، کو شرم کو ساتھ لے جانا تو ضروری ہوگا۔ میرے خیال میں تو سلوٹا کو بھی ساتھ لے چلو کہ کو شرم کو شرم
تو نہیں رہیں صرف میں آئی پکٹ کرتے کیا اچھے لگیں گے، وہ اتنی دیر سے ہیں بات کے لیے کو شرم تھا اور نہ تو کو شرم
بار کتنوں کے سامنے آنا ہوا تھا آخر وہ بات زبان پر سے ہی آیا۔

بار کتنوں کی ہمدردی اور غصے میں
روڈ بار اور ظلم
ایسا اور خود دار

"لیکن سلوٹا تو بھئی کی نہیں اور یہ باتیں ہی شرطیں کہہ سکتی ہوں، نازو سلوٹا کا نام کسی کی جلدی سے بولی۔
"کیوں بھئی یہ تم نے اس قدر شرطیں سلوٹا کے نہ جانے کے بارے میں پیش کر لی کیوں کر دیتی؟ اس نے جاننا کہ
سوال کو مزاح کا رنگ دے ڈالا۔

اس پر وہ دوسروں کی ہمدردی اور غصے میں
روڈ بار اور ظلم
ایسا اور خود دار

"کیونکہ وہ انجان کو تنہا چھوڑ کر جاتا کبھی پسند ہی نہیں کریں گی۔ بلکہ جائیں گی ہی نہیں۔ پسند شاید ہی خیال ہی
ہیں، نازو کے بجائے نیلا نے بہن کی بات سے کچھ بھی مطلب اٹھ کر نہ لیا تھا۔
"ہاں بالکل، اسی خیال سے کہہ رہی ہوں، یوں ہی واقعی ماں جان یا نکل تنہا رہ جائیں گی، نازو نے بہن کی بات کے
تورہ ہی اپنی بات سنھائی۔

وہ بہنوں کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا تو بہت خوش اور دلگن ساتھ اس کی بات کی طرف سے تو اطمینان تھا کہ جب
اس نے سلوٹا کو بھی اٹھ کر پر جانے کے پر وگرام میں شامل کر لیا ہے تو مزید یہ بھی چھوٹی بہن سلوٹا کو اپنے ساتھ لے جانے پر چور
کر کے بت گئی، بلکہ یہ خبر جانے کی ہی نہیں تھی وہ جانتی کہ اس نے بہنوں کے ساتھ جانے میں شرکت بھی نہیں کی تھی بلکہ جانے
پنے کمرے میں ہی سلوٹا ہی تھا اور اس وقت اپنے کمرے سے نکلا تھا جب کو شرم کے آ جانے لگا اظہار علی تھی۔

"خیر خیر، ماں جان کی فکر نہ کرو۔ ان کی تنہائی کا بھی انتظام ہو جائے گا، وہ ماں جان کے تنہا رہ جانے کے لئے
طرف سے لڑو، ان کا اظہار کرنا ہوا بولا تو نازو نے تعجب سے پوچھا۔
"وہ کیسے بھائی جان؟
"اسے بھئی مسرت ذرا کی کوئی پرما ہو کر کے جائیں گے ہم وہ وہی دلی مسکراٹھ کے ساتھ بولا۔

اس سے شام ہو کر کائنات پر اپنی سولہا نہیں بچھ چکی تھی، جب وہ اپنے کمرے سے نکل کر لان میں پہنچا تھا نازو اپنے کمرے
کے پیرے کولہ کی تھی اور کو شرم شاید اس کا کالہ بن جانے والے پر وگرام کے بارے میں نیلا سے تبادلہ خیال کر رہی تھی، اسے دیکھتے
ہی ٹپک ٹپک کے جدوں۔

"نازو تھکتے تھکتے تو ہری ہو گئی، "واؤ بھئی یہ مسرت ذرا ہی خوب کہا آپ نے؟" اس نے کہا۔
"ارہو بھلو ہم بھی سے ساڑھے چار بج رہے ہیں سڑی کی باتوں میں وقت گزر جانے کا تپا ہی نہیں چلا، اچھا آج
سے چائے ٹکڑا، اٹنے میں بھی وہ فرض ہو کر آتا ہوں، وہ اپنی رستہ و ایچ میں وقت دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا، فریٹا نے
اس کا مطلب بنا دھو کر اس تبدیلی کرنے سے تھا۔

"آپ نے پچھلے پر وگرام میں سلوٹا یا تو شامل کر کے بہت ہی اچھا کیا بھائی جان، وہ وہ بے چاری تو ہر وقت بوریٹ کا شکار
بند رہتی تھی؟
"بھئی خیر، میں نے تو صرف پر وگرام کو لے کر آیا تھا، اب اسے اور یہ پر وگرام میرا تو نہیں تم لوگوں کا ہے؟ وہ نازو کو
لگانے کے لیے یوں بولا، یہ سلوٹا پر وگرام میں شامل کرنے میں کوئی دلچسپی نہ رکھتا ہوا۔

"بھائی جان، بیچ پر شام تک ہی چلیں گے، نازو نے نیلا سے پوچھا۔
"ہاں ہاں، ظاہر ہے کہ شرم کو شام کو ہی آ رہی ہیں، یہ سچ ہے، سلوٹا کو بھی تیار کر لو، اس نے کہا اور پھر یہ
کمرے میں چلا آیا۔
اس کا یہ عقیدہ تو سلوٹا کو اپنی فیملی میں ملانے لگھوڑنے اور اس کی بھینک اور غم دور کرانے کے سلسلے میں
حد تک چلا رہا تھا، کہ کو شرم نے بارے میں تو اسے معلوم تھا کہ وہ بہت سیدھی اور صاف دل لڑکی ہے، مگر نازو نے
تربیت یافتہ اور ذرا پڑھی لکھی لڑکی کا کردار ہی نہ تھا، اور یہ تو ٹپک پر جانے کا پر وگرام جو اس نے سنے سنے
کیا تھا، وہ چھوٹی بہن کی بوریٹ دور کرنے یا اسے خوش کرنے کی فرس سے نہیں بلکہ سلوٹا پر جانے کے لیے جو نازو نے
اس حصار سے جو اس نے اپنی چھوٹی بہن اور حال سے تہہ دل ہو کر اپنے گرو باؤنڈ رکھ کر تھا نکالنے کی فرس سے ہی
تھا، تاکہ اس کے اچھے ہونے تو اس اور پریشان خیالات کو منوں اور سستی نصیب ہو سکے۔

"ہاں، تو آج تو اتنی بہت اونٹ اچھلی رہیں، میں نے نازو کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھئی تو اسے سدا کی دھو چھٹی تو اتنی بھئی نہیں سوچا کہ بھائی جان کے نظریے اور اعلیٰ درجہ کیوں کر کیسے جانتی ہیں؟
نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔
"ہاں، تو آج تو اتنی بہت اونٹ اچھلی رہیں، میں نے نازو کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھئی تو اسے سدا کی دھو چھٹی تو اتنی بھئی نہیں سوچا کہ بھائی جان کے نظریے اور اعلیٰ درجہ کیوں کر کیسے جانتی ہیں؟
نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔

وہ تو اس لیے پوری عمدہ وقت اور دل کی تمام تر فکر اس سے چھینتا تھا، گو اس نے ہی ایک دینہ دیکھی تھی
کے درمیان رہ کر ایک غصہ گرا تھا اور اپنے دل میں ہی ایک سے ایک بڑھ کر مر رہی تھی، وہ کبھی نہ جانتی تھی کہ اسے
اور تعلیم کے لئے اور پڑھائیں بھی نہیں اور ان میں سے کچھ سے بچا بھی گئی تھی، مگر سلوٹا کے سامنے دل بارو بننے اور پڑھنے

نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔
"ہاں، تو آج تو اتنی بہت اونٹ اچھلی رہیں، میں نے نازو کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھئی تو اسے سدا کی دھو چھٹی تو اتنی بھئی نہیں سوچا کہ بھائی جان کے نظریے اور اعلیٰ درجہ کیوں کر کیسے جانتی ہیں؟
نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔

وہ تو اس لیے پوری عمدہ وقت اور دل کی تمام تر فکر اس سے چھینتا تھا، گو اس نے ہی ایک دینہ دیکھی تھی
کے درمیان رہ کر ایک غصہ گرا تھا اور اپنے دل میں ہی ایک سے ایک بڑھ کر مر رہی تھی، وہ کبھی نہ جانتی تھی کہ اسے
اور تعلیم کے لئے اور پڑھائیں بھی نہیں اور ان میں سے کچھ سے بچا بھی گئی تھی، مگر سلوٹا کے سامنے دل بارو بننے اور پڑھنے

نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔
"ہاں، تو آج تو اتنی بہت اونٹ اچھلی رہیں، میں نے نازو کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھئی تو اسے سدا کی دھو چھٹی تو اتنی بھئی نہیں سوچا کہ بھائی جان کے نظریے اور اعلیٰ درجہ کیوں کر کیسے جانتی ہیں؟
نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔

وہ تو اس لیے پوری عمدہ وقت اور دل کی تمام تر فکر اس سے چھینتا تھا، گو اس نے ہی ایک دینہ دیکھی تھی
کے درمیان رہ کر ایک غصہ گرا تھا اور اپنے دل میں ہی ایک سے ایک بڑھ کر مر رہی تھی، وہ کبھی نہ جانتی تھی کہ اسے
اور تعلیم کے لئے اور پڑھائیں بھی نہیں اور ان میں سے کچھ سے بچا بھی گئی تھی، مگر سلوٹا کے سامنے دل بارو بننے اور پڑھنے

نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔
"ہاں، تو آج تو اتنی بہت اونٹ اچھلی رہیں، میں نے نازو کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھئی تو اسے سدا کی دھو چھٹی تو اتنی بھئی نہیں سوچا کہ بھائی جان کے نظریے اور اعلیٰ درجہ کیوں کر کیسے جانتی ہیں؟
نازو نے اسے اس کے بارے میں نیلا کے لیے دو توفی کو جیسا یا تو مسخرہ نہیں لگا۔

نظر سے اس کے جواب کا منتظر تھا۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ کہاں سے شروع کرے۔

کس افغانوں میں کہے۔

اور اس زبان سے کہے۔

کونجی کو ٹرے لٹکے گا، کراچی اور شیلیا کی آہستہ آہستہ نہیں مطلع کیا۔

اور ایک بار پھر سنائی ہوئی کوئی کان کے قریب سے گزر جائے یہ وہ اپنی قسمت کو کوسنی رہ گئی۔

مگر اس نے بھی نہیں گریا تھا کہ خواہ اس بار یا اس بار وہ ساری حقیقت اس پر عیاں کر کے رہے گی۔

اس طرح اس کے اتنے شدید جذبے اور غم کا امتحان بھی ہو جائے گا۔ اسی خیال اور چہیتے کے تحت گھر آ کر بی

زہ آتے تھانے کے لیے لپٹے حالات اور واقعات کے اگلے اور پھر سے سر سے جوڑتی رہی۔

دن کے باججے کا عمل ہے۔

پرائیمری پیرسے ہوتے ایک حویلی نما مکان کے چھ مہینے میں چھڑکاؤ کیے جانے کی وجہ سے جگہ جگہ مانی ٹھیک رہتے۔
مہینے بہت وسیع اور کشادہ ہے اور گرو ویشیاں بارہ فٹ اونچی دیوار جس کی گھنڈ پر ٹوٹی ہوئی بڑھکوں اور کانچی کے
نکڑے گرتی ہوئی دھوپ میں چمک رہے ہیں۔ مہینے کی چھٹی سمت ایک بڑا سا کلابی کا پیمانگ سے جو عام طور پر ہندی رہتا ہے۔
پیمانگ کے بائیں تہہ دیوار کے ساتھ ساتھ دو رنگ کیار اینڈ ڈی ہوئی ہیں جن میں چمچل دار درختوں کے ساتھ پھول لہو پھول
ہونے کا راجا بھی آئی ہوئی ہیں۔ اور دائیں سمت چھوٹے کا فاصلہ چھوڑ کر بائیں تہہ بہت اعلیٰ، مسلمانانہ بادنی خانہ جیسے دستور
اور نا پونے، دروازے کے بالکل مقابل میں تین میز جیساں چھوڑ کر کے چار ستونوں والا ایک طویل برآمدہ ہے۔ ستون کے تینوں
درتوں پر گڑھے کی چھین پڑی ہیں جو گڑھی کی وجہ سے لپیٹ دی گئی ہیں۔ ستونوں کے آگے چھٹی میز کی ایک چھوٹا سا پودوں کے کٹے
دیکھیں، ان برآمدے میں سامنے کی دیوار میں تین دروازے سے ہوتے ہیں جو غالباً کدوں کے ہیں۔

نور میں بنا ہونے کے انہماکی بائیں سمت تختوں کا بڑا سا چوکاڑا ہے جس پر صاف تھری چاندنی بھی ہے اور کچھ نیچے
ماتھے کی طرف شاہ شہزادہ کاؤٹیکے سے گلی مرحوم تعلقہ دار مقصود الحسن کی بڑھ شوکت جہاں اپنا ٹیکے کا ٹھکانا ہوا بڑا سا پائڈل
کھینے پان پر کھٹا لگا رہی ہیں۔ انہوں نے انڈیا بسکی کے کرتے ڈی ون (DOME) کے ٹیکے کا چوڑی دار پاجامہ اور چھینیس
کی ٹیگٹا لٹا لیا ہے اور تہہ میں کے کناروں پر چھڑا ہوئی سنہری پیکٹنگی ہے۔ دھچپیس کی عمل بہت ملائم اور باریک ہوتی ہے
نہایت آواز کی رکھنا ہے۔ کرتے کے کریمان میں پرانی وضع کے طلائی بھاری بین، کانٹوں میں تپتے ہائیاں اور ہاتھوں میں کونے مرنے
ظاہر کر دیتے ہیں۔ جن تو وہ ساتھ کے بیٹے میں گرمہ صحت اور آسودہ حالی کی وجہ سے اپنی عمر سے چار پانچ برس
کو بڑا نظر آتی ہیں۔ ان کی دائیں طرف تھوڑے فاصلے پر ایک کونے میں ایک بہت ہی پرانا ٹیلی فون ہے جو شاید اپنے موجودگی
سے پہلے ایجاد تھا۔ گھر گھرا اور گھر کی ناخوشگوار سی آواز کے ساتھ پوری مستعدی سے چل رہا ہے۔
تھمت کے پاس ہی ایک ہر می رشوکت جہاں کی ملازمہ مانی رشید کی ٹھکانے میں غلطی اور چھپائی کی بیٹھی ہے جو ہم کی

اور نہ بھی تو وہ لاث صاحب کا بیٹا ہے۔ اپنی جہتی کو دیکھنے کے لیے گریبا ہے۔ خیر اب جاتو رہی ہوں پانسہ نہ پٹا تو پڑتا
 شکر تباہ نہیں روزانی جوڑی ہی ہوگا۔ رشیدان کے جانے کے بعد وہ خود کاشی کی ہی کیفیت میں بو لیں۔
 ہاں تو انہوں نے بہت محنت لیں رکھا تھا۔ کروہ جوہ ہونے کے باوجود میں ہی منور ہی نظر آتی تھیں۔
 ہر ایک بیٹے ہی عقین اور کھاست پسند ہی۔ جوشیہ عداورہ کی نیاس ہی نہیں عقین تک طبیعت بڑی شاطر نہ پائی تھی ہر معاملے
 میں نے صفا کوڑتے دیتی تھیں۔ یوں تو صوم و سلوہ کی پابندی بھی تھیں اور ہاتھ بھی کھلی تھیں۔
 گریبا نے انسان کی سخاوت اور عبادت کس کام کی جس کے عمل اچھے ہوں نہ اعمال۔

بلکہ کثرت میں اعمال کا دار مدار ہوتا ہے جب وہی ٹھیک نہ ہو تو سخاوت محض سیرہ سے یا ضائع کرنے اور عبادت محض
 نکلنے کے لئے نہ صرف ہی ہوتی ہے۔ جو کلمہ نیت، اعمال اور عبادت ایک منگٹ کی طرح آپس میں ایک دوسرے سے منہمی ہیں۔
 نیت ٹھیک ہو اور اعمال درست تو سستے بڑی نیکی ہی ہوتی ہے۔ اور بھی کلمہ کا دوسرا نام عبادت ہی ہوتا ہے۔
 یہ تو نہیں کہ سب جوئی کریں۔ طبیعت کے ٹکڑے ہوں۔ جھگڑا اور سادہ چھائیں۔ دوسروں سے بعض دونا دکھیں جسک
 میں میں ملتے رہیں۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہیں۔ اور لو لب اور فضولیات میں اپنا وقت ضائع کریں
 ساقبت کر دین میں چھپانے ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر لیں۔
 خود کو عینہ در حق میں بانٹ کر اپنی شناخت کر لیں۔
 دوسروں کی تکلیف اور اہانت پر سب سے خیریاں منائیں۔
 فحش اور غیر قانونی امور کو بہت غمزہ انجام دیں۔

ایک ذرا سی اختلاف رائے اور چٹپٹ میں مزاحمت اور اخلاق کو یوں ہی پست ڈال کر کج کلامی اور ایک دوسرے کی جان کے
 روپے پوجائیں۔ جب کہ مزاحمت اور اداری اور اخلاق ہی انسانیت کے گواہ اور جہان ہیں اور ان جوہروں کے بغیر انسانیت جوہریت
 جگہ زندگی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
 اور پھر کسی کو کوئی گزند پہنچا کر یا اس کی جان کے حاصل ہی کیا ہو تو اسے ماسوا دنیا میں ذلت اور رسوائی مول لینے کے اور
 عقین میں پیشہ پیشہ کے لیے دوڑتے ہیں۔ دنیا بھلا نہ اسے کے اور یہ علم غریب سے بھی کس قدر مفید اور چھوٹی۔ کسے معلوم کر کہ یہ کس
 مظلوم انسان کی حالت میں زندگی کی شام ہو جائے کہ وہ بھی انسان خود شل صاحب کے کہ جب تک آجیو رہا ہے اور آجیو تو بھی پھر تو مارا
 یا نساہ کیجئے ہی بارہ ہانا ہے۔

پھر رائے غمزہ سے سفر میں وہ اپنی راہوں میں نفرت کے شیلے کیوں دھکتا ہے۔ فتنہ و فساد کیوں پکارتا ہے۔
 علم غریب سے غمزہ سے کون سے محبت کا رس کیوں نہیں پکارتا۔
 محبت کی عملی کیا ہیں جگہ جگہ۔

وہ ایک دوسرے کے دل میں محبت کی جانفزا، دھوا اور الوی سائیں کیوں نہیں آتا تا اسکا زندگی کے مقصد اور مقصود سے
 دوسرے کو روٹنا سکا کر کے۔

مگر کس تک کو کا ظفر ہوتا ہے انسان بھی۔
 صرف اپنے منہ کے لیے ہی کوشاں رہتا ہے۔
 اور اس کے کاربان بھی دھکتا ہے اور دوسرے بھی دھکتا ہے۔
 تو عبادت تو نہیں کھلی کھلا فرماتی ہوتی اس ذات بالاد و برادہ ایک کج جس میں جتنی قدر ان حکیم کو مخزن ہدایت بنا کر انسان
 کی حالت اور صحت کی جہاں اور مسلمان کے لیے یہ بات کس قدر۔ عزت و شرف کا باعث ہے کہ وہ حضور پر نور رسالت مآب آجیو
 نہ ہو، ان کے سب دنوں کی قبول صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق اور سزاوار ہے۔ بائیں ہیں۔ اعزاز کسی اور امت کو نصیب نہیں۔
 "ہر امت کا رسول کو فرزندانی تو خود دنیا سرائے حیات بنا کر سب سے لگائے رکھے۔ مگر وہ کلمہ کو فرزند ہی کہ نہیں۔
 "جیسے شکر جہاں کرتی تھیں۔

"یہ تو فرمادی جانے لگا انسان تو نبی ہی کو کوشش کرتا ہی ہے۔ تا شکر کہ جہاں قائل ہوئے کی عدا ہی نہ تھیں۔
 "واہ انان! آپ تو بہت جت ہی میری لگا ہی مثال میں لگتی ہیں۔ مگر فیصلہ بھی سن لیجیے کہ میں کس کی طرف
 نہیں کروں گا۔ اسے ہی جانتا ہوں۔
 "سے مرید ترسے دشمن میں تو تیری مسلمان تو ترسے مرید ہر سماؤں کی۔ پھر دیکھوں گی کیسے انکار کرے گا۔ تو شکر
 بڑی طبیعت کے ساتھ ہو لیں۔

"ہاں ہاں دیکھ لیجئے گا۔ وہ بھی جلتی کرنے کے سے انداز میں بولا۔
 "دیکھ مسعود الحسن۔ مجھے غم نہ دلا۔ درد میں تجھے دو دھ نہیں بخشوں گی۔ میں نے دھکی دھکی ہی لگو لگو کہ وہ جاتے جاتے
 سن ساتھ لہو گیا۔ پھر کچھ سوچی کرمان کی طرف پلٹا اور ایک زہر خند سے بولا۔
 "یہ دو دھ نہ بھٹنے کی دھکی نہ دیکھے انان بلکہ زہر کی حالت ٹھیک نہیں بلکہ زہر کو دیکھ لے کہ وہ مر جائے۔ اس کے پوری
 آپ کو اپنے دل کے ارمان نکلنے کا موقع مل سکے گا۔" پھر دھکی سے پلٹا ہوا دھ کے سے یا تھا اسی طرف سے دھکی لگاتا ہوا
 وہ فطر کے زہر میں بھی سیکھا ہٹ کے ساتھ کتنی بڑی بات کہ گیا تھا لیکن شکر کہ جہاں نے اس کی بات کا کوئی تاثر
 نہیں لیا کہ ایک تو ان کے ہاں بیٹوں سے ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔ دوسرے وہ اپنی دھکی لگتی تھیں۔ اس پر ان کا نظریہ
 کی پسند نہ ہو کہ دوسرے ہر بان تھا بلکہ ان کے خیال میں والد اور شوہا تھا۔ اب اگر وہ بیٹے کو زہر دے دیتی تو وہ پھر بھی بیٹے کی
 جہالت پر دھکت کر تھیں مگر اس نے تو سچی کو نہ ہوا تھا۔ لہذا اب وہ اس کے شرف سے برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ یہ ان کی
 کی سرسرا میں بیٹوں کی بہت تھی۔ دوسرے ہاں بھی چار بیٹوں کے بعد ایک بیٹا ہی ہوا تھا۔ تنہا کے یہاں ہی لڑکے کہ
 لڑکیاں زیادہ تھیں۔ سچی کہ خود ان کی بیٹیوں کے یہاں ہی بیٹی دو دھ اور سب کچھ بیٹیاں ہی تھیں۔ ان کی ساس کے یہاں
 بھی دوسری شادائی کے لیے بہت بھوکھا تھا بلکہ بیٹی کوئی کو طلاق دوا کر لیا تھا صرف اتنی کر کے ہی رہی تھیں۔
 گریبا نے ان کے خاندان کا دستور سنا تھا۔
 "یہ وہ ظلم سمجھتی تھیں نہ زیادتی۔
 اور تو اور خود ان کے یہاں کھلو کھلی کی اولاد اور نرس پیدا کرنے کے باوجود ان پر سوت لے آئے تھے کہ کو فخر نہ پائی تو
 اور ننگین طبع واقع ہوتے تھے۔ چتا چہرہ جوہرے کی آرزو میں مری جا رہی تھیں ان کے نزدیک زہر کو طلاق اور بیٹے کا جیٹا لگانا
 میووب بات نہ تھی۔

بیٹے کے جلنے کے بعد کچھ دیر تو شکر کہ جہاں گھر مگر بھی بیٹھی تھیں اور حرکت کے خیالی گھوڑے دوڑاتی ہیں۔ یہ اپنے اور
 کی طرف مائل ڈھلے چہرے پر غمندی کا تاثر لے آ رہی ہیں۔ جیسے بائیں سمت گردن موڑ کر دیکھا۔ رشیدان دوا دوسرے کی پوٹھ پٹا
 پہلے سے موجود تھی۔

"ارک کہاں ہے وہ کو اب بنا جو کا بیٹہ۔" انہوں نے اپنے مانکا نہ نظر لکھ کے ساتھ بڑی رعوت سے پوچھا۔
 "ابھی بلا کر تولا ہی تھی، اسے پر چھوئے یہاں کو دیکھ کر یہ لگتا ہے رشیدان نے تیار۔ اس کی صورت اتنی آری لگی ہی تھی
 شکر کہ جہاں کچھ تو کئی تھیں کہ وہ جگہ نہ رہے کہ کئی تھی مگر انہوں نے کچھ پوچھا نہ تو کا نہیں۔
 "ابھی خیرا جا کر میرے گھر دے کہ کہاوں کہ بلا کر ڈولنے کچھ درد اور سے پوچھا تو اسے اور ان کی بھاری سے تیر ہی پڑا
 میں پان بنا کر دھوے سمجھی۔
 "جی بہتر ہی لگے رشیدان تعجب حکم کے لیے فوراً ہی جانے کے لیے مڑی۔
 "اور ہاں کسی۔ میں آجین صاحب کی حویلی جا رہی ہوں۔ اگر چھوئے مہان آجین کو کھا نا کھلاؤ پھر یہ
 "تین مہان کی حویلی دونوں میں جا رہی ہیں بیکرانی دور رشیدان نے گویا تبصرہ کہا۔
 "ہاں تو کیا پھر ہواں جہاں میں باؤں شکر کہ جہاں چمک کر ہو لیں۔
 "پر بیگم جاتے جاتے تو سنا پھر جاتے گی میں بھی لگو اولوں دوسرے دور دوا سے پھر
 "نہیں۔ میں رات کو ہی رہوں گی۔ جا اب دفعاں ہی جو کسی طرف شکر کہ جہاں نے اس کے مشیت دکھانے پر چڑھا
 تو رشیدان چپ چاپ اندر چلی گئی۔

پہلی ہی حالت تھی اور کیا عشق جب کہ عشق میں تو شکریت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور عشق کی ذاتِ مقدسہ سے جس کی بے حسیت پر اولاد، بہن بھائیوں اور بڑی سبک بے مقین قربان ہوتی ہے۔ شوکت جہاں خود گوشت اندرونی اور عبادت گزار سمجھتی تھیں۔ مجھ سے کڑک کر کہ ان کی پیشانی پر جسے پر گئے تھے۔ حد تک سن اور سنی بانی باتوں میں مگر کیا فائدہ تھا اس ساری عبادت اور ریاضت کا۔

جب کہ دماغ تو ہر وقت دوسروں کے دلوں میں غنائت ڈالتے اور دوسروں کو نچوڑنے کی تدبیروں میں مصروف ہوتے تھے شیک تھی نہ ارادے تک۔ وہ اپنی ہی صفت کی ایک کمزوری تھی کہ اگر قسمت سے ان کی ہر خوش قسمتی بیکار ہوتی تھی وہ بھی صرف اس جرم کی بااثری میں کہ اس نے ایک عدد لوگوں کو جنم دیا تھا۔

جب کہ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ انہی کے ایک سے زیادہ لوگوں کی اولاد لوگوں کے پاس کا نام ہر جنم میں اس لئے ہوتی ہے جنوں کے پاس نہ تو کیاں ہی نہ لوگیاں پیدا ہونے پر بڑے شخصوں دلائل کے ساتھ انہوں نے شیروں کی ذرا تھوڑی مہر بانی بھی کیا تھا۔ بلکہ قرآن اور حدیث کے حوالے سے کرب کے مزے بھی بند کر دیے تھے۔

گو وہ بھی محض نہیں مگر قرآن اور حدیث کے حوالے سے کرب کے مزے بھی بند کر دیے تھے۔ اصل میں ان کے والد حافظہ قرآن بھی تھے اور وصیات کے ایک مدرسے میں منظم بھی رہ چکے تھے۔ بس ان کی نالی کے مسئلے مسائل انہوں نے بھی سن رکھے تھے۔ ذہانت کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں تھیں۔ اس شرطت بھی بہت شاعرانہ لہجہ اور اصل میں ان کی رنگت دینی ہوتی سالوں ہی اور ان کا نقش بھی عمومی ہے۔ جب کہ ان کے شوہر شکل و صورت سے رگت کے لحاظ سے ان سے کہیں بہتر تھے مگر رانے نہ ملے میں ایک نوابی ہی خاندان کی لڑکی اور ان کے کوثر شیخ دی جالی کی صورت صورت مشکل کو نہیں شرافت کو دیکھا جاتا تھا اور شوکت جہاں اپنے شوہر سے دور رہنے کی رشتہ داری بھی تھی۔ اس لئے اپنے نفسیہ سہرہ گردیا تھا اور شوکت جہاں اس بات پر بہت ناز تھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے ولی عہد کو جنم دیا تھا۔ جس کی خواہش تھی کہ ایک دروازے اور کمرے۔ اصل میں تو وہ شہنشاہی پرست ہی تھے اور شوکت جہاں بھی ایک خاصے رنگے کمرے کے تحت۔ دونوں ارادہ اور شوہر سے کچھ تو خیر تھا۔

اس لیے انہوں نے ایک شرط لگائی کہ اگر شوکت جہاں جیسے یہ تصور اور ارادہ کو یہ معلوم کس جرم کی مزا دی تھی اور یہ خیال کہ مرد ایک دو نہیں و س شادیاں کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور یہ تصور اور وہ جرم کے ذمہ سوت جیسا کہ ہے لگھڑ آئی غصہ ہوسے ان کے تحت الشعور میں جرم کر رہ گیا تھا کہ انہوں نے دیوی کی دوسری شادی کیا بھی بڑھ چڑھ کر کہہ دیا تھا اور اپنے شوہر کے اور بھی بیٹھے اور بھائیوں کی دوسری شادیاں کرانگی تھیں۔

اب سب کے معلوم تھا کہ ان کا انتہائی جذبہ تھا یا پنا کوئی نظریہ۔ ہر حال لباس تو ان کا معقول ہی تھا۔ بس رشیدان سے لڑنے کی بھینٹ سے سلگن چادر نکلو کر انہوں نے اپنے شانوں پر پہلایا تھی۔ پالوں کی ڈیر سے بھی سہرا چھایا جان بنا کر جاموں کے بھاری کچے اور جہاں زرد سے کے بڑے سعیت ان کے تر کارکنے میں ڈال دیکھی۔ شام پتھری سے سر پہارتھی تھی اور اس سے بھی دوڑ کا تھا وہ بھی ڈوئی کے ذریعے۔ مگر ان کے خیال میں لوہا اتنا گرم ہوا آسانی سے ٹوڑا جاسکتا۔ اس لیے ڈوئی میں سوار ہو کر انہوں نے اپنے صاحب کی تجویزی کا ٹھہرایا۔

ذہرہ کی زنجی قریبی شوہر کے واحد مہر میں جرم میں ہوتی تھی جو ایک پارسی لیڈی ڈاکٹر نے حوالہ تھا کہ اس نے اپنے کے لیے علیحدہ ہسپتال بنانے کا ارادہ نہ تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عموماً عورت کی زندگی گھری جاتی تھی اور ان ہاتھوں ہی ہوتی تھی۔ البتہ بعض صاحب شہرت لوگوں لیڈی ڈاکٹر کے ہاتھوں میں یہ عملی شرط مقرر ہوا اور ان کے لئے اس ڈولے میں تقریباً سارے ہی گیس یا زنگیاں مارل ہی ہو آتی تھیں۔ کیسا اور یہ شہت اور کسا بلڈ شوٹ اور اس کے پھر تیز رفتاری سے ایک شہت وغیرہ تباہ کاری اثرات اور طوط سے پاک زندان تھا اس لیے نوبلی کے کیس میں شہدائی کی جالی تھی۔

اور پھیلنے والی دولت ہوئی اور دروہر کھانے پینے کی ہر چیز پیدا سوانے جانے یا دو روہ کے یا پھر صبح و شام شہت مندوں والا جو گھر گھر سے کہیں زیادہ پرنا پڑتا ہے۔

پھر تیسرے روز صبح تیار ہو کر دروہر کے ساتھ کھپڑ ان کی یا ایک پر نہیں کا جلاب دے کر بٹکا چھانکا ناشتہ اور وہ

پہلی ہی حالت تھی اور کیا عشق جب کہ عشق میں تو شکریت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور عشق کی ذاتِ مقدسہ سے جس کی بے حسیت پر اولاد، بہن بھائیوں اور بڑی سبک بے مقین قربان ہوتی ہے۔ شوکت جہاں خود گوشت اندرونی اور عبادت گزار سمجھتی تھیں۔ مجھ سے کڑک کر کہ ان کی پیشانی پر جسے پر گئے تھے۔ حد تک سن اور سنی بانی باتوں میں مگر کیا فائدہ تھا اس ساری عبادت اور ریاضت کا۔

جب کہ دماغ تو ہر وقت دوسروں کے دلوں میں غنائت ڈالتے اور دوسروں کو نچوڑنے کی تدبیروں میں مصروف ہوتے تھے شیک تھی نہ ارادے تک۔ وہ اپنی ہی صفت کی ایک کمزوری تھی کہ اگر قسمت سے ان کی ہر خوش قسمتی بیکار ہوتی تھی وہ بھی صرف اس جرم کی بااثری میں کہ اس نے ایک عدد لوگوں کو جنم دیا تھا۔

جب کہ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ انہی کے ایک سے زیادہ لوگوں کی اولاد لوگوں کے پاس کا نام ہر جنم میں اس لئے ہوتی ہے جنوں کے پاس نہ تو کیاں ہی نہ لوگیاں پیدا ہونے پر بڑے شخصوں دلائل کے ساتھ انہوں نے شیروں کی ذرا تھوڑی مہر بانی بھی کیا تھا۔ بلکہ قرآن اور حدیث کے حوالے سے کرب کے مزے بھی بند کر دیے تھے۔

گو وہ بھی محض نہیں مگر قرآن اور حدیث کے حوالے سے کرب کے مزے بھی بند کر دیے تھے۔ اصل میں ان کے والد حافظہ قرآن بھی تھے اور وصیات کے ایک مدرسے میں منظم بھی رہ چکے تھے۔ بس ان کی نالی کے مسئلے مسائل انہوں نے بھی سن رکھے تھے۔ ذہانت کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں تھیں۔ اس شرطت بھی بہت شاعرانہ لہجہ اور اصل میں ان کی رنگت دینی ہوتی سالوں ہی اور ان کا نقش بھی عمومی ہے۔ جب کہ ان کے شوہر شکل و صورت سے رگت کے لحاظ سے ان سے کہیں بہتر تھے مگر رانے نہ ملے میں ایک نوابی ہی خاندان کی لڑکی اور ان کے کوثر شیخ دی جالی کی صورت صورت مشکل کو نہیں شرافت کو دیکھا جاتا تھا اور شوکت جہاں اپنے شوہر سے دور رہنے کی رشتہ داری بھی تھی۔ اس لئے اپنے نفسیہ سہرہ گردیا تھا اور شوکت جہاں اس بات پر بہت ناز تھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے ولی عہد کو جنم دیا تھا۔ جس کی خواہش تھی کہ ایک دروازے اور کمرے۔ اصل میں تو وہ شہنشاہی پرست ہی تھے اور شوکت جہاں بھی ایک خاصے رنگے کمرے کے تحت۔ دونوں ارادہ اور شوہر سے کچھ تو خیر تھا۔

اس لیے انہوں نے ایک شرط لگائی کہ اگر شوکت جہاں جیسے یہ تصور اور ارادہ کو یہ معلوم کس جرم کی مزا دی تھی اور یہ خیال کہ مرد ایک دو نہیں و س شادیاں کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور یہ تصور اور وہ جرم کے ذمہ سوت جیسا کہ ہے لگھڑ آئی غصہ ہوسے ان کے تحت الشعور میں جرم کر رہ گیا تھا کہ انہوں نے دیوی کی دوسری شادی کیا بھی بڑھ چڑھ کر کہہ دیا تھا اور اپنے شوہر کے اور بھی بیٹھے اور بھائیوں کی دوسری شادیاں کرانگی تھیں۔

اب سب کے معلوم تھا کہ ان کا انتہائی جذبہ تھا یا پنا کوئی نظریہ۔ ہر حال لباس تو ان کا معقول ہی تھا۔ بس رشیدان سے لڑنے کی بھینٹ سے سلگن چادر نکلو کر انہوں نے اپنے شانوں پر پہلایا تھی۔ پالوں کی ڈیر سے بھی سہرا چھایا جان بنا کر جاموں کے بھاری کچے اور جہاں زرد سے کے بڑے سعیت ان کے تر کارکنے میں ڈال دیکھی۔ شام پتھری سے سر پہارتھی تھی اور اس سے بھی دوڑ کا تھا وہ بھی ڈوئی کے ذریعے۔ مگر ان کے خیال میں لوہا اتنا گرم ہوا آسانی سے ٹوڑا جاسکتا۔ اس لیے ڈوئی میں سوار ہو کر انہوں نے اپنے صاحب کی تجویزی کا ٹھہرایا۔

ذہرہ کی زنجی قریبی شوہر کے واحد مہر میں جرم میں ہوتی تھی جو ایک پارسی لیڈی ڈاکٹر نے حوالہ تھا کہ اس نے اپنے کے لیے علیحدہ ہسپتال بنانے کا ارادہ نہ تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عموماً عورت کی زندگی گھری جاتی تھی اور ان ہاتھوں ہی ہوتی تھی۔ البتہ بعض صاحب شہرت لوگوں لیڈی ڈاکٹر کے ہاتھوں میں یہ عملی شرط مقرر ہوا اور ان کے لئے اس ڈولے میں تقریباً سارے ہی گیس یا زنگیاں مارل ہی ہو آتی تھیں۔ کیسا اور یہ شہت اور کسا بلڈ شوٹ اور اس کے پھر تیز رفتاری سے ایک شہت وغیرہ تباہ کاری اثرات اور طوط سے پاک زندان تھا اس لیے نوبلی کے کیس میں شہدائی کی جالی تھی۔

اور پھیلنے والی دولت ہوئی اور دروہر کھانے پینے کی ہر چیز پیدا سوانے جانے یا دو روہ کے یا پھر صبح و شام شہت مندوں والا جو گھر گھر سے کہیں زیادہ پرنا پڑتا ہے۔

پھر تیسرے روز صبح تیار ہو کر دروہر کے ساتھ کھپڑ ان کی یا ایک پر نہیں کا جلاب دے کر بٹکا چھانکا ناشتہ اور وہ

کون کون کی چیز قیمت سے کیا تھی ہے اور یہ بھی کئی مینا ہونے کی علامتیں۔ اور وہ ان کے خدایت کی حد تک ہی نہ ہونے کی فریاد سے رہی تھی۔

گورنٹ آفٹھروں میں شکل ہونے کے گھر لہجہ اور نکل جو۔

شوکت جہاں کے تو سارے اندازوں اور حساب پر مانی پھر گیا تھا۔

کون کون کی چیز قیمت سے کیا تھی ہے اور یہ بھی کئی مینا ہونے کی علامتیں۔ اور وہ ان کے خدایت کی حد تک ہی نہ ہونے کی فریاد سے رہی تھی۔ گورنٹ آفٹھروں میں شکل ہونے کے گھر لہجہ اور نکل جو۔ شوکت جہاں کے تو سارے اندازوں اور حساب پر مانی پھر گیا تھا۔

کون کون کی چیز قیمت سے کیا تھی ہے اور یہ بھی کئی مینا ہونے کی علامتیں۔ اور وہ ان کے خدایت کی حد تک ہی نہ ہونے کی فریاد سے رہی تھی۔ گورنٹ آفٹھروں میں شکل ہونے کے گھر لہجہ اور نکل جو۔ شوکت جہاں کے تو سارے اندازوں اور حساب پر مانی پھر گیا تھا۔

کون کون کی چیز قیمت سے کیا تھی ہے اور یہ بھی کئی مینا ہونے کی علامتیں۔ اور وہ ان کے خدایت کی حد تک ہی نہ ہونے کی فریاد سے رہی تھی۔ گورنٹ آفٹھروں میں شکل ہونے کے گھر لہجہ اور نکل جو۔ شوکت جہاں کے تو سارے اندازوں اور حساب پر مانی پھر گیا تھا۔

کون کون کی چیز قیمت سے کیا تھی ہے اور یہ بھی کئی مینا ہونے کی علامتیں۔ اور وہ ان کے خدایت کی حد تک ہی نہ ہونے کی فریاد سے رہی تھی۔ گورنٹ آفٹھروں میں شکل ہونے کے گھر لہجہ اور نکل جو۔ شوکت جہاں کے تو سارے اندازوں اور حساب پر مانی پھر گیا تھا۔

کے لیے سوچ سواتی سواتی ہو گیا ہو۔ میں اسی انتظار میں کہ چشم کم بورت جہاں شام ہو گئی۔

میں نے جوشام ہی ہو گئی تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ بھی آپ کا اپنا گھر ہی ہے۔ مگر جہاں کے بڑے بیٹے لے کہا۔

میں نے اس کا جواب کھانا کھانے سے پہلے ہی نہیں دیا۔ میں نے بڑی بیٹی کو لیا۔

رات کا کھانا کھلا گیا۔ انہیں کوہ میں کل دوپہر سے پہلے جاتے ہیں۔ وہاں سے مگر جہاں بڑی بیٹی جاتی ہوئی ہوگی۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

توڑی کے لیے گئی۔ آپ لوگوں کے لئے کوئی ٹیپ رہا تھا۔ اس لیے اسی وقت ہی آئی۔ شوکت جہاں لے گیا تو کھانا کھانے کے لیے

لائے۔ ہونے کا وہ روزہ رات کو میں نے قیام کرنے کے ارادے سے آئی تھی۔

اس کے لیے میں نے اپنے لیے کھانا لیا۔ اب بھائی جان کوئی اس انتظار میں کہ چشم کم بورت جہاں شام ہو گئی۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔ اس کے کہنا تھا۔ میں نے اس کو بھلا دیا۔ یہ وہاں سے آیا تھا۔

کی صورت ہی بہت چمکانا ہوتی ہے اور اپنے سے کم حیثیت خاندان کی لڑکی کو ہونا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اور
کے سامنے اس کی کمری کا شکار اور ان سے وہی رہے گی کہ نہ ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اگر کسی نے کسی گھر لے گی تو لڑکی
اپنی برائی کے ذمہ دار ہے۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔

شوکت جہاں نے تو اس وقت سے ہی جیتے ہوئے کچھ بھاری ہوا تھا۔ بھاری بھاری ہوا تھا۔ بھاری بھاری ہوا تھا۔ بھاری بھاری ہوا تھا۔
عقد مانی کی بے نظیر نہیں گئی۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔

اس اجمال کا کچھ نہیں تھا کہ وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔
میں خوشی اور غم کے مہلوں پر کھانا ہونے کی حد تک ہی محدود تھا۔

مگر جہاں کے شوہر سید احمد عرف پین صاحب سادات سے تعلق رکھتے تھے اور خود کو ڈیڑھ تہذیب کا صاحب مانتے تھے۔
اور اپنے شوہر کو نسیب پر نہیں ہونا تھا کہ اپنے خاندان میں دوکانہ لٹنے کی وجہ سے انہوں نے لڑکی کو بھلا دیا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔

پڑا ہے۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔
وہ تو کرم جہاں بڑے بیٹے کی شادی کا بلاوا دینے نہیں نہیں تو اس طرح اصل جہاں کا ایک ذریعہ تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔

تھا اور اس کی ذمہ داری کے تحت ماہوار ہر بڑی بھی اور آمد رفت کو کیا اس وقت میں شوکت جہاں کسی بیٹی پہلے نہیں
کے میاں چلی جاتی تھیں۔ اصل میں وہ ان دنوں بڑی شوکت سے بیٹے کی شادی کے مسئلہ کو حل کرنے کی فکر میں ہی تھی۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔

تھی تو اسے وہ دور بھلا دیا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔
مرضی پروردگی نہیں آتی تھی۔ انہوں نے ہندو مت کو دیکھا تھا۔ اس کی گودہ ہی ہو گئی تھی۔ اور وہی رہے گی کہ نہ ان کا بیٹا تھا۔

میں کچھ عادت ہی پڑھی ہے انہوں نے کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے کہا۔
کہیں جلسے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے دلی زبان سے پوچھا۔
ہنیں، ابھی تو نہیں۔ البتہ راست کو تیز چاؤ گا۔ وہ بھی کئی کئی اطوار میں بولے۔
کیا ہسپتال؟ ماں نے پوچھا۔
میری ماں، ظاہر ہے وہیں۔ وہ قند سے چمک کر بولے۔

اسے تو کیا وہاں راست کو ٹھہرنے کی اجازت ہے؟ شوکت جہاں کو بیٹے کا بھوپا اس قدر مائل ہوا تھا کہ

اور کسی کو نہیں لیکن مجھے ضرورت ہے۔ کیونکہ زہرہ کے کسب کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے۔

اسے پاں کیا اٹکھنے سے بے چاری کو؟ انہوں نے جہاں سے کام لیتے ہوئے پوچھا۔

وہاں بہت جلد خیال آیا اس کی خریدت پوچھنے کا۔ بیٹے نے پھر طنز کا تیر چلایا۔

اسے تو کیسے پوچھیں گی تو میری بوسنے کے صدمے میں مبتلا تھے۔ اور پھر مجھے اور چنگیاں تو آئے۔ دن بولتی ہی رہی ہیں۔
کچھ خریدنا بھی پیرا ہو جاتی ہیں تو ان پر بھی کسی دیکھی طرح قابو پانا جاتا ہے۔ شوکت جہاں بیٹے کے غمزے پر چمک اٹھی
اچھا۔ اگر میری بیٹے بیٹے بیٹا ہوتا تو کیا اس وقت بھی آپ یہی کہتیں؟ مسودا اٹھنے کے سسکا کر پوچھا۔
ہاں، تو اور کیا کہتی۔ اسے کیا میرے یہاں اولاد نہیں ہوتی۔ تمہاری بیٹوں کے یہاں اولادیں نہیں ہوئیں گے
کوئی دنیا سے زانی اور ایک بات تو نہیں ہے۔ یہ وقت تو ماری عورتوں پر آگے۔

خیر آنا ہو گا سگڑ بھرہ تو مصیبت ہی کبھی آسے۔ اور نہیں ہونے کا مجھے تو ڈراما سا بھی ملال نہیں۔ لکھی ہی
بہت خوش ہوں اور اگر میری قسمت میں ہی ایک بیٹے بھی آئے تو میں اس کی بیٹوں کا کھانا پرورش کروں گا۔
اسے خدا کرے جو تمہاری قسمت میں ہی ایک بیٹے بھی آئے۔ یہ تو تمہاری ہی مٹی اور اختیار پر ہونے کا
تم چاہو تو نہیں دل بھری بھی تیرا سکا ہے۔ اسے اللہ کرے تم تو ہو۔ نہیں تو عورتوں کی کمی کبھی ہوتی ہے اور نہ زہرہ
اولاد کی۔

اؤہ! امان۔ پھر وہی ذکر ہے۔ وہ جھنجھلا کر بولے۔

ہاں تو اس ذکر سے سوا اور تم سے کہوں بھی کیا۔ عقل سے کام لے کر تھنڈے دل سے سوچو۔ جیسا ایسا ہے
زہرہ کو طلاق نہیں دینا۔ تمہارے باوا کی تیر پر موت ملے آگے تھے اور تمہارے چپلے بھی یہی کیا تھا۔ ہمارے یہاں تو
کوئی مصیوب بات نہیں ہے۔

ماں کہتی رہیں اور وہ چلنے کے گھونٹ لیتے خاموشی سے سنتے رہے کہ ان کی عادت سے وقت لگے۔
مؤقت پر ڈوٹ چلنے کی عادی تھیں۔ اور پھر کہاں تک ان کی بات کی نفی کرتے۔ اور ان کی خاموشی سے ماں نے
کہ ان کا جاؤ چل گیا ہے۔ بڑی نجاست سے بولیں۔

ہاں ہاں ابھی طرح سوچو۔ لوہی کی ایک جھٹک تم نے دیکھی ہے اور نہیں بھی تو میں تمہارے سامنے
لے ہی لاکھ کر دوں گی۔ ایمان سے نہیں بیعتاں ہے وہ تو۔ ایسا تا اور وار ڈھونڈے نہ ملے گا۔
لا حول ولا امان، کسی بائیں کرتی ہیں آپ۔ آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے پڑنے نہ ملے ہیں
فروش ہو یاں لگاتے تھے۔ ویسے ہوں گی تو وہ۔ ابھی ہی کیونکہ سارا خاندان ہی تو جو رہتا ہے۔ بیٹے کے پوسٹ
اور کچھ چور کہا۔ تو شوکت جہاں کی جیسے بن ہی آئی۔

خمر وہ تو کیا ہے اسنے خاندان میں۔ جائگرا سے دیکھنا۔ جاہل ہے تو میرے کمرے میں کسی کام کے بیٹے چلا جا
تجھے زہرہ تو نہیں کر رہی کہ مرتبہ اسی سے شادی کر گمراہ زکما سے ابھی طرح دیکھ تو لے۔
نہیں نہیں۔ تو بڑی امان، اب میں ایک پردہ نشین کے تقدس کو یوں دھوکے سے پانہال کر کے تو لے
ہو گرا آئی ہیں تو کسی تو آنا سامنا ہو ہی جائے گا۔ وہ گہرا کر بولے۔
اسے کوئی بیٹہ کے لیے نہیں ہوئے تو انہوں نے کی غرض سے تو نہیں آئی ہے چندی۔ میں زیادہ سے زیادہ کل شام تک

اپنی شکلوں سے بھونچتی جان کو بٹا کر تو لائی ہوں اسے۔ عذروں سے منہ زہرہ نے
تو جی جلتے گی۔ میں میں ابھی آئی ہوں۔ شوکت جہاں کسی خیال سے اٹھتی ہوئی بولیں۔ وہ خورانی کمرے سے نکل
اچھا بھروسہ میں میں ابھی آئی ہوں۔ شوکت جہاں کسی خیال سے اٹھتی ہوئی بولیں۔ وہ خورانی کمرے سے نکل
نہیں، ابھی تو نہیں۔ البتہ راست کو تیز چاؤ گا۔ وہ بھی کئی کئی اطوار میں بولے۔
کیا ہسپتال؟ ماں نے پوچھا۔
میری ماں، ظاہر ہے وہیں۔ وہ قند سے چمک کر بولے۔

اسے تو کیا وہاں راست کو ٹھہرنے کی اجازت ہے؟ شوکت جہاں کو بیٹے کا بھوپا اس قدر مائل ہوا تھا کہ

اور کسی کو نہیں لیکن مجھے ضرورت ہے۔ کیونکہ زہرہ کے کسب کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے۔

اسے پاں کیا اٹکھنے سے بے چاری کو؟ انہوں نے جہاں سے کام لیتے ہوئے پوچھا۔

وہاں بہت جلد خیال آیا اس کی خریدت پوچھنے کا۔ بیٹے نے پھر طنز کا تیر چلایا۔

اسے تو کیسے پوچھیں گی تو میری بوسنے کے صدمے میں مبتلا تھے۔ اور پھر مجھے اور چنگیاں تو آئے۔ دن بولتی ہی رہی ہیں۔
کچھ خریدنا بھی پیرا ہو جاتی ہیں تو ان پر بھی کسی دیکھی طرح قابو پانا جاتا ہے۔ شوکت جہاں بیٹے کے غمزے پر چمک اٹھی
اچھا۔ اگر میری بیٹے بیٹے بیٹا ہوتا تو کیا اس وقت بھی آپ یہی کہتیں؟ مسودا اٹھنے کے سسکا کر پوچھا۔
ہاں، تو اور کیا کہتی۔ اسے کیا میرے یہاں اولاد نہیں ہوتی۔ تمہاری بیٹوں کے یہاں اولادیں نہیں ہوئیں گے
کوئی دنیا سے زانی اور ایک بات تو نہیں ہے۔ یہ وقت تو ماری عورتوں پر آگے۔

خیر آنا ہو گا سگڑ بھرہ تو مصیبت ہی کبھی آسے۔ اور نہیں ہونے کا مجھے تو ڈراما سا بھی ملال نہیں۔ لکھی ہی
بہت خوش ہوں اور اگر میری قسمت میں ہی ایک بیٹے بھی آئے تو میں اس کی بیٹوں کا کھانا پرورش کروں گا۔
اسے خدا کرے جو تمہاری قسمت میں ہی ایک بیٹے بھی آئے۔ یہ تو تمہاری ہی مٹی اور اختیار پر ہونے کا
تم چاہو تو نہیں دل بھری بھی تیرا سکا ہے۔ اسے اللہ کرے تم تو ہو۔ نہیں تو عورتوں کی کمی کبھی ہوتی ہے اور نہ زہرہ
اولاد کی۔

اؤہ! امان۔ پھر وہی ذکر ہے۔ وہ جھنجھلا کر بولے۔

ہاں تو اس ذکر سے سوا اور تم سے کہوں بھی کیا۔ عقل سے کام لے کر تھنڈے دل سے سوچو۔ جیسا ایسا ہے
زہرہ کو طلاق نہیں دینا۔ تمہارے باوا کی تیر پر موت ملے آگے تھے اور تمہارے چپلے بھی یہی کیا تھا۔ ہمارے یہاں تو
کوئی مصیوب بات نہیں ہے۔

ماں کہتی رہیں اور وہ چلنے کے گھونٹ لیتے خاموشی سے سنتے رہے کہ ان کی عادت سے وقت لگے۔
مؤقت پر ڈوٹ چلنے کی عادی تھیں۔ اور پھر کہاں تک ان کی بات کی نفی کرتے۔ اور ان کی خاموشی سے ماں نے
کہ ان کا جاؤ چل گیا ہے۔ بڑی نجاست سے بولیں۔

ہاں ہاں ابھی طرح سوچو۔ لوہی کی ایک جھٹک تم نے دیکھی ہے اور نہیں بھی تو میں تمہارے سامنے
لے ہی لاکھ کر دوں گی۔ ایمان سے نہیں بیعتاں ہے وہ تو۔ ایسا تا اور وار ڈھونڈے نہ ملے گا۔
لا حول ولا امان، کسی بائیں کرتی ہیں آپ۔ آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے پڑنے نہ ملے ہیں
فروش ہو یاں لگاتے تھے۔ ویسے ہوں گی تو وہ۔ ابھی ہی کیونکہ سارا خاندان ہی تو جو رہتا ہے۔ بیٹے کے پوسٹ
اور کچھ چور کہا۔ تو شوکت جہاں کی جیسے بن ہی آئی۔

خمر وہ تو کیا ہے اسنے خاندان میں۔ جائگرا سے دیکھنا۔ جاہل ہے تو میرے کمرے میں کسی کام کے بیٹے چلا جا
تجھے زہرہ تو نہیں کر رہی کہ مرتبہ اسی سے شادی کر گمراہ زکما سے ابھی طرح دیکھ تو لے۔
نہیں نہیں۔ تو بڑی امان، اب میں ایک پردہ نشین کے تقدس کو یوں دھوکے سے پانہال کر کے تو لے
ہو گرا آئی ہیں تو کسی تو آنا سامنا ہو ہی جائے گا۔ وہ گہرا کر بولے۔
اسے کوئی بیٹہ کے لیے نہیں ہوئے تو انہوں نے کی غرض سے تو نہیں آئی ہے چندی۔ میں زیادہ سے زیادہ کل شام تک

دکھا ہو تو سوار اور حرام کے برابر ہی ہو۔ انہوں نے بیٹھنے کی بات پر حجاب کر لیا۔

بیٹھنے کے لئے کہہ دو بہت اہمیت دیکھیں اور بیٹھنے کی بات بھی اسی طرح معلوم تھی اور یہ بھی کہ وہ اتوں میں سے جیت نہیں سکتے زیادہ کچھ نہیں گئے تو وہ سونے اور غلطانے لگیں گی۔ مگر اس لئے ان پر سخت گرفت سوار تھی۔ سو ان کی بات کے جواب میں یوں لے۔

”خیر مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں اماں۔ میں تو بس آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس بات پر ہرگز اور غرض ہے کہ بیٹھنے کی صورت میں مجھے اندھا پاک نہ پائی ایک امانت سے نوازا ہے۔ اور مجھے یہ بالکل گوارا ہے کہ وہ کبھی اس سلسلے میں آپ اپنی طرف سے دوسروں کو کوئی نفع یا اثر نہ دیں۔ انہوں نے یہ بات بہت سچھے اور غلط بھی لہجے میں کہی تھی بہتر پر شوکت جہاں ہجرت کر رہے ہیں

”اسے میں خوب جانتی ہوں۔ ٹوٹی ہوئی زبان نہیں بلکہ بھوک زبانی بول رہا ہے ورنہ اب سے پہلے تو تیرے سر میں زبان کے بجائے تو کبیر کا گوشت کا ٹوٹھا ہی تھا تو کبیر کا گوشت تو خالص طور سے لیا تو انہیں اس خطا نہ لے دیا تو وہی کوئی **”لا حول ولا امان خدا کو یاد کریں۔ اہل سے جاری ہے زبان سے تو کیا اشارہ اور کلمات بھی جو سے آپ کی بیٹھنے کی تاکید نہیں کیا اور آپ ہیں کہ کتنا برا اہتمام نکال رہی ہیں اس لئے کبیر کو تو بڑی با شریعت میں آپ“** ان کی دیکھائی پر بیٹھنے کو بھی ان کی اور وہ قدر سے اطمینان بھرے انداز میں ملو لا۔

”مے ہاں میں تو تیرے خیال میں ہے ورنہ اور پہلے ایمان ہوں۔ جیسی تو مجھے اتنا بڑا اطمینان دے رہا ہے۔ جتنے کے لئے تو اگر کچھ بھی بیٹھنے والی ہو تو لاو لی نظر میں اس کا درجہ بھی اہل کا سامی ہو تا ہے پر شوکت جہاں بات کا تم کو بتانے میں ہرگز تھکتی نہیں۔ بلکہ بڑھ رہی ہیں۔

”خیر تو بڑا مستغفرا اماں، آپ سے تو بات کرنا بھی امان ہے، خدا تو امانت پر شریعت کہنے سے میرا یہ مطلب تو نہ تھا۔ بس اسی امان کی اتنی سخت سستی سے بھر کر لوں۔

”تو یہ بات کرنا ہی کیا رہے گا کہ آپ کو تیار سے ساتھ رہنا بھی امان ہو گیا ہے۔ اور تم سے کچھ جبر نہیں کہ ایک دن انہوں بھی کہہ دو گے۔ آفس خزانہ کا چھاپا ہوا ہمارا جو کسی تو سر پر چھ کر دے گا اور ماں کی ایسی دیکھ باتوں سے تو بھروسہ نہیں ہوتا۔ **سڈ کا کر لکھ دیا۔**

”اماں زہرا کو اپنے غلطی غلط بات سے نوازنے سے پہلے یہ سوچ لیا ہوتا کہ وہ میری بیوی اور اس گھر کی عزت سے اگر آپ اسی طرح اس کا تذلیل کرتی رہیں تو کبیر میں بھی اسے اور اپنی بیٹی کو لے کر جھڑپائی چلی منتقل ہونے پر مجبور ہونا پڑا گا۔ مسعود کسی نے بڑے پیش کے عالم میں گویا اور گنگ دی اور پھر توڑا ہی کرے سے ہی نہیں بلکہ گھر سے ہی اچھلنے والی ہوں بھی وہ اس وقت کہیں باہر جانے کے ارادے سے تیار ہو کر آئے تھے مگر شوکت جہاں میں میں کسی ہی نہ تھی، مجھے نہیں ہوا گیا ہو۔ پھر پختہ ان کا ساکت سا جام حرکت میں آیا۔ دونوں ہاتھ سر پر ہنسی کی کی جانب اٹھے اور پھر چونے کے انداز میں انہوں نے بیٹی کو انکر دور فرس پروے مارا، اور بیٹی نے تھیم مہر کی ہی تک جھسک کر دونوں پر فرس پر لگا دیے۔ **”ہوں تو یہ بات ہے مونی ڈاؤن چرائیل پھیل پیر ی نا انہوں نے معنی خیزی سے سر ملا کر معلوم اس کی صفات کہنے ہوتے ہو تو کلامی کا انداز میں کہا اور ہنستی ہوئی لوں۔**

”پہلے میرے ارمانوں پر ڈاکو لاؤ اور اب میرے شہتے بھر کر کو بھی مجھ سے چھیننا چاہتی ہے، اری میں تو بڑا بیٹو اور ڈرا۔ گی۔ پر شوکت اہم ارادے ان کا ساتھ ساتھ ہر دھکے اور ہنسی سے سب سار با تھا اور آنکھوں میں بڑی غصہ تھا، تنہا نہیں نظر آتا کہ یہ جسک جو کور آتی تھی مگر ستر سے اٹھنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھیں بلکہ سامنے مقابل کی دیوار تک جا کر بڑی اطمینان سے کیفیت میں بھرتی مہر کی پڑا بیٹھی تھیں۔

اصول میں پھر وانی چھوئی ان کی سمت متوجہ خانوں کی ملکیت تھی جیسے ان کے شوہر اپنی زندگی میں ہی متوجہ خانوں کے لئے کرتے تھے۔

اور وہ متوجہ خانوں کا ذکر تو کیا نام بھی سنا گا وہ ان کی تھیں۔

”کیا کہ ان کا اکلوتا اور عزیز بھائی ہونا نہیں متوجہ خانوں کے ہاں متعلق ہونے کی دھمکی دے گیا تھا۔ **جسب کر ان کے اندر وہ علم ہیں یہ بات کسی گمان کی طرح بھی نہ آتی تھی کہ بیٹے کا ان سے کوئی رابطہ یا تعلق ہے۔**

پوری انہوں نے کو بچہ ہی سے حاصل طور پر اس بیٹے کو اپنی تپیل سنا سوت سے معنی کی طرح اپنے پردوں میں چھپانے لگا تھا۔ **بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔**

”بیٹے کے کانوں میں اس کی طرف سے زہری اٹھا لیا تھا۔ **پہلے سے ہی بیٹے کے دل میں سوت کی نفرت کا جہیز بوا تھا اس سے چھونے والے زہرے پردے کی سچائی گرتی آتی تھیں ان کے اور بیٹی آج اتنی کڑا جانے کے بعد بیٹے نے جس انداز میں انہیں دھمکی دی تھی وہ کسی شتم کا ڈراو یا بعض ہتھے کے انداز میں سے نکلی بات نہیں تھی۔ بلکہ اس ہاتھ میں وزن بھی تھا اور صداقت بھی۔ اور اس بات کی بھی ان کے دل نے**

”بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔

”بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔

”بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔

”بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔

”بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔

”بیٹے کے لئے بیٹے پر اپنی لکھی ڈگریٹ اور میوا صفت سوت کا سا رنگ بڑھانے دیا تھا۔ گھر کے کچھ بیٹے کو بچیں ہی سے بیٹے کے اصل نام کے بجائے انہیں گرسے ہوئے اقبالیات سے متعارف کرتی رہی تھیں جو ان کے کچھ بڑا کوڑے کی یاد میں بیٹے کے لئے تکرار کر کے تھے۔

میں صرف ایسے ہی خاندان کے مرنے والے، ریکی اور شرافت کو ہی یاد کیا جاتی تھی۔ اور اس زمانے میں اپنے خاندان میں جیسیوں کو کھانا کھانے کا کوئی احتمال بھی نہ ہوا تھا۔ ہاں ایسے لوگ گراؤ میں نظر آتا تو ان کے ریس کے باوجود کسی کی صحبت ضرور رکھی جاتی تھی۔ اور مقصود انہیں کی شادی کے معاملے میں بھی صورت مشکل کو نہیں صرف خاندان کو اہمیت دی جاتی تھی اور دستور یہ ہے جو ہر جہتہ اور ترقی کی صورت میں ان کے والد کے کرایا تھا۔ کیونکہ ان کی والدہ تو ان کی صحبت میں دنات پائی تھی۔ بہر حال ان زمانے کے دستور کے مطابق مردان خانہ اور زنانہ خانہ ایک ہی گھر کے دو حصوں پر مشتمل ہوتے تھے اور ہر دو علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا۔ شوہر کو شرط تھی کہ اپنے کھانا پینے کا بندھن تھا۔ پھر شوہر کا کھیلنے کے بہت شان تھے۔ شوہر کا ایک کمرہ تھا۔ ان کا چہرہ ترن تھا۔ خاندان پر لوگوں میں ہر شے کا کھیلوں ضرور ایجاد ہوتی تھی۔ خاص کر عام ریسوں کے وجہ سے خال خالی کی کسی کہار نظر آتا یا کئی عینیں۔ رتی وی ہوتا تھا اور وقت گزارنے کی کوئی سامی بجا رہی۔ لیکن یہی اور گھر کے بزرگوں پر بھی تھی۔ کبھی کبھی گانا سننے چلے جاتے تھے۔

لیکن نسلی مزاج یہی تھی اور عین پیش بہت تیز اور فعال تھی۔ انہوں نے اپنے جا سوسوں کا حال مردان خانے سے باہر نہ بچھا رہا تھا۔ میاں کے سزا لینے لوگ کے باوجود انہیں ان کی ایک ایک نقل و حرکت اور ایک ایک فعل کی ان کو خبر ہوتی تھی اور یہ وہی ایسا راز کی گونڈ تھی کہ میاں کو کبھی کبھی پتا چلتا ہی جاتا تھا۔ مگر ساری عشرہ طرز ان میں اور شرف خاندان میں وقت نہ کی جاتی تھی۔ جب تک پورا نہ مہر نہ ہو، ہوا عیاں ہوتے برداشت خوب ووشنگ کی حد تک نہیں ہوتی تھی۔ اور یہی سب صرف ایک نرس اور اولاد کو چھوڑنے کے بعد ہی بعد کے نرسوں کو چھوڑ دیا۔ اور میاں نے ساری رواداری اپنے خاندان رکھ کر گھر لے لیا۔ ہر دو دن چھپوں میں ہفتہ لینا شروع کر دیا۔ یہی نے وہی ملا بھی پچایا اور احتیاج بھی کیا مگر میاں کے کان پر چونک نہ رہی تھی۔

مرد خوب نگاہ بدل لیا ہے تو یہ عورت کی قدر مرقی ہے نہ اہمیت۔ پھر بھی مقصود اور حسن شریف اور نفع خاندان تھے۔ انہوں نے اپنے ظاہری حسن سلوک سے بھی کی اہمیت کو برقرار رکھا۔ یوں ہی وہ بہت رحمدل اور ظرافت سے لگا رہے۔ اسی صلہ رحمی کے نتیجے میں ہی انہوں نے اپنی ذہنی عمریں عقیدتاً ہی کیا تھا۔ ذہنی عمر کے شوق یا ولوں کے تحت نہیں۔ اصل میں ان کا ایک مصاحب راحت مرزا جو ان کے ہاں نکاروں میں کھلے تھے۔ لیکن بہت نیک اور نیکو گھر کے مال تھے۔ یوں تو مصاحبوں کی سرشت میں یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کی خوشامد در انداز اور چاہو کی کرنے میں ایک دوسرے پر مہفتے لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی کرتے ہیں تو گھٹا اور گھٹا اور زبان کو بھی نہ وہ زمانہ عاجز اور بولنے میں بھی کوئی زبردست غلام ہونا ہوگا۔ اور سب آٹا کے دل میں جگہ کرنے، لفظ میں چڑھنے اور آواز کو آواز اور عیاشیوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کی غرض سے کرتے ہیں۔ مگر راحت مرزا مصاحب خاص اور کھانا کا شکار ہوتے ہوئے بھی خوشامد اور چاہو کی سے گریزی کرتے تھے۔ رعایت ہند اور غیر انسان تھے۔

انہوں نے کبھی انعام واکرم اور دوسرے شے کی تمنا نہیں کی تھی۔ وہ اگرچہ باوقوف یا چرب زبان نہیں تھے مگر لوگ اپنے بات بھی کرتے اور کھلے بھی چھوڑتے تو مہر عمل دیکھ کر ہی۔ وہ ذات کے فضل تھے اور فدا کاغذ اور شکل و صورت کے بھی اچھے اور ان کے چہرے سے برسی شرافت، نجابت اور دیوباری نے بھی مقصود اور حسن کو جن کا لقب عالی مرتبت تھا۔ کیا کہنا تھا کہ وہ ان سے ایک عقیدت ہی رکھتے تھے۔

یہ ان دنوں کی بات تھی جب شوکت جہاں نے ان کی میسر ہی کو ہم دیا۔ میسر ہی کی پیدائش پر دل میں ہل میں اسرہ مقصود اور حسن لینے مصاحبوں اور ایک شناسا کے ساتھ تھے۔ شرفیوں نے دیکھے تھے کہ انہی کی رعایت کے ایک لڑکے کے ہاتھ اطلاع بھی کر رہے تھے۔ مگر ساری کے دوران گھوڑے سے شہید زخمی ہوئے ہیں اور ان کی حالت کشمکش کے میں شرفیوں کیلئے والوں کو معلوم اسی لیے تھوڑا دیر لگتا ہے کہ انہی کی بھی ترقی کے دم کی طرح جو تاس کے ایک دو کوشن ملنے سے آتا ہے۔ جسے ہی انسان دیکھتا ہے وہاں سے لگا رہتا ہے۔ شرفیوں کیلئے والوں کی خوبیت اور بے غمیری کا ہر حال نہ لہتہ نہ کھیلنے کے دوران اگر انہیں کسی کی موت کی خبر ملتی ہے جاتے تو ان کی موت کو ترقی سے نہ اچھا کہ میں کوئی فرق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ گونگے اور بہرے سے جاتے ہیں۔

مگر راحت مرزا کے ساتھ کوئی سادہ پیش کیلئے کی خبریں کو مقصود اور حسن کو اپنے ہر سال ہوتے کہ سب کو چھوڑ کر فریبی نہ کھلا ہے ہوتے۔ ملازم خاص کو بھی تیار کرنے کا حکم دیا اور پھر تھوڑی دیر میں خود بھی تیار ہو کر اپنے مصاحبوں کو شرفیوں میں لیا۔

مرزا کے عزم کے غرت کہ سے کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسی کے دوسرے سر سے ایک کھانا کھانے میں بنے چھوڑے سے دو کمروں کا مکان راحت مرزا کی اقامت کا وہ تھا۔ گھانا کھانے کے مکانات، عقیدت نگھیاں۔ اور مکان بھی بہت پرانا تھا۔ ان پر راحت مرزا کی خورد و رانہ اور مسکین کی محبت تھی۔ کبھی کبھی اس وقت مرزا کے گھر میں قدم رکھتے رہتے تھے۔ ان کے دیکھنے کو۔

یوں ہی ایسے کسی میں ماہر ملائے میں آنے کا پہلا اتفاق تھا اور ایسے کسی گھر کو کیا علاقے میں قدم رکھنا ان کے شاہان شاہی نہ تھا۔ مگر راحت مرزا کا سوال تھا اور وہ ان کی طرف سے سخت پریشان تھے۔ اس لیے اس لیے ان ساری باتوں کو یاد اسامی نہ پورا تھا۔ انہوں نے امد کرے میں قدم رکھا تو ایک لمحے کو کھٹک سے گئے۔ دو دنوں کرے آگے پیچھے بنے ہونے تھے۔ اور ایک نشست کا وہ بائیں کھٹک تھی جس کے سر پر لی دروازے سے وہ اندر داخل ہو گئے تھے۔ یوں لگا تھا جیسے آنکھوں میں آگ لگا رہی ہو۔

مرزا نشست لگا کر چینی اور اعلیٰ فرنیچ اور اسی اشیاء سے آراستہ نہیں تھی۔ لیکن فرنیچ بچھا۔ اپنی گھر چینی کا نہیں۔ اور پرانے زمانے کی ہی ایک مسند ٹھاکر اور اس کے ساتھ کے دوسرے۔ دیواروں پر دیواروں پر راحت مرزا کے آبا جواد کی دیوانی تصاویر اور کمرے کے کونوں میں رکھے اور جیسے جیوں پر ڈسے بڑے بڑے گداؤں میں سے تازہ پھول اور ایک کبوتر دیوانی گھڑیاں اور دوسرے کمرے میں کھلتے ہوئے وردا تے کے امر دیوار پر نصب تھا۔ اس قدر سادگی میں بھی آگے کا ہی

اتنی جاہلیت۔ اتنی عفا کی اور فریض۔ راحت مرزا کی اعلیٰ ذوق کا یقین ثبوت تھا۔ سامنے دوسرے کمرے کا دروازہ بند تھا۔

مقصود اور حسن کے ملازم خاص نے آہستہ سے دستک دی تو وہ تھوڑا سا کھل گیا۔ جبریت کی بات تو یہ بھی کہ گھر میں کوئی دوست نہ تھا۔ نظر آتا تھا ناہاں خاندان میں سے کوئی نہ۔ آخر ملازم خاص کو بلا نطق سے جا کا مر گیا۔ ہونا ہی پڑا۔ وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو اس کا ہوا اور ایک خوب ہی راحت مرزا نے مہر کی مہر لپٹ کر تھوڑے تھوڑے ہی حالت میں چوتے بیٹھے تھے۔ خادم کو بھی کھانا کھاروہ نام نہاد نا اہلہ اور اجنبی ہو چکے ہیں اور پلٹ کر اپنے آغا کو ان کے کوہا کر جانے کی خبر ملا ہے۔ چاہتا تھا کہ نہ تھا۔ راحت مرزا کی ایک زبردست کراہ سنائی دی اور وہ جلدی سے نشست گاہ میں پلٹ کر اپنے آغا کو بلا لیا۔ راحت مرزا پر نہایت چڑھ لگی ہوئی تھی۔

وہ انہیں دیکھ کر ایک مین جا رہا ہے۔ اس کے سے بیٹھے مقصود اور حسن نے ان پر تھوڑا سا تھک کر انہیں دو بیٹیاں اور بی بیوں کی سب جاکر انہیں نے آہستہ آہستہ انہیں کھولیں۔ کچھ روز تک انہیں پچھاننے کی کوشش کرتے رہے۔ انہیں کو بھی ہر روز جیسے جیسے انہیں کھانے کا کر بیٹھے انہوں نے اپنی پچھان کر کے کی کوشش میں وہ ہر سوال کیا۔ مگر انہوں نے ان کے سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ بس خاموشی سے انہیں دیکھے رہے۔

انہیں دیکھے رہے۔ کبھی گرسے جبکہ چوت آئی۔ کچھ تو زیادہ مرزا نے۔ یہاں تھے یہیں کیا ہیں۔ عالی مرتبت ہوں یہ مقصود اور حسن کی اعلیٰ ذوق تھی۔ روایت دیکھے۔ ان کے دل میں انہیں ہم نہیں کے لیے بھری ہمدردی اور عقیدت تھی۔ جواب پھر بھی نہیں ملا۔ انہوں نے ان کی کوئی برا لکھیاں لگا کر ان کی بغض دیکھی۔ پھر سیدھے ہو کر ادھر ادھر دیکھے ہوئے ہوئے۔ کبھی یہ ان کی حالت دیکھے اور یہاں تک کہ کوئی نشان ہی نہیں ہے۔ جو لگا ان کے ترقی ہونے کی اطلاع کے کہہ لیا۔ وہ کجاں سے شرافت۔ انہوں نے آخری وقت وہ اپنے خادم خاص کو کھانا کھانے کہا۔ اور وہ اطلاع دیتے ہی جاتا تھا تھا سزا۔ شرافت نے تہا بہ مقصود اور حسن نے راحت مرزا کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیا۔

بچے کو اس کے ذہب لاسے ہی کوشش کریں گی، مگرونیج سہا اچھا تھا۔ بہو بھی سہانا میں تھی۔
 اور جیسا تو ایک ہی جلوہ دکھو کر بے خواب ہو گیا تھا۔ مگر حکم جہان نے دوسرے ٹیونس کے نوٹ ہو ہی نہیں سکتا اور
 اگلی صبح لڑکے ہی لڑکے کاٹل کو بھیج کر پہلی کو خیرا لیا اور وہ ماحول سے ظفر ہی کرتی رہ گئیں۔ اور چہ جہاں تک اچھے نہیں
 خواہش کی بات تھی، وہاں تک نوسب شک ہی تھا۔ یعنی وہ ذرا لسنہ کو اپنی پاپوسا، بانوں اور امانت سے متاثر اور
 کر کے بیٹھے ہیں اندر کتنی نہیں۔ مگر ذرا لسنہ کو تو لا رایت لڑائی تو نہیں تھی، اس کے سر پر ہی سے لڑا تو لڑا مگر جہاں کا کمال اور
 ورتوں جانیوں کا۔ اسہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ کرم جہاں ان کی امانت کے رعب میں آئیں گی، کس قیمت پر لڑا اور
 گئی کہ ان کی گوری اور کورا ہی تھی کہ جب وہ بتو کے بے ہاتھ ویا چلئے، جب کرانے معاملہ انسان کی اپنی کسی بہرہ اور اپنی
 کے کشت ملے ہاتے ہیں مگر کرم جہاں کے پاس اللہ کا دیباہ سے کچھ تھا۔ وہ کسی کا دیباہ کئی نہیں، کسی کی ذہنی کوشش اور
 اور ہر خوجیہ کیا کسی قیمت پر ہی نہ ہو۔ ہر سے سکھ و ش ہوئے کے لیے تیار تھا۔ اس لیے عداوت اور اس کے صف میں اسلئے کرم
 امکان ہی باقی رہا تھا۔ اور ان ساری باتوں کا ور دارا انہوں نے بقول ان کے زہرہ جسے جی تھی اور نگار عورت کو تیار
 دیا تھا۔ اور ان کا خیال تھا کہ جب تک رنگنہوں کی علامت لائی زہرہ اس گھر تک پہنچے گی اس وقت تک وہ اچھی نہ ہو گی
 شادی کے سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔

مگر وہ بری پالیسی پر راز نہیں اور کلمہ کھلا زہرہ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ انہوں نے سرخ لیا تاکہ کرم
 کی اس کے خلاف ہی پیرہن رہ کر ہی کر رہی گی اور لائی خوبصورتی سے اس کا پتا کا سے دیکھ گی اور کسی کو تو کیا خزانہ کے ساتھ
 بیٹے تک کو بیڑا بھیگی۔

وہ شہر کا ایک مسافرتی علاقہ تھا۔

گواہی رات کے آٹھ بجیں اور کا آغاز ہی ہوا تھا۔

بہو بھی جہاں طرف چوکا عالم طاقری تھا۔

پران تو اس نے جی کے پاس کہا، یہاں کر سہ شام ہی سو جانے کے عادی تھے، لیکن شوڑی بہت جاگ اور لوگوں کی
 آمدورفت تو سہری جہاں کی رہتی تھی لیکن ان دنوں چوکے پر کھارت نے اپنا رنگ جہاں کا اٹھاس لیے تھیلے لپی راز سے
 امکان برصون سے ڈھکا سما تھا۔ جو کہ شہر کئی روز سے مسلسل سارے سال کا جسے شہر کو تار دل بھر کے لپی کائنات
 بنا تھی، کئی کئی عرصہ گزرا ہے، باڑوں تھی ہوئی تھی بس جہاں کوئی شہر جہاں کچھ لڑکے ناگز تار توبانی سے لڑی
 پر جہاں ایک دم ہی چھٹک سکتی اور لوگوں جینہ لفظوں کو لپی لپی ٹپ ٹپ ہوتی اور پھر گھبر سنا سنا چھا جاتا کہ اس
 کے نزدیک ڈر گئے اور طیبان وغیرہ ہی موسم کے غیر متوازن تیار دیکھ کر اپنے اپنے مکانوں میں رہنے ہوئے جئے لہتے سہی
 بھٹکے شہر سے دستور اپنی اپنی لاپ رہنے سے کہر فضا فضا قوں پر محیط اس گھر سے نکلنے میں ایک شور سا ہل کر
 بس ناکے کی آواز ہماری ماور ایچ کے آخری سر سے پر ہے ایک نیم پختہ مکان تک جا کر بند ہو جی۔

ناتھے میں کو جوان صحبت کل نہیں افراسوار ہیں۔
 اگلی سیٹ پر ایک رلا سا گھڑ پیلو میں رکھے ایک طرف سکھو، سٹا ایک اور طرف مخلص بیٹھے۔
 بچوں سیٹ پر ابجدان پر رکھے جسٹ کے درمیان شہہ ایک لہے سے جس پر چکر کے ایک برقع پوش خاتون بیٹھی
 تھی۔

تا کہ رکھتے، یہ وہ مخلص جلدی سے نیچے اترتا ہے اور بہر بہت احتیاط سے وہ گھڑا اتار کر نیچے دکھتا ہے۔
 اس کے اترتے ہی بچوں سیٹ پر بیٹھی خاتون بھی نیچے اترتی ہے۔ اس کے نیچے اترتے ہی وہ شخص جلدی سے ایک
 ٹرکی سمیت چھوٹے سیٹ پر خاتون کے پاس ہی رہی ہے وہ جس نے نیچے اتار کر دکھتا ہے اور یہ سارا سامان مکان
 کے انداز سے آگے لے جا کر دیتا ہے اور پھر مکان پر ایک نظر ڈالتا ہے جو گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔

خاتون بھی قدم بڑھا کر عین دروازے کے آگے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور اس شخص سے کہتی ہے۔

” اچھا اب تم جاؤ اور جو باہر خاتون نے ٹھہری بیٹھے سے لگا رکھی تھی۔

” دروازے چلا جاؤں گا۔ ہو بیگم۔ پہلے آپ کو اندر تو بچپنا دوں؟ دیکھتا ہے۔

” نہیں نہیں تم جاؤ اگر یہ تاکئے والا چلا گیا تو پھر اسے خراب موسم میں تمہیں صبح سے پیٹلے میدان کوئی سواڑی نہیں ملے گی؟ خاتون کہتی ہے۔

” ہر ہو بیگم پہلے یہ تو دیکھ لوں کہ اندر کوئی سے بھی بائیں۔ سارا گھر تو اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے۔

” خبر ہو گئی ہے تو سب ہی مگر سو رہے ہوں گے اور کچھ بننے بجلی ہو گئی ہو یا ریش کی جو سے۔ خاتون کہتی ہے تو تاکئے والا جو اس آشنا میں کچھ نہیں سمجھ کر تاکئے گا ریش اسی سمت موڑ چکا ہے جو صبح سے آیا تھا ہر گزرت جیسے میں دیکھتا ہے۔

” دروازے ابا جلد ہی کرو میرا تو یہ روزی کا تے کا جھت ہے اگر گاڑی نکل گئی تو؟

” دروازے اتنی تو آئی کیا پڑی ہے جیسا۔ ہتھانست میں لکھا ہوتا ہے انسان آتا ہی لکھتا ہے۔ اب نہ پائی ہو تو ایسے غیر وقت اگلا چھوڑ کر صبح تو نہیں جا سکتا میں؟ دیکھو لے کہا۔

” اب یہ تیرا جھوڑا ہے، اب یہ باہر لگوا نہیں۔ پھلا اتنے گھرا ب موسم اور رات کے وقت پورے میں کون کون سے لگائے ایک روپیہ ہی کر دو گے۔ کوئی اس بھی دیکھنی، تو نہیں۔ جلتے ہو تو چلو اور نہ تاکئے والا کرتے ہوئے لیجئے۔

” ہاں ہاں یا اب یا اب تم پہلے جاؤ۔ یہ میٹر ہی گھر ہے۔ اپنی گھر کے چور سے کے علاوہ سترہ برس میں سے نہیں رہا کہ گزرا ہے میں۔ تم میری ٹکڑی کر دو۔

خاتون کی آواز سے کرب سا نمایاں تھا۔

” اچھا بیٹا۔ خدا آپ کو سکھی رکھے؟“ بیٹے تاکئے کا رخ کرنے سے پہلے گھوم کر بیٹے میں کہا۔ اور پھر سامنے تاکئے کی طرف مڑا تو خاتون نے ایک جھپٹی سے ایک ایک روپے کے دس تئھے نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

” لو یا اب۔ یہ تمہارے کرانے کے پیسے ہیں ان میں سے دو روپے اس تاکئے والے کو دے دینا۔ بے چارہ نہ بنے۔

موسم میں بھی نہیں سہاں تک لے کر آ گیا؟

” لے کر آ گیا تو کیا مفت آ گیا ایک روپیہ لے گا کرانے کا جبکہ آٹھ آئے گئے ہیں؟“

بیٹے نے خاتون کے ہاتھ کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی تھی وہ تو دو روپے لے کر اس کی جیب اٹھا رہا۔

” اچھا میری بیٹی میری بیٹی ہے تم اسے دو روپے ہی دینا۔ لو اب کسی طرح یہ پیسے تو سبھا لو؟ خاتون دیکھ کر بیٹے کی ذرا

زنجیر سی ہو کر بولی۔

” لایسے بسم اللہ؟“ بیٹے نے پیسے اس کے ہاتھ سے لے کر کہا اور پھر جھپٹی پر دیکھ کر متوجہ سے اسے اٹھا لیا۔

” اسے سارے دو روپے ہو بیگم۔ نہیں نہیں میں نہیں لوں گا۔ میں دو روپے ہی کافی ہیں واپسی کا گراؤ لایا پہلے ہی دے چکی ہیں؟

” نہیں نہیں تو یا اب یا اب تمہیں لینے ہی ہوں گے تم نے کچھ پر سہت بڑا احسان کیا ہے۔ مگر میں تمہیں یہ آٹھ روپے دے رہی ہوں دے رہی ہوں تمہارے احسان کا بدلہ نہیں آتا رہی؟“

خاتون نے کہہ کر اتنے صبر سے کہا کہ بیٹے کے لیے مزید انکار کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔

” دروازے یا اب اچھل بھی چکی ہو گی طرح تاکئے والا آتھانی بیزاری کا اظہار کرتا ہوا ہوا۔ تو دیکھو خاتون کو ایک اور رخصتی سلام کر کے اور کچھ سہارا دیا دعائیں دیتا تاکئے میں جا بیٹھا۔ خاتون ڈر پائی آنکھوں کے جوہر سے اتنے دیکھتی رہی پھر دروازے کی طرف مڑ کر اس نے دھک دی۔ پہلے آہستہ اور پھر زور زور سے گرا کر کھانا لایا۔

یہ سہارا تھا ابی نظر آتا۔

” اہم کیا سب لوگ مردوں سے شرط باندھ کر سو رہے ہیں یا کہیں ایسا تو نہیں کہ سب کہیں گئے ہوں گے ہاں؟“ جاہز سی ہو کر سوچنے لگی۔

یوں ہی بات کا وقت اور جو کمال علم۔

ابراہیم میں نکلا وہ گھڑی جیسے وہ کسی متاع عزیز کی طرح سینے سے لگائے گھڑی تھی اب سبھا کی شکل

پوری تھی۔

ادھر بیٹوں اور بھروسے کا نام نہ لیا اور ویسا اس طرف آنکلا تو اس نلے اور نہ تہائی میں کوئی ہانک

نہی بولا نہ کوا کوا کچھ کچھ میں نہ آیا تو اس نے اٹھنے ہاتھ سے گھڑی کو سبھا لایا اور سب سے زمین پر بڑا ایک بڑا

بڑا ہاتھ لگا کر کھڑا کر دینے کے سے انداز میں دروازے پر اسے لگی۔ جب کہیں جا کر اندر کہیں سے کچھ ایسی آواز آئی

جیسے کوئی کہیں سے بول رہا ہو۔ کہ بات کو سمجھ میں نہ آئی نہ آواز ضرور کچھ میں آئی تھی کہ اس کے لیے مالوں تھی ایسے

سہارا سے اٹھا اٹھتا ہوا کہ اندر جاگا ہو گئی ہے اس کے باوجود وہ مسلسل دھک دیتی رہی۔

” دروازے کون ہے۔ ذرا صبر سے کام لو۔ کچھ میں دیر لے دوں گا تو اس سے مراد آواز بند ہو جائے گی دوسری

صحت سے آئی۔ یہ اس کے والد مطلقہ صبیح کی آواز تھی جو ایک ٹانگہ سے معذور تھی اور بیٹا کھی کے سہارے ہلتے

تھے۔ بعد بت باپ کی آواز سن کر آوازوں کا ایک گولا سا اس کے منہ میں چھس گیا تھا اس لیے جواب میں وہ ایک

لفظ میں سند سے نکلا تھی۔

” گون ہے سہمی اتنی رات گئے۔ اپنا نام تو بتاؤ؟“ باپ نے پھر پوچھا۔ تب اپنی زیر و بیزہ کسی ہوتی کیفیت پر مشکل

تلاہ کر خاتون نے جیسی جیسی سے آواز میں آہستہ سے کہا۔

” ہم۔ ہم۔ ہوں یا میان۔ سے۔ زہرہ ہوں۔“

” ہاں یا اب یا اب تم پہلے جاؤ۔ یہ میٹر ہی گھر ہے۔ اپنی گھر کے چور سے کے علاوہ سترہ برس میں سے نہیں رہا کہ گزرا ہے میں۔ تم میری ٹکڑی کر دو۔“

خاتون کی آواز سے کرب سا نمایاں تھا۔

” اچھا بیٹا۔ خدا آپ کو سکھی رکھے؟“ بیٹے تاکئے کا رخ کرنے سے پہلے گھوم کر بیٹے میں کہا۔ اور پھر سامنے تاکئے کی طرف مڑا تو خاتون نے ایک جھپٹی سے ایک ایک روپے کے دس تئھے نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

” لو یا اب۔ یہ تمہارے کرانے کے پیسے ہیں ان میں سے دو روپے اس تاکئے والے کو دے دینا۔ بے چارہ نہ بنے۔

موسم میں بھی نہیں سہاں تک لے کر آ گیا؟

” لے کر آ گیا تو کیا مفت آ گیا ایک روپیہ لے گا کرانے کا جبکہ آٹھ آئے گئے ہیں؟“

بیٹے نے خاتون کے ہاتھ کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی تھی وہ تو دو روپے لے کر اس کی جیب اٹھا رہا۔

” اچھا میری بیٹی میری بیٹی ہے تم اسے دو روپے ہی دینا۔ لو اب کسی طرح یہ پیسے تو سبھا لو؟ خاتون دیکھ کر بیٹے کی ذرا

زنجیر سی ہو کر بولی۔

” لایسے بسم اللہ؟“ بیٹے نے پیسے اس کے ہاتھ سے لے کر کہا اور پھر جھپٹی پر دیکھ کر متوجہ سے اسے اٹھا لیا۔

” اسے سارے دو روپے ہو بیگم۔ نہیں نہیں میں نہیں لوں گا۔ میں دو روپے ہی کافی ہیں واپسی کا گراؤ لایا پہلے ہی دے چکی ہیں؟

اسے ہے کیا ہم میری بیٹی کو کیوں رو رہی ہے اور اتنی رات گئے کیوں آئی کون سا تھوڑا سا ہے ہر
ارے کھرتو بتانا
بیٹی کو اس قدر جاگ اور غیر متوقع وہ میری اتنے ناوقت دیکھ کر شوہر کی طرح کھٹک تو وہ بھی گئی
جو ان کے شانے سے لگ کر وہ اس قدر بگ بگ کر رہی تو انہوں نے اندر ہی اندر دیکھ کر ایک ساتھی کا اشارہ
کر ڈالیے۔

”اے بیٹی کون تار تار میرے ساتھ نہرو نے روئے روئے سوئی ہی آواز میں کہا۔

”ہیں کیا مطلب کیا تو اکیلی اتنی ڈور دراز لا سکر کے آئی ہے بیٹی“

”ماں نے دل میں سرسراتے اندیشوں کے جھوم سے ابھر کر پوچھا۔

”اے بیٹی سب کا تھنہ سہا کر اکیلی ہی تو گئی تھی اور اب غلطی کا مارا لگا کر اکیلی ہی

شدت گریہ سے نہرو نے آواز ملنے ہی میں ہی پتہس گئی تھی اس کی بات سن کر راجہ شکر کے دل کا پتھر
دھچکا لگا۔ ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔ لاکھوں اکراںوں نے ہی کا سہارا لیتے ہوئے کچھ کر کہا۔
”ہو کر کیا کہہ رہی ہے نہرو؟ انہیں نہیں ایسا ملتا ہی نہیں بھلا ایسا اندھیرا ہی نہیں ہو سکتا ہے
وہ مگر نہرو کے ساتھ یہ اندھیرا ہو چکا ہے راجہ شکر اور حقیقت۔ حقیقت ہی ہر بات ہے اسے جھٹلانا تو نہیں
چا سکتا۔ تم اسے اندھیرا کرنے میں لے جا کر آرام سے بٹھاؤ۔ میرا اطمینان سے بائیں ہی کر لیتا“

مظفر حسین جن کے دل پر نہرو کے منہ سے غلطی کا منظر اس کا ایک قیامت سی گزرتی تھی۔ سو ہی کیا ہتھیار
کے پیش نظر انہوں نے قدر سے کھینچا سا ہونہار کر کے ہونے کہا کہ یوں ہی وہ دل کے مارنے میں مبتلا نہیں نہرو خود ہی
دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ وہ بیٹھے ہوئے آنکھوں کے ساتھ بولے۔
”ہاں آقا اندر چلیے“

اے میرا بیٹی ایک دوسرے کا سہارا یعنی اس آخری کسرے میں آئیں جو اب راجہ شکر کے تعریف میں رہتا ہے
منوں میں ان کا رہا بیٹی کو تھا۔

اس مختصر سے کسرے میں مقابلہ کی دہانہ کے پاس ایک تخت پر اسی طرح پر خوشحال دیکھیں جا رہی تھی اور وہی
طرف دو ٹوٹری بیٹنگ۔ جن میں سے ایک پر ایک گناہ بارہ سالہ لکائیے کھڑے پڑا سو رہا تھا۔ وہ سب بگ راجہ شکر
نہرو نے ماں کے ساتھ اس کے بیٹنگ کے قریب آئے سب سے پیلے بیٹنگ سے چٹائی ہوئی پونجی تو پونجی کی طرف
دیکھ کر اپنے بائیں ہاتھ کو اس کے پوجھ سے آزاد کیا۔ پھر ماں کو احتیاط سے بیٹنگ پر بیٹھا کر خود ہی اس کے پاس چٹائی
گوا آسوں کا ایک تناٹا سا اب بھی اس کی آنکھوں سے بہ رہا تھا مگر یہ وہ شدت نہیں رہی تھی البتہ جیسے
اندھیرا گھٹائی تھوڑی تھوڑی دیر دیر گھٹتی رہتی ہے جس کی یہ حال نہرو کا بھی تھا۔

راجہ شکر نے بیٹنگ پر بیٹنگ کے بعد اس سے کہہ بھی نہیں پوچھا۔ انہیں دیکھ کر تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی
پہنچی ہوئی ہوں ان کا چہرہ بھی دھواں دھواں سا ہو رہا تھا۔ نہرو کو معلوم تھا کہ اس لمحے وہ در در کب لگاؤں
سے گزر رہی ہیں۔

”اے بیٹی وہ روٹی ہوئی پھر اس سے لپٹ گئی۔

پھر دیر دو ٹوٹری ماں میٹھاں ایک دوسرے کے گلے سے لگی چکیوں اور سسکیوں کے ساتھ روٹی روٹی پھیرنا
بیٹی کے سوا شہقت سے ہاتھ پیرتے ہوئے کہا۔

”تیرے دل پر جو قیامت ٹوٹ رہی ہے اس کا مجھے بھی احساس ہے بیٹی۔ عورت جوہ ہوتی ہے تو بول کر
اپنے زندگی کے سامنے اور مضبوطی سہارے سے۔ پھر جاتے پر صبح صبح کس ہستہ آہستہ متا ہی ہوتے
کہ خدا کی شہادت کھو کر میری ہی جانتا ہے مگر سوئی غلطی اس کا رخ مڑانے نہیں مٹا۔ بلکہ اٹا عورت کو رہا
کے کہ دیکھو جتنا ہے۔ مگر تو نے ایسی ہی غلطی کی تھی جو اس تھلاؤ شہقت نے مجھے طلاق دے دی۔
”جرم تو وہی تھا ان کی میں پہلوئی کی تیرے اولاد پیدا کرنے میں ناکام رہی تھی۔ لیکن انہوں نے خوراک پھر نہ

بچے بھلا دیں۔ وہی بچہ اپنی ماں کے بہت شور مچانے پر ہی رہی ہے۔
بچے بھلا دیں میں تو وہی تو وہی آواز میں جانا اور پھر روٹنے کے لیے سے اپنے آفسروں کو بچنے لگی۔ اپنی پریشانی میں
ذہن سے ہر وقت صدمہ میں مبتلا تھا۔

اس نے اب تک ہر وقت صدمہ میں مبتلا تھا۔
وہ اسے سب کچھ کی باتیں کہیں کہیں کرناں کے بہت شور مچانے پر ہی رہی ہے اسے کوئی اور وہی پرچہ مگر
ہو گیا ہے اسے اس بار نے ماں کی آڑ لے کر پھر سے چٹکا مارا اسل کر لیا۔ وہ نہ زانو کو ہی سوچ شوکت جہاں کو آکر کھٹے
ہوئی وہی تھی۔ کئی کئی بار ایش کے بعد ہی کب کی دوا دی جوتی۔ خیریت تو جہاں کو اب پانچویں برس میں ہو گئی
وہ تو وہی تھی۔ کئی کئی بار ایش کے بعد ہی کب کی دوا دی جوتی۔ خیریت تو جہاں کو اب پانچویں برس میں ہو گئی
”میں ابی وہ تو کتر جہاں کی بیٹا ایش کے بعد ہی کب کی دوا دی جوتی۔ خیریت تو جہاں کو اب پانچویں برس میں ہو گئی
رہنے لگا ہے جو نہرو نے جسے بیٹھے ہی برقعہ اتار کر اسے تہہ کرتے ہوئے کہنا چاہا تو مظفر حسین جو اس کا سامنا کسی
دست مچا ہے کھٹ کر پونجی کے اندر دکھ آئے تھے اب کمرے کی دلیز پر بڑھی ہوئی پونجی اور وہی گزرتی حالت میں
پونجی کے کھینچنے کے بعد وہی گزرتی حالت میں۔ اپنی بیٹا کھی کے سہارے اندر آئے ہوئے نہرو کی بات کاٹ
نہرو نے پونجی اور پونجی کی آنکھوں میں رہے تھے۔

”چہاں ایک سب کا خدا خدا کر کے ہم نے جان پوچھ کر یا زبردستی اپنی بیٹی کو طلاق دلائی ہے۔“ راجہ شکر نے پھر کی بات پر
پوچھ کر پوچھی۔
”ان بیٹی پریشانی ہی نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے راجہ شکر۔
ہر اسے کسی حقیقت خدا میں ہی آسوں تو شوہر کے مورد اور اس ٹھہرنے پر راجہ شکر ایک دم ہی لال چلی ہو کر پوچھی۔
”یہی کہانی ہے اگرچہ حقیقت کے لوگوں میں بیٹوں دیکھنے کا نتیجہ نہیں ہوتا ہے جو اس وقت نہرو کی برادری کی صورت
ہو گیا ہے اسے سامنے ہے۔“

مظفر حسین نے مظفر سے اعزاز میں کہا۔ تو راجہ شکر چمک کر پوچھی۔
”میں میں کب خود اس رشتے پر نہ تھی تھی جو آپ مجھے البانہ دے رہے ہیں۔ اسے سوئی جھاڑ کا کاٹنا ہی کر تو وہ
بڑی اچھا شوکت جہاں میرے بیٹے بڑھی تھی کہیں کسی قیامت اور غلطی کی تھی اس نے پھر سدھیانہ تو اب کا قتل
اگر بیٹے جہاں کا ہی خیر تھا تو خود ہی ان کے گرد یا ہوتا۔ آپ نے سسکان پونجی کو آپ کے سامنے میری کسی دن چلی ہے۔“
”نہیں اب اس میں کس قسم ہی چھوٹی ہوئی ہے۔ وہ نہ بھلا دالین اپنی اولاد کے لیے کوئی غلط فیصلہ کر سکتے ہیں
نہرو اس۔ خیال سے کہیں ماں اور باپ کے درمیان بحث و تکرار نہ شروع ہو جائے سارا الزام اپنی قسمت پر ہی چھوٹی
ہوئی۔“

”میں جہاں قسمت کو برا نہیں کہتے کیونکہ قسمت بنانے والا ہی خدا ہی ہوتا ہے۔ اور تمہیں ٹکر کسی بات کا ہے۔ جب
ٹکر تمہارا باپ زندہ ہے تمہیں اور تمہاری بیٹی کو کبھی جہاں کا نہیں دیکھے گا۔ باپ نے بیٹی کی ماں کو سزا ہی بات پر اسے
اور ماں دیتے ہوئے کہنا اور پھر سوئی سے لوٹے۔

”اب تو یہی بیٹا مستعد جہاں سے پاس ہی آگئی ہیں۔ اب اطمینان سے ان کی احوال پر ہی کئی رہنا۔ اس وقت
تو انہیں کو کھلا پا کر نام سے سونے دوسرے چاری عکس سے پھر چھوڑ ہو رہی ہوں گی۔“
اور راجہ شکر نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ اسے باپ سے تو ہے میں تو اس کی پریشانی میں مجھوں ہی گئی کہ وقتاً نہرو
کی بے لگ سے پانچ کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ یہی حرکت کرنے کی اور اس کے ساتھ ہی ایک شہر خوار پکھے کی روئے
اور پکھے مانے کی کاغذ تھی۔ تو راجہ شکر نے پونجی کی اجمل کر بیٹھے دیکھا جیسے انہیں کرٹ سائیک گیا ہو۔
”اے بیٹی! تمہاری تعجب اور بے یقینی کی کیفیت میں انہوں نے نہیں سمجھی ہی آواز میں نہرو سے پوچھا۔

”میری تو میری برادری کی ذمہ دار ہے اپنی نہرو نے بیٹھے پلٹ کر دیکھے بغیر کہا۔
”اے بیٹی کو اس قسم ہی جان کو اسے تو اب اپنی ساتھ لائی تھی۔ اور اسے پونجی کا کھلا کھلائی کی طرح ایک طرف پھینک بیٹھی

اعتراف ہی نہیں کیا، اس خیال سے کہ جہاں کا بھی جتنی تباہی مگر اب میں نہیں تھی دعایت نہیں ہوں گی کہ تم اسے چھوڑو پاکستان نے جاؤ۔

نہرو نے دیکھی شوکت جہاں کے بال بچے کی طرح ٹھک سے ہوتے تھے۔ مگر بھی مغزوی کسی ٹھک کی بھی ضرورت نہ تھی۔ سلوٹوں میں تیراں ہوئی تھیں۔ مگر نڈر اور نرم دیکھا وہ بھی اب پیسے کی طرح بلے زبان اور ناگوانا کسی نہ ہو گیا۔ پچیس سال کی عمر میں تھی۔ اور تم ان کا خون پینے لیا اور لو۔

ہ نہیں، اس کا اب آپ سے وعدہ کئی کوئی واسطہ نہیں۔ میری بیٹی ہے اور اسے میں نے فری میں بیٹھ کر رکھا ہے اور وہ ہے۔ مجھ سے بڑا بڑا آپ کے ساتھ ہائے اہانت نہیں دے سکتی۔ اگر آپ کو اپنی عزت عزیز ہے تو فرما لیں یہاں سے ایک ماہ کے لیے تو میں نے دن کی پیرس کی سب سے پہلی کھی اور اب وہ فری میں گور۔

اور دوسری بیٹی کا ذکر زبان پر آتے ہی اس مگر بڑھیا نے ٹپٹیا رونا شروع کر دیا۔ اور اسے وہ بے چاری زندہ ہوئی تو پھر میں اس کا بچا ہے میں اتنی دور دراز کا سفر کر کے تمہارے پاس کیوں آئی تو تمہارے دل میں اس کی خبر نہ تھی۔ اور وہ معلوم تمہارے بڑے میں بجا رہا وہ کہے، غصہ اور صراحتاً پھر کھڑا ہوا اور اسے پھینک دیا۔

مگر اب تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ بڑی درجہ زہرہ کے منہ سے یہی نکل سکا۔ اور تم نے اپنے نہیں بچا تھیں۔ پھر بھلا اطلاع دے کر میں نہیں بلے موت مارنے سے تو وہی تھی، اگر تم سے کوئی کام نہیں رہا تھا تو پھر بھی انسانیت کا ایک رشتہ تو تھا، شوکت جہاں نے رومال سے اپنے آنسو لیے لیے ہوئے کہا۔ اور پھر لڑا پیسے پیسے سے لگایا اور پھر اس کا سفر تو پھر اس سے لوہیں۔

میں تمہارے باپ کی ماں، تمہاری دادی ہوں اور تمہارا باپ تم سے ملنے کو تڑپ رہا ہے۔ اس بنا پر تمہارے ہاتھ لگا کر دیا۔ مگر بھی اس کے برابر نہ ہو سکا۔ وہاں تمہارا دل بولوں کی طرح تڑپ رہی۔ کیوں میں میرے ساتھ۔ اور پھر بھی باپ اور دادی کے پاس سے کچھ علم ہی نہ تھا۔ سچی کہہ رہی تھی، معلوم تھا کہ اس کی کوئی بہن بھی تھی۔ وہاں کی محبت سے حیرت فرم رہی تھی۔ اور اب دادی کے دل سے نہ تھا اور انہیں اپنے نوروں سے داری اور ان کے دل سے نہ تھا۔

پھر میں مر رہی تھی، اس سے دادی کے سوال پر بیٹے ماں کی طرف دیکھا جو سخت ہیچہ ڈاب کھاتی دادی کی طرف دیکھا۔ قوت فیصلہ اس میں تھی ہی کب مگر مجھ دادی نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ کیوں میری جائیداد بیٹے کے نام سے ساتھ۔ تو اس نے شرماتے ہوئے انوار میں اشیاء میں سر ملایا۔

اور دیکھا تم نے اپنی تو تیار رہتے بیٹے کے لیے۔ سچ ہے تو ان کی کشش اس کا کہتے ہیں۔ اچھا اب تو اسے اجانتہ ہے۔ وہ نہیں انہاں جان، میں اسے آپ کے ساتھ نہیں جائے دون کی پہلو بیٹی اذہ جا کر اپنے اس کو کام کرے۔ وہ نہ تھا سے غصا ہو جائی، گئے زہرہ نے شوکت جہاں کو کھڑا کھڑا جواب دے کر سچی کی طرف کھڑا کھڑا کہا کہ اس کا ہاں ہی ہاں گئی۔ اور وہ دادی پر ایک لنگڑا ل کر دوسرے کمرے میں جائے گی تو دادی نے مضبوطی سے اس کا بازو پھینکا اور اسے دباؤ میں۔

اسے دباؤ میں بھی تو دیکھوں کیسے نہیں بھیجے گی تو اسے۔ اسے اور غصہ دیا مگر یہی کہنے کو زہرہ تو اسے اور دھرتی نے اپنے دونوں بازوؤں کو اندر لپیٹ لیا اور دوسرے ہاتھ لڑائی لگائے جیسے پیسے سے یہ کیا رکھوں گے۔

چلنا گیا کیسے جا کر ہوساں سٹھاؤ۔ اتنے میں ہو چکی تھی۔ انہوں نے ٹھک آہرز میں کیا۔ تو وہ دونوں شخص انسا کو بچا کر، ہر گھنٹے کے بعد زہرہ بے چاری جینتی بنگالی کی طرف جہاں کے کان پر جوں کی توڑ لگی۔

”دیکھو زہرہ، تمہارا کمرہ میری ہوں کہ مجھ سے کام لہر تھری، سچی انہوں میں چاری ہے دشمنوں میں نہیں، جب بھی بہت سے میں ہوتا۔ مگر یہ رکھوں کی جائیداد اور وہیں بیٹہ ہے اس سے اسے بھی کھجیں، کھانے اور آٹھویں سب سے کھجوں گے کہ حق سے خود کرنے کی کو تم تو کر رہی اور وہ پیدا ہوا تو اسے ایک بیٹا سا مکان میں ہو کر نہیں مے کھیں۔ شوکت جہاں نے وہ رقم جو وہ ساتھ لائی تھیں وہاں کھانے کا اس کے قریب ہی کچھ تخت پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”کسی کو بھی تمہاری راہ میں متیقن کرنا چاہتے تھے۔ غصہ کھانی کے کانوں میں تھا، کون سے لڑکھائے۔

”کسی کو بھی تمہاری راہ میں متیقن کرنا چاہتے تھے۔ غصہ کھانی کے کانوں میں تھا، کون سے لڑکھائے۔

پس عشق اور عشق کی رہی اور اس میں بڑا بھلا کئی رہی۔ شوکت جہاں نے بھی ہوس سے کہیں کوئی پاس نہیں رکھا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ شوکت جہاں نے کئی بچوں کی بچائی کھلا شغری کی بساط اور نہ الٹ جائے۔ مزید وہاں کھانا گوارا نہ کیا اور اس موثر میں بیٹھ کر کھانے لگا۔

بیٹیا نے بھریں کی فکر اور ہر فکر دور کر۔

”کھ میں نہیں آتا تھا تو کسے تو کیا تمہارے کو ایک مہذب وہ تعاش کے جیسے میں بھر پور کر گئی تھی۔“
 ”بھئی، کوئی کاکھانا تھا؟“ (20) سے (21) میں یقیناً ہی کہتی تھی۔
 ”تین ستر گز سر کی بات کا آپ ایک دن مل کر ہوا تو میں نے اسے جس پر یقینا کے پیش نظر بات کرنا چاہا۔
 ”مگر کب سے آپ نے فرج کو میں تو ہر وقت اس کی آس میں ہی رہتی ہوں۔ تقاب سے ذری کمانے کو کوئی اور یقیناً ہوا ہے تو میں
 ”ایسا آپ کو کیا کھری ہیں آپ میرے ہوتے تھا آپ نے کتنی ہیں۔ وہاں کھا لیا یہی کھنڈر ہے کہ ہے اپنے
 ”میں یقیناً۔ یقین جان لو اب کھیں آگے چلنے کے سکتے نہیں ہے۔ حال چاہئے ہو کہ میں سے دل کے زخموں سے وہی نہیں
 ”اے یہاں حالات سے کہے کہ لگ لگ کے چھٹ گئے ہیں۔“
 ”اے آپ تو صابر ہیں میں سے ہیں۔ ابھی باپو سنا نہ باتیں کر کے دیکھا میں اپنی ساری ریاضت کو ایک ٹکڑی کر دی ہوں۔
 ”میں یقیناً صبر کرنے کی بھی ایک حد تھی سے اوست میں دور سے بھی زیادہ صبر کرنے کی ہوں۔ پائے تھے عورت کو اس بات نہیں
 ”میں نے کبھی اپنی غصہ کرکے سے نہیں لگا۔ ابھی ایک کھنت تھی نظر اس پر نہیں ڈالی۔ کبھی اپنے پاس لگا نہیں سبیا بوند کی اور
 ”بان کسی کھنڈر میں ہوں، دیکھا کرتی تھی۔ کبھی بھی ٹوڑ دیتے، اس پر تڑپ آ جاتا تھا۔ مگر ہنسنے کے کھنڈر کے لئے کبھی بھی بھاری
 ”ماری تھی تھی کہ اس کے مقصود سے اپنی برہادر کے سامنے بے سے رہی تھی۔ اسے کھلیا آج نہیں۔ یہاں جا رہی ہوں کہ
 ”سب کو نا بیرون اور زیادتیوں کی وجہ سے قیامت کے ساتھ اپنی خاموشی سے چلی تھی۔“
 ”اس نے ہڈی کھری اور بھی نہیں دیکھا تھا۔“ دور۔ اسے جیتے ہیں۔ تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں میرا کیا ہوتا
 ”اس سے عواور عورت ایک بار سنا کر میں اس کے سامنے اس وقت ہو کر کرائی زیادتیوں اور کو تا ہیوں کی مدافعت کبھی نہ
 ”بارھیا۔ میں ایک بار۔ بیرون میں کبھی کبھی جگے اپنی فرج ہاں کے پاس علی جاؤں گی۔ کبھی نہیں ہوا اور اس کے
 ”ان زبرد کی کیفیت بذاتی ہی تھی۔ وہ کھاتی کے آگے ہاتھ جوڑ کر ہنس کر کہتی تھی، جو دعائی کا
 ”کی دل شکست باقوں پر بیٹھا جارہا تھا۔ وہ مگر مت سے ہیچ نہیں ہوا۔“
 ”آپ خدا کے لئے خود کو نہیں لیا۔ آپ کا کیا آہ بگنی ہیں کہ مجھے جتنے جتنے نہیں ہے۔ میرا دل تو نے
 ”ہے آپ۔ میں وہ تو نہیں کرتا۔ مگر پونک کو شہنی کروں گا کہ کسی طرح تم کو ان خالوں کے پھل سے چڑھوں گی۔
 ”مگر آیا آپ کچھ تو صبر سے کا کہیں۔“ مگر جواب میں زبردہ چوٹ چوٹ کر دے گی۔ بلکہ اس کو نہیں کھنڈر کی جان
 ”یہ سنا تو کوئی ہے کسی قیامت سے کہ نہ تھا۔ میں کی جانی نے معرفت اس کی کہ تو تو کوئی یکہ ہوتے ہو چوٹ کر کے
 ”سب سے تھی جیتے۔“
 ”اس لئے میں کی میت سے آگے کھڑے ہو کر قسم کھا لیتی کہ یہ کب اپنی بے گناہ اور پیاری سب کا ہوتا ہے
 ”سے نہیں جیتے گا۔“

قیامتوں اور ڈہرائے جا کر وہ ایک مختصر لیکن خوبصورت سی کوٹھی تھی۔
 ”اول چوڑی کے دن اور جانا شہاب پر۔ بڑے ایسے کر کے کی سردی پر نہ ہی تھی کہ کسی بھی لمے پارہ تھکا جملہ سے گزرتا ہو
 ”بورا تھا۔“
 ”میں گلہ زردوں کو ہم سہ ما کی پہلی بارش یعنی ماہوں میں پڑنے کی وجہ سے کڑی دھوپ کی طرح سردی ایک دم ہی ٹھک
 ”گئی تھی۔ کوٹے کوٹے موٹی جزیروں، کوٹ اور چہلستر تھی اس کا کی سردی میں لاکانی محسوس ہوتے تھے۔
 ”ان کے گیارہ کھٹے کامل تھا۔ لیکن نقصاؤں میں پہلی بھی بگلی دھند اور ریح لبتہ ہوا ڈرنے اس دھوپ کو بھی جیسے ٹھکرا
 ”کر کے دیا تھا اور اسی ٹھکری ہوتی تھی جان میں دھوپ میں پروں برآمد سے کے ستون سے مٹی۔ خاتون خاندان سے کھٹے فاسٹلے پر۔
 ”میں زردوں اور ان شرائط پر نظر میں ہوا کے کھڑکی تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے پلنگ پر وہ نالہ کی مسکرائی اور
 ”کی کھالی اور زبرد کی لہ سے باوجود اپنے سہرا کو شوہر کے گرم شال سے اپنے طور ڈھانپ رکھا تھا بھر بھی ان کے پروں کو
 ”چھوڑ کر ہی پروں کوئی ٹھکری پر جان کے جسم میں کبھی ہی سدا کر رہی تھی۔
 ”ان کے انداز سے اضطراب میں نمایاں تھا اور اتفاد کی صبر آزا نا کھیت تھی۔
 ”اس لئے میں زردوں پر عام دنوں کی طرح کھڑکیوں اور سارا یوں کی اتنی زیادہ اعداد رفت نہیں تھی بلکہ کا دکھا ڈیالیں لہیں
 ”تھے اور سانکوں وغیرہ ہی دیکھے وقت سے گزر رہے تھے۔ خاتون خاندان کی نظروں ٹریگ سے نہیں تو یہ صحتی کالی پرندگی
 ”سٹ وائی پر پڑتے۔“
 ”اور ان کے ہر سے بران اہلی اہلی رنگت اور کھڑے نقشے کے حامل کانی خوش شکل خاتون تھیں جن بھی ہی کوئی
 ”نہیں اٹھا جس میں شان کا تقاضا کی خطائی آ نہیں گھبری یا سیت کی نماز تھیں۔
 ”ان کے ہر سے شہید کے ساتھ ساتھ ناگوازی میں شہد تھی۔ وہ باہر ٹریگ پر دیکھتے دیکھتے اکن جاتیں تو یہ لپٹ کر اندر
 ”دنگ کر کے پھر لپٹ کر باہر نکل آتیں۔“

نور و راج ہونے کی وجہ سے بیوی کا منہ کلن چیک کیا گیا تھا۔ شوہر نے خود اپنا کرا یا تھا۔ پھر بھی بہت ہمیشہ بولنے اپنے ہی سر پر تھی۔ جبکہ وہ شخص کلن کرنا کالج سے بل اسے کا منہ دانتہ تھا۔ روشن خیالی اور نئی افکار کا حامل تھا۔

یہیں اس معاملے میں وہ بیوی کو بھی دو دشمن دیتا تھا۔

پھر بھی بزرگوں اور دوستوں کے بہت کہنے سننے اور کجھانے کجھانے کے باوجود اس نے تیسری شادی نہیں کی تھی۔

یوں بھی باپ کے سپہ ہمارا اور پوتے کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے ہی اس نے یہ دوسری بیوی کا جنسیٹ اپنے سر لیا تھا ورنہ اسے دوسری شادی کی خواہش تھی نہ بیچے کی تھا۔ بلکہ وہ تو دوسری شادی کرنے کی حاجت کر کے ہی بہت رہا تھا۔ اور زبان سے نہ بھی اپنے رویے اور انداز سے وہ بیوی پر ظاہر ہی کرتا تھا کہ اس سے شادی کر کے اس نے یہ اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

بیوی خود بھی اس کے احسان تلے سہی جا رہی تھی۔

شروع سے ہی وہ فون کے اندر و اچھی تعلقات ناخوشوار تھے۔

کیونکہ شروع دن سے دونوں کے درمیان ایک جنگ اور ایچ سی حاصل ہو گئی تھی۔ یوں بھی وہ شخص کچھ تھاپی نظر نہ آتا تھا۔

اور بیوی پر ہمیشہ ہی جتانے کی کوشش کرتا کہ یہ زبردستی کا سو دا ہے۔ اور بیٹھ اپنی مرحومہ بیوی کا سوگ مناتا ہی نظر آتا تھا۔

گو اس میں شک نہیں کہ اسے اپنی مرحومہ بیوی سے بہت محبت تھی۔

لیکن گردتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ پورے آٹھ برس کے طویل عرصے میں وہ اس کے لیے حکایت پارینہ بنی بن چکی تھی۔ کہ کوئی بھی وقت میں ہی تو ایک خوبی یا خرابی ہوتی ہے کہ

کے عداوت کے ساتھ ساتھ حالات میں بھی تبدیلی پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ گردے ہونے کی بجائے جو گور جاتا ہے وہ حال اور پرستش کی تیز و زخمی بہت دیکھے رہ جاتا ہے۔

البتہ کچھ ایسے کچھ یاری ایسی ہوتی ہیں جو پھانسی کی طرح دل میں اتار جاتی ہیں اور بری طرح کھٹکتی رہتی ہیں۔

تو اس شخص کے دل میں بھی وہ شک بانی تھی۔

پھر اس وجہ سے ہی کہ جبر یہ عقد ثانی کرنے کے بعد بھی وہ اپنا گور بمقتود حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا۔

اور کوسا بیٹھ گیا کہ دوسری زبردستی سر پر بیوی صاحب شروت تھی۔

بلکہ مالی اعتبار سے وہ شخص کا مانگی کا شکار تھا۔ باپ کو وادائی لاف سے کوئی معقول و رش نہیں ملا تھا کہ دادا کا مال وراثت کو نکلے اور عیاشیوں کی نذر ہو گیا تھا۔ سو تلک مان۔ عین باپ کی پہلی بیوی نے عقدا ر مقصود افسان کی پہلی بیوی نہیں لکھ لیا۔ اولاد وراثت کے حصول کی خاطر اس کے باپ نے عقد ثانی کر لیا تھا۔ تب کہیں جا کر دوسری بیوی کے بطن سے وہ شخص پیدا ہوا تھا۔

گویا ایک طرح سے وہ شہل نگار ہی تھیں۔

اصل میں تو وہ اپنے شوہر کی منتظر تھیں۔

جن کی آمد۔ کسی کے بھی متوقع تھی۔

ان کے شوہر گزشتہ ڈھائی تین ماہ قبل اپنے قریب الگ والہ کی طبی پر سٹاپو دراندہ یا آگئے تھے۔

میں انہوں نے خط کے ذریعے اپنی بیوی کو اپنے والد کے رحمت کر جانے کی اطلاع دی تھی اور پھر خط لکھ کر اپنے والد کی اطلاع لکھا تھا کہ آج شام کی گاڑی سے وہی روانہ ہو رہا ہوں۔ اور وہاں سے جہاز کی سیٹ کی رحمت کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔ اس حساب سے تو گزشتہ دو روز قبل ہی انہیں آجانا چاہیے تھا۔ اور وہ پچھلے دو روز سے گھر پر کو کارے کر لیا اور پورٹ بھیج دی تھیں۔ بلکہ پچھلے روز تو خود بھی ایر پورٹ گئی تھیں۔ مگر بعد میں صرف ڈرائیور کو کچھ بھیجے پر آتھا گیا تھا۔ اور آثار اچھی کبہ رہے تھے کہ ان کے آنے کا امکان باقی نہیں رہا ہے کیونکہ ان کے آنے کی نئی جگہ تھا۔ اور خانوں خانہ کا اضطراب بھی اور کوفت میں بدل گیا تھا۔ کیونکہ وہ سخت بدگمانی کا شکار تھیں۔

مگر غلط تا وہ شکی مزاج نہیں تھیں۔ نہ ان کے شوہر ہی شوہن مزاج اور ادھر ادھر تک جھگڑا کرنے والے تھے۔

پس ان کے حالات تلے ہی انہیں کچھ فلتی مزاج بنا دیا تھا۔

پچھن میں ہی جب ان پر چاروں طرف سے لاڈ بیکاری کی بارش ہو رہی تھی تو قدرت نے ماں سہی نعمت کو ان سے چھین لیا تھا۔ تب باپ ہی سے انہوں نے اپنی ساری توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ دوسرے سمنوں میں لاڈ بیکاری محبت اور توجہ کی منتظر تھیں۔ مگر وہ ماں کا لکھن میلا ہونے سے قبل ہی دوسری شادی چاہتے تھے۔

تین برسے بھائی تھے۔

جانی پھر لکے اور اپنی شخصیتیں بچھا اور کرنے والے۔

لیکن چونکہ ان سے کافی بڑے تھے اور پھر بھی ہی سے باپ کی سخت گیری اور غفلت سے بچا ہوں کا رہ گیا۔ ان کے دل میں بیچہ گیا تھا۔ اس سبب سے بھی ان سے کھلنے نہ سکی تھیں۔

انہیں دیکھ کر والد سوسوس ہوتا تھا جیسے ان کا کچھ نہیں گیا ہو۔

یا پھر وہ خود کہیں گم ہو گئی ہوں۔

پھر جب وہ سن بلوغت کی صروں۔ کو بھونے لگیں تو سب سے زیادہ جانا چھڑکنے والے بڑے حال اور وقت کب کے بیرون ملک سفر چاہتے تھے۔

تعلیم بھائی نے ہی شادی کر لی تھی اور چھوٹے بھائی ہو کہ زیر تعلیم تھے تعلیم مکمل کرنے کی غرض سے سائیس چلنے اور اپنے علم پانے کے لیے وہ خود بخود گئی تھیں۔

پھر جوان ہوئیں تو سمنوں گھر سے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ہی شاید ادھر ادھر سے ان کے میاں ناتہ شروع ہو گئے۔

پیدا کر سکتے کی پاداش میں اسے بالکل ہی بے وقعت کر کے رکھ دیا تھا۔
 جو ہی بے چاری بھی اپنی اتنی بڑی شریفی کی وجہ سے احساس کمتری کی کچھ ایسی شکایت کر تی تھی کہ وہ سرفروہ
 خاموش سی رہتی تھی۔ کہ اولاد کی وہ بھی دل سے خواہاں تھی۔
 گستاخانے سے ماں بیٹے کا۔
 مگر جب کا تیرا تقدیر نے اس کی قسمت میں اولاد ہی نہیں کسی بھی تو ممبر کرنے کے سوا کیا وہ ہی کیا وہ باپا
 پس اسے ہر دم ہی دھڑکا دکھانا تھا کہ کہیں اس کا شوہر اولاد کی خاطر ایک اور شادی نہ کرے۔
 نکاح چل گیا ہے تو کس معاملے سے ہی چلے گی۔
 یا پھر کہیں خفیہ طور پر کسی سے تعلقات استوار نہ کر دے ہوں۔
 اور اس کے بھی وہ کچھ ایسے ہی نکاح و شہدات میں مبتلا تھیں۔
 آخر جب پہلی شہل کر اٹھا کر گئے کہ تے دن کا ایک دن گئی تو وہ شوہر کی طرف سے مایوس ہو کر ڈرائنگ روم چلی
 گئیں۔

اصل میں ان کی بچی ہونی کارا بھی تک اور کوٹھ سے وہاں نہیں آئی تھی۔ اس لیے اس کی والدین کے انظار اور
 ڈرائنگ روم میں ہی رکنا پڑا تھا اور ذرا ننھی خند ہر سدوی میں وہ میری اپنی خواب گاہ میں جا کر نجات میں دیکھ جاتیں۔
 وہ جو شہل ڈرائنگ روم میں آئیں۔ گھر کی اوجھڑ پھرائی تھک خوار اجدادی لہو نے اٹھ کر وہیں سے وار وار کھرا
 دی۔
 "واہن بیگم کھانا کب کھا کر ہو چکا ہے۔ کیا پیر لگا دلا ہے۔ مگر کوفت اور کھسیا ہٹ کے مہلک مہن ان کی بھوک بھول گئی
 انہوں نے سبز راتوں بیچے میں کہا۔
 "بہن۔ میز پر گوانے کی ضرورت نہیں بس تم کھا لو اور خانسا مان کو بھی کھلوا دو۔ اس کھنڈے جواب سے جان نثار
 تھا کہ وہ کچھ نہیں کھاتے پینے کے سوا تو میں نہ عقین اور اجدادی لہو اس کا سبب بھی جانتی تھیں۔ انہوں نے پلٹ کر جان نثار
 پہلے دلی زبان سے کہا۔
 "کھانے کا وقت نکل جاتا ہے وہاں بیگم کو بے وقت کھانے سے طبیعت پر گرانی رہتی ہے۔ جان سرکار کوئی
 آتے نہیں کھ رہے۔
 "وہ جواب شاید کبھی نہیں دے وہ منہ ہی منہ میں ڈرا نہیں اور پھر کھت سے لیے میں ہوں۔
 "جب میں سے وقت کچھ کھانے پینے کی عادی ہی نہیں تو ہر طبیعت پر گرانی کا کسا سوان۔ اجدادی لہو نے ہر کوئی
 کہا جواب میں ایک ہنستا سا مسخورتی واپس پلٹ گئیں۔ اور تھیں چنڈھے بعد ہی کار کتنے کی آواز آئی تو یہ جانے پڑا
 بھی کہ شوہر نہیں آتے ہیں ان کا دل بری طرح دھڑکا تھا۔
 مگر جانے شخصے اور کونٹ کی وجہ سے دھڑکا تھا یا شوہر کے باعث۔ حالاکہ وہ بہت مستقل مزاج اور طبیعت
 طبیعت کی ناک تھیں۔ شوہر کے معاملے میں تقریباً ہر عورت کسی نہ کسی پہلو اپنی فطری کمزوری سے مات مرزا کو
 ہے۔ سو وہ بھی ایک عورت ہی تھیں۔
 ڈرائنگ روم کے درمیان کی چاب ستانی دینے کی تھی اس لیے اپنی بے کلی پر قابو پاتے ہوئے وہ صوفے پر بھی نہ
 اس انداز میں بیٹھ گئیں جیسے ڈرائنگ روم کی واپسی سے باہر ہوں۔
 نیکی تھی ہی لیتے جب ایک مخصوص اور مانوس ہی خوشبو سارے ڈرائنگ روم کو مغلطہ کرتی نظر آتی تو آواز جے
 کے عالم میں انہوں نے گردن موڑ کر روزے کی طرف دیکھا۔ تو پتھر ہی پتھر کے گرم صوفے میں بیٹھیں انہیں اپنے
 سامنے ہی کھرا سے نظر آئے۔ اور ان سے نظر ملنے ہی بڑے سے گفتگو انداز میں مسکرا کر بولے۔
 "والسلام وعلیکم
 "والعلیکم السلام" وہ ان کے سلام کا جواب دیتی ہوئی۔ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ دل بھی گلاب انداز میں دہرا

کے لیے سنتا ہے جیسا کہ کا باعث بنی جاری تھی۔ وہ آنکھوں میں جامد ہوئی حیرت
 کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔
 "ابا آپ نے تو خود سلام کرنے میں پہل نہیں کی تو مجھے سوجا کہ ہم ہی کہیں نہ وہ ان کی ہر کیفیت کو نظر انداز
 کرتے ہوئے ان کے قریب آکر بولے۔
 "میں کسی قاعدے کے مطابق تو آنے والے پر ہی سلام میں پہل کرنا واجب ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی حیرت پر قندے
 ڈال پھاڑا۔
 "مگر ضرر اپنی منانے اتنے عرصے کسی نہیں رہیں آپ نہ انہوں نے ان کے جواب پر ہمیں
 کہ لڑھی۔
 "خاطر سے ظاہر ہے معلوم بھی کچھ ایسا ہی جو ہا ہے انہوں نے ان کی بات کو منہ میں اڑایا۔
 جواب میں وہ انہیں شاک ہی نظروں سے دیکھ کر رہ گئیں۔
 "مگر یہ نفی کیا کبھی جو کچھ بھی سہی جائز ہی ہے جان میں آپ کو واقعی انتظار کی سمیت رحمت اٹھائی تھی
 ہوگی۔ وہ ان کے شانوں پر ہاتھ دھری کہ انہیں منانے کے سے انداز میں بولے۔ جواب میں وہ نظریں جھکاتے ہی نہیں۔
 وہ کبھی ہر اپنی قیامی حاضری کی حاد کی کسمر بھی ابھی پوری کر دیں گے کچھ معلوم بھی ہے ہم آپ کے لیے کسی اتوں
 سونات لائے ہیں۔"

انہوں نے اپنے ہاتھوں میں ان کا چہرہ حتمام کر بڑے پیار سے کہا۔ اور شوہر کی بات پر خوش ہونے کے بجائے
 وہ بریکٹ کا کسی نہ کبھی کر یوں بھی شوہر کی ہر بات۔ یعنی ان کا اصدقہ جو نکاح موڑ۔ نرم سا روید۔ آنا التفات اور
 نرم چہرے کی کھچک کا باعث تھی کہ ہر صوفات۔ وہ بھی تھی اتوں میں صوفات لے کر آتا۔ ہیکہ وہ کسی خوش دلی میں
 تو انداز میں ہاتھ سے ڈرائے سے کوئی مسکری ہو کر کہے آئے تھے بلکہ وہ تو اپنے والد کی نازک حالت کے پیش نظر بڑے
 سناپی سے ملاحت میں روزے سے ڈرائے لٹا لٹے تھے اور باپ کے آخری سفر میں انہیں الوداع کہہ کر کہتے تھے۔ یوں
 بھی انداز کا والد کے پاس جنے کا یہ پہلا اتفاق تو نہ تھا۔
 پھر جب وہ اپنی ملازمت کی وجہ سے دہلی میں مقیم تھے تب بھی سال میں دو مرتبہ باپ سے ملنے میرا پورہ ڈرہنٹے تھے
 اور بال کو دیش ماڈو پیر مہمان کا عرصہ گزار کر رہی آتے تھے۔ یہ ان کے لیے کوئی فونکھی بات تو نہ تھی نہ ہی وہ کوئی
 صوفات لائے تھے۔
 "مراں تو تیرا بچہ وہاں ہی کچھ تو یاد ہی عرصہ لگ گیا تھا اور وہ گھر پر تہا رو گئی تھیں شاید اسی وجہ سے انہیں خوش
 کہنے کے لیے کوئی صوفات لے آئے ہیں انہوں نے دل میں سوچا۔ کہ اس کے علاوہ تو صوفات لانے کا انہیں
 کوئی بزاز ہی نظر نہیں آتا تھا۔
 "ایسی داتو مجھ سے ایک تو ہم آپ کے لیے آتی اپنی صوفات لائے ہیں اور آپ میں کپٹ کر ليو جھانک نہیں کہ
 تو ایسے کہا کہ تھے آپ کے لیے اٹھارے ہیں انہوں نے ہوتی کو اس قدر شہق اور موش دیکھ کر کہا۔
 "ابھی میں ہی فرخو دہی دیکھانے دیتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے کیا لائے ہیں۔"
 "وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر بولے۔ تو ہوئی نے بھی سوچا کہ نسبتاً وہ کوئی خاص چیز ہوگی ورنہ وہ اس انداز میں کسی
 چیز کو ہائے کے ڈال تو نہیں ہیں۔ اس اٹھارے میں اور اڑے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ پھر وہیں رنگ کر انہوں نے ڈرائنگ روم
 لڑائی پڑائی اور پھر انہیں پلٹ کر صوفے پر آئے۔
 "کھانچا آپ کا ہمارے پاس ہی چھو جسٹہ انہوں نے جو کئی کئی گپ کر کے کہا۔
 "میں اس دور سے کہ اس کے دو صدیے چھتیس ہو۔ ہی نہیں۔ میں ان کے آتے ہی ان کے قریب صوفے پر چھوٹی پڑ گئی
 کہ شہزادوں انہوں پر ہر گھسٹ میں دہی کوئی تھے بڑی۔ سچا لائے اٹھارے انداز گیا۔ لوہا کھٹے ہوئے بے تابانہ سے

انداز میں ہوئے۔

” لاؤ لاؤ بیٹھ ہماری لائی ہوئی یہ سوچنا ہے جگر کا سب کو دے دو۔“

بڑھ کر انا سا ہو کر کے قریب آگیا۔ اور پوری زمین نکال کر وہ نے ان کی طرف ترسہ دوئی۔ اور وہ اس زمانے میں
وہ کچھ اس بڑی حرکت اٹھائیں جیسے باؤں دولت ہو کر نہت گیا ہو۔ کیونکہ غریب زمین میں ایسا نہ کوئی ڈھونڈ نہیں سکتا
اس صدمے نے نہ پڑا سو با اٹھا۔ جسے دیکھ کر وہ کچھ اس بڑی ہوشیاری سے بول کر گھر کے شور کی اس سے بچنے لگا۔ شوہر نے
اس حرکت کو دیکھا اور ان کے جرس سے مشترب نگار ہی کو بھی بھلا گیا۔ مگر کچھ بڑے نہیں بلکہ گڑبازوں سے خالی ہے۔
لاؤ بیٹھ اسے ہماری گود میں لگا دو۔ ورنہ ایک باہر سے دوسرے ہاتھ میں کوئی ٹوکس کی ٹین میں مٹھل پڑ جائے گی۔

کیا نامی ہوتا۔ اس نے فوراً ہی کچھ بڑی احتیاط سے ان کی گود میں لگا دیا۔

” اچھا اب تم جا کر اپنے گود میں آ جاؤ۔ گود۔ شاہو کا بچہ جیسے تمک آ جاؤ۔ بہت ممکن ہے کہ میں کہیں جاؤں تو
انہوں نے کچھ کو مٹھائے ہوئے ڈرا تو دیکھو کہ اتنا وہ ہی بیترسہ کہتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

یہ وہی اسی کوچ کے دوسرے سرے پر جس پر وہ بیٹھے تھے جذبات سے خاری جھریں سے خاموش جھریں تھیں
نے کچھ کو اپنے اوردان کے دربان جو جگہ خالی تھی آہستہ سے شاہو یا سادہ صورت کی پشت سے سر کر کے کچھ بولے۔

” کیوں کیا ہماری لائی ہوئی سوغات بند نہیں آئی آپ کو؟ تو میری کا دل چاہا کہ کہیں۔ آج تک تو آپ کو یہ
لیے کوئی سوغات لائے گی تو نہیں نہیں ہوئی۔ اور اب لائے بھی ہیں تو بھلا گیا۔ معلوم کس کی اولاد رکھ کر
کا پھل۔ مگر میری یہ وہ شوہر سے تو نہیں کہہ سکتی تھیں۔ بڑے تلخ سے لہجے میں بولیں۔

” پسند نہیں تو ہماری بات ہے۔ مجھے حیرت تو اس بات پر ہے کہ جن حالات میں آپ سید پور گئے تھے ان میں
سے آپ کو رنج و کرب ہمیشہ کرانا چاہیے تھا۔ تاکہ سوغات۔“

” ہاں مگر کیا میں اس کا کیا جانے کہ یہ سوغات ہی اسی رنج و کرب کا ایک معجزہ ہی ہے۔“
جو نوہرہ اپنے گھر سے کے لیے اس جہم کے بہت سے مفروضے ہی سنتے کو ملنے میں انہوں نے تلخی سے دل میں سوچا۔

یہ بات لیتا آپ کے غضب میں انسانے کا باعث ہوگی کہ میری وفا جان کے برصاے کی نشاۃ ہے۔ اور ادا
نے بطور خاص میں اس کی مرہم سہتی قبول کرنے کی طرف سے ہی بلایا تھا۔ اور انہوں نے ان کا جملہ پورا ہونے سے پہلے
ان کی طرف کچھ ایسی علامت بھری لگا ہوں سے دیکھا نہ وہ گڑباز تھے۔

” میرے خیال میں اس وضاحت کی کچھ ایسی ضرورت تو ناگھی ناقص صاحب۔ جس آٹا ہی کافی تھا کہ آپ میرے لیے
انہوں سوغات اٹھا لائے ہیں۔“ انہوں نے طنز جیسے لہجے میں کہا۔

” ہاں ہونا ہی چاہیے۔ کیونکہ ہم نے اس کچھ کو آپ کی ایک دیرینہ خواہش کے پیش نظر ہی اپنی مرہم سہتی میں لایا
کیا ہے۔ غمخیز ہیں مجھ کو نہیں۔“

انہوں نے تو گیا ہو کر پر ہچکچا کر کہا۔
” لیکن انسان کے دل اگر کوئی شدت خواہش جو کچھ میری ہے تو اسے شدت دیکھ کر وہ جہاد جہاد
پیش جائے۔ ورنہ تو ہوں وقت گزرتا جاتا ہے یعنی ناخیر ہوئی جاتی ہے۔ وہ خواہش ایک حسرت میں بدل جاتی ہے۔

میں تو اپنی اس غلطی کو بہت گہرائی میں دن کرتی ہوں۔“
وہ اور کھلا شوہر سے اس معاملے میں رات کھا جاتیں۔ اتنے تلخ اور درشت لہجے میں بولیں کہ شائبہ کا خلق نہ
ہو گیا۔ اس کے باوجود بھی ان کے مزاج نے اعتدال سے تجاوز نہیں کیا۔ بڑے دھیے سے بچے میں بولے۔

” آپ کے کسی خیال کی نفی کو نہ لایم نہ تو نہیں رکھتے، فاخرہ بیگم۔ لیکن آپ کی کسی بیکے کو سہی کرنے کی خواہش
کرنے سے ہم اس لیے ناہرہ سے ملے کسی دوسرے کی اولاد کو دے کر پالو پالو۔ اس پر ہی تمنا کرتے ہیں جن کی
گرد و غبار ہی بڑی ہو کر وہ پرائی اولاد ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور نہ اسے پاس اس کی کچھ نظریں ہو جو رہیں۔“

پھر اس نے غصے سے کچھ بڑی ہو کر بڑائی ہی ثابت ہوئی۔ آپ کے لیے کیوں نہ کہ قبول آپ کے یہ آپ کی نہیں آپ کے
دیکھ کر وہی ہے۔ فاخرہ بیگم نے چمک کر کہا۔
” نہیں اس میں کوئی معاملہ نہیں درمیان ہے۔ باقی عبادت کے انتقال کے بعد اس کا ہمارے سوا کوئی دعویدار ہو گا نہ

میراث ہی۔“ ناقص نے اسے بچھے میں بولے۔
” اور یہ تو اس کی ماں کو بھی آپ بے حق کو دین گے۔“ فاخرہ بیگم نے جھپٹے سے بچھے میں بولے۔
” لیکن کہاں کی ماں کو بھی آپ بے حق کو دین گے۔“ فاخرہ بیگم نے جھپٹے سے بچھے میں بولے۔

” نہیں بے حق کو دینا گیا۔ اس کچھ کی والدہ اگر حیات ہو تیں تو پھر اس کچھ کو ہمارے سر پرستی میں آئے کی نوبت ہی نہیں
ہوتی۔ ناقص صحت سے بولے۔ فاخرہ بیگم نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ امجدی بوا کو پکار کر بولی اٹھ کر
بولی۔

” آپ ہاں تبدیل کر کے کھا نا کھا تیں گے یا۔“ انہوں نے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
” جتنی کاں سے اٹھے کر کے میں کوئی ہیمان تو نہیں ہیں اطمینان سے لینا پس تبدیل کر کے ہی کھا نا کھا تیں گے۔
تو آپ کھا نا کھا چکیں۔ رات شب بھی کچھ پر ایک نظر ڈال کر جھپٹے ہوئے بولے۔

” نہیں۔“
” اور جو کو بوا ہمارا ہی اہم نظر ہو رہا تھا۔“ انہوں نے خوش ہو کر پوچھا۔
” نہیں بلکہ مجھے ہاں گھبراہٹ نہیں تھی۔“ بڑی سیکھا تھی سے جواب ملا۔ اس جواب پر وہ بچ کر گر گئے اور خاموشی

سے ڈرائنگ روم سے بڑھنے لگے تو کسی خیال کے تحت تک کر بولے۔
” ہاں ہاں اس کچھ کو تو ہم سمجھ ہی گئے۔ اسے اندر کے فاخرہ بیگم ان کی بات قطع کر کے بولیں۔
” میں نے امجدی بوا کو کچھ سے بچھا یا ہے۔ وہ اس بڑی کو بیوں سے اٹھا کر اندر کہیں پھینکا دینے کا فاخرہ بیگم کی بات پر

خوف سے سست ہو کر ان کی طرف دیکھا۔ اور پھر قدم بڑھا کر کچھ کے قریب آگئے اور اسے گود میں اٹھائے تو بوا
” ایک جتن جان کی ذمے داری قبول کر لینا آسان نہیں ہو نا ہی تو یہ بیگم اور کچھ لادارت ہے نہ کوڑے کرکٹ کی طرح
گھر کے کسی کونے میں بھٹک دینے جانے کی سستی۔ یہ پر طور ہمارا ہی چھوٹی جھونکی ہے اور میں کا حق ہوی سے سوا کچھ نہیں
” میں کا حق باقی کا۔“ ان کے آخری فقرے پر عمل کر فاخرہ بیگم نے اپنی دانست میں ان پر کادھی چوٹ کی۔

” ہمارا نظریں چھوٹی ہوئی ہے میری سمان ہی ہوئی ہے۔ میری ہی کی بات کا مفہم سمجھنے کے باوجود ناقص نہانت سے بولے۔
” کاش کہ اس میں ہوتے فاخرہ بیگم نے ایک حد پر پہنچا۔

” ایسا ہی نہیں بلکہ ایسا ہی ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں نا تو بیگم کہ خون کے رشتوں میں ایک ہی تو لی ہوئی ہے تو خون
باپ کی گونہ اور ماں سے وہ بھی کی گونہ نہیں اور بیٹھے اور اس کی اولاد کی گونہ نہیں جاتا۔
میں نے اس بات سے ہنسی بڑا ہوا ہے۔ تاکہ میں کچھ کو اس کی بوا کا میں ملے آئے۔ نا ہوا ہی وجہ سے نا تو بیگم ان کے بچے

” لیکن ان کے بچے ہاں کے ساتھ باورنی خانے میں بھی ہیں اور میرے کھا نا کھا کر شوہر کے انتظام میں بیٹھی تھیں۔ اور یہ ناقص
کے ہاتھ میں منٹ تک انتظار کرنے کے بعد کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو کچھ ان کا اتھو کرتے ان کے۔ ناگھی۔
” سب انہوں نے کچھ ہی آنی اور صورت اور صحت مند کچھ کو کچھ ہی دل ہی ہوتا تو اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔ اس کے باوجود
کچھ انہوں نے کچھ ہی نظریں تو نہیں۔ اور میرے کچھ کی بوا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

” کاش کہ اس میں ہوتے فاخرہ بیگم نے ایک حد پر پہنچا۔
” ایسا ہی نہیں بلکہ ایسا ہی ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں نا تو بیگم کہ خون کے رشتوں میں ایک ہی تو لی ہوئی ہے تو خون
باپ کی گونہ اور ماں سے وہ بھی کی گونہ نہیں اور بیٹھے اور اس کی اولاد کی گونہ نہیں جاتا۔

میں نے اس بات سے ہنسی بڑا ہوا ہے۔ تاکہ میں کچھ کو اس کی بوا کا میں ملے آئے۔ نا ہوا ہی وجہ سے نا تو بیگم ان کے بچے
” لیکن ان کے بچے ہاں کے ساتھ باورنی خانے میں بھی ہیں اور میرے کھا نا کھا کر شوہر کے انتظام میں بیٹھی تھیں۔ اور یہ ناقص
کے ہاتھ میں منٹ تک انتظار کرنے کے بعد کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو کچھ ان کا اتھو کرتے ان کے۔ ناگھی۔
” سب انہوں نے کچھ ہی آنی اور صورت اور صحت مند کچھ کو کچھ ہی دل ہی ہوتا تو اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔ اس کے باوجود
کچھ انہوں نے کچھ ہی نظریں تو نہیں۔ اور میرے کچھ کی بوا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

” کاش کہ اس میں ہوتے فاخرہ بیگم نے ایک حد پر پہنچا۔
” ایسا ہی نہیں بلکہ ایسا ہی ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں نا تو بیگم کہ خون کے رشتوں میں ایک ہی تو لی ہوئی ہے تو خون
باپ کی گونہ اور ماں سے وہ بھی کی گونہ نہیں اور بیٹھے اور اس کی اولاد کی گونہ نہیں جاتا۔

میں نے اس بات سے ہنسی بڑا ہوا ہے۔ تاکہ میں کچھ کو اس کی بوا کا میں ملے آئے۔ نا ہوا ہی وجہ سے نا تو بیگم ان کے بچے
” لیکن ان کے بچے ہاں کے ساتھ باورنی خانے میں بھی ہیں اور میرے کھا نا کھا کر شوہر کے انتظام میں بیٹھی تھیں۔ اور یہ ناقص
کے ہاتھ میں منٹ تک انتظار کرنے کے بعد کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو کچھ ان کا اتھو کرتے ان کے۔ ناگھی۔
” سب انہوں نے کچھ ہی آنی اور صورت اور صحت مند کچھ کو کچھ ہی دل ہی ہوتا تو اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔ اس کے باوجود
کچھ انہوں نے کچھ ہی نظریں تو نہیں۔ اور میرے کچھ کی بوا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

” کاش کہ اس میں ہوتے فاخرہ بیگم نے ایک حد پر پہنچا۔
” ایسا ہی نہیں بلکہ ایسا ہی ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں نا تو بیگم کہ خون کے رشتوں میں ایک ہی تو لی ہوئی ہے تو خون
باپ کی گونہ اور ماں سے وہ بھی کی گونہ نہیں اور بیٹھے اور اس کی اولاد کی گونہ نہیں جاتا۔

میں نے اس بات سے ہنسی بڑا ہوا ہے۔ تاکہ میں کچھ کو اس کی بوا کا میں ملے آئے۔ نا ہوا ہی وجہ سے نا تو بیگم ان کے بچے
” لیکن ان کے بچے ہاں کے ساتھ باورنی خانے میں بھی ہیں اور میرے کھا نا کھا کر شوہر کے انتظام میں بیٹھی تھیں۔ اور یہ ناقص
کے ہاتھ میں منٹ تک انتظار کرنے کے بعد کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو کچھ ان کا اتھو کرتے ان کے۔ ناگھی۔
” سب انہوں نے کچھ ہی آنی اور صورت اور صحت مند کچھ کو کچھ ہی دل ہی ہوتا تو اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔ اس کے باوجود
کچھ انہوں نے کچھ ہی نظریں تو نہیں۔ اور میرے کچھ کی بوا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

” کاش کہ اس میں ہوتے فاخرہ بیگم نے ایک حد پر پہنچا۔
” ایسا ہی نہیں بلکہ ایسا ہی ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں نا تو بیگم کہ خون کے رشتوں میں ایک ہی تو لی ہوئی ہے تو خون
باپ کی گونہ اور ماں سے وہ بھی کی گونہ نہیں اور بیٹھے اور اس کی اولاد کی گونہ نہیں جاتا۔

میں نے اس بات سے ہنسی بڑا ہوا ہے۔ تاکہ میں کچھ کو اس کی بوا کا میں ملے آئے۔ نا ہوا ہی وجہ سے نا تو بیگم ان کے بچے
” لیکن ان کے بچے ہاں کے ساتھ باورنی خانے میں بھی ہیں اور میرے کھا نا کھا کر شوہر کے انتظام میں بیٹھی تھیں۔ اور یہ ناقص
کے ہاتھ میں منٹ تک انتظار کرنے کے بعد کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو کچھ ان کا اتھو کرتے ان کے۔ ناگھی۔
” سب انہوں نے کچھ ہی آنی اور صورت اور صحت مند کچھ کو کچھ ہی دل ہی ہوتا تو اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔ اس کے باوجود
کچھ انہوں نے کچھ ہی نظریں تو نہیں۔ اور میرے کچھ کی بوا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

اپنی خواہشات میں چلے گئے۔

مذہب کو روک دیا۔ اپنے باپ سے میں وضاحت برہم پوری کے دل سے سارے ملکوں میں گئے ہوں گے اور
 عرب کی سرحد پر پھر سے آئے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکوں کی طرف راغب برہم پوریاں کی تو یہی وہی ہے ثابت ہوئی
 وہ لوگ بھی ہونے کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ ملکوں کی طرف راغب برہم پوریاں کی تو یہی وہی ہے ثابت ہوئی
 وہ لوگ بھی ہونے کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ ملکوں کی طرف راغب برہم پوریاں کی تو یہی وہی ہے ثابت ہوئی
 وہ لوگ بھی ہونے کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ ملکوں کی طرف راغب برہم پوریاں کی تو یہی وہی ہے ثابت ہوئی

اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے

اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے

اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے
 اس دور میں اس کی طرف سے یہ دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اس نے اپنے باپ سے اپنے باپ سے اپنے باپ سے

"اور سے نہیں۔ اگر قبول اندک کرنا بات سے۔ عزم و شرف تو آپ نے مجھے بھٹکا ہے۔ یہ سچی بڑی رقم سے کہہ رہا ہے
 یہ رقم میری ملکیت ہے۔ میں نے تو یہیں چاہی ہوں کہ اس رقم کو اس بیٹی کے اخراجات کے لیے۔"
 "واہ تو کیا ہمارا شوق کا ہر سے ہنہ پری ما رو دینا چاہتا ہے آپ؟ اور ساتھ میں ان بات کو جڑ سے جھک کر جینا چاہئے
 "نہیں نہیں۔ آپ کی خاطر کرو۔ جو فیوضہ ہر سے ہنہ سے۔ میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ جب آپ سے
 ذمہ داری قبول کی تو آپ کی شریک سفر ہونے کی حیثیت سے میں اس ذمہ داری میں شریک بن جاؤں گا۔
 خاطر یہ کہ نے نوڑی اپنی بات کی وضاحت کی مگر نائب حسن کا دل ان کی اس تاویل کو سناستہ پر آمادہ نہ ہوا۔ ہر سے ہنہ
 سے بولے۔
 "بہر حال ہم نے تو اپنی طرف سے آپ کو ایک حقیر سا نذرانہ پیش کیا ہے۔ اب یہ آپ کی خوشی اور غم ہے۔
 اسے قبول کریں یا چھینک دیں اور پھر مجھ کو ساتھ واپس آ کر رہنا ہوتا ہے۔ آکر رہنا ہوتا ہے۔ آکر رہنا ہوتا ہے۔
 اگلے ہونے پوریں۔
 "مجھے بھی اس بات کا غم ہے کہ آپ مجھے ابھی تک نہیں مجھے نائب حسن۔ عدنا آپ اگر سمجھنا مجھے ایک سوئی بھی دیکھتا
 بھی میں بہت خوشی سمجھ کر حرجاں بنا لینی۔ یہ رقم تو پھر بھی بہت بڑی ہے۔"
 "آجیسا! ہوں نے یہ دل کہا جیسے ان کی بات پر بھینک نہ آیا۔ پھر فخرہ بیگم کو پھر مر ہونے کو کہنا مناسب نہ لگا۔ وہ بھی
 متوجہ ہو کر پڑیں۔
 "سچی ہاں گھراس گئی کہ نام کا کیا مسئلہ ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی نام تو ضرور ہو گا اس کا!"
 "اگر ہوں تو اب تک ہمارے علم میں نہیں آیا۔ پھر انہوں نے بھی کی پھونڈی اور کچھ کہے ہو چھا۔
 "بھئی لڑا آخر تو ہمارا کوئی نام ہے یا نہیں؟ جواب میں گئی حیران کی طرف دیکھنے لگی۔
 "کیا یہ کچھ ہوتی بھی ہے؟ فخرہ بیگم نے ان کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔
 "ہاں۔ ہوتی ہوں نہیں مگر شاید ہے۔ ہوتی ہے اور ضرور بہت گھوم رہی ہوتی ہے۔ اگر اس کا کوئی نام ہو تو تو
 انہوں نے بتایا۔ نائب فخرہ بیگم نے گئی کے چہرے سے رضا تو اب میرے سے پھر اور کبھی شوق اور کبھی فخرہ بیگم کو دیکھنے کے ہونے
 "آج بڑی ہنسی ہوئی کہ کیا نام ہے تمہارا۔" نائب نے پھر اور کبھی شوق اور کبھی فخرہ بیگم کو دیکھنے کے ہونے
 "چھل بہت۔"
 "نہیں کیا شہرت؟" نائب نے پوچھا۔
 "فخرہ نے ان کی طرف بول کر دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں کہ وہ کبھی کوئی نہ کوئی نام تو ضرور ہے اس کا۔
 "ہاں تو پھر بتانا چاہی تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے پھر پوچھا۔
 "چھل دست؟" گئی نے نام دہرائے۔ میں فخرہ بیگم نے دیکھی۔ پھر گئی دو تونوں میں بیوی کے بچے کو پڑا۔
 "اچھا دیکھو یہ کیا ہے؟" فخرہ بیگم نے دماغ پر دوڑا۔ لے کے بعد فریٹ ٹوش میں رکھے میب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
 پوچھی سے پوچھا۔ اصل میں وہ اس کا لفظ معلوم کرنا چاہ رہی تھیں۔
 پوچھیں۔
 "معلوم ہوتا ہے میب سے بہت مرغوب ہیں۔ نائب حسن نے قیاس آرائی کی۔ مگر فخرہ بیگم کے نام پوچھیں۔
 حل کرنے میں ہی مصروف تھیں۔
 "اچھا تو یہ سمجھ کر پوچھ رہی ہوتی ہے۔ چھل دست چھل دست۔ یعنی حل و حل۔ کیوں تمہارا نام سلاطے لاجپتی! انہوں نے گوی
 کے نام کا مت حل کر کے بڑے فخر سے۔ انداز میں شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو جواب میں گئی نے شہادت میں لہکتے ہوئے
 "مگر بالکل بیجا نام ہے یعنی عام نہیں ہے۔ اور میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ اس کو کچھ بڑے نام تو ضرور ہوگا۔
 "خیر فخرہ بیگم! مگر آپ تو بچوں کی نصیحتات میں ماہر ثابت ہوئی ہیں کہ اس کا نام تو معلوم کرنا۔
 مجھے سے شاید پھر پھر مدخل سستے۔ نائب فخرہ بیگم نے فخرہ بیگم کو ہنس بھڑکا ہوا ہنسنے لگا۔
 "لو جی! اب تو یہی وہ۔ دو ماں جہان جاتی کی گورنمنٹ ہی تو ہمارا۔ بیوی کے رہنے میں ایک دیکھ کر دیکھنے کی
 ہونے کی کوشش کی مگر فخرہ بیگم ان کی بات آن سچی کر کے میری لڑت پڑے۔ لگیں اور سچری بہا کر دیکھنے لگیں۔

ماہ بعد اپنا سوٹ کیس ملازم سے اٹھوائے اور رہیں کسی ہاتھ میں لیے اچانک ہی آگئے۔ اور حسب دستور میں "السلام علیکم" کیا۔

سلووا بھی انہیں دیکھ کر احتراماً کھڑی ہو گئی۔ مگر فخر و جبر کو دیکھ کر وہیں کھڑے رہیں۔ یہ نہیں کہ ان کا محبوب مسلمان ہے شوہر کی آمد کو کوئی ڈانسی نہیں لیا۔ اور اپنے کام میں مشغول رہیں۔ جہاں ان کے فریب ہی کو بڑے بڑے شہسازوں نے وہاں سے ٹھکسک جانا ہی بہتر سمجھا۔ کہ روٹی بھی جہاں کی موجودگی میں وہ جہاں کے پاس نہیں جھکتی تھی۔ اور ان دنوں کوئی ہنگامی بھی نہیں سولہریں کی تھی اور سڑک میں بڑھ رہی تھی۔ وہ جاتے کی مرض سے اٹھی۔ تو فخر و جبر نے اپنے انشورس کو کشت کیا۔

جہاں کا ہی وہی سولہوا پڑھیں بیٹھ کر پروگرام دیکھو اور وہ دہم تھی جو کہ پھر اپنی جگہ بچھ گئی۔
نائب اسے دوبارہ بچھتا دیکھ کر اٹھے اور ٹی وی کی آواز سنی کہ کے پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر جہاں سے بائیں طرف سفر لے رہے تو نہیں سنا کہ جہاں نے جہاں سے کیا کہا تھا سولہریں کی بات کے جواب میں جہاں نے جو کچھ کہا تھا اس نے سنا ہی نہ کیا۔ لیکن یہ سکاہو بار تو جہاں ہذا یہ بد زبانی ٹھکرے اگائی ہوئی ہے۔ شب اس کے بھی کان ٹھکرے ہو گئے کہ جہاں نے کون سے کاروبار کی بات کر رہی ہے۔

"نہیں۔ یہ بد زبانیت ہے دیکھ اگائی۔ بلکہ تقریباً ساری دنیا کے لوگ ہی ایک ملک سے دوسرے ملک میں رہ رہ کر گزرتے کاروبار کرتے ہیں۔ یہ تو تجارت ہوئی۔"
"ہوں۔ مگر جاز طریقے سے۔ یعنی حکومت سے باقاعدہ پرمٹ یا اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد ہی۔ لیکن آپ اور آپ کے پارٹنر تو چوری جیسے اہمکنگ کا کاروبار کرتے ہیں۔ جو خلاف قانون ہے۔ اور ایسے کاموں سے نیا دولت پیدا ہی رہا رہا ہو جاتی ہیں۔" جہاں بیٹھے ہوئے بیٹھے میں رہیں۔

"خیر خیر آپ کو کام کھانے سے مطلب رکھنا چاہیے۔ پیرنگھنے سے نہیں اور پھر آجکل کس کام کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہو کے دیکھو حکومت پرستی ہے اور کیا آپ نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ اس کاروبار کے طفیل آپ کو کتنی آسائشیں پیش آتی تھیں تو بالکل کا باہمی بیٹھ گئی ہے۔" جہاں جھٹک کر پوسے۔

"مگر جہاں تک میرا خیال ہے مجھے تو میٹرس سے ہی یہ ساری آسائشیں میسر ہیں۔ اولیہ آپ کے بارے میں جن کی کہ سکتی ہے۔ جہاں نے کہا تو سادہ سے لے لیں تھا۔ مگر جہاں نے جو شہری کیجے۔ ایک دم ہی چراغ پائے ہو کر پوسے۔
"اوہ۔ تو یہ کہہ کر تو آپ اپنی ادراپٹ جہاں کی امارت کا رعب ہم پر ڈالنا چاہ رہی ہیں۔ یہ جتنا یاد دہی یاد کرتے ہیں سال سے آپ ہمیں پالنے آئی ہیں۔"

"وہ نہیں نہیں۔ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" جہاں بھی جھٹکتے ہوئے انداز میں پولیں۔
"ہیں رہنے بھی دیکھو۔ یہ خوب سمجھتے ہیں آپ کی ذہن نشانی کو لیکن جب بات ہی ہے۔ عقلی سے تو ہم بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کدو کھلی ہوگی جو بھی پھرتا کر کے آپ کو کھلا دے رہے اور اپنی بساط کے مطابق ٹونا جھونڈا بھی بیٹا ہے۔ آپ کو کھو کا یا کھنا نہیں رکھا۔ اور اگر آپ ایسا ہی سمجھتی نہیں تو پھر ہمارے گھر کے دروازے تو کھینچے جیسے تھے۔ آپ اپنے اپنے کچے جگر آباد ہو سکتی تھیں۔ ہم تو اپنی مرضی سے آپ کو ہاسٹے بھی نہیں تھے تو پھر مرضی کیوں ہوتے۔
اور ان کی اس بات پر جہاں کا چہرہ اتر گیا۔ وہ کہہ سکتی ہی ہو کر پولیں۔

"آپ نے بھی تو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا نائب من! یہی مراد تو صرف اہمکنگ کے کاروبار سے تھی جس نے دولت اور سوائی کے سوا کچھ ملایا ہی نہیں۔ بلکہ نوٹس بیان تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان کے پاس خود اپنی مرضی سے ہونے والی دولت وہ بھی عزت اور جان کی چیز ہے جو وہ جاتی ہے۔"

"خیر خیر آپ ہماری بزرگی میں دستملق جو ہمیں نہیں توں کے توڑ پھاڑیں اور ہم بھی ایسے کھنڈل اور پتے پتے بلا سوچے کچے آگ میں یا پھر ڈال دیتے۔ ہمیں آپ سے زیادہ ان سداہی ڈاکٹوں کا علم ہے۔ آپ اپنے کام سے کوری

بیشہ درشت لہے میں ہوسے اور پھر تالیوں پر رکھا سوٹ کیس اپنی طرف کسک کر اسے کھولا۔ اور اس میں سے ایک سیلوٹیلڈ ڈیوٹی بٹن دکھان کر پوسے۔

اور جوت دکھان کر پوسے۔ لیکن آپ کو تو خواہ طشت میں رکھ کر پناہ دلانی پیش کر لیں تو آپ نفرت سے مجھ سے جھڑپا کر لیں چنانچہ یہ تھک رہا ہی چھوٹی بین کو سوناتا کے طور پر دے رہے ہیں۔"

راجہ سے بھی غلگلا کر ان کی چٹا پڑے ہاتھ ہر ایک چھوٹی بین کو سوناتا کے طور پر دے رہے ہیں۔
"انہوں نے اسے آواز سے کہنے پاس بلایا اور جب وہ اٹھ کر آئی تو وہ شخص اسے دیتے ہوئے بوسے۔
"سوچنا تو کرنا: تم بھی کیا یا کرو گی کہ تمہارا سہنے کتنا خوبصورت لگتا ہے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ میں وہ

پوشے سے کہا۔ جہاں نے زندگی میں پہلی بار اسے کسی ٹکراتے خوبصورت شخص سے نوازا تھا۔ سلووا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔
"ان کے اپنے سے کہ اسے کھول کر دیکھنے کی مرضی سے۔ اندر جانے لگی تو فخر کی موت بھری آواز سے اس کے قدم چلیے۔
"جائے کی ضرورت نہیں سلووا! یہیں بیٹھ کر ٹی وی دیکھتی رہو۔" اور وہ اپنے شوق اور دل کو ماز کرنا چھوٹے

نوازاں کھول کر پورا کردوں کی کسی چیز کے لیے بھی اس قدر لگلا نہیں کرتے۔ چلو یہ تو یہاں میرے پاس رکھ دو اور جہا
کون جہاں جان کے لیے چاہے بنا کر لاؤ۔"
اور سلووا جیسے ٹھوڑی بات پر ڈگیا۔ تو راضی ہو گئی اور کچن میں چل دی۔

ہدی باہت زبانہ ضعیف ہو جانے کی وجہ سے اپنے بیٹے کے پاس اٹھنا بھی لگتی تھیں اور وہیں کئی برس پیشتر ان کا
مشاں پر کھانا اس نے شہر زندگی اور رنج کے ماتے وہ ڈیر بھی جہاں کے پاس نہیں رکھا تھا اور اسے رنج میں اس بات پر تھا کہ

یکے جہاں کی موجودگی میں جہاں نے اسے خواہ کیا تھا لیکن پھر بھی جہاں نے نہیں لاکھا تھا بلکہ یوں لگے تھے جیسے انہوں
نہا رہا ہے۔ جو جہاں کی کارروائی تو شروع سے ہی آواز اور طمانناہ سا تھا مگر جہاں بھی کچھ کم نہتے اور وہ خوب سے
رہ جہاں لگتی کہ کیا جہاں کیسے ہی بے جہاں اور اسے اعتنا ہوتے ہیں۔

پھر بوائے کو دیکھ کر آواز سے دن بیٹھے اور جیسے کچھ آتی سرعت سے گزرتے کہ وہ سال کا عہد بیت گیا اور اسی عہد سے
کھانا کی پیش کر لیا اس حد تک درست ہی ثابت ہوئی تھیں کہ جہاں کی اب چوروں کی طرح سب سے چھپے زیادہ تر گھر
کیا لگاتے تھے تھے۔ اور کچھ اتنے چڑھے اور بد مزاج ہو گئے تھے کہ سادگی سے کسی بھولی سی بات بھی انہیں زبردستی تھی۔
"خار جہاں ہی اٹارتے تھے۔ اسے تو انہوں نے کبھی کسی بات میں اہمیت دی تھی۔ بلکہ فی حقیقت ہی اور پھر وہ خود بھی تو
ان کی زندگی میں تھی جہاں کے سامنے زیادہ بڑی ہی نہ تھی۔

خواروں، جب وہ انہماک امتحان دے کر فارغ ہوئی تھی۔ ایک روز اس کے جہاں کہیں باہر سے آئے تو بڑے
اور جہاں سے اپنے پاس نکال کر پوسا۔

"شہری جہاں کی گہری تھیں کہ مزہ تسلیم حاصل کرنا چاہتی ہو؟"
"ہاں۔ یہ سوچ کر دل ہی دل میں خوش ہو گئی کہ جہاں اسے آگے چڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔

اور پھر وہ کھڑے ہو کر دارا اور بی بی۔ اگر تھے چھوڑ دیں اور کیا تو روز محشر انہیں کو کیا جواب دیں گے۔
"جہاں نے اسے جہاں کہا کہ جہاں سے اسے اپنی سعادت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
"اپنے خرقہ اہمیت پیدا کر دیں جہاں جان! وہ وہ خوب سے انداز میں آہستہ سے بولی۔

"اسے نہیں ڈرنا! اس اتنی ہی قابلیت کانی ہے جو تمہارا تھک سکا کچھ ہو۔ اور پھر تم تو شہری شادی کا سوچ رہے
ہو۔ اور تمہارے لوگ دارا اور بی بی۔ اگر تھے چھوڑ دیں اور کیا تو روز محشر انہیں کو کیا جواب دیں گے۔
"جہاں نے اسے جہاں کہا کہ جہاں سے اسے اپنی سعادت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
"اپنے خرقہ اہمیت پیدا کر دیں جہاں جان! وہ وہ خوب سے انداز میں آہستہ سے بولی۔

نکھنے کے لیے کچھ طرف ہی کہ تمہارے ایسی بات کہ رہے ہیں۔ تم بھی کیا سوچ رہی ہو گی اپنے دل میں چاہا جاؤ اب
نکھنے کے لیے کچھ طرف ہی کہ تمہارے ایسی بات کہ رہے ہیں۔ تم بھی کیا سوچ رہی ہو گی اپنے دل میں چاہا جاؤ اب

کبھی کبھی وہ خالص پوری اردو و برنہ نظر اور ہنر چاہتا تھا لہذا کاغذ استعمال کیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی سے شہر کے
 مٹی کا مینا بنی بجائی جوار سے نوکھا اس کی بے تکلف سہیلی نے بھی ہنسی کی ضمنی اس پر انہوں نے دیکھا
 نہ چھپا کر وہ ان سے بیگم آئی۔

پھر کئی روز گزر گئے۔ بجائی نے پھر کہا نہ بجائی نے ہی کچھ بتایا۔
 اسٹاٹوں کے بعد تھیل پر گئی تھی۔ اس لیے اس کا تمام وقت گھر میں ہی گزارتا تھا۔ بجائی نے وہ ہرگز نہیں
 لیا تھا کہ ایک کے علاوہ میں ایک جنگل پر گرا کر اس میں آ جیسے تھے۔ ملازموں کی تعداد میں زیادہ ہو گئی تھی۔ انہوں
 ہی پیش تھے۔

اس روز وہ بجائی کے ساتھ لان میں چلی سپرپرک چلے جی رہی تھی کہ ایک لسی سی خوبصورت کاگلیٹ سے
 ہو کر میں ان کے سامنے نہکتن ہو کر کی۔ شاہکار چلائے والے سے ان دونوں کو لان میں بیٹھے دیکھ لیا تھا۔ وہ
 نے پورے راج کے بجائے کاروبار میں روک لی تھی۔ پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو وہ تو وہ بجائی ہی اسے دیکھتی رہ گئی۔
 دروازہ چوڑا چکلا سمجھا اور وہ چہرہ اوپر ایک شاندار سا وقار، گوجا لیس، بالیس برک کا ہی لکس ہاؤس
 کڑیل جوان دغا پھر بھی گھرو جواڑوں کو مات دینا نظر آ رہا تھا۔

وہ کار سے اتر کر سیدھا ان دونوں کی طرف ہی بڑھا آیا اور بہت ہی جلد ہی نماز میں دونوں کو سلام
 اس نے پوچھا۔

”کیا ناغیب من صاحب اس وقت گھر پر موجود ہوں گے؟“

اس کی نظر سلو پڑی نہیں اور سوال وہ فائر سے کر رہا تھا۔
 سنی نہیں ۱۰ تو اس وقت گھر نہیں ہیں لیکن اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو غالباً آپ اسے ریح دانی صاحب میں ناغہ ہو گئے
 تھا علیٰ سنی سکرسٹ کے ساتھ رہتا تھا ان سے بڑے خوبصورت سے انداز میں ہنس کر کہا۔

”ابو۔ آنا ہے۔ قابل اور اسے۔ ریح دانی صاحب بڑا طول کھینچ دیا آپ نے تو درہ صرف دزانی جی کافی تھا بیٹھے
 گزرا انداز میں غلے نہیں فرماتا تھا آپ بھی سرخس ہی ہیں؟“

”نہی۔ غالباً نہیں پڑھتا۔ مگر آپ سرفیٹ تو لکھیں: فافرو گونے شہر کی گنتائی کی حد توڑتے ہوئے کہا تو سلو پڑا ہی نہت
 ہو گیا کہ پچھلے چھپتے نہیں آ۔ اس کی بجائی کسی سے اس قدر بہت اور اخلاق بھی بہت سخی ہیں۔ یوں بھی ان کے چہرے
 ہاتھ لکھ کر سلہا با دیکھتے بیٹا ہی تھی۔“

”نظر سرخس نہت نہیں۔ گنتے میں مجھے کوئی نامل تو نہیں۔ لیکن چند منٹ بعد ہی میرا کسی سے ایک ضروری بات سمٹت ہے اس
 جاعفرت نہیں غلطی شائستگی سے معذرت کی۔“

”نہی گزری دزانی صاحب۔ ذات ہمارے دوستوں کے خلاف ہے کہ ہمارے دوستوں سے جھانک کر ہی دلیں چلا ہلے
 یہ اسے دیکھ کر پانے پینے کے عرصے تک توڑ کر دانی ہو گا۔ ناغہ، بیگم نہیں ہونے کے انداز میں بولیں۔“

”کسی دن وہ دیکھتے ہی گھبرا گیا۔ میں تو ان تک جھانک چکا ہوں۔ یوں بھی یہاں آتا تو اب مجھ پر غرض نہیں فرض ہو گیا
 سے نہ پتہ ہو کسی دن نہ پتہ ہو گا۔ اس وقت تو صحافت کریں: وہ بھی تو میں اخلاق اور خوش گنتائی کے شہر سے ہی ڈوب
 ہیں۔“

”ابھی اچانک کہا نہ پڑھتی۔ دیکھ لیا کیا ہے: ناغہ بیگم نہیں کر رہیں۔“

”یہاں سے۔ ایک جلیبی۔ ابھی ناغہ لفظ۔“
 ”دیکھ کر ہی گھٹت میں تھا، بہت کراہی نہ چلا گیا، اور وہ جواہی بجائی کے قریب ان ہنر چھپائی کی شہر کی لابی اور خوش اخلاق

خندہ پیشانی سے ایک اٹھنی اور غمرو کے ساتھ پیش آنے پر بھی ابھی تک وہ نہ ہیرت میں غوطے کھینچا تھا۔ یہی تھی بھائی کی بڑھاپا اور آواز اور شہرت بھرے سے لہجے سے اب بڑی لڑن چوکی جیسے بجز حیرت میں اپنا کب کھٹنے والے کسی تھپڑے سے لگے کے کھڑے ہو گیا۔

تھپڑے پر تہ کیا ہے کہ کسی غیر مرد سے سامنا ہوا جائے تو گھر میں جا کر دو۔ لیکن تم نے شاید بے فکرانہ ہارسا کے ساتھ میری کسی بات پر کان ہی نہیں دھرے۔ اب دو دو چیزیں بھی تو نہیں تم۔ باغے پر چلی ہو۔ آج تمہاری شادی کروں تو تم کو کھانا دے گی۔ بھجیوں تم۔

نہت بھائی نے تو ڈرامی تھا تو کھیل اس طرح کہ ان کے آٹری فقرے پر وہ جھوڑ کر دے گی۔ کہ اس نے تو بڑی بات اس کے گمان میں ہی شادی کا تصور نہ تھا۔ وہ دیکھو پر تک اور شرم سے چہرہ ٹھکانے میں ہی بیٹھی رہی۔ پھر اٹھ کر اندر چلے گی۔

اب اندر جانے سے قانع نہ رہا۔ البتہ آئندہ اس بات کا خیال رکھنا اور ہاں اب گھر میں بیٹھ کر تو زمانہ بڑا ہی کھینچا ہوا ہے۔ میں لڑائیوں کو یاد پڑھانے کھانے کی ناکال نہیں ہوں گا اور جو اب میں چپ چاپ لے کر کسی پر یوں بیٹھ گیا جیسے کسی میں ہی نہیں ہوں۔ خود آئی اسے بھی لیا۔

”میں تمہاری باتوں کو نہیں بول لیکن میں نے تمہاری پرورش مڑو کی ہے اور مجھے یہ بالکل گوارا نہیں کہ گھر گھر کے گھانے پر پھوڑ کھائی جاو یا ہنسنا سے بارے میں لوگ غلط باتیں کرے۔ بھائی یا صاحبنا انڈاز میں نہیں۔“

”میں تمہاری باتوں کو نہیں بول۔ یہ دفعہ تو وہ بیٹھی گئی پارک کی تھیں۔ گویا وہ اس فقرے کی عادی کی ہو چکی تھی اس لیے یہ بالکل نہیں کھلی تھا۔ تب جب بیل بارا ہوں نے دفعہ استعمال کیا تھا تو اسے بہت فسوس ہو گیا کہ وہ کھڑکی کیاد میں بھی نہیں تھیں۔ خود بھائی بھی اس سے ایسے بے نیاز تھے کہ اسے اسے فسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی بوسل یا پھر دارالمان جیسے ادارے میں گزار دینی ہی پڑتا ہے کہ سہرا سے اس کے لیے بالکل زیادہ خرچہ خرچہ ہوتا ہے۔“

اسے فسوس تھا اور صرف تیلیو کو خیر یاد رکھنے کا۔ اور بھائی نے تو اب کہا تھا جب کو اسے تو بھائی کی انگٹوں سے بہت پہلے ہوا تھا کہ اس کا مزہ بلیو حاصل کرنے کا ٹوٹی بھی پورا ہو سکے گا۔ اس معاملے میں شدید تو بڑی چیز وہ جگہ سا جگہ کیوں کر تھی اور بھائی ایک ہر کسی بات پر تھکا کر کے ہراس نے بھائی سے چپ چپ کیا تھا۔

اسے تو اس کے حالات نے چوتھی ہی عمر سے ہی بہت حساس بنا دیا تھا۔ ذہانت بھی اس میں کوئی کوشش نہ تھی۔ حالات کو سمجھنے کا پورا پورا شعور بھی نہ تھی۔ البتہ بڑا اور چالاک بالکل نہ تھی۔ اس کی محرومیوں نے تو اس کے مزہ سبب کہ میں نگاہی تھیں۔ وہ خاموش ہی نہیں رہتی تھی بلکہ اسے دیکھ کر کچھ ایسا فسوس ہوتا تھا جیسے اس کے دل میں کسی بات کی گہرے ہوئی ہو چکی تھی جسے وہ زندگی کو ایک مجبور اور مظلوم سمجھ کر رہی تھی۔ جب کہ خاموشی بچہ اس کی خاموشی کو اس کے اٹھنے پر بھول کر لیتی تھیں۔

کتنے ایسا فسوس کا مقام تھا کہ صرف ایک شہر کی بنا پر انہوں نے اپنے دل میں چھپے متانے کا نازا دل جانے کو کھینچا تھا۔ اس پر وہ کہ وہ فطرتاً انکو اور اج اور اکل کو ہی بھی واقع ہوئی تھیں اور گھر اس کی اور زندگی کی وہ تھی جب کہ وہ اس کو شہر کی کسی خواہش کے سلسلے میں نہیں بولتی تھی کہ وہ جانتے کے باوجود وہیں مملو کی طرف منتقل نہ ہو کر کسی شہر کے سردار سے بھر دیتے اور بھائی کی عظمت اور بے انتہائی سے چھٹین ہی سے سلوٹ کے حصول سے دل اور اسات کے ذمہ بھائی کی تھی کہ گھر میں ہی جو کردہ گئی تھی اور شاید بے انتہائی سے اسے بہت حساس اور یا شعور بنا دیا تھا۔ وہ ان کی بھرت اور البتہ اس میں بالکل نہیں تھا اور وہ سب سے اتالی ہی کو ایسا ششک اور بیگانہ سا ملتا تھا کہ اس سے بے خبری کے بارے میں کسی کچھ سوچا ہی نہ تھا۔

بھائی نے یہ ہر کہہ کر اب تم گھوٹیں بیٹھ کر امور زمانہ داری کی تربیت حاصل کر لو گوارا اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرنے کا

خندہ پیشانی سے ایک اٹھنی اور غمرو کے ساتھ پیش آنے پر بھی ابھی تک وہ نہ ہیرت میں غوطے کھینچا تھا۔ یہی تھی بھائی کی بڑھاپا اور آواز اور شہرت بھرے سے لہجے سے اب بڑی لڑن چوکی جیسے بجز حیرت میں اپنا کب کھٹنے والے کسی تھپڑے سے لگے کے کھڑے ہو گیا۔

تھپڑے پر تہ کیا ہے کہ کسی غیر مرد سے سامنا ہوا جائے تو گھر میں جا کر دو۔ لیکن تم نے شاید بے فکرانہ ہارسا کے ساتھ میری کسی بات پر کان ہی نہیں دھرے۔ اب دو دو چیزیں بھی تو نہیں تم۔ باغے پر چلی ہو۔ آج تمہاری شادی کروں تو تم کو کھانا دے گی۔ بھجیوں تم۔

نہت بھائی نے تو ڈرامی تھا تو کھیل اس طرح کہ ان کے آٹری فقرے پر وہ جھوڑ کر دے گی۔ کہ اس نے تو بڑی بات اس کے گمان میں ہی شادی کا تصور نہ تھا۔ وہ دیکھو پر تک اور شرم سے چہرہ ٹھکانے میں ہی بیٹھی رہی۔ پھر اٹھ کر اندر چلے گی۔

اب اندر جانے سے قانع نہ رہا۔ البتہ آئندہ اس بات کا خیال رکھنا اور ہاں اب گھر میں بیٹھ کر تو زمانہ بڑا ہی کھینچا ہوا ہے۔ میں لڑائیوں کو یاد پڑھانے کھانے کی ناکال نہیں ہوں گا اور جو اب میں چپ چاپ لے کر کسی پر یوں بیٹھ گیا جیسے کسی میں ہی نہیں ہوں۔ خود آئی اسے بھی لیا۔

”میں تمہاری باتوں کو نہیں بول لیکن میں نے تمہاری پرورش مڑو کی ہے اور مجھے یہ بالکل گوارا نہیں کہ گھر گھر کے گھانے پر پھوڑ کھائی جاو یا ہنسنا سے بارے میں لوگ غلط باتیں کرے۔ بھائی یا صاحبنا انڈاز میں نہیں۔“

”میں تمہاری باتوں کو نہیں بول۔ یہ دفعہ تو وہ بیٹھی گئی پارک کی تھیں۔ گویا وہ اس فقرے کی عادی کی ہو چکی تھی اس لیے یہ بالکل نہیں کھلی تھا۔ تب جب بیل بارا ہوں نے دفعہ استعمال کیا تھا تو اسے بہت فسوس ہو گیا کہ وہ کھڑکی کیاد میں بھی نہیں تھیں۔ خود بھائی بھی اس سے ایسے بے نیاز تھے کہ اسے اسے فسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی بوسل یا پھر دارالمان جیسے ادارے میں گزار دینی ہی پڑتا ہے کہ سہرا سے اس کے لیے بالکل زیادہ خرچہ خرچہ ہوتا ہے۔“

اسے فسوس تھا اور صرف تیلیو کو خیر یاد رکھنے کا۔ اور بھائی نے تو اب کہا تھا جب کو اسے تو بھائی کی انگٹوں سے بہت پہلے ہوا تھا کہ اس کا مزہ بلیو حاصل کرنے کا ٹوٹی بھی پورا ہو سکے گا۔ اس معاملے میں شدید تو بڑی چیز وہ جگہ سا جگہ کیوں کر تھی اور بھائی ایک ہر کسی بات پر تھکا کر کے ہراس نے بھائی سے چپ چپ کیا تھا۔

اسے تو اس کے حالات نے چوتھی ہی عمر سے ہی بہت حساس بنا دیا تھا۔ ذہانت بھی اس میں کوئی کوشش نہ تھی۔ حالات کو سمجھنے کا پورا پورا شعور بھی نہ تھی۔ البتہ بڑا اور چالاک بالکل نہ تھی۔ اس کی محرومیوں نے تو اس کے مزہ سبب کہ میں نگاہی تھیں۔ وہ خاموش ہی نہیں رہتی تھی بلکہ اسے دیکھ کر کچھ ایسا فسوس ہوتا تھا جیسے اس کے دل میں کسی بات کی گہرے ہوئی ہو چکی تھی جسے وہ زندگی کو ایک مجبور اور مظلوم سمجھ کر رہی تھی۔ جب کہ خاموشی بچہ اس کی خاموشی کو اس کے اٹھنے پر بھول کر لیتی تھیں۔

کتنے ایسا فسوس کا مقام تھا کہ صرف ایک شہر کی بنا پر انہوں نے اپنے دل میں چھپے متانے کا نازا دل جانے کو کھینچا تھا۔ اس پر وہ کہ وہ فطرتاً انکو اور اج اور اکل کو ہی بھی واقع ہوئی تھیں اور گھر اس کی اور زندگی کی وہ تھی جب کہ وہ اس کو شہر کی کسی خواہش کے سلسلے میں نہیں بولتی تھی کہ وہ جانتے کے باوجود وہیں مملو کی طرف منتقل نہ ہو کر کسی شہر کے سردار سے بھر دیتے اور بھائی کی عظمت اور بے انتہائی سے چھٹین ہی سے سلوٹ کے حصول سے دل اور اسات کے ذمہ بھائی کی تھی کہ گھر میں ہی جو کردہ گئی تھی اور شاید بے انتہائی سے اسے بہت حساس اور یا شعور بنا دیا تھا۔ وہ ان کی بھرت اور البتہ اس میں بالکل نہیں تھا اور وہ سب سے اتالی ہی کو ایسا ششک اور بیگانہ سا ملتا تھا کہ اس سے بے خبری کے بارے میں کسی کچھ سوچا ہی نہ تھا۔

بھائی نے یہ ہر کہہ کر اب تم گھوٹیں بیٹھ کر امور زمانہ داری کی تربیت حاصل کر لو گوارا اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرنے کا

غیر شہزادہ ہونے کے دوست اور عزیز بن گئی کہ اس مسئلے کا حل تلاش کریں گے۔ ویسے تمہاری کیا رائے ہے اس مسئلے میں سلطنت کا بھائی نے وراثی صاحب کی بھاری وی ڈوبے ڈوبے اپنا حکم کی اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ وہ نے نظر اٹھائے اور کہا: ”جی ہری۔ سیری رائے بھائی“

”ہاں ہجرتی مراد مطلب ہے تمہیں کہیں گئے وہ بھائی نے کہہ کر گویا اپنے سوال کا مفہوم سمجھا کر دیکھ کر وہ انہیں دیکھتا جاتا کہ وہ اسے کیسے لگے جب کہ بھائی کا پاس زر لادوست سمجھنے کے سوال نے ان کے ہائے میں بھی کچھ بوجھ پیدا کیا۔ اس میں وہ بے غرضتوں اور وہ بی بی نڈر کے تھے۔ گرد روئے تو نہیں کہ کتنی تھی کہ وہ بہت ہی وجہ اور رشتہ داروں کے تھے۔ یہ بھی ”جی ہری“ ایسا کوئی شکل سوال تو نہیں۔ میں آتما ہی بنا دو کر وہ نہیں رہے تو نہیں گئے۔ بھائی نے اس کی جواباً کہا: ”نہیں نہیں بھائی جان۔ بھلا وہ مجھے بر سے کہوں گئے نہ بھائی جان کے پاس نہیں اور“

”ہاں میں یہ ہی حلوم کرنا چاہ رہی تھی۔ بھائی نے خفیہ ہی سلاٹ کے ساتھ اس کی بات کو قطع کر کے کہا اور جواب دہانہ کے بلاوجہ مسکراتے پر حجب سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔ بھائی کچھ دیر بعد ایک طرح میں سامنے پہنچ کر بولیں: ”اس عمل میں تمہیں سر سے جو لوگھے بچھانے کی نالی ہی نہیں تھی مگر وہ تمہارے بھائی جان کچھ زیادہ ہیں وہ شہزادان ہوتے ہیں۔ جواہر خاواہ بی بی میرے سر کو گئے کہ سلطنت کا خلیفہ ضرور ہے لو۔“

اور اس کی کچھ کچھ کچھ بی بی خاواہ کی صاحب کے بارے میں اس کا خیر دینے سے اس کے بھائی جان کی کیا مراد ہے۔ تو تعجب سے بھائی جان کی شکل دیکھنے لگی۔

”غیر ہر تمہی کی کو نہیں پوچھ کر پھر بھی نہ سکوں گی ہیں زیادہ لاگ پیٹ سے کام چلے کی نادہ نہیں ہوں۔ وراثی غریب غریب تم سے دیکھ اور دیکھنے میں گھر میں نہایت شریف اور متواضع اور دھرم کی عمارتوں میں قائمیت اور سیت ہی کی ہے۔ یہ جتنا چاہتا ہے ان کے ان وسات کے پیش نظر تمہارے بھائی جان نے ان سے تمہاری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس عمل معمولی ہوا۔ جیسے یہ بات کہنے کے بجائے بھائی نے اس کے سر کو ڈھکی ڈھکی سے وہ مادی ہوس سے اس کے پاس معلل ہو گیا۔ وہ اکھیل بڑے سے کے انداز میں بھی کھڑکھڑائی پیش آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے تھی۔“

”بھائی اس میں اس قدر حیران ہونے کی کیا بات ہے بلکہ یہ تو بھاری خوش نصیبی ہی ہے کہ ان وقت مشقت کیسے ہی ہوتی ہے کہ کو ایک قابل اور خوبصورت بڑی گیسے بہتار سے لیے۔ اگلے آگے جسے جاننا کی دور مری تاریخ کو تو ان کے نکل ہوا اور ان بھائی نے یہ کہا کہ کوئی بھی اس سے حرم لگ کر دینے تھے۔ وہ مٹاؤں کی زوریں آئی کچھ دیر تو اسے سو حرکت کی تھی وہ پھر نہایت خاموشی سے اپنی قسمت کا فیصلہ سن کر بھائی کے پاس سے اٹھ کر اپنے گھر میں چلی آئی۔ کو دستور ذراں مندی کی ماری ہوئی تھی۔ خاموش رہنے کے سوا کچھ ہی کیا سکتی تھی۔ اتنا ہی تھا کہ نہایت کچھال سے نہ رہے میں اتھار جی کرسکتی۔ اور پھر اس نے بانیوں کی ٹیڈیل نانا کو کیا بی بی شادی کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا۔ جی گریہ بول کر اس کے پاس سے نہ گزرا تھا کہ اس کی شادی بھی ہو سکتی ہے۔

اسے تو بس قلیہ حاصل کرنے کا ہی شوق تھا۔

اب توجیب سے اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ چند روز بعد اس کی شادی ہو رہی ہے وراثی صاحب کے بارے میں سوچنا کہ اس پر ایک جہم شاداری رہنے لگا تھا کہ وراثی صاحب کو تو وہ بھائی کا دوست اور پارٹنر ہونے کی نسبت سے ان کا بہت بڑا دکھ ہوئی تھی۔

جب بھی اس سے سامنا ہوتا تھا اتنا ادب و احترام سے انہیں سلام کرتی تھی۔

بھائی کا غضبناک ہونے کے بعد ان سے ڈری ڈری بھی رہتی تھی۔

وہ وہی اس سے عہ میں گئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ بہت ہی خوبصورت اور لاڈلے خنیاں کے حامل تھیں اور اس اعتبار سے اسے ہر کی تھی۔ انہیں شہزاد کی حیثیت دینے کے لیے اس کا ذہن آزاد ہونا چاہیے۔ مگر اب تو اس کی قسمت کا فیصلہ کر ہی رہا گیا تھا اس نے نہ پناہ ہے جو بھی گویا دل پر ہر کر کے وراثی صاحب کو کسی نہ کسی طرح قبول کرنا ہی پڑا تھا۔

پھر بھی جی بھی اس خیال سے اس کا ہاتھ پاؤں چھوئے گئے کہ چند روز بعد ہی وراثی صاحب سے اس کی شادی ہو جائے گی۔

توجیب۔

توجیب وہ دیکھ کر نہ گھڑ گھڑ سے کہے گی۔

وراثی صاحب۔

کیا سلوک واد کہیں۔

اصول میں توجیب نے جانی اور بھائی کے تعلق اور پوری ازدواجی زندگی نے اسے پریشان سا کر رکھا تھا کہ اس نے تو ان دونوں کو جو کہیں کبھی کبھار دیکھا تھا۔ مگر ہمیشہ ان دونوں کے درمیان ایک کبرنگی۔ اور مردوں کی وہاں کی وہاں کی کہیں نہ رہے۔ اور وہ جو مسکراتے اور ہنساتے تھے اس کے کبھی کبھی کو اس سے وحشت ہی ہوتے تھے۔ اس پر اٹھانے سے بھائی جان کی اس کے لیے جان بھی تو ایسا خشک اور دردناک تھا کہ اس نے کبھی کبھی سوچ کر ہراساں ہوتی رہتی تھی کہ کہیں اس کی ازدواجی زندگی بھی بھائی اور بھائی کے ساتھ نہ گزرے گی۔ اور وہ بھی سوچی سوچی کہ ہراساں ہوتی رہتی تھی کہ کہیں اس کی ازدواجی زندگی بھی بھائی اور بھائی کے ساتھ نہ گزرے گی اور پھر نہایت زبردستی کو اس بات کا بھی طمان تھا کہ جن کو وہ دیکھتے تھے وہ بھی سوچتی تھی وہ بھی اسے جیسے کے لیے پھڑکانا نہایت سخت اور دردناک اور سنی کی طرح آگے ہی شادی کی ذرا ہی بھی خوشی نہیں تھی۔

بڑے گاؤں میں ہندوں اور سنیوں کی طرح آگے ہی شادی کی ذرا ہی بھی خوشی نہیں تھی۔

بھائی کو کبھی کبھار اس روز دیکھتے تھے تمام ملاحقوں سمیت وراثی صاحب کے نام پر چڑھنے جانی تھی بھائی اور بھائی نے اس کی۔

خدا کی تعریف زیادہ اتھار بند کیا تھا۔ میں ایک روز تین سال کی کاٹھ کی چند بھلیوں کو لاکر اسے مالوں چھاوا تھا۔ اور اسی رات کو مند لکھ لکھ کر بھی اور ڈھکی ڈھکی سے سہاگ گیت ڈھکی اور ریت رتم۔ نہایت سادگی سے اس کا گانا گاتے ہوئے ہوا کیا تھا۔

بھائی کو کبھی کبھار وراثی صاحب کی طرف سے باریوں کے طور پر عرشہ پانچ اور آواز ہی آتے تھے۔ ایک خود وراثی صاحب۔ دوسرے ان کے پیوست اور دوست کی سوری اور وہ بیانیوں۔ تری بھی گتہ دیکھ کے وراثی صاحب کے ساتھ ہی لاتی تھی۔ بھائی نے پتھر پتھر سے تھم مٹا تھا۔ گل اگلے اسے چوندے۔ پھر چوندے۔ پھر پتھر پتھر نام کی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔ اور پتھر پتھر سے چوندے۔

وہ بے لکھ وراثی صاحب کی میں غمزداری تھی۔

بہ حال۔ اس کی بھائی بھی بہت سادگی اور خاموشی سے ہوئی اور وہ بھائی کے گھر سے وراثی صاحب کو لاکر اسے ایک مالیشیا بیٹے کی ایک جوتے اور لکھ کو چند مری کی طرح تو نہیں بھائی کیا گیا تھا کہ جیسا ہے۔ ہائے ہی وہ منہ سے بول رہا تھا۔

بہت تھی تھی اور اسے غمزداری اور ترتیب سے آراستہ تھی۔

غیر حرم کے درمیان لکھا ہوا اور نو تیس رات تک بدھستی بھی گل میں آگئی تھی۔ اور اس وقت سے کہ کچھ کا گریٹے بیٹے وہ ٹھہری تھی جی کہ زیادہ سے زیادہ وہ سارے دن تک بیکے تک سولنے کی مادی ہی گھراس وقت ایک کچھ چکا تھا۔ اور وراثی صاحب کا وہ تک تباہین تھا۔ اور وہ بیکوں پر چھٹی ہوئی ٹینڈر بھنگا بھنگا زندہ حال ہی ہو گئی تھی۔ وہ ٹینڈر مات کھائے ہی والی تھی کہ کو تندر کے شہس کے قریب وراثی صاحب نے خواب گاہ میں قدم رکھا بہت کھٹکھا کہ زرد سے وہ بارہ ہندکھتے اور شور مارتے وہ گونہ بہت ادا ہی تھے۔

اس کی بیٹیوں پر بھائی نے چھٹک سے لگائی۔ اور منتر ہی چھٹکوں کے ساتھ وہ حسنت اور مستعلک ہو کر چلی گئی۔ وراثی صاحب کی منکے تباہی کی خاطر ہر جگہ ہی چلے آئے۔ اور گھر پر تو اس کے قہقہوں ہی خاموشی سے کھڑے رہے پھر انہوں نے کھٹک کھٹک ہی چھٹک کر اس کا کھٹک ہٹنے کے بجائے سب سے اس کا زرد ہار دھکی دو دپھٹا کر کفرش پڑا گیا تھا۔ اور بولے۔

”توجیب غمزدار ہو جا اور نا زار دلاڑ کے یہ پرسود سے منطابے مانگا اپنے نہیں۔ یوں بھی میں نے یہ شادی تمہارے میں ہر طرف سے ہر کسی کا منہ سے منطوب ہو کر نہیں لگی۔ بلکہ اپنی زندگی کے سب سے بڑے مفکر کی ٹیڈیل کے لیے کی ہے۔“

توجیب نے وراثی صاحب کو کہہ رہے تھے وہ بھی اتنے سخت اور کڑھت لگتے تھے۔

اور گھر اور وراثی زندگی کے کچھ بھائی کے موٹے پردہ ہی وراثی صاحب جن کے منہ سے بات کرتے پہل چوتے تھے۔

جو جیسے جیسے خطوط واطلاق ہی نظر آتے تھے۔

اور اس کے لئے کوئی نہ تھا کہ جسے سے یا اپنی کسی مصلحت کے تحت اسے آزاد رہے تھے یا پھر کسی ہی پھیندہ۔ وہ کو بھی نہ کھڑکی۔

گھر کے مالانہ مردی انداز رہنے لگا کہ انہوں نے جو کچھ ہی کہا تھا۔ لاٹھی پاسی ناٹا اڑ پھر زمان میں تو نہیں کہا تھا۔ بلکہ غلط نمٹ نہ صرف اور زمان میں ہی کہا تھا۔ اور براہ راست تھی اسے کہ کہا تھا۔ جیکو کہ وہ تو کبھی اس کے چھڑکی شادی پر براؤں نہ کھڑکی ہوئی تھی۔ مگر جواب دینا زیادہ تو ان کی طرف لگا اٹھا کر دیکھ لگی۔

انہوں نے اپنی بات کو سرگرمی سے سنا لیا اور پھر غرض پر پڑے اس کے غوکے اور پے کو جو تھے کی تاک سے بیٹھے۔
 کہ تو یہی کی جیتے ہوئے رہنے چاہیے انداز میں جس کر رہے۔
 ہونٹھ۔ وہ عرصے سے ایک گانا گائے تھے کہ گایا کے لہجے میں اب نے بڑھے گویا۔ تو اب ایک اپنی جملوں نے

میں منافع کی خاطر ایک جہان بہن کی حیثیت دے کر اس سے کہا ایک حقیقی نظر پڑ کر وہی "انہوں نے یہ بات سے منافع کھانے
 نہیں کی تھی لیکن منافع ظاہر تھا کہ جیتے ہوئے بھی اس کے بیان پر ہی کی گئی تھی اور جو کہ کہا تھا وہ کچھ غلامی کا تھا اور کچھ غلامی
 کے لئے اسے اپنی اپنی ساکڑی اور ذرا دماغ تھی یہ بیکس دوسرا وہ کی جیتے ہوئے تھی زیادہ ہی تھی یہ تھی وہ غلامی اور بیکس سرگرمی کے
 کش لگائے اس طرح ہنٹے رہتے پھر گھر کے ہونٹھ کی سائید نیل پر بھی ایش ٹرنے میں اسل کر اس کے تڑپ آئے تھے اور پھر انہوں نے

کر بیٹھی پٹی پر بیکس کر انہوں نے ایک حقیقی سنی نظر اس پر ڈالی۔ اور پھر وہ اس کے ساتھ ساتھ بل کی ذرا دماغ پر پڑے تھے۔
 "اس شادی میں ہماری مرضی کوئی دخل تھا؟" انہوں نے پوچھے سے لہجے میں سوال کیا۔ اب وہ چاہتے تھے کہ وہ اس سے
 کہ نہیں یا نکل نہیں۔ شادی تو صحیح اور صحیحانہ تھی زبردستی سے۔ وہ جواب میں مزید "ہی" کہہ گئی۔

تو جس عرصے کی گئے سے کام نہیں لگے۔ تم خاصی پڑی گئی اور محمد اور روز جی اعلان کیا کرتے کہ جہاں سے لگتا ہے
 بلاتامل میری بات کا تڑپ اور سو وہ جملے جوتے لہجے میں بولے تڑپ وہ دل کی بات زبان پر نہ لاسکی کہ وہ تڑپ سے
 لے لے ان کے ساتھ تڑپ لگتی تھی۔ اس پر ان کی تلخ دوشی باہل اور گرنے گرنے سے موٹھے اسے ناخف سا کہہ گئے اور پھر
 حیا نے لیوں پڑھا موٹی کے پہرے سے جملہ کہ تھے۔ اور اوروہ اس کے جواب کے منظر سے بیٹھے تھے۔

آج اس نے کسی نئی طرح اپنی شرم برقرار کیا۔
 "بھلا نے جو سے پوچھا تھا کہ تم نے اس کا نام کیا ہے لگتے ہیں تو میں نے کہا کہ وہ ایک بڑا ہے۔ شرم کی وجہ سے ہونے
 ایک بات ہی غلط بات گئی کہ جو سے اس کی آواز گائی۔ کی تھی۔ اس لئے وہ اپنا آواز بھی پورا کر لیں۔ اور اس کا ماٹھے
 گئی اپنی تڑپ انہوں نے چونک کر اس پر ایک نظر ڈالی۔ اور وہ اس کے آواز کی پہلی شب کے کچھ اور وہ وہاں سے اپنے آواز کی پوری
 دیکھا۔ مگر وہ اپنی نظریں اٹھا لیں۔

گیا ان کے لئے زبردستی فرق کے باوجود بھی ہر کچھ معلوم بھی سے میں عرصے میں تڑپ سے پورے چالیس برس کے بڑے اور پھر
 صحیح سے ہی آواز کر رہا ہوں۔ اب وہ جواب میں کیا کہتی تھی تو اسے ناخوشاں سے کہے۔
 "میرے حال تم سے میرے لیے رہا نہ تھا کہ تم نے کچھ جھگڑا کیا ہے یا پھر اپنے پورے مستقبل پر کا لک ہی چکے۔"

براہ راست سے انداز میں ایک دم ہی اٹھ کر کہہ رہے ہوتے بہت بڑے۔
 "جدا ان کی بات پر وہ براہ راست ہی ہو کر گئی۔
 "ماں۔ تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اپنے گھر کا گھوڑے سے سلوٹ کر دیا اور تم نے اس کے ان سارے اور۔۔۔ جبکہ میں اپنی
 بھی نہیں ہوتے اور وہ وہاں سے نکالی ہوں۔ مجھے تم سے کسی چیز اور کسی سے شادی کرنے کی جملہ کی احتیاج تھی۔"

اور اس انکشاف پر تو اس کے حواس پر چلی ہی گئی۔ اور اس میں کچھ بھی سوچنے اور گھٹنے کی صورت کی ذرا دماغ لگتی تھی۔
 سے اس کی طرف دیکھے گی۔
 "سنو۔۔۔ میں نہیں صرف صرف جتا دوں کہ میں نے یہ شادی ایک انسانی جذبے کے تحت کی ہے۔ سو، ایک دم ہی جیتے
 کے نزدیک آئے۔"

یہ وہ اس کا ایسا برس میں سوشل انتقام میں ملتا رہا ہوں۔ اپنے دشمنوں کو ڈھونڈنے میں میرا ہمتی وقت ہی نہیں کیا
 رہا وہ اسے سب کی ہاک بڑی مگر کافی کے لئے وہ لڑا لڑی اور جس میں بھائی میرے جھٹے سے آئے۔ اور تو اس کے ہونٹھوں کی
 سے پڑی کا مینا بنا تے براہ میں تم۔ اب تو۔۔۔ انہوں نے کسی کی جھگڑا میں ہی بھولے دی تھی اور جس سے یہ تڑپ
 کی کہ ان کے ہاں وہ اس کا تڑپ خشک ہو گیا۔ لیکن ان کی ایک بات بھی تو اس کے لئے نہیں تھی کی کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے
 وہ اٹھلا وہ اس برس کی ذرا دماغ اور مجھوں کا شکار ایک کیلینڈر اور تو پھر اس کی لڑکی تھی۔ جیتے شادی کے
 ساگ کے جڑے ہونے کے بجائے ایک بہت ہی ازیت ناک سو حال ناک سنا کر پڑا تھا۔ اس کے ہونٹھوں کی جیتے شادی کے

تیرا لگی کے عالم میں پوچھے جانا نہ تھی۔
 "میں میں جھلا کر کیا قصور۔۔۔ میں تو تم بھلا کر تھی ہوں کہ مسودہ کا نام بھی میں نے آج آپ کے منہ سے کہی ہاں سنا ہے
 اور پھر وہ ہونٹھتے رہی نہیں ہے۔"

جہاں سے ہی منہ سے غرض جان کی کوئی شملہ نہ دیاں ہی ہو گی کہ اس نے نہیں کہا ہے کہ وہ اس کے منہ سے
 لگا رہا ہے۔ تم ہو تو جیتے ہیں مسودہ اس کی بجائی تھی اور تیار ایک بیک پر انہوں نے کہا وہ اپنی ہونٹھ والی طور پر بالکل لنگلا
 اور پھر ان کے ہاں سے اس نے اس نے جان بوجھ سے ہی غرض سے نہیں ہنٹے تھے۔ جیتے داروں سے دور ہی رکھنا ہے
 جیتے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

میں سے اس کی ہاں سے اس وقت میں جھلکتی تھی تو انہوں نے انداز میں اس کے طور پر کہا کہ پھر تو ذرا ہی جیتے بدل کر کہا۔
 "تو تم بھلا کر ہی منہ سے جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لیے تو میں اپنی کافی ہے کہ مسودہ اس کی بجائی ہو

صورت جہاں کی تھی اور شرکت جہاں جیسی باتھلت اور شخصی دل جو عورت کی نواہی جو میں نے ایک بیوی کو ایک گھول کر لیا اور
 دے کر جہاں سے لارویا اور دوسری بونی کوچھین کر ماں کو تیرہا اٹا روایا پھر پوچھے کی خواہش تھی کہ نہ بیویا کو مانا جائے نہ
 دل میں لیے خاک کا پودہ نہ کوئی ۔ یہ ہوتا ہے صدیوں کا عذاب ۔ کسی بے گناہ اور بہتر توڑنے کا نتیجہ اور وہ مسو اور جس نے
 تک خفا میں بیٹھا کر مہر سے مٹی کو ہوسٹری کے مال میں کی کوڑی کو کوڑی کو کھینچا ہو گئے ۔ ہاں کی خفا خفا میں مانا گیا ہے
 چھٹا زاد اور سویشیہ جہاں کا مباحض ہو گئے تھے ۔ اتنا نامعنی چھوڑا ۔ کہ بیویوں کو چھے کھڑوں کی مدد سے اور
 پڑا تھا مسورا جس پر ایسی جان، ابا میں، آیا کا اور میرا کیونکہ آپ کا مہر ہی تو ان جان اور ایامیاں کو سے بیٹھا تھا جس کو
 بعد ہی کے بعد دیکھ کر سے وہ دن فوت ہو گئے تھے اور پھر آیا بیٹی

وہ ماسا لینے نو ذرا کے ۔ پھر بولے

"لیکن میں تمہاری مانی کو اس پیداوار کا ذمہ دار نہیں سمجھتا ۔ اصل ذمہ دار تو تمہارا ماں تھا کیونکہ شادی کے بعد بیوی
 علی ہوتا ہے اور میں ایسے مردوں کو نہ بھگتا ہوں جو ان کی جہالت اور بے جا منہ پرانیٹ دھرمی پرستانہ غلط افکار
 رکھتے ہیں اور زندگی کو حاصل کرنے میں کسی کی ہی پر بازی ہوتی ہے ۔ ماں کے بیویوں کے تحت ضرور ہوتی ہے اور اس کا بیٹا
 لیکن اگر ماں کے لئے نوزاد بائیں او ذرا بائیں بائیں نہیں بھرتے کے خلاف یا نامناسب بات ۔ اپنی اولاد کی آزادی کے لئے
 شر اور خدا کی باتیں ہوتی ہیں اور ایسے باتوں کے لیے ایک ماں اپنی اولاد کو کاسائے یا حکم دے تو حکم خود ہی باقائمانی ہو گیا
 ہوتی ہے ۔ لیکن میری مسورا میں کو باپ کی طرف سے روٹنے میں ملی تھی ۔
 تیسری کو اس نے ماں کے کاسائے اور اور دہلنے سے میری بے گناہ اور مضمون میں کو بلا تصور ہی مطلق سے وہی تھی اور
 آیا نہیں کہ مطلق کے بعد بھی تھی کہ مرتے دم تک اس شخص دل بیٹھا کار کو نہیں بھول سکتیں اور اس کی بھرت کو بیٹے سے ملے کے لئے
 جا سوتیں :

وہ یہ سب کہ کر شاد دل میں برسوں سے پھر غمگین نکال رہے تھے اور ادھر وہ تھی کہ دم سادھے سب کچھ سنے پڑے
 تھی ۔ عموں کا فرق ۔ انعام اور برکونی ساعت کے بعد زمین میں خیرت کی طرح چھٹتا سوال کتاب گیا ہوگا ۔ وہ اس کا ہنر
 کریں گے۔ اس کے پیش اور لے چار ہوا تھا ۔

جب کہ اس نے تیرے بیٹھے تھا اور تیری کا ایک نئی فونلی ڈرن کے لیے سہاگ مات کا تصور ہی بڑا خفا تھا اور میں جو
 ہے اور سہاگ مات سے متعلق بیٹھے رہتا تھا اور باتیں بھی ۔
 مگر کسی سہاگ مات تھی جس کی ایک لافزت اور انعام سے ہوتی تھی ۔ ذرا ہی صاحب تو شادی کا نام آتے ہی بہت پتلا
 لیے جوانی تھے تھے اور اب تو اسے ڈروانی باتیں کر رہے تھے کہ باکل ڈر کر لایا تک رہے تھے ۔
 خراب وقت لگیا ہے ۔ آگلا پچھلا سا حساب پکانے کا اور جس طرح میں یہ حساب پکانا گا اسے تم اور وہاں اتنا
 ہر ہمیشہ یاد رکھیں گی ۔ وہ بڑی بریک خاوش رہنے کے بعد اٹھتے ہوئے بولے ۔

"تو ۔ تو کیا آپ مجھے مطلق دے دیں گے ۔ اس کی پریشانی عدسے تھوڑی تھی تو وہ پورے بیٹے بنا نہ رہی ۔
 کیوں ۔ کیا تمہیں چاہتی ہو ؟" انہوں نے بلیٹ کر پھرتے سے میرے میں سوال کیا ۔ تو وہ ٹر رہی تھی ۔
 "نہیں نہیں ۔ میں بیٹھنا نہیں چاہتی تھی ۔ اس نے ہم کو کہا ۔ کہ زندگی بھر کی خیر و میوں کے بعد مطلق کا دیا لگا لگا رہے
 بھی گوارا نہ تھا ۔

"ٹھیک ہے ۔ یہ بھی مجھ میں سوچیں گے ۔ اس وقت تو تم آرام سے ٹٹ جاؤ تین بج چکے ہیں ۔ بیویاں ہاتھ کو
 لیکن اس کا پودہ بھی اٹا رہا گیا تھا ۔ اس میں ایسا بھاری تھا کہ دن میں بیٹھے رہا تھا ۔ اس پر بھاری زواہت اور
 ان کے سانسے وہ بھلا دینا اور پھرتے بنا کیے نہ سکتی تھی ۔ مگر مسو کے اور ان کی طرف دیکھنے کی ۔

"میں کو کتا ہوں آرام کرہ ۔ کبھی بڑا پھر پڑتی ہو کہ میں بڑی کروں ؟"
 وہ ہلکا کھلکا تھی زور سے دہرائے کہ اسے اپنا دل ایسی کر مٹیں ۔ مگر مسو ہوا ۔ انہوں نے زبردستی کو نہ ہمتاؤں
 المیے جادو ناچار سے ان کی بات ماننی تھی پڑی ۔ پھر وہ جاس تبدیل کر کے اور ان کے کھلکے گھٹس کے پاس آ گئے ۔
 "خیرت گوارا کرتی ہے ۔ دلچسپت ۔ لیکن پھر بھی تم میری ٹھکو رہو اور پھر ۔"

اور وہ وہ اپنی زندگی کے سب سے زیادہ کرناک اور اذیت ناک تجربے سے دوچار ہوئی ۔ اپن ۔ وہ ایک تجربہ کیا تو جے
 سب سے شادی کے بعد پھر شاد کو تیرے زنا پڑ گیا ہے اور جو ۔ شوہر کے باہمی اختلافات ۔ الطہارضا اور بیہوشی کی شدت
 سب کا بنی رہا ہے ۔

تمہاں تو سب کے گوہر ایک فرزند تھا ۔
 ذرا صاحب کی مہربانی اور جہر ہر شخص تھا ۔
 اس میں خیرت اور انتہائی ہی کیفیت شامل تھی ۔
 باتے روئے اس پیشتی ہی طاری ہوئے تھی تھی اور انہیں سونگھی تھیں ۔
 بیٹے سے کسی سے کھنا تھا نہ وہ خود ہی کچھ بنا تھی ۔
 جاننے تو سہیلیاں بنانے پر ہی اپنی نگاہ تھی ۔
 اس کا اس کی ذرا لڑکیوں سے اس کی کامیابی تھی ۔
 گردی ہوتی صرف کا بی کی حد تک محدود تھا ۔

عدویہ کی عیادت صاحب خاصا وسیع ہونے کے باوجود بھی جانانی اپنے طے والوں سے بے زیادہ گلے لگنے نہیں دتی تھیں ۔
 نے تیار نہیں ۔ سوئی آ کر تے تو تھوڑی دریاں کے سامنے بیٹھا کر ۔ پھر کھر کھریں جا یا کر کہ بھاری روایات میں لڑکیاں لیاں
 جانے میں نہیں بیٹھا کرتیں ۔ بات ۔ بات میں روایات کا ہوا ۔
 جاننے میں اس گرسے ہوئے زمانے میں اس کو لگنے کے لیے کوشاں نظر آتی تھیں ۔ جبکہ وہ تو اٹھتے اور ان سال بل رہا تھا بیویوں
 منگی کا ۔

پہر اگلے صبح گوری ہوئی شب کی ساری نشانیوں اس کے تڑپے اترے چہرے پر مثبت نظر آتی تھیں ، اور وہ کچھ ایسی تھکتے
 اور دل نظر آتی تھی کہ ذرا ہی صاحب نے اپنی کسی نعلت کے تحت لے کر حکم دیا ۔
 جاکر جاکر کھنڈے سے پہلے ہی جان و جان صاحب کو فون کر کے اتنا بتا دو کہ وہ تمہیں لینے کے لیے کسی کو بھیجنے کی اجازت گوارا نہ
 کریں گی تو اس وقت میں سخت عرووف ہوں ۔ جب فرست لے گی تو خود ہی نہیں لے کر جاؤں گا ۔ اور اسے حکم جاکر کے مصداق
 نہ چاہتے تھے کھر ٹوٹ کر پڑا ۔

فون سے کہانی بان سنے لے لے لیا ۔ حال پوچھا ۔ انہوں نے بلکہ مہربانی کا بیخام میں کر رہی تھی لڑکی کا اظہار کرتے ہوئے بولے ۔
 "چھا تھا کوئی رضا نہیں اور ذرا ہی صاحب کی ہے ۔ جب بھی فرست لے تم دونوں ایسا ہی سے آن ۔ اور میں
 پھر تو اس نے فون کا سانسہ منقطع کر دیا تھا ۔ پھر پورے تین روز ذرا ہی صاحب کے ساتھ رہے تھے بلکہ گھر سے ہی غائب
 رہے تھے ۔ جوں کی شب رات گئے آتے تھے تو اپنی مانی کرنے میں ملے رہے ۔ اور اس سے کئی صحن نغریا بھیجے کے قرب پیدا ہو کر
 انہوں نے کہا ۔

"پھر ٹھیک سے تیار ہو جاؤ ۔ میں نہیں تمہارا سے بھائی کے گھر روٹا کر تا چلا جاؤں گا ۔
 اس کا دل پوچھا یاد آ کر کر رہے لیکن شوہر کے سامنے بولنے سے تر ہوئی کہ اظہار سے مناسب نہ لگا ۔ اور وہ جب چاہا ایک بیٹھا
 لگا ۔ اس کے تیار ہوئی کر رہی تھی اس نے بہت ہلکا سا ہنسا تھا ۔ ذرا ہی صاحب نے بڑی ہنسندینہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا
 اور ذرا ہی صاحب کے ساتھ پھر لیا ۔

اصل میں فون سے دل کی کلگی ٹھیکے سماجی کر چھائی تھی ۔ اس پر یہ احساس کہ شوہر عموں اس کے باپ کے برابر ہے ۔ ہی
 کھلا اسے اپنا روپ کھلا کر دیکھنے پر آمادہ ہی نہیں ہوا تھا ۔ ایک کراسیت ہی پیدا ہوئی تھی لڑکی میں جس میں ذرا ہی صاحب
 گہ جا بہت تو پڑھتی سب کچھ ہی دہ کر رہ گیا تھا ۔

پھر نامل ۔ وہ جسے اسکول کے ساتھ آگئی سیٹ پر ان کے قرب کار میں جا بیٹھی ۔ اور اپنے ٹیکے کا رخ کیا ۔
 اور اس نے تو خاوشی سے کیا ۔ پھر ذرا ہی صاحب نے جو ناپایت خاموشی اور تعلق سے کار پھلا ۔ ہے تھے خودی منگول بڑا
 "تم سناؤ ۔ روز میری کہا تھا کہ مطلق لاق لینے کے تہی میں نہیں جو ۔ انہوں نے سوچنے کے سے انداز میں پوچھا تو وہ جو ان کے
 تیرے لگنی سیٹ پر بیٹھی اپنے اس ایسے کے بارے میں ہی سوچی رہی تھی جو شادی کی صورت میں گزارا تھا ان کی بات نہ پائی

طرح ہوگی۔

”جی ہاں تا اس کے منہ سے تو روکنا نکلا۔“

”ہوں نا انہوں نے کہا اور پھر کچھ سونے کے بعد بولے۔“

”تو کچھ ٹھیک سے یہ نہیں ملائی نہیں دون کا نہیں تم پر نہ سمجھا نہ سمانے نہیں مطلق دستہ بہتر کے لئے نہ ہو سکتا تھا۔ کیا ہے بلکہ یہ تو پیلے سے میرے بنے بائے پروگرام میں شامل ہے۔ دیکھئے اپنی دانتوں سے کیا تم اپنی ہڈی کی زندگی اپنے ہاتھوں سے ساتھ نکالتے ہیں ہندسے بندھے آسانی سے نزار کوئی کہ ہر سوال ہی میں نہ مانگ کر کم از کم اس کی گھٹھیں نہ نہ سے لے لیا اس کے لئے کہ وہ خاموش رہی۔“

”وہ کھینچ لاتی ہے تمہاری قوت پر برداشت کی آزمائش بلکہ اس حلقے میں میں بہت سنجیدہ ہوں میں نہیں سمجھتا میں رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ان صحافت تہذیب چاہتا ہوں کہ میں اس وقت نہیں کھینچ کے لیے کہ ہمارے ہیکے قبیلوں کے لئے یہ نہیں ہے تم میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرنا زمین ہی تمہارے پاس آؤں گا نہ تمہیں بلاناں گا میں تم کو اب پیشہ کے لئے ہیکے میں رہنا ہوگا بلکہ ہر عورت اور شرافت کے ساتھ میں روکھا اور بال بچوں کو اور آدمی ہوں میں میرے ہڈیاں کی ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔ مگر تم میری منگھو جو اور تم کو ملتا ہو کہ نہ ہنہاڑے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔ مگر تم میری منگھو جو اور تم کو ملتا ہو کہ نہ ہنہاڑے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔“

”اے درانی صاحب یہ کیا کہہ رہے تھے۔“
 کہ ان سے کھینچا کرانا حاصل ہونے پر طمانیت کے احساس کے ساتھ ساتھ وہ مضطرب ہی ہو گئی۔
 یوں بھی جس گھر سے ہمیشہ کے لیے خلاصی ملی تھی اس گھر میں دوبارہ ہمیشہ کے لئے داخل جانے کا خیال بہت تکلیف دہ اور اس سے غیبت کو وہ درانی صاحب کے گھر کو بھی بھیجی تھی۔ جہاں کہ ان کے دل چاہوں میں باہت باہت پر دک ٹوک اور ڈر کر نہ کرنا کوئی نہیں تھا۔

وہ اپنی بات کو کر ظاہر نہیں ہو گئے تھے اور وہ اپنی قسمت کا آخری فیصلہ سن کر کھیر رہے۔ گرجب انہوں نے اہل خانہ کے بچاؤ کے اس کے بچاؤ کے بچاؤ کے بچاؤ کے باہر ہی کارروائی تو خود کامی سے کے انداز میں بولے۔
 ”آپ کو بھی صرف اتنے کہ آپ کو اپنی دنیا کا لیا گیا اور پھر وہ میری بھی کچھ چیزوں میں کیا گیا نہ نہ ہوتا۔ بلکہ میری تو بھاری کر لی تھی۔ اور میرا سنے تو میرا شرافت اور نہ مانگی کی وجہ سے آپ کا حق نہیں واپس دلوانے کی بھی کوشش نہیں کی تھی مگر میں نہ اور پھر وہ ایک دم ہی اس سے مخاطب ہو کر بولے۔“

”وہ کچھ اس ہرگز کی رقم نہ ہوتی تھی کہ چیر سیٹ اور ان میں جوڑے ہی تو تھی نا تمہاری کل میں ہو گئی۔ تو کچھ نہ مانا ہے اور پھر سے کہ میں نہیں ان سے ہی نہیں زیادہ بڑی جوٹ دے چکا ہوں۔ وہ اس ملک کے کاروبار سے حاصل کی ہو یا باؤن لاگو دینے اور وہ بھی میری تحریک میں آچکی ہے۔ ابھی دو ہفتے کی فلائٹ سے برونی ممالک کی میر کو چار ہا ہوں۔ لہذا جو سے باہر کا کام کرنے کے لئے ملائی کرے گا کوشش ہے سو دینی ثابت ہوگی۔ ابھی اب نہ جاؤ۔ کیا نہ مگر ایک منٹ۔“

انہوں نے اپنی بات کہتے کہتے تو میں بڑے میں باہر ڈال کر ایک ٹوکنا سا بار اٹھایا اور پھر اس سے منی لب ہو کر بولے۔
 ”تو یہ کھینچنا صحیح تھا۔ میں نے نہیں دیکھا وہ کئی نہیں دیکھی نا۔ مگر ہیکے تو اسے سہاگ کی نشانی ہو کر پے پاس نکالتے تھے لکھ لینا۔“

پھر وہ انہوں نے اگلے ہی لمحے وہ کھنسا اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس نے وہ کھنسی باہر اترنے سے قیل ہی ہی کے گئے۔
 اور پوری قوت سے توڑ کر ان کی گود میں پھینکی ہوئی کار سے اترتی اور بھاگتی ہوئی گیسٹ کے اندر داخل ہوئی۔ وہ جہاں گیا اندر چلا آئی تھی۔

غور سے دیکھا اور کھسپا ہٹ کے مارے اس کی آنکھوں کے کونے کونے سے نہا رہے تھے۔

پھر صبح کی بالائی سیر میں ایک آبی توڑ کو روک دیا گیا۔

آخر بیان لاکھ روپے کی رقم۔ زیورات کے چیر سیٹ۔ پچاس ہزار اور اپنی بربادی کوئی معمولی جوت یا چھوٹا ہاتھ بندھا توہین تھا۔

”تو یہ سب روتے تھے۔“
 ”جی ہاں تا اس کے منہ سے تو روکنا نکلا۔“
 ”ہوں نا انہوں نے کہا اور پھر کچھ سونے کے بعد بولے۔“
 ”تو کچھ ٹھیک سے یہ نہیں ملائی نہیں دون کا نہیں تم پر نہ سمجھا نہ سمانے نہیں مطلق دستہ بہتر کے لئے نہ ہو سکتا تھا۔ کیا ہے بلکہ یہ تو پیلے سے میرے بنے بائے پروگرام میں شامل ہے۔ دیکھئے اپنی دانتوں سے کیا تم اپنی ہڈی کی زندگی اپنے ہاتھوں سے ساتھ نکالتے ہیں ہندسے بندھے آسانی سے نزار کوئی کہ ہر سوال ہی میں نہ مانگ کر کم از کم اس کی گھٹھیں نہ نہ سے لے لیا اس کے لئے کہ وہ خاموش رہی۔“

”وہ کھینچ لاتی ہے تمہاری قوت پر برداشت کی آزمائش بلکہ اس حلقے میں میں بہت سنجیدہ ہوں میں نہیں سمجھتا میں رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ان صحافت تہذیب چاہتا ہوں کہ میں اس وقت نہیں کھینچ کے لیے کہ ہمارے ہیکے قبیلوں کے لئے یہ نہیں ہے تم میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرنا زمین ہی تمہارے پاس آؤں گا نہ تمہیں بلاناں گا میں تم کو اب پیشہ کے لئے ہیکے میں رہنا ہوگا بلکہ ہر عورت اور شرافت کے ساتھ میں روکھا اور بال بچوں کو اور آدمی ہوں میں میرے ہڈیاں کی ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔ مگر تم میری منگھو جو اور تم کو ملتا ہو کہ نہ ہنہاڑے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔“

”اے درانی صاحب یہ کیا کہہ رہے تھے۔“
 کہ ان سے کھینچا کرانا حاصل ہونے پر طمانیت کے احساس کے ساتھ ساتھ وہ مضطرب ہی ہو گئی۔
 یوں بھی جس گھر سے ہمیشہ کے لیے خلاصی ملی تھی اس گھر میں دوبارہ ہمیشہ کے لئے داخل جانے کا خیال بہت تکلیف دہ اور اس سے غیبت کو وہ درانی صاحب کے گھر کو بھی بھیجی تھی۔ جہاں کہ ان کے دل چاہوں میں باہت باہت پر دک ٹوک اور ڈر کر نہ کرنا کوئی نہیں تھا۔
 وہ اپنی بات کو کر ظاہر نہیں ہو گئے تھے اور وہ اپنی قسمت کا آخری فیصلہ سن کر کھیر رہے۔ گرجب انہوں نے اہل خانہ کے بچاؤ کے اس کے بچاؤ کے بچاؤ کے بچاؤ کے باہر ہی کارروائی تو خود کامی سے کے انداز میں بولے۔
 ”آپ کو بھی صرف اتنے کہ آپ کو اپنی دنیا کا لیا گیا اور پھر وہ میری بھی کچھ چیزوں میں کیا گیا نہ نہ ہوتا۔ بلکہ میری تو بھاری کر لی تھی۔ اور میرا سنے تو میرا شرافت اور نہ مانگی کی وجہ سے آپ کا حق نہیں واپس دلوانے کی بھی کوشش نہیں کی تھی مگر میں نہ اور پھر وہ ایک دم ہی اس سے مخاطب ہو کر بولے۔“

”وہ کچھ اس ہرگز کی رقم نہ ہوتی تھی کہ چیر سیٹ اور ان میں جوڑے ہی تو تھی نا تمہاری کل میں ہو گئی۔ تو کچھ نہ مانا ہے اور پھر سے کہ میں نہیں ان سے ہی نہیں زیادہ بڑی جوٹ دے چکا ہوں۔ وہ اس ملک کے کاروبار سے حاصل کی ہو یا باؤن لاگو دینے اور وہ بھی میری تحریک میں آچکی ہے۔ ابھی دو ہفتے کی فلائٹ سے برونی ممالک کی میر کو چار ہا ہوں۔ لہذا جو سے باہر کا کام کرنے کے لئے ملائی کرے گا کوشش ہے سو دینی ثابت ہوگی۔ ابھی اب نہ جاؤ۔ کیا نہ مگر ایک منٹ۔“

انہوں نے اپنی بات کہتے کہتے تو میں بڑے میں باہر ڈال کر ایک ٹوکنا سا بار اٹھایا اور پھر اس سے منی لب ہو کر بولے۔
 ”تو یہ کھینچنا صحیح تھا۔ میں نے نہیں دیکھا وہ کئی نہیں دیکھی نا۔ مگر ہیکے تو اسے سہاگ کی نشانی ہو کر پے پاس نکالتے تھے لکھ لینا۔“
 پھر وہ انہوں نے اگلے ہی لمحے وہ کھنسا اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس نے وہ کھنسی باہر اترنے سے قیل ہی ہی کے گئے۔
 اور پوری قوت سے توڑ کر ان کی گود میں پھینکی ہوئی کار سے اترتی اور بھاگتی ہوئی گیسٹ کے اندر داخل ہوئی۔ وہ جہاں گیا اندر چلا آئی تھی۔
 غور سے دیکھا اور کھسپا ہٹ کے مارے اس کی آنکھوں کے کونے کونے سے نہا رہے تھے۔
 پھر صبح کی بالائی سیر میں ایک آبی توڑ کو روک دیا گیا۔
 آخر بیان لاکھ روپے کی رقم۔ زیورات کے چیر سیٹ۔ پچاس ہزار اور اپنی بربادی کوئی معمولی جوت یا چھوٹا ہاتھ بندھا توہین تھا۔

”تو یہ سب روتے تھے۔“
 ”جی ہاں تا اس کے منہ سے تو روکنا نکلا۔“
 ”ہوں نا انہوں نے کہا اور پھر کچھ سونے کے بعد بولے۔“
 ”تو کچھ ٹھیک سے یہ نہیں ملائی نہیں دون کا نہیں تم پر نہ سمجھا نہ سمانے نہیں مطلق دستہ بہتر کے لئے نہ ہو سکتا تھا۔ کیا ہے بلکہ یہ تو پیلے سے میرے بنے بائے پروگرام میں شامل ہے۔ دیکھئے اپنی دانتوں سے کیا تم اپنی ہڈی کی زندگی اپنے ہاتھوں سے ساتھ نکالتے ہیں ہندسے بندھے آسانی سے نزار کوئی کہ ہر سوال ہی میں نہ مانگ کر کم از کم اس کی گھٹھیں نہ نہ سے لے لیا اس کے لئے کہ وہ خاموش رہی۔“

”وہ کھینچ لاتی ہے تمہاری قوت پر برداشت کی آزمائش بلکہ اس حلقے میں میں بہت سنجیدہ ہوں میں نہیں سمجھتا میں رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ان صحافت تہذیب چاہتا ہوں کہ میں اس وقت نہیں کھینچ کے لیے کہ ہمارے ہیکے قبیلوں کے لئے یہ نہیں ہے تم میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرنا زمین ہی تمہارے پاس آؤں گا نہ تمہیں بلاناں گا میں تم کو اب پیشہ کے لئے ہیکے میں رہنا ہوگا بلکہ ہر عورت اور شرافت کے ساتھ میں روکھا اور بال بچوں کو اور آدمی ہوں میں میرے ہڈیاں کی ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔ مگر تم میری منگھو جو اور تم کو ملتا ہو کہ نہ ہنہاڑے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ہڈی سے لیا کہ انہیں اور شرافت ہی میرے ہے۔“

”اے درانی صاحب یہ کیا کہہ رہے تھے۔“
 کہ ان سے کھینچا کرانا حاصل ہونے پر طمانیت کے احساس کے ساتھ ساتھ وہ مضطرب ہی ہو گئی۔
 یوں بھی جس گھر سے ہمیشہ کے لیے خلاصی ملی تھی اس گھر میں دوبارہ ہمیشہ کے لئے داخل جانے کا خیال بہت تکلیف دہ اور اس سے غیبت کو وہ درانی صاحب کے گھر کو بھی بھیجی تھی۔ جہاں کہ ان کے دل چاہوں میں باہت باہت پر دک ٹوک اور ڈر کر نہ کرنا کوئی نہیں تھا۔
 وہ اپنی بات کو کر ظاہر نہیں ہو گئے تھے اور وہ اپنی قسمت کا آخری فیصلہ سن کر کھیر رہے۔ گرجب انہوں نے اہل خانہ کے بچاؤ کے اس کے بچاؤ کے بچاؤ کے بچاؤ کے باہر ہی کارروائی تو خود کامی سے کے انداز میں بولے۔
 ”آپ کو بھی صرف اتنے کہ آپ کو اپنی دنیا کا لیا گیا اور پھر وہ میری بھی کچھ چیزوں میں کیا گیا نہ نہ ہوتا۔ بلکہ میری تو بھاری کر لی تھی۔ اور میرا سنے تو میرا شرافت اور نہ مانگی کی وجہ سے آپ کا حق نہیں واپس دلوانے کی بھی کوشش نہیں کی تھی مگر میں نہ اور پھر وہ ایک دم ہی اس سے مخاطب ہو کر بولے۔“

”وہ کچھ اس ہرگز کی رقم نہ ہوتی تھی کہ چیر سیٹ اور ان میں جوڑے ہی تو تھی نا تمہاری کل میں ہو گئی۔ تو کچھ نہ مانا ہے اور پھر سے کہ میں نہیں ان سے ہی نہیں زیادہ بڑی جوٹ دے چکا ہوں۔ وہ اس ملک کے کاروبار سے حاصل کی ہو یا باؤن لاگو دینے اور وہ بھی میری تحریک میں آچکی ہے۔ ابھی دو ہفتے کی فلائٹ سے برونی ممالک کی میر کو چار ہا ہوں۔ لہذا جو سے باہر کا کام کرنے کے لئے ملائی کرے گا کوشش ہے سو دینی ثابت ہوگی۔ ابھی اب نہ جاؤ۔ کیا نہ مگر ایک منٹ۔“

انہوں نے اپنی بات کہتے کہتے تو میں بڑے میں باہر ڈال کر ایک ٹوکنا سا بار اٹھایا اور پھر اس سے منی لب ہو کر بولے۔
 ”تو یہ کھینچنا صحیح تھا۔ میں نے نہیں دیکھا وہ کئی نہیں دیکھی نا۔ مگر ہیکے تو اسے سہاگ کی نشانی ہو کر پے پاس نکالتے تھے لکھ لینا۔“

نہیں، ہماری طبیعت ہی ساتھ جاری ہے۔ بھائی کے اپنے ساگ میں کود دیا۔
چلیں، میں آپ کو اس کے گھر تک چھوڑ دوں۔ اس نے انہیں گوراپ کہنے کی پیشکش کی۔
انہیں نے ہنسنے سے انکار کیا۔

بھائی نے بھیجا پھرانے کی عرض سے ہنسنے لگا۔ تب وہ ان سے ہاتھ ملانے لگا۔ اور بھائی نے اپنے گھر میں
اندھی اندھا نہیں، خود سوادا سن گیا تھا۔ وہ بیدار ہو کر سولہ گھنٹے کا وقت حاصل کرنے کی سرگوشی کر رہا تھا۔
کو گھومتے نظر تو بڑی سختی سے ناگہان کے جانے کی خبر ہو چو گی میں، خا کوئی بھی ان سے نہیں آئے۔ وہ رات کو
رہا اب ہی دینا۔ وہیں، روز تو فریست سے نکلے اور کوئی نظر نہ ہو گیا اور نہ ہوا، مگر جو بھی شب آگے
گنگ بھگ، گہری بند میں سوئی ہوئی سولہ گھنٹے کی خبر ہوئی، کیا اس احساس ہوا تو اس کی آنکھ کھلی گئی۔ کیا وہ بڑوں میں
دو تار دراز اس کے بٹک کے دائیں بائیں کھڑے تھے، جن پر نظر پڑے ہی خوف و وحشت سے وہ چلاستے تھے۔
نے اسے زیادہ چینی بڑے کا موقع نہیں دیا۔ ایک نے اس کے منہ میں کپڑا مٹھو لٹا اور دوسرے نے اسے ٹون پھر کر
پھر وہ مزاحمت کے طور پر زور زور سے ہاتھ پیر ہلانے لگی۔

یہ بھی اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ تاقیب میں کو اس وقت بیت اللہ جاسنے کی حاجت محسوس ہو گئی تھی اور وہ
جوئی میں پیر زوال کرانے ہی تھے کہ بھی انہیں سولہ گھنٹے کی چھٹی سنائی دیں۔ حالات کی گھٹتی کے پیش نظر وہ اپنے گھر
بھلا ہوا ہسپتال رکھ کر سوئے تھے۔ میں نے چینی چلانے کی ادا زانی تو وہ رہا اور اسے اس کے کوسے کی طرف بولنے
آتا میں وہ دونوں آدمی سولہ گھنٹے کے کوسے سے باہر نکال لائے تھے۔ بھائی نے نزدیک آکر بوائے نازک بولنے
منہ دیکھ کر سولہ گھنٹے کو وہیں چھوڑ کر جاگ گئے۔

بھائی نے بعد میں، اگر یہ ہوگا مدد کیا تو بڑی سنائی، نہ سے خوب بڑا بھلا کہا اور اس کی خوبصورتی کو انہیں
کا تو وہ دیکھ کر ایلہ، اس روز تو بھائی ہی بھائی کی بات کے قائل ہو گئے تھے۔
وہ خود بھی اپنی خوبصورتی سے محنت تاروں تھی۔

کر اس کی خوبصورتی ہی اس کے لیے جان کا وبال بن گئی تھی۔
یوں بھی دیکھنے میں ہوا، اسے کہ قدرت اگر کسی کو بڑی مٹھی سے کسی نعمت سے نوازنی ہے تو وہی پیش نظر ہے
عزم ہی رکھتی ہے جیسے کہ اسے دیکھا گیا تھا۔

ماں کی ہمتا، اس کی شفقت اور بہن بھائیوں کے پیار و اخلاق سے اور پھر۔۔۔ وہ بھائی کے لیے راجہ کی
چھوڑ دیا، یہی تھی کہ اگلے ہی روز۔

تب بھائی اور بھائی نے خاص مہینے کی یاد کے بعد سوچا کہ اس میں مشورہ کیا اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر اپنے
منہ بھائی شعیب منصور کے پاسے ملازم غلط عملی کو ملا کر سولہ گھنٹے کے پاس چند ضروری چیزیں کے ساتھ
روانہ کر دیا۔ اور خود ہی کوسے کو گاندھیا پانے گئے۔

تو یہ تھے وہ معاملات۔
واقعات یا باتیں ہیں سے وہ کوشش کے باوجود اسفند کو آگاہ نہ کر سکے تھے، یوں بھی ایک تو بتانے کا بھی موقع نہ
مل سکا تھا دوسرے ہوا تو بھی نہیں پڑا تھا۔ وہ اسے کتنا چاہتے تھا تھا، اس کا تازہ میں اسے اب ہوا تھا، وہ خوشی
مند رہیں، اس کی صورتی سما کر بیٹھی تھی۔

پھر بھائیوں اور اس منہ سے تانی کہاں کی زندگی کو ایک ایسا المیہ پیش آیا جسے جس سے اس کا پورا مستقبل میں
کے دکھ و آسے، بلکہ میرے سے اس کی پوری زندگی برباد ہو گئی ہے۔ اور اپنی پوری کمزاریاں کرنی آسان ہی تو نہیں
آتا ہی کہ اتنا ان کا راضی کے نیچے میں اس کی پرورش تھی، جبہ کہ خود سے اسے انتظام لینے کی وجوہات میں بیان کر لی
بھائی کے ناما نہ اور غیر قانونی کاروبار میں روٹی پانی اور پھر سے بڑھ کر اپنے بارے میں ہی تیار نہ تھی
اپنی طرف سے ہی وہ ملنے نہیں تھی کہ کچھ ایسے بھائی کی تھی کہ میں سے پھر بھائی جی کی لاد کی حسرت پوری
طرف سے اسے کسی قیمت خاتمے سے اس کا لگائے تھے اور پھر اس کی دل سے اسفند کے اس قدر شدید اور صبر سے

جو بھائیوں نے۔۔۔
تو حالات کے اس قدر شدید کی اعتبار کر گئے تھے کہ بتانے بنا کوئی چارہ ہی نظر نہ آ رہا تھا۔ بلکہ اس مرتبہ تو اس نے
خاندانہ ماں جان ملنے لگی۔ کو سب کچھ بتا دے اور بھرا ان جان اسفند کو سارے معاملات سے آگاہ کر کے
سب کچھ بھائیوں میں ہی رہی کہ اس کا خیال چھوڑ دے۔ اور یوں سنا سب میں بھائیوں کا اور لائے ہی نہیں ہوئے گی
سے بھائیوں کے لیے تو اسفند میری زور داس کی قینا تھ سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

اور اس کا کہنا یہ تھا کہ میں نے تو اسفند میری زور داس کی قینا تھ سے کنارہ کش ہو جائے گا۔
وہ سننے سنسنے سوچتے سوچتے اسے ہی ایک کارگر کے تیر سو جی تھی اور اگلے روز وہ ماں جان کو سب کچھ بتا
دینے اسفند کو کہ کچھ پڑھوں کی نظر آ رہی تھی کہ اس کی قسمت نے یہاں ہی اس کی سوچی تھی، نہ پیر پر چاک پیر ویں کی
ازمیح کیلئے جتان سے ماں جان کے بھائی کی سخت عدالت کا نام وصول ہوا تو ماں جان نے ایک کو مٹانے کیے بغیر فوراً
تو سخت سزا دے لیا۔ کہ اتنی بڑی دنیا میں ایک ہی تو بھائی تھے ان کے۔ جہاں نہیں جان سے بھی۔ زیادہ عزیز تھے

اور بھائیوں کی روٹی ہونے اسے ہی کتنے کام چھوڑ کر سر پیر کی ٹرین سے بھٹانے سے بھاگ گئیں۔
تے جانے کے بعد ایک طرح سے تو وہ بالکل ہی تباہ ہو گئی تھی، کیونکہ تمہا کا تو گھر ہی ہونا نہ ہونا برابر ہی تھا دن
کی رات کو بھی آجاتی تھی اور انہیں بھی رات کو تہائی کا احساس بہت بڑھ جاتا تھا۔ اور وہ اتنی محتاط جو تھی تھی کہ
بہت دور سے کا اندر سے گھنٹا کر بیٹھی تھی کہ اسفند کی طرف سے اسے اطمینان نہیں تھا کہ کب اس کا منہ اٹھے اور وہ
بے پرواہی میں بے چارے۔ کہ وہ ہمیشہ ہی اس سے بہت فری ہوئے کی کوشش کرتا تھا اور بڑی بے باک طبیعت کا
اہل تھا کسی کی موجودگی کا خیال نہیں کرتا تھا۔ یہ کسی مصلحت کو ہی خاطر میں لاتا تھا۔

تو اب تو وہ بالکل تباہ تھی۔
اور نہ تھا کہ تو وہ عرصے سے خواباں تھا۔
بہن اس کی وجہ سے وہ اس قدر احتیاط برتنی تھی۔
تھی کہ اس سے سادھا ہونے کا امکان ہوتا تو فوراً ہی کہیں چھپ جاتی۔ تاکہ ہمیشہ کی طرح وہ اسے دیکھ کر بے قابو
نہ ہو جائے۔

اگر اسے بھی سنا سنا ہی ہو جاتا تو یوں لا تعلق اور بیگانگی میں جاتی جیسے کوئی واقفیت یا جان پہچان ہی نہ ہو۔
اور اگر وہ تھا کہ اس کی ان احتیاطوں اور گریہ پر پھینکے چپکے مسکراتا رہتا تھا۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

وہ دن سوانہاں کے لیے سناٹا تھا۔ سوانہاں نے کہا کہ میں اس کی تفتیش نہ ہوں گی۔

”جی جیسو بی بی صاحب کا کہہ کر نے بتایا۔ نیہا کے فون کا سچ کر اسے تعجب منور ہو گیا۔

”اس نے لاؤٹنگ میں پہنچ کر ریسپورڈر اٹھانے کو حکم دیا۔ اس کی آواز سننے ہی ہوئی۔

”اسے کب سلوٹ آیا۔ نوآب گھر پہنچ ہی گئیں؟ وہ یہ بھی کوئی سوانہاں تھا۔ جب کہ سوانہاں کی گھر پہنچا۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

”ہاں ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے بیٹی۔ جی تو تم سے بات بھی کر رہی ہوں۔

اور وہ اپنی ساری عزت، محبت اور وصلہ جمع کر کے تہہ آلود سے میں بولی۔

”بھئی نہیں میں مگر کبھی آپ کو اپنی بی بی سے اور نہ مانی سے فائدہ اٹھانے میں ذوق لگے۔ مجھے تم سے بڑھ کر اندر ڈرا بھی محبت اور شرافت ہے تو یہ بیان سے چلے جائے۔ آپ کا ہاؤس ٹائپ سب سے بڑھ کر ایک دوسرا بڑی ہے۔ اور اس کی بات یا بدگمانی پر وہ پورے اچھا ہے اس سے شکے برقی تارا کی بی بی کیسے ہے، نہ کھینکے اور کھولتے ہوئے دروازے کے ساتھ کھینکتے ہے اس کا بازو کھینک کر بولا۔

”یہ تم کو کبھی جو ملو گا۔ کیا یہ مطلب اندر کیا ہے تم سے، اس وقت میری آمد سے، کس قدر رنگ اور ذہن پر تیار رہی کتنی پرگن اور کتنا غلظت ہو کر کاش می زندگی میں داخل ہونے سے پہلے تم مجھ سے اپنے منظر نامہ کو کر دیتیں تو میں تمہارے تصور کو کبھی اپنے اس بھی دیکھنے نہ دیتا۔ میری حد جو کبھی بقیہ کی بھی جو کبھی فی نفس کو نہیں کرتا اس کی بھی جیسے بدین رشید خان مارنے کی نیت سے آیا ہوں جب کہ میں تو نہیں دوسرا ہونا چاہتا کرتے اور اس کا تھا کہ کو تمہاری بی بی سے میری شناخت ہی نہیں چھان لینی تھی بلکہ مجھے خود اپنی شناخت میں لگا کر بھونکا ہے جو میرے سامنے سے گزر بیٹ۔ اور آئندہ مجھ سے کوئی حقیقی نہ کرنا۔ اس پر ملامت کے سامنے خود مجھ سے سارے ایک طرف دیکھتا تھا کہ کھول کر باہر نکل گیا اور ملو کر پھر تو مجھے خسرو پانی پر گرا۔

وہ گرا جانے کے بعد ازاں اسی بلکہ کوئی نہ عادت اور آسٹ سے سوچتی رہ گئی۔
 اٹھ بدگمانی اور دست خالی کی بھی تو اتہا کر دینی تھی میں نے۔ کہ اسے بھی ایک عام اور انسانی سطح سے گھبرانے مردوں کے ذمے میں شامل کر لیا تھا۔ ورنہ آفرودہ ایک اعلیٰ ٹیلر یا فٹر میرے۔ سب سے بڑھ کر ایک ڈیڑھ روزا متعصب بننا لے ہوئے ہے۔ میں یہ کیوں کھول گئی تھی کہ اس کا واسطہ ایک سے ایک بڑھ کر میں اور پھر اس کے ذمے سے بڑھ کر ہے جو اس کی جو کتب رو رہی ہیں اور اپنے شے کے درجہ سے اس کا ہونا ہے۔ وہ گرا بدگمان اور عیاں ہوتے تو اس کی پابندی سے گھر میں نظر آتا جیسے کہ اس نے اپنے اور جانے کے وقت فکر کر کے ہیں بلکہ دنیا اصول یا بندہ لگے ہیں۔

آفت ہو گیا اور عادت۔ کھسا ہٹ اور عادت سبھی تو اس پر لٹوئے پڑی تھی۔
 جیسے تمب کے دیکھے اتنے بڑھانوں کی صورت میں ہاں سے تھے اور جانے تھی دروازے تک دو ادا ہونے دریا ہمانی اپنے اہتمام کے کھولنے میں کا کر کو تہری یہ جتانے کہ نہ شریفی اور کتب سوئی۔ کہ کشت کی نماز اور کئی دہری، عبادت کرنے کا خیال ہی آیا۔ اگر کچھ احساس باقی رہا ہوں اس کے روٹھ جانے کا۔

وہ تھی ہی اس کی بی بی اہتمامی کے مظاہر سے پر اس سے حد درجہ بدول اور بدجن ہو گیا تھا جو دو تین ماہ تک تو گھر میں ہی نہیں آیا تھا اور جو ابھی تھا تو اس روز جس دن اس کے والدین اور میں خود اور لڑنے کے ساتھ آویسے ہو رہے اور ایک مشرق وسطیٰ کی مساحت سے واپس آئے تھے۔ اس روز گھر میں اتنی جھیل اور پانی تھی کہ اپنے ذمے میں اس کے تاثرات کا پتا چلانا ممکن ہی نہیں تھا اور ایک آدھ پار کمر سامان بھی پر اکتا تو اسے اس کے اہتمام نظر انداز کر لیا تھا جیسے اس کا کوئی وجود کوئی حیثیت ہی نہ ہو اور وہ ہفت روزوں میں کوئی سوچی کر لیا گیا میرے ساتھ غیبت ہی ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ اس طرح تم کو میں اس کے پائلن کا نشانہ تو نہیں بولی۔

کہ وہ اس کے اس خواہ لخواہ کے روئے کو اس کی دیوانگی پر معمول کرتی تھی کہ یہ کون سے اسے دیکھ کرے تو ماہو جانے۔ پھر وہ موقع دیکھتا تھا۔ بلکہ کسی ذراقت کو خاطر میں ہی نہ لاتا تھا اور اس کے لیے وہ اس کے روٹھ جانے کی نہ تھی۔
 طبیعتی تھی، مگر اندری اندر نہ کی بے گناہ اور مضطرب ہی رہتی تھی۔

ہر شے اسے چھیننے اور بے کیف لگتی تھی۔
 اور ہر چیز سے اس کا دل اچانک سا ہو گیا تھا۔
 یوں لگتا تھا جیسے جھیل جھیل لڑتے پانیوں کی درمیان ماندر لگتی ہوں۔
 اور گرا کوئی احساس ہی باقی نہ رہا ہو۔
 پوری کا کائنات ہی بے رنگ ہو گئی ہو۔
 اور ساری دنیا اس سے روٹھ گئی ہو۔

مگر میرے احساسات کو تو اس نے خود سے بھی چھینا کر کہیں گھونٹ کر رکھا تھا۔ اور پھر وہ کچھ تو نہ تھی۔

مگر پوری مقصدیت کے ساتھ جاتا اور ناجائز کے فرق کو سمجھتی تھی۔ اور زندگی کے بقا بھرتی کی کھینک میں تپ تپ کر رہی تھی اور ناقابل تخریب تھی۔

نہیں اور اس کا کرمج اس کی گرفت میں آکر بھی ہمشیر جھٹ ہی جاتا تھا۔ اور جانے کی رات میں تو موقع دیکھ میں آئے تو رائے قسمت کو مزاج سے اس روز تو اکتھاؤ کے کھولنے میں نے اٹھا سے۔ ہی ننگار کر کے رکھ دیا تھا۔

اس کا کیا پتا نہیں ہوتا تھا۔ کہ اس روز تو اکتھاؤ کے کھولنے میں نے اٹھا سے۔ ہی ننگار کر کے رکھ دیا تھا۔
 سوال کیا پتا نہیں ہوتا تھا۔ کہ اس روز تو اکتھاؤ کے کھولنے میں نے اٹھا سے۔ ہی ننگار کر کے رکھ دیا تھا۔
 شیعہ مفسرین نے زینت اور نیلوفر کو عذو اور کر کے آئے تھے اس لیے ایک نئے تک تو ماہک بارہ نے دنیا کی بدرفت اور ڈھونڈوں کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ اور اگر رمضان کا شکر کہ ہمشیر شروع نہ ہو جاتا تو سلسلہ شاید پیدائش کی بدرفت اور عذو و آقا کے علاوہ شیعہ مفسر کا حلقہ حساب بھی بہت وسیع تھا۔

جادو کے آکر کہ عذو و آقا کے علاوہ شیعہ مفسر کا حلقہ حساب بھی بہت وسیع تھا۔
 اس روز شعیان ائمہ کی انتہوں ناپید تھی۔ رمضان المبارک اور با مخصوص عیدین کے چاند تو قسمت سے ہی

الہامی کرانی کوئی اکتھوں سے دیکھنے نہیں ہوتے ہیں کہ مزیقی پھر گہرے بادلوں کی تہہ کچھ اس طرح جم جاتی ہے کہ لکھنے دن بھی جا کر غنیمت ہے اور الہامی کرانی کو بیشتر اوقات باسی جان لہری دیکھنا میرا ہوتا ہے۔ اس روز بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ برا تھا کہ بادلوں کی تہہ نہیں دیکھنا پھا نیا ذکر دیکھنے کے باوجود بھی رمضان المبارک کے چاند کی لگی کی جھلک بھی دیکھنے سے سب کو خوشی رہے تھے۔ اور دستور کے مطابق کہیں ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد جا کر پڑھنا شروع کرنے کے لیے عبادت بھی جانے کی اطلاع ملی تھی۔ تو سب کو ان اور بازا دیوں میں خرید و فروخت کرنے والوں کا ایک آڈیا پھر لکھا تھا۔ لیکن شیعہ مفسر کے گھر میں اگر کچھ بھی نظر آ رہی تھی وہ باوری غائب تھے۔ کیوں ہی اس وقت رات کا کتنا تھا اور ان کا بابت اندازیت بحری کے لیے تیار کیے جانے والے کمانے کی ہدایات خانسا مال کو دینے کی غرض سے سب سے پھر پوری تھیں۔

”اس بھی اصل بات تو میں تم لوگوں سے بتاؤں کہ میں بھولی ہی گئی اور دوسروں سے چار اٹھانا مال بھی اکتھا میں لوگ رہا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ کون کون روزہ رکھنے گا؟“

”کون کون سے کیا مراد۔ سبھی رکھیں گے ہی؟“ اسفند بولا۔
 ”میں تمہاری ہی کہ تو اس وقت بھی متوڑی بہت حرارت ہو گی۔ یہ چار یا تو روزہ رکھنے سے یصر ہی ہوں گی۔ شیعہ مفسر نے ہاں دینا سلاٹ کے ساتھ کہا۔

”شیرازہ لڑائی تو نہ کرنا میں۔ نماز روزہ ہوا عبادت اس کا حلقہ و اکر کٹ خدا سے ہوتا ہے مہذبیرے اعمال جائیں اور میں جانوں کی لذت میں ان کی بات پر چڑھ کر بولوں۔

”میں تم کو روزہ رکھنے کی تو اب کا بھاری سزا ہے پھر آپ سے روزہ رکھنا سہمی میں اتنی نیلوفر ماں کی حمایت میں بولی۔
 ”مگر ابھی سزاؤم بھی روزہ رکھوں گی۔ یہ میں بھی کوئی عذر لاتی ہے۔“ اسفند نے نیلوفر سے پوچھا۔ تو نیلوفر ہنستی بولی

پیشہ جھلک کر
 ”اس میں شکے ہی کیا بات سے نیلوفر میں اتنا اسی بنا ہی کہاں ہے جس میں روزہ رکھ سکوں۔ پیلے ہی اتنی دیکھ

نہیں ہوتی ہوں۔ میں نے اپنے اپنے نیلوفر پر فرمان کر لیا۔
 ”نیلوفر پھر روزہ رکھنے کو رہی تو ننگا سونے میرے سنی اور نہ لکھا کے شیعہ مفسر نہیں کر پوسے۔
 ”لیکن کوئی کما کر کی طرح روزہ بھی بند سے برفرض کر لیا ہے۔ اور پھر پھر کر لیں گا ایک ذریعہ ہے۔ اور والدین

بہر فرض اور ذمے داری لاد ہوئی ہے کہ اگر نہ کسی مجبوری کے تحت وہ خود روزہ نہ رکھ سکیں تو اپنی اولاد اور جو بھی اتنا کسی کو اپنی اولاد میں ہوں اسے زبردستی روزہ رکھو اتیں بلکہ نہ پھا تو اس کے لیے تھی اختیار کرنے کی اجازت ہی گئے۔“ اسفند بولا۔

نیلوفر نے کھنکی اور چہرہ کرنے کے حق میں بالکل نہیں ہوں تھی شیعہ مفسر نے جواب میں کہا اور اس موضوع کو لٹھنے فی فرض سے سلف سے مخاطب ہو کر پوچھا جو نہایت خاموشی اور لائق سمجھی لکھا تاکہ لای تھی۔

تو کبھی ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔ جلو شاہ باغ تم جلدی سے کہو گے بدل کر تیار ہو جاؤ۔

آپ پر زینت کبہ زری نہیں وہ بھی اتنے دلار اور اپنا نیت سے۔ وہ بھلا اتنے غلوں اور کتے جیسا
سلیج قلی پور زری بادام بیٹے کی پانچاں بیچ کر کھو کر تیار ہونے جلدی۔

پھر کبھی در بعد وہ بھی زینت کے ساتھ ان کی کار میں فرٹ سیٹ بیٹھی جاندارت کی رونق اور کوشش
اظہار ہی تھی۔ زینت صرف آڈر کیا ہوا ایک بیٹھی تھی۔ شاپکٹ کرانے نہیں۔ پھر بھی انہوں نے۔ مسہر
کے ساتھ بیچ کر قتی غیر وزی رنگ کی کار میں کی چوریاں اسے ولواری نہیں۔
انگے روز عید تھی۔ وہ گذشتہ شب تین بجے کے قریب جا کر کوئی تھی کیونکہ جو بیٹھی اور بیٹھی
کی کٹی تھیں انہیں بچانے اور بنانے میں اسی بات سے زیادہ وقت گزار گیا تھا۔ آگے کھینچ کر کھل کر بیٹھے اور

”اے سلوٹو آیا اور حضرات کب کے عید گاہ صدارت کے اور آپ ہیں کہ اب تک بڑی سواری ہیں۔ پھر
آج عید ہے عید۔ می کبہ زری بیٹھی کہ رواج کے مطابق مرد سواریاں کھا کر عید گاہ جاتے ہیں گھاس پھوس کے
بھائی جان سواریاں کھانے بغیر ہی چلے گئے۔ نہ تھیلے اسے بلا جلا کر بھری نیند سے اٹھاتے ہوئے ایک سواری
ساری باتیں کہیں تو وہ نیند سے بوجھل آگھوں اور ڈھکتے ہوئے سر کی وجہ سے جھٹلا کر پہوں۔
”کیوں کیا رواج کے مطابق میرے سوا انہیں کوئی اور سواریاں نہیں کھلا سکتا تھا
”کون کھلاتا۔ می ڈیڈی کو تیار کرانے میں تھی اور ہم دونوں اپنی اپنی تیاری میں گئے رہے کیونکہ
بعد ہی مہانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔“

”ٹھیک ہے تو پھر آپ پر کھائیں گے سواریاں تو وہ نیکیے پر مرد کو دو بارہ آگھیں بند کر کے ہونی لوری
”اے آپ پھر سونے لگیں۔ میں تو آپ کو اپنا عید کا ڈر میں اور اس کے ساتھ بیچ کر تیار کرانے اور
اٹھ کر جلدی سے تیار ہو جائیے۔ می بھی آپ کو پھر رہی ہیں۔“

تب بڑی کسلندی محسوس کرتی ہوں وہ اٹھ کر تیار ہوئی۔ طبیعت تو نہیں گوارا کر رہی تھی شیب مشورے کھنا
ہوئے کہڑے پینے کے مگر گذشتہ رات زینت نے بہت تاکید سے کہا تھا کہ وہ۔ وہ کہڑے ضرور پینے۔ تہہ
بارن ٹھاٹھا اسے پیٹھ ہی پڑے تھے۔

پورے روز دیکھے تھے اس لیے ڈی بی خوشی ہو رہی تھی جیسی کہ روز سے پورے ہونے پر نذر واک کا
سے ہوتی ہے۔

لیکن دل کو اندر سے خوش نہ تھا۔ اندر ہی اندر اوس نے میرے ہمارے تھے۔ اس لیے ایک انسوی کی خانہ
اسٹور کے بات میں پہل کر رہے بلکہ بات نہ کرنے کی قسم تو شہرہ پر انسوی ڈور نہ ہوتی تھی۔

خانہ خاں اتنی بڑی دنیا میں اپنے ایک ہتیارہ خانے کا احساس اسے کوئی خوشی تو نہیں بخش سکتا تھا۔ جب کہ
ظرف سے غزلوں میں گہری ہوتی تھی۔ جو اسے اپنا بکنے کو تیاری ظور کرتے تھے۔

اسے معلوم تھا کہ دنیا سے ہونے سے اٹھ کر جلد جیا رہو جانے کی تاکید کرنا اس غرض سے نہیں آئی کہ وہ سب کے
ساتھ مل کر عید کی خوشیوں میں حصہ لے سکے بلکہ اس سے کام لینے کی غرض سے اسے بلانے آئی تھی۔ از رو تو تھا خانہ
عید کا کیا لباس پہننے کا لیکن نیلے جس انداز میں مردوں کے سوال کھائے بغیر عید گاہ ملنے نہ کر گیا تھا اور جس انداز
میں کیا تھا۔ اس کے ہمیشہ نظروں سے لرون مند ہونے کے ساتھ کہ شیب مشورے کی خوشی کو مد نظر رکھتے ہوئے
دیا برا عید کا فیوزی جو اسے زیب کیا۔ مگر جو ریاں بیٹھی نہ کوئی اور فریور۔ حتیٰ کہ ایک اپ کے نام کی چیز تھی
پاؤں لٹکانی البتہ بال ضرور سوار سے اور پھر کمرے سے نکل آئی۔

اندر کبھی ٹوک کر ڈیور سے لے کر بیٹری اور کین سنسان پڑا دیکھ کر وہ کبھی کہ خاندان اور کیم ہا گیا

ہنٹے میں اور زینت اور دونوں لڑکیاں اپنے اپنے کمرے میں ہوں گی۔ نیلے نے کہا تھا کہ اب کو پھر رہی تھیں۔
یہ ان سے سوچ کر زینت سے جا کر معلوم کرانے کہ وہ اسے کیوں پھر رہی تھیں۔ مگر پھر یاد آیا کہ مرد عید گاہ سے واپس
نے دے میں گئے۔ اسے شہر خور مرد و عید گاہ کی بڑی خوشیوں میں نکال کر میز پر لگا دینی چاہیے۔ ورنہ پرس کے
نہ دن جہاں جان خواہ خواہ کی برائیاں نہ تھیں گی۔ اس لیے اس نے کمر اور خاندان مال کے واپس آئے کا بھی انتظار نہ کیا
وہ شاپکٹ ماری بیٹھی بلکہ چند فرنگ اور پٹ کپڑے سے لٹکان کر تھیلے سے لٹکانے کی میز پر لگا دینی جس پر کمرے
بے بی سے جانے کی برائیاں اور کڑیاں اس سے جان بچانے میں داخل ہونے اور پھر اندر سے زینت۔ اس سے وہ

پھر کبھی در بعد وہ بھی زینت کے ساتھ ان کی کار میں فرٹ سیٹ بیٹھی جاندارت کی رونق اور کوشش
اظہار ہی تھی۔ زینت صرف آڈر کیا ہوا ایک بیٹھی تھی۔ شاپکٹ کرانے نہیں۔ پھر بھی انہوں نے۔ مسہر
کے ساتھ بیچ کر قتی غیر وزی رنگ کی کار میں کی چوریاں اسے ولواری نہیں۔
انگے روز عید تھی۔ وہ گذشتہ شب تین بجے کے قریب جا کر کوئی تھی کیونکہ جو بیٹھی اور بیٹھی
کی کٹی تھیں انہیں بچانے اور بنانے میں اسی بات سے زیادہ وقت گزار گیا تھا۔ آگے کھینچ کر کھل کر بیٹھے اور

”اے سلوٹو آیا اور حضرات کب کے عید گاہ صدارت کے اور آپ ہیں کہ اب تک بڑی سواری ہیں۔ پھر
آج عید ہے عید۔ می کبہ زری بیٹھی کہ رواج کے مطابق مرد سواریاں کھا کر عید گاہ جاتے ہیں گھاس پھوس کے
بھائی جان سواریاں کھانے بغیر ہی چلے گئے۔ نہ تھیلے اسے بلا جلا کر بھری نیند سے اٹھاتے ہوئے ایک سواری
ساری باتیں کہیں تو وہ نیند سے بوجھل آگھوں اور ڈھکتے ہوئے سر کی وجہ سے جھٹلا کر پہوں۔
”کیوں کیا رواج کے مطابق میرے سوا انہیں کوئی اور سواریاں نہیں کھلا سکتا تھا
”کون کھلاتا۔ می ڈیڈی کو تیار کرانے میں تھی اور ہم دونوں اپنی اپنی تیاری میں گئے رہے کیونکہ
بعد ہی مہانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔“

”ٹھیک ہے تو پھر آپ پر کھائیں گے سواریاں تو وہ نیکیے پر مرد کو دو بارہ آگھیں بند کر کے ہونی لوری
”اے آپ پھر سونے لگیں۔ میں تو آپ کو اپنا عید کا ڈر میں اور اس کے ساتھ بیچ کر تیار کرانے اور
اٹھ کر جلدی سے تیار ہو جائیے۔ می بھی آپ کو پھر رہی ہیں۔“

تب بڑی کسلندی محسوس کرتی ہوں وہ اٹھ کر تیار ہوئی۔ طبیعت تو نہیں گوارا کر رہی تھی شیب مشورے کھنا
ہوئے کہڑے پینے کے مگر گذشتہ رات زینت نے بہت تاکید سے کہا تھا کہ وہ۔ وہ کہڑے ضرور پینے۔ تہہ
بارن ٹھاٹھا اسے پیٹھ ہی پڑے تھے۔

پورے روز دیکھے تھے اس لیے ڈی بی خوشی ہو رہی تھی جیسی کہ روز سے پورے ہونے پر نذر واک کا
سے ہوتی ہے۔

لیکن دل کو اندر سے خوش نہ تھا۔ اندر ہی اندر اوس نے میرے ہمارے تھے۔ اس لیے ایک انسوی کی خانہ
اسٹور کے بات میں پہل کر رہے بلکہ بات نہ کرنے کی قسم تو شہرہ پر انسوی ڈور نہ ہوتی تھی۔

خانہ خاں اتنی بڑی دنیا میں اپنے ایک ہتیارہ خانے کا احساس اسے کوئی خوشی تو نہیں بخش سکتا تھا۔ جب کہ
ظرف سے غزلوں میں گہری ہوتی تھی۔ جو اسے اپنا بکنے کو تیاری ظور کرتے تھے۔

اسے معلوم تھا کہ دنیا سے ہونے سے اٹھ کر جلد جیا رہو جانے کی تاکید کرنا اس غرض سے نہیں آئی کہ وہ سب کے
ساتھ مل کر عید کی خوشیوں میں حصہ لے سکے بلکہ اس سے کام لینے کی غرض سے اسے بلانے آئی تھی۔ از رو تو تھا خانہ
عید کا کیا لباس پہننے کا لیکن نیلے جس انداز میں مردوں کے سوال کھائے بغیر عید گاہ ملنے نہ کر گیا تھا اور جس انداز
میں کیا تھا۔ اس کے ہمیشہ نظروں سے لرون مند ہونے کے ساتھ کہ شیب مشورے کی خوشی کو مد نظر رکھتے ہوئے
دیا برا عید کا فیوزی جو اسے زیب کیا۔ مگر جو ریاں بیٹھی نہ کوئی اور فریور۔ حتیٰ کہ ایک اپ کے نام کی چیز تھی
پاؤں لٹکانی البتہ بال ضرور سوار سے اور پھر کمرے سے نکل آئی۔

اندر کبھی ٹوک کر ڈیور سے لے کر بیٹری اور کین سنسان پڑا دیکھ کر وہ کبھی کہ خاندان اور کیم ہا گیا

میں کہ تازہ وقت ہی نکلا جا رہا تھا اور وہاں چند دوستوں سے عید ملنے ملاسنے کی وجہ سے سانسے ٹھیکہ سے آئے تھے اور چونکہ انہیں صحت نسوگ لگ رہی تھی اس لیے بوی کو کرسے میں نہ پا کر سو رہے تھے اور ان کے پاس سے آئے تھے اور خلاب عادت سلوٹو کو قدرے تیز لے کر بات کرتا دیکھ کر دوا سے کے اس کے ہی شک کے ساتھ ساتھ طرف سے چھوٹی چھوٹی منگولیاں ملنے ہی کھڑی تھیں اور اس سے بات کرتے کرتے ان کی نظر فرنی فرنی شوگر ہوئی اور بات کو ہی خوبصورتی سے نہیں موڑا بلکہ بوجہ دل دیا۔ اس کے باوجود بھی شعیب منصور بہت کچھ کھو گئے اور انہیں بڑھتے ہوئے ہوئے۔

پہلیں خیر۔ اگر انہوں نے جوڑیاں وغیرہ نہیں پہنی ہیں تو ناشتے سے فارغ ہو کر بہن لیں گے۔ کھانا کھا کر کسی بھی کام کو مانتے نہیں لگا کرینگی۔ درغیر آپ کا بخشا ہوا اتنا جتنی موٹو واقعی خراب ہو کر وہ جانتے جانتے ہلچے سے غمزہ عیاں تھا۔ جسے سلوٹو نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اس لیے ان کی بات اسے بالکل ناگوار نہیں لگتی اور وہ ان کی طرف سے گوم کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے اس کے نزدیک آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور انہوں کو استراحت کی دعوت دی۔

خدا تمہیں سکھی رکھے اور عید تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔ بیٹی! مجھے تمہیں اس لیے تو اسے ہاں نہیں لگا کر سارا وقت کام ہی کرتی رہو یعنی اسے تو نہیں ایتنا ہی گھر کھانا چاہیے بلکہ شہسوار اور مارا رہی لگا کر اپنا گھر کھتی ہو گی تو کام ہی کرتی ہوں لیکن ہر وقت تو نہیں کرتی بیٹھے آ کر کچھ سو رہی تھی تو آپ کو کھانے سے بغیر ہی ناز بڑھنے چلے گئے تھے۔ وہ ان کی اپنا شہت پھری باتوں سے خوش ہو کر بولیں۔ زینت کو شعیب کی لگتی شعیب منصور نے ان کی طرف دیکھ کر گویا ان کی بات کے ساتھ ساتھ ان کا دل رکھنے کو کہا۔

ہاں یہ تیار ہی جہاں جان بھی صحیح ہو کر ہی کہہ رہی تھیں۔ اصل میں انہیں اطمینان ہی تھا کہ اسے نہ پہنچے۔ وہاں صاحبزادیاں کہاں غائب ہیں بلکہ وہ۔

بہن! اپنے کھون پوری ہوئی۔ زینت نے شیکھے سے لے کر کہا پھر فوراً ہی لہو چٹک کر کہنے لگی۔ آپ کو جانتے ہی ہیں کہ آپ کی لاڈلی بیٹی کو کھانا دیکھنے سے پہلے ختم نہیں ہوتا۔ آپ کے ہاتھ کے بعد ہی ہوں تو نیلے میں۔ اس میں سے ناز ہو کر نیلے کو ان کے کہنے سے نہیں لگتا۔ ان کے ہاتھ پر چھو کر انہیں زہلی جلدی نکال لیں۔ مگر آپ تو بیٹھے۔ ایسا ہی سے تو وہ بعد میں ناشتہ کریں گی۔

اس سے نہیں نہیں بیٹے! یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر عید کے اس پر سرت موقع پر اپنا منہ میں کی شہوت کے بغیر ہی نہ لگیں جب کہ بھاری ایک بیٹی کو تو اپنے پہنچا کر آیا ہے۔ شعیب منصور کی کہنے پر بیٹھتے ہوئے ہونے۔

تو پھر کہنے رہیں۔ ان کا انتظار۔ وہ تو ایک گھنٹے سے پہلے آٹھ گھنٹے میں اور وہاں یہ باہر ہاں رہنے کو چاہتے ہیں۔ زینت نے بھی ان کے بیٹھنے والی کر رہی بیٹھتے ہوئے سلوٹو کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کر کے پوچھا۔

سنی صاحب۔ وہ بے چارے سے تو آج دھڑکیے گئے۔ اچھے نالہ سے میرے ساتھ گھر کا رخ کر رہے ہیں۔ بیٹے ایک کار لے جانا کہ وہ جانتے کا اشارہ کیا۔ اتفاق سے کار میں ڈرا کر گھر آ رہا تھا۔ سنی نے آہستہ سے کہا کہ کون بیٹھنے لگیں اس ایشیاں کار روک چکا تھا اور میں کار روکنی غضب ہوئی۔ وہ چاندوں کے چاروں پاک بیٹھے۔

بیٹے۔ وہاں وہ کھولا اور سنی کو باہر کھینچ لیا۔

تو یہ سون تھے آخر وہ صبرت لوگ! زینت جو پہلے صبر سے بیٹھ رہا تھا وہاں بدل کر شوگر کی انگلیوں کی طرف اشارہ کرتی تھیں اور ان کے چند بہت ہی پرانے دوستوں سے وہ ان کے علاوہ اس سے تعلق کا مظاہرہ اور کون کر سکتا تھا شعیب منصور نے کہا۔ اور جواب میں بیٹے پر ہاتھ لگنے کے ثابت کر دینا گوارا کی کے عالم میں زینت نے کہا۔

اٹ فور فور۔ آپ تو پھر دیر سے منظر کھینچ رہے تھے جیسے خدا نخواستہ بابا کے دشمنوں پر اپنا جاک کہنے کے لئے ہے۔ آپ نے تو میری جان ہی نکال ڈالی۔ تو سلوٹو کا ہنسنے چھتے پر امان ہو گیا۔

یہ سنی کی طرف سے تھی۔ ان کے چند بہت ہی پرانے دوستوں سے وہ ان کے علاوہ اس سے تعلق کا مظاہرہ اور کون کر سکتا تھا شعیب منصور نے کہا۔ اور جواب میں بیٹے پر ہاتھ لگنے کے ثابت کر دینا گوارا کی کے عالم میں زینت نے کہا۔

اٹ فور فور۔ آپ تو پھر دیر سے منظر کھینچ رہے تھے جیسے خدا نخواستہ بابا کے دشمنوں پر اپنا جاک کہنے کے لئے ہے۔ آپ نے تو میری جان ہی نکال ڈالی۔ تو سلوٹو کا ہنسنے چھتے پر امان ہو گیا۔

یہ سنی کی طرف سے تھی۔ ان کے چند بہت ہی پرانے دوستوں سے وہ ان کے علاوہ اس سے تعلق کا مظاہرہ اور کون کر سکتا تھا شعیب منصور نے کہا۔ اور جواب میں بیٹے پر ہاتھ لگنے کے ثابت کر دینا گوارا کی کے عالم میں زینت نے کہا۔

اٹ فور فور۔ آپ تو پھر دیر سے منظر کھینچ رہے تھے جیسے خدا نخواستہ بابا کے دشمنوں پر اپنا جاک کہنے کے لئے ہے۔ آپ نے تو میری جان ہی نکال ڈالی۔ تو سلوٹو کا ہنسنے چھتے پر امان ہو گیا۔

لٹکانے اپنے گھر سے میں واپس آگئی۔

میک اپ کرنا اور نیا بونا بھی ہے کہ گہنا لگا کر کھانا لگا کر بیٹوں کے لیے سامنے سے جاتیں۔
وہ دل ہی دل میں اپنی ناکھری پر طول ہوتی رہی، انجی یا کھوڑھی، شو کو اپنی عمر سے زیادہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔
کبھی کبھی اسے ناکھوڑھنے سے بھی چھوٹا لگتا ہے۔ صبح سے اسنڈ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے پشیمانی پر ہنسنا شروع کر دیا۔
صحتی اور اب تو گھر سے نکلنے کو بھی دل نہیں چاہا اور کھانا لگا کر بیٹوں کو کھانے کے لیے سامنے سے جاتیں۔

پانچواں دن کرینے کا ارادہ کر لینے کے باوجود وہ خود بخود ہی کھینچ کر اور اس وقت کی وجہ سے پشیمانی نہیں بلکہ بلول ہی ہو کر اپنے بھائی
پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ سنبھالنے کے بعد سے اب ٹھیک ٹھیک ہر عید پر محبوبوں اور راج کا احساس دلانی ہی گزری تھی اور
خاندان کے کچھ تھیں کچھ بے کے بعد زبیر کا دن اس کے لیے بڑا تکلیف دہ ثابت ہوا کہ ایک تو محض اس کی وجہ سے حال اور بہت
خستہ و زاری ہو گئے تھے و دوسرے تو اس کے دل سے جیسے کی سنگ کی جاتی رہی تھی۔ پورے روز سے وہ کبھی کبھی کھانا کھا رہی تھی۔
وہ ہی، کہوں لیا اس گھبراہٹ کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ یوں ہی کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔

پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔

پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔
پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔

پشیمانی پر بھینچ کر آ رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔ کھانا کھا رہی تھی۔

وہ اسے غلوں کے سامنے ہی کھڑی نظر آئی۔
وہ بھی سراپا قیامت بنی۔
کھینٹے ہوئے آسٹون ٹیک کے سوشلزم ملوس۔
بلکہ جسے بوجہ ذات اور سبک اپ سے درآئشہ۔
دوپٹے کی حق و بند سے آزار۔
سائیکے میں ڈھلا جسم۔

نیک دم حسن و درخشانی کے کسی زندہ عیسے کی طرح۔
"اوہ۔" دلش پرمانی لو اور وہ پر تم جو میری بہت اہمیت ہے اور اسے؟ گئے ہی تم سب کو کلا۔
وہ از فورہ سہ ساہوکر بولا۔ اور دو گئی۔ اس کی اپنا۔ آندر گونیم کھڑی اساک طرف دیکھتے ہو۔
نارک بلو طرف سے۔ کے سمت پر تھک کر آئی تھی اور جیت دلا اور انداز میں سفوار سے اس کی طرف سے کہتا ہوں اور
لگا کر وہ ملک چھوٹا گیا کیوں کی کہ اسے دیکھتے ہی دل کے سامنے ساڑھیاں نکلتی تھیں۔
جس کا ہوش بڑھنے والا کے پاتال میں بڑی دور تک مسرت و اندھا سادگی ایک بڑی دورانیہ تھی۔
وہ کہتے تھے کہ آئی ہے تیرے تیرے کہ سنہ سنہ نہیں سمجھتی رہتی تھیں اس کو اور وہ اپنے ہوش و ہوش کی تھی۔
حواشہ کی تھی اور وہ تھی تھی تھی۔
استقرار ایک ایک اپنی گناہاں اور شہرت پر سب پر۔
خود سے تھی رگد کر۔
کہ بائیں نہیں سالہ زندگی میں وہی تو تھا۔

پہلا مرد۔ پہلی سستی جسے خود سے تھپ کر اس نے جا بجا تھا۔ جاسی آری تھی۔
اب لے دیکھتے ہی خود پر ظہری افسردگی اور کتابت کا سبب کئی اس کی کچھ میں آگے تھی۔
اس کے ہر احتیاط۔
پر صحت سے اور نراکت۔
حق کی روک دیکھ لے جانے کا اور اس کا۔
سب لگے ان کے ذہن سے تو بوجہ کا تھا۔
وہ یہ بھی سمجھوں گئی تھی کہ وہ شادی شدہ ہے۔
پرانی امانت ہے۔
اور وہ اس کے لیے شجر صنوبر کی حیثیت رکھتی ہے۔
یا ایک فلفل سے کیا بیج ہے۔
کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے۔
کیا اتنا ہے کیا تو اب ہے۔
دوڑوں کی تنگ بائیں ایک دوسرے کی تنگ بائیں میں پورست ہی ہو گئی تھیں۔
اور دونوں عجیب سمورگن کی کیفیت میں ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔
سب خاموش تھے۔
اور جبر ماکت۔
البتہ دونوں کے قلوب ایک ہی لے رہے ہو چکے رہے تھے۔
آنکھیں کوئی اور سے نہ رہا۔ یہ۔ یہ سب کچھ ایک دوسرے کے جذبات کی ترجمانی تھی۔
عجیب جذبے کی شہت نے مسند کو بے قابو کر رکھا اور وہ اسی از خود تھی کے عالم۔
نقدت سے پر ہی طرح چولی۔

سب سے پہلے دیکھ لے جانے کا خیال آیا۔ اور کیر۔ اپنے اس حد تک کھنک کھنک کر اس کے سامنے آجائے گا۔
لو کھنک کھنک سے بیداری کے عالم میں ایک حسین سپنا دیکھتے دیکھتے جاگ اٹھی وہ۔ اس لیے ایک دم ہی بھول گئے طے
بنا تا ابھی معمول پر آئیں آئے تھے۔
وہ دیکھتے ہی ابھی ترتیب میں نہیں آئی تھیں۔
اس کے باوجود بھی جو اس فالو میں آگئے تھے۔
وہ تڑپ آیا تو وہ چند قدم پیچھے سرک کر بولی۔
تو اب کب کیوں آئے ہیں؟ اور اور نقش ہی کھی لیکن اب جو تدر سے تنگھا۔ یہ تو وہ ہی خوب جانتی تھی کہ اس نے کس طرح خود کو
سنبھال کر یہ تمہیں اختیار کیا ہے۔
کو وہ درختا۔

میرے بچے اس کی جاہت میں غرق۔
اور کیر نے اس کے جذبات کو گھڑتے۔
ابھی چند لمبے قبل ہی اس کی آنکھوں کی راداس کے اندر اترتے ہوئے اس کے تختہ جذبوں سے ٹکرا کر وہ آتش ہو گئے تھے۔
اور کیر سب سے بڑھ کر۔ آج کی پہلی بار تو سلوٹ کی طرف سے اس کے ایک طرف جذبے کو بدھائی اور حوصلہ افزائی ملی تھی۔
پھر سلوٹ وہ اس کی طرح اپنے شہیدہ سر جذبے پر ایک دم ہی کس لگا بند باندھ لیتا۔
کیونکہ اور کس دل سے اسے اندر ہی اندر رگڑت کر کے دیتا۔

اس نے تو اس کے رویے میں اچانک روٹنا ہونے والے تیز کار کوئی نوٹس ہی نہیں لیا اور اپنے جذبے کی پورش میں بندھنا بھا بولا
"بھئی آپ کو عید کی مبارکباد دیتے بلکہ آپ سے عید ملنے کی عرض سے آیا ہوں۔ لیکن اگر آپ کے خیال میں اس کے علاوہ
کوئی وجہ ہو سکتی ہے تو کیر۔"
اس نے شوخ سی معنی تیزی کے ساتھ جس انداز سے نعرہ ادا کیا اور اسے چھوڑا اسلوط کا تیزی سے دھڑکتا ہوا دل و دھک سے رہ گیا
کہ اس کی ہاں نکلتے سے وہ بخوبی واقف تھی۔ اس پر خود ہی آنکھوں کی آنکھوں میں اس پر دل کا سارا راز اعلان کر کے اپنی
جانے کا ثبوت دے چکی تھی۔ اب اگر وہ اس کے ساتھ فری ہو جاتا تو کیری کیا سکتی تھی۔ اس لیے اس نے بے بسی رہتے ہیں ہی
مانیت کی۔

لیکن عید تو کیر کی آرزو تھی ہے۔ اس وقت تو شام ہو رہی ہے۔ وہ سپاٹ سے لمبے میں بولی۔
مراہوں۔ ابھی تو گن سات کی بجے ہیں۔ گویا عید کے گزرنے میں ابھی پانی ٹھنڈے مزید باقی ہیں اور عید کے نظمی ہی ہوئی
کہ ہوتے ہیں اور یہ زندگی نہیں کہ خوشی ہی خاص ہونے پر ہی منانی جلتے۔ یعنی انسان کا دل اگر خوش اور مسودہ ہو تو عام سے دن
بھی اسے عید کی طرح ہی سمجھیں ہوں گے۔ وہ جو کہتے ہیں تاکہ ہر روز روز عید اور ہر رات شہب برات تو اسی لیے تو کہتے ہیں البتہ
آج کے دن انکھوں سمیت پر سے کہ یہ ہمارا سب سے بڑا بھوار ہے۔ سمجھیں آپ؟
وہ عید میں ناکل ہونے والا تھا۔ ابھی ہی کوئی منقطع جھاڑتا ہوا بولا۔ مگر اس کی سمجھ میں تو خاک بھی نہیں آیا۔ البتہ اس سے
نہایت تیز نے کی خاطر جلدی سے بولی۔
"اچھا آپ کو عید مبارک ہو۔"

"وہ اس طرح تو کیر ایسا سمجھوں ہو رہا ہے جیسے عید کی مبارکباد نہیں بلکہ آپ بہت جبر پر مبارکباد کا جھڈا آنا رہی ہیں۔
ملاؤں گی کہیں مبارکباد دی جاتی ہے؟" اس نے سر کو جھٹک کر مبارکباد سے گے انداز پر تھکتے ہوئی کی۔
"نہیں نہیں۔ مبارکباد دی جاتی ہے مبارکباد۔" وہ زنج ہو کر بولی تو مسند نے سید پر اس کا دوپٹہ اٹھا یا اور اس کے نزدیک
گزرنے کے نلے پر ڈال کر کہا۔
نہاں اس طرح۔ یعنی پہلے مصافحہ کیا جاتا ہے اور پھر گلے ملا جاتا ہے۔
تو اب۔ آپ بڑھتے سے انہی باتیں نہ کریں گی۔
تو کیر ہی باتیں کیا کروں؟" وہ بالکل ہی چٹکا گھرا ثابت ہوا۔

کبھی بھی نہیں۔ میں اب آپ بٹے جاتے، اس کی موجودگی اسے براؤن سٹریٹ کر دی تھی۔ یوں لگتی تھی کہ وہ کھڑکیوں پر
ہاں میں نہیں چلا گیا جاؤں۔ مگر یہ صاحب سب مسئلے میں بہ آخرو میری خطا، اس نے قدم بڑھا کر بٹھے ہوئے چھوڑ
گھر کر چلی۔
”نہیں نہیں، کسی خطا کیسا اعتبار۔ میں آپ جس مقصد سے آئے تھے وہ تو پورا ہو گیا نا۔“
”بھلا جس مقصد سے آیا تھا میں؟ وضاحت کر لیں گی؟ وہ ایک دم ہی پھر شروع ہو گیا اور وہ اپنے خطا نماز سے
کرنے پر کٹ کر رہ گئی۔ جلدی سے بات بنا کر چلی۔
”عید کا مبارک باد دینے آئے تھے نا آپ سو سے دی؟“

”گو یا اب میں چلا جاؤں۔ یہی چاہتی تھی نا آپ؟ وہ عجیب ٹھیلے سے انداز میں مسکرا کر بولا اور وہ اظہار میں ہلکا ہلکا
”ابھی اگر آپ کی کوئی خواہش ہے تو میں اسے رو نہیں کر سکتا۔ وہ قدر سے سنجیدہ ہو کر بولا اور اس نے خاموشی سے ہنسی
یوں لگتی اس خیال سے کہ کوئی اسے بلانے آ گیا تو اس کے دم پر ہی جاری تھی۔
”ابھی تنہیک ہے۔ لیکن ہمارے ہاں خالی خالی مبارکباد سے کاروبار نہیں ہے۔ یہ اپنی بات کہنے کے دوران ہی سامنے
سے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریزر سے چہرے میں ہنسی ہونی کوئی تھے نکالی اور اس کی طرف بڑھا کر بولے۔
”مجھے اگر کیوں افتخار مجھے بڑی سزوت ہو گی، مگر وہ قدم اور کچھ بے گئی اور مستشرقانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
”یہ۔ یہ کیا ہے۔“
”صرف ایک حقیر سا نذرانہ جو بندہ عاجز عیدی کے طور پر آپ کی نذر کرنا چاہتا ہے۔ وہ عقیدت مند سے انداز میں
سامنے ہاتھ پور بولا مگر وہ مزید چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”نہیں نہیں۔ آپ رشتے میں مجھ سے جو ملے ہیں اور۔ اور ہر۔ میں کسی سے لگتی کوئی عقد وصول کرنے کی آقا نہیں
”مگر میری بات اور ہے۔ کیا اس حقیقت کو آپ جھٹلا سکتی ہیں جو اس قدر زیرت برت دی ہیں۔ اچھا چھوڑیں اس حلقہ
کو میں خود کو آپ کو سنبھالنے دیتا ہوں۔
اس نے ریزٹ پیئر کو بٹھے ہوئے کلا اور پھر مشین رنگ کے ٹھیلے میں کوئی کونکر اس میں رکھا اور اچھا کا خطا سے دیکھا
کسی ایک جھلملا پتھر سے کا جڑاؤ نکلیں دیکھ کر وہ بری طرح سنبھلی لیکن اس وقت سے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جلدی سے
نیکلس اس کی کھڑکی دار خوبصورت گردن میں پہنچا اور پھر چڑی گہری اور سینہ پر وہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور
”ماشا اللہ۔ شاہد ریزٹ نیکلس خاص طور پر آپ ہی کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس قدر سچ رہا ہے آپ پر
اپنی تعریف تقریباً سب ہی کی مگر دردی ہوئی ہے اور نہ ہی یہ وہی ہے جیسا کہ ہے جس پر اپنا سب کچھ مار دینے کو پہنچا
یوں سلو و مگر نہ شوق کی گرفت میں ایک بار بھرا گئی تھی۔
اپنی تعریف میں اس کے بشارت دیکھنے لگے۔

باوجود اسے پتیلی میں بخراروں پر چسک ہی نہیں اور یوں شکر کا ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکل سکا۔
”نذرانہ جو تو ہے، وہ عشق کا یاد دہانہ رنگارنگ سبز کا رنگ ہو اولا اور اسے شکر میز کے آئینے کے سامنے کھڑکے ہوا۔
”خدا اور مجھے کوئی خوبصورت لگتی ہی نہیں آپ میری آگے میں کھڑے ہوئی جاری ہیں، اور وہ مشرق ہوتے ہی جیت اور خوب
مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہی عرض ایک ایک لفظ میں کیوں کہ وہ اس کے سینے میں کچھ کھڑا آئینے میں ہی کچھ ایسی ہی نہیں اور انداز
سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اسے اس سے نظر پلانے کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی۔
”شاہد آپ کو سنبھالیں آیا؟“ اس نے آئینے سے نظریں ہٹا کر سلو و کی ہوئی لگتی تھا یا بار نظروں پر نہیں مڑ کر کے پوچھا۔
”نہیں نا۔ بہت ہی اچھا ہے، انتہائی خوبصورت۔ آپ کا بے حد شکر ہے، وہ اس کی دل آزاری کے خیال سے کچھ زیادہ دیر
کا اظہار کرتی ہوئی ہوئی۔
”اے ہنس منوں اور شکر تو میں آپ کا ہوں تو آپ نے بس ہنہ کر لیا؟“
”آقا! اجازت تو ہے یہی لگتی نا کہ اس پر اپنے دل کی تاثیرات مثبت کروں، وہ اس کے خوبصورت ہاتھ کو غور سے دیکھا اور ہنسی سے

”نہیں نہیں۔ میں اب آپ بٹے جاتے، اس کی اجازت نہیں لگی۔ سلو و نے اندر ہی اندر کھڑکیوں پر کھڑکیوں پر
نہیں نہیں چلا گیا جاؤں۔ مگر یہ صاحب سب مسئلے میں بہ آخرو میری خطا، اس نے قدم بڑھا کر بٹھے ہوئے چھوڑ
گھر کر چلی۔
”نہیں نہیں، کسی خطا کیسا اعتبار۔ میں آپ جس مقصد سے آئے تھے وہ تو پورا ہو گیا نا۔“
”بھلا جس مقصد سے آیا تھا میں؟ وضاحت کر لیں گی؟ وہ ایک دم ہی پھر شروع ہو گیا اور وہ اپنے خطا نماز سے
کرنے پر کٹ کر رہ گئی۔ جلدی سے بات بنا کر چلی۔
”عید کا مبارک باد دینے آئے تھے نا آپ سو سے دی؟“

”گو یا اب میں چلا جاؤں۔ یہی چاہتی تھی نا آپ؟ وہ عجیب ٹھیلے سے انداز میں مسکرا کر بولا اور وہ اظہار میں ہلکا ہلکا
”ابھی اگر آپ کی کوئی خواہش ہے تو میں اسے رو نہیں کر سکتا۔ وہ قدر سے سنجیدہ ہو کر بولا اور اس نے خاموشی سے ہنسی
یوں لگتی اس خیال سے کہ کوئی اسے بلانے آ گیا تو اس کے دم پر ہی جاری تھی۔
”ابھی تنہیک ہے۔ لیکن ہمارے ہاں خالی خالی مبارکباد سے کاروبار نہیں ہے۔ یہ اپنی بات کہنے کے دوران ہی سامنے
سے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریزر سے چہرے میں ہنسی ہونی کوئی تھے نکالی اور اس کی طرف بڑھا کر بولے۔
”مجھے اگر کیوں افتخار مجھے بڑی سزوت ہو گی، مگر وہ قدم اور کچھ بے گئی اور مستشرقانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
”یہ۔ یہ کیا ہے۔“
”صرف ایک حقیر سا نذرانہ جو بندہ عاجز عیدی کے طور پر آپ کی نذر کرنا چاہتا ہے۔ وہ عقیدت مند سے انداز میں
سامنے ہاتھ پور بولا مگر وہ مزید چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”نہیں نہیں۔ آپ رشتے میں مجھ سے جو ملے ہیں اور۔ اور ہر۔ میں کسی سے لگتی کوئی عقد وصول کرنے کی آقا نہیں
”مگر میری بات اور ہے۔ کیا اس حقیقت کو آپ جھٹلا سکتی ہیں جو اس قدر زیرت برت دی ہیں۔ اچھا چھوڑیں اس حلقہ
کو میں خود کو آپ کو سنبھالنے دیتا ہوں۔
اس نے ریزٹ پیئر کو بٹھے ہوئے کلا اور پھر مشین رنگ کے ٹھیلے میں کوئی کونکر اس میں رکھا اور اچھا کا خطا سے دیکھا
کسی ایک جھلملا پتھر سے کا جڑاؤ نکلیں دیکھ کر وہ بری طرح سنبھلی لیکن اس وقت سے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جلدی سے
نیکلس اس کی کھڑکی دار خوبصورت گردن میں پہنچا اور پھر چڑی گہری اور سینہ پر وہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور
”ماشا اللہ۔ شاہد ریزٹ نیکلس خاص طور پر آپ ہی کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس قدر سچ رہا ہے آپ پر
اپنی تعریف تقریباً سب ہی کی مگر دردی ہوئی ہے اور نہ ہی یہ وہی ہے جیسا کہ ہے جس پر اپنا سب کچھ مار دینے کو پہنچا
یوں سلو و مگر نہ شوق کی گرفت میں ایک بار بھرا گئی تھی۔
اپنی تعریف میں اس کے بشارت دیکھنے لگے۔

باوجود اسے پتیلی میں بخراروں پر چسک ہی نہیں اور یوں شکر کا ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکل سکا۔
”نذرانہ جو تو ہے، وہ عشق کا یاد دہانہ رنگارنگ سبز کا رنگ ہو اولا اور اسے شکر میز کے آئینے کے سامنے کھڑکے ہوا۔
”خدا اور مجھے کوئی خوبصورت لگتی ہی نہیں آپ میری آگے میں کھڑے ہوئی جاری ہیں، اور وہ مشرق ہوتے ہی جیت اور خوب
مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہی عرض ایک ایک لفظ میں کیوں کہ وہ اس کے سینے میں کچھ کھڑا آئینے میں ہی کچھ ایسی ہی نہیں اور انداز
سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اسے اس سے نظر پلانے کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی۔
”شاہد آپ کو سنبھالیں آیا؟“ اس نے آئینے سے نظریں ہٹا کر سلو و کی ہوئی لگتی تھا یا بار نظروں پر نہیں مڑ کر کے پوچھا۔
”نہیں نا۔ بہت ہی اچھا ہے، انتہائی خوبصورت۔ آپ کا بے حد شکر ہے، وہ اس کی دل آزاری کے خیال سے کچھ زیادہ دیر
کا اظہار کرتی ہوئی ہوئی۔
”اے ہنس منوں اور شکر تو میں آپ کا ہوں تو آپ نے بس ہنہ کر لیا؟“
”آقا! اجازت تو ہے یہی لگتی نا کہ اس پر اپنے دل کی تاثیرات مثبت کروں، وہ اس کے خوبصورت ہاتھ کو غور سے دیکھا اور ہنسی سے

مال کا ہے۔ بیچ سے تو برا بر ہی بات کا پورا پورا ہاتھ اور پیسہ کچھ خریدی نہیں۔ چلو خریدو آؤ اسے خریدو اور گننا کہیں
شعیب منصور کو کمرے کی جانب سے آئے رکھا تو کوئی اعتراض نہ کر رہی ہوئی ہو۔
"لیکن میرا وہاں جانا ایسا کوئی ضروری تو نہیں ہے جہاں جان۔ یوں بھی کھر پھل کا کیلا دھما سے گا۔ اس کا وہ کھڑکے میں
موڈ نہیں ہو رہا تھا۔

"ہاں یہ تو تم شعیب ہی کہہ رہی ہو۔ مگر نہ زینت نے کہا تھا۔
"اسے بھی، اگر مگر کسی سلوط تو گیسٹ آف آؤں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ضرور جانتیں گی تو وہ غریبوں کو ڈالنے کے لیے
شعیب منصور نے ہوشی کو اسے ساتھ لے جانے میں پس دیش سے کام لیتے ہوئے دیکھا تو تڑپ کر بولے۔ زینت کو اس کا
آؤں آؤں پر غصہ تو بہت آیا۔ مگر انہوں نے فہمائشی سا انداز اختیار کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہا۔
"اسے ہے۔ کسی کا بائیں کرتے ہیں آپ۔ خندا نے کمرے جو کھر گئے ڈاکہ پڑے۔ مانی بھی اپنے بیوی بچوں کو سر کر کے اٹھا گیا
اور جو کھانا بھی ہیں گھر میں"

"پچھلے شہر اب جلد ہی سے چلے۔ وردہ اگر وہ باہا صاحب کا ناریل پھل لیا تو وہ تو بڑے وقت سے تاکا کر بیٹھ کر بیٹھ جائے
شعیب منصور نے ہوشی کے آؤں سے تڑپے ہوئے کچھ نظر جلدی سے پچھلے گاڑا اور او تو زینت باہر کھڑا کھنڈ بول کر
"اوہو۔ ہاں۔ میں تو کھول رہی تھی کہ کیا باہر کھڑا کھنڈ ہمارے منظر میں۔ آؤ پچھلی سلوط اب ابھی جاؤ۔ وہاں کوئی
باہر سے وردہ لاکر کہے گیسٹ پر پیدھا جو۔ مگر دیکھو باہر کا بھی خیال رکھنا۔ ہم زیادہ سے زیادہ دھانی نہیں لگھنے میں دیش
"ہاں بھی اور ایک بندھو بھی ہاتھ میں لے لیا اور تھوڑے ہی بعد ہوائی کار کرتے رہنا اور پورے وقت دور سے
بھاگ جائیں"

شعیب منصور نے ہوشی کو اتنی بدایات دیتے ہوئے دیکھ کر ہنستے ہوئے انداز میں گونگا ایک نظر ماریا اور وہاں پارک
تیکھی نظر ڈال کر بولی۔
"میں نے اس لیے تو نہیں کہا کہ کھنڈ کوئی ڈاکہ ہی ہونے کا امکان ہے۔ بلکہ یہ تو کو لوگ مالکوں کی غیر موجودگی میں بڑا
بھی ہو جاتے ہیں اور خدا بری کھڑی سے بچائے خندا رہنا تو بھی بات ہی ہوتی ہے۔"
پھر سلوط سمیت دونوں میاں بڑی بڑی ہرج میں آئے تو اسفند کو ڈرا ٹیوٹنگ سیٹ پر پیشاد پھر کوشیب منصور نے ان
جوئی آؤں میں زینت سے کہا۔

"شکر کریا بنگ بین کا تو ان اچھا خوش میں نہیں آیا۔"
"اسے پتہ چھوڑو۔ ایک تو بے چارے بابا اتنی شرافت سے بیٹھے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ اور آپ میں اس کو وہ ٹھکانا
بھارا۔ زینت فہمائشی سے انداز میں بولیں تو سلوط ان کے شرافت سے بیٹھے کھتے و مسکرائے بنا رہے۔
والدین کو دیکھ کر وردہ ارادہ اور اخلاق دور وازہ کھول کر باہر اتارنے لگا تو شعیب منصور نے اسے روک لیا۔
"نہیں، نہیں سخی۔ تمہیں اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے خود ہی بیٹھ جائیں گے۔"
"ہاں ہاں ڈو غور مینٹی سخی۔ ہم پہلے ہی بہت سیٹ ہو چکے ہیں۔"

زینت نے بھی شوہر کی ہاں میں ماں مائے ہوئے کہا۔ مگر جو ڈو وہاں نکل آیا تھا اس لیے اس نے ماں کے لیے پچھلے
کا وردا زہ کھول ہی دیا کہ شعیب منصور اٹھی سیٹ کا وردہ اور خود ہی کھول چکے تھے۔
بہر کیف پھر چار گھنٹوں پر مشتمل پچھوٹا سا فلفل سہیل منصور کی رہا تھی کہ جانب روانہ ہو گیا۔ راستے میں شعیب منصور
زینت کی باتیں کرتے رہے۔ فلفل وہ دیکھنے موڈ میں تھا تو ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ البتہ وہ جگہ میں اس کے پیچھے چلی گئی تو
لیے ایک ہی دم میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسے ایک رنگا گھڑو ڈھانسا۔ اہل اور زینت کی موجودگی کو بچتے اور اس کا
حرکت سے بھی سخت حراساں ہی ہو رہی تھی اس لیے زیادہ تر وہ کھڑکی کے رخ کیے باہر کھینچی رہی۔ مگر ایک تھوڑے
دو پورے دنوں کا گناہیں آپس میں کھرائی بھی نہیں تو اس کی گناہوں میں ایک عجیب برہم ہوا تاثر دیکھ کر وردہ دلچسپ
مضطرب ہی ہو گئی تھی۔

سہیل منصور کے وجودت ترین بیٹھے انکو تو پرسینے تو وہ شعیبوں کی جگہ لگانوں سے وہاں دن کا سما
ہائے کچھ کا دلچسپ۔ وہ روئی اور چل رہا تھا۔ سہیل منصور۔ کسی ٹکر کیا میوں مہمان ضرور آئے ہوئے تھے۔ وہاں میں
جس میں شعیبوں کی ایک سہارا آئی ہوئی تھی۔ رنگ برنگے روپے اور مخماری کچھ لگیا ہوا مولدائے نظر آ رہے تھے۔ ہاں
بڑا بڑا کچھ لگتا تھا۔ زینت کی کائناتیں اور حسناؤں کی ایک بیڈھی۔ کٹر۔ ناز۔ نیلو اور زینت نے بھی جیتے ہی
جہاں سے انکو لگا تھا۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔

ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔

ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔

ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔

ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔
ان بیٹوں کے لیے یہ نہیں تھے۔ اور حسناؤں کی اس مظلوم جانکو ہری طرحت احساس کرنا کا شکار ہو چکی تھی۔



اسفندیار ایک ہی طرف گھوما اور اس کے خال گلے رنڈن ڈال کر لولا۔

”میں نے وہ ٹیکس خاص طور پر ایس او کریٹن اور سوئیچ پر بیٹھے کے لیے آپ کو دیا تھا کہ اگر ڈاکو زور کے مسلط ہو جائے تو یہ ٹیکس کا شکار نہ ہوں مگر آپ شاید اس بار ٹیکسوں کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے ہیں تو اس کے لیے ٹیکس کو آئی ڈی کے ذریعہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایسی بے قاعدگیوں پر روادار نہ ہوں کہ سزاوار ہے۔“

مزاج اور سخت سے سخت بات کو سہا رہنے والی لڑکی کو جسے اول کو بھی عقد نہیں آتا تھا اور کبھی آتا بھی نہ تھا تو وہ ہرگز نہیں کر کے اور دو دو چور کو بھی سزاوار نہ سمجھتی تھی کہ مزے سے کھنے کو بھی اور پراپنا عقد آوارہ لے گا اس میں تو اتنی کمال تھا کہ اس کو اس سے کچھ اتنا عقد آیا۔ اس کا جی جا ہارے تو چھوٹک کر رکھ دے۔

سارے حرم میں ابھی بچھری تھی اور وہاں کھڑا رہنا اسے دو دھیر چور ہوا تھا۔ وہ پلیٹ کو زیر برد کھنے کے بجائے کوزے کی کیفیت میں بائیں ہاتھ میں ڈائمنڈ بال سے باہر آئی۔ کہ اب ایک منٹ بھی وہاں رکھنا اس کی بزدلی سے اس پر چڑھا تھا۔ ایک منٹ ہی آواز نہ دیا اور اسے سے کہنے میں بہت سے ملازم اور سر سے کھانے کی خابیں اور ڈوٹے کو رکھ کر اس کے پاس آ جا رہے تھے اور انہیں میں اتفاق سے اسے سہیل منصور کا نوکر مارا جن کریت ہاتھوں پر اٹھانے آئے نظر آیا تو اس نے فوراً ہی ہٹ کر گیا۔

”سونا بٹل نہ کرے گی اور کوسے دو اور بھاگ کر قندیر کو باہر سے بلانا ڈوبیری طبیعت نہت شراب ہو رہی ہے اور میں بھی گھر جانا چاہتی ہوں اور شل اس سے کبھی طرح وہ وقف تھا کہ وہ غیب منطور کے گھر کی طرف ایک فریڈ ہے۔ اس پر سنا گیا ہے کہ اس نے اپنی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس نے ڈانٹا تھا کہ جی اچھا کر قریب سے گزرتے ایک سر سے لے ہاتھوں میں کرنا تھا اور پھر فوراً ہی قندیر کو بلانے لگا۔ اور وہ سچ اور کورڈو کو مہرور کے پورچائی میں چھڑی آگھڑی ہوئی کہ وہ اس کے علم میں نہ لانا نہیں چاہتی تھی کہ وہ پارٹی چھوڑ کر اچھا کرنا چاہتا ہے کہ ارادہ کر رہی ہے۔ یہ بھی بہت غیبت ہوا تھا کہ اس نے سب کا کھن میں مصروف تھے اس لیے اس نے اسے باہر آتے نہیں دیکھا تھا۔“

پھر قندیر نے قندیر کو مارا شل قندیر کو مارا دیکھنے والی اس نے گھبرا کر کہنے میں دیکھ کر چل کر آیا تھا۔ پھر کوسے اور وہاں کی وجہ سے ساری کاروں کو گیٹ سے باہر ہی پارک کر لیا گیا تھا۔ اس نے قندیر کے سامنے کھن کی بات دہرائی جو مارا شل سے کہی تھی۔ آ قندیر لولا۔

”ابھی اچھا۔۔۔ میں آپ کو منٹوں میں گھوم رہا تھا۔ بس زور صاحب بہادر سے اجازت لے لوں۔“ قندیر نے گھبرا کر کہا۔

”ابھی اس کی بات کے لیے اجازت لوگے کیا مجھے جانتے نہیں تھے۔“ اور مارا شل نے بھی کہا کہ اس چند منٹ کی قہرات ہی ہے۔ اجازت لینے کی اجازت ہے جا کر تھلے ہی سے بنا کر کھڑا ہوا۔

کہیں جا کر قندیر نے اسے گھر لے جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اور اسے لگ بھگ رٹان کی سمت روانہ ہو گیا۔ پھر اسے پتہ چلا کہ وہ کون کن راستوں سے گزرتی رہی۔ قندیر نے ہوائی جہاز کی رفتار سے کار پٹائی کی تو اس وقت اسے آجیا جب کہ اس وقت منطور کے گھر میں داخل ہوئی۔

کہہ اس نے گیٹ کے نزدیک کھن چھوڑا اور منٹوں سے بدیں مختار ہا ہتھا گڑی کو گیٹ پار کرنے کو کہہ کر وہاں سے آیا۔ اور بڑی تیزی سے گھر کا داخلی منتقلی روانہ ہوا۔ اصل میں وہ گھر ہوا تھا کہ شاید گھروالے واپس آ گئے ہیں۔ قریب اس نے کھن کو گھر سے رات جوئے دیکھ کر اسے سخت اچھا ہوا۔

”سلطو بی بی آپ۔۔۔ آپ کیسے آگئیں۔۔۔“ گھوٹا اپنے جسم پر تازہ ہار کا تو اس نے پوچھا۔

”میرے طبیعت بہت تازہ ہو گئی تھی اس لیے علی آئی ہوں اور سب بھڑی دیر بعد آئیں گے۔ تم ایک کرو کہ باہر سے دوکان کی طرح لوگ کر رہو اس کے باطنی طبیعت کی جزائی کا اظہار اپنے سب دلچسپ سے رکھ لینا۔“

”اور تو آپ کے لیے چائے یا کافی بنا دوں۔“ اس نے پھر گھر کو باغیچہ میں آیا۔

”ابھی نہیں ہر باغی۔ میری طبیعت بری طرح روشن کر رہی ہے۔ میں اب بڑے کوسوں کی ہیں تو اتنا کہ باہر سے روانہ ہو گیا۔“

”بڑی خاطر دیکھا اس سے سخت کھلی۔ وہ تدر سے ہزار گن سے بچے میں بولے اور پھر سیدھی اپنے گھر سے نکل آئی۔“

”جائے میں اب تک سرخا اچھا ہے جس کی چل رہی تھی۔“ اور وہاں تک پہنچنے سے وہ کہہ دے تھے۔

”یہ سارے راستے دکھانے ہی کیفیت میں تھی تھی تھی۔“

”میرے بچے کی صلاحیت بھی مفقود ہو چکی تھی۔“

”گھر پر آئی تھی کہ میں پھر کوسے ہی گھبرا کر ساری صلا حقیقت۔“

”ساری حیات یکدم جاگ اٹھیں اور اس کے ساتھ ہی اسفندیار کا تھیرا آید رہے اور اہانت آمیز الفاظ بھی۔“

”اس کی گفتگو تو انہیں بھی سماعت میں مسلسل نیپ کی طرح ہی تھی۔“

”وہ نے وہ ٹیکس خاص طور پر ایس او کریٹن پر بیٹھے کے لیے آپ کو دیا تھا کہ اگر ڈاکو زور کے مسلط ہو جائے تو یہ ٹیکس کا شکار نہ ہوں مگر آپ شاید اس بار ٹیکسوں کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے ہیں تو اس کے لیے ٹیکس کو آئی ڈی کے ذریعہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایسی بے قاعدگیوں پر روادار نہ ہوں کہ سزاوار ہے۔“

”آئی اس نے سب کیوں کہا۔ کیوں کہا۔“

”کیا کہتا ہے وہ مجھے۔ کیا تاملی ہی تھی بڑی ہوں یا اس کی حکومت ہوں۔“

”صاف ظاہر ہے وہ میری ذہن میں اچھا دیکھنے کے سامان ڈھونڈنے کو مجھے سے ایک جزوقتی کیل کیل رہا ہے۔“

”اور اس کی نظر میں میری کوئی وقعت کوئی حیثیت نہیں۔“

”وہ لڑکی بڑی خوبصورتی اور جانی سے فائدہ دانا تھا چاہتا ہے۔“

”تجربہ تو کافی ہے۔ جوتے ہوئے بھی اس نے آن تک مجھے کسی معاملے میں بھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور یہی وجہ ہے کہ سب کے سامنے ظاہر ہے اسے اتنا راجا اور دور دور رہتا ہے۔ جیسے میرا اس سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔“

”اور میں ہوں کہ زندگی کا ایک سنگین تجربہ اچھا کر بھی اس کے دام محبت میں گرفتار ہو گئی۔“

”سب کچھ جانتے ہوئے بھی کھن کی گھنوں سے دھوکا کھ گیا۔“

”تعب ہے مجھ پر۔؟“ گھٹانے اس کے چند باقی قندیر سے متاثر ہو کر اس کا تھیرا قبول کر لیا۔

”وہ بھی۔۔۔ کسی اور کی مانند ہوتے ہوئے ایک غیر حرم شخص سے صاف اور مزہ گناہ ہی ہوا ہے۔“

”تمہی تو اس کی اتنی جلد رسائی ملی گئی۔“

”اور سب سے بڑھ کر گناہ نگاری کی بات تو یہ ہے کہ میں نے اس سے دل ہی کیوں لگا یا؟“

”کیوں ایک فرار اور ناموم شخص کی محبت میں گرفتار ہوئی۔“

”وہ کچھ سب کچھ جانتے ہوئے۔“

”انتہائی تجربہ آتا تھا ان کے بعد۔“

”میری سزا بھی ماری گئی تھی۔“

”بچے میرا اس جوان لڑکی کی شوریدہ میری نے نہ دیا ہی کر دیا تھا۔“

”وہ نہ سب کچھ میں کا وہ گئے رنگت و لگا ہوا کرتا تھا۔ اسے بھگ لینا کھانا مشکل تو نہ تھا۔“

”ظہر میں سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان ہی دھوکا کھائی رہی۔“

”سارا قصور میرا تھا ہے۔“

”وہ غصے اور تامل کی آنک میں جتنی بڑی دیر تک اپنے دست پر بیٹھی رہی سب سوچ رہی پھر اس خیال سے کہ میں وہ لوگ واپس آگے اس سے اس کی بے بسی بلاتے ایک دم ہی وہاں سے چلے آئے پر اس وقت تک نہ کہنے آجائیں وہ جلدی سے اٹھی۔ لیا اس تبدیل کیا اور اپنے کوسے کو ٹیکس لگانا ہی سے نکال لیا کھن کھول کر باہر آئی۔ اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ ان لوگوں میں سے کبھی تک خوف لیا نہ ہو گا وہاں نہیں بیٹھا۔ اس نے سیدھا اسفندیار کے گھر سے کار نکالیا۔“

گھر اسفند کا کوہ بھی منتقل تھا۔ اور وہ جاسی ارادے سے آتی تھی کہ نیکس سمیت وہ ہمیں کسی کی طرح کوہستان
ہی اس کے کمرے میں ٹھیک دسے گی تو دروازے کے بیٹھو اور پھر ان کے دروازے کے نیچے سے بھی اس کے پاس
نہ ہوتے وہ تیب وہ ناگہم اور دل برداشتہ ہو کر اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔ کمرے کی لائٹ بجھائی اور پھر بیٹھ کر
آنسوؤں سے غصے کو کھینچا کرتے کے لیے سیلاب کی کسی شکل اختیار کرئی۔ اور یہ سیلاب گھنٹوں تک بہتا رہا۔

اور کچھ ناختم ہوتے ہی قلعی کلاور جلا اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں بیٹھوں سے بھی طبیعت بیکار رہے۔ اسفندی کوہ
میں شریک رہا۔ اور وہ جو اسے سنتے آئے ہیں بلکہ مردوں کا ایک دطر و سنا گیا ہے کہ وہ دو توں اور تھوڑے مومن کی ہونے
کے گرد ہی منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ تو آج کی کے کینڈے سے خند ہے اس بات کو بالکل ہی انکار کے دکھ دے۔ اسے لیکن
وہ جینے میں آتا ہے کہ حسین لڑکیاں اپنے سوانہی وقت کو گرج کر خوبصورت مردوں اور گھبرواترے کے گڑھ منڈلانی نظر آتی رہے اور
پیشکش کے ساتھ ساتھ۔

ٹوٹیں نیکس کی جاتی ہیں۔
ٹیلی فون فہرست کے جاتے ہیں۔
پہلے کہا جاتا تھا کہ اسے عورت تیز اور سرانام کو زوری۔

اور اب۔۔۔ آج کے عصری تقاضوں کو دیکھ کر کیا پرانے کے اسے عورت تیز اور سرانام شہ زوری۔
اور اسفند کے گرد بھی بہت ہی حسین لائٹ رہی ہیں۔ اور اس پرانے حسن اور مارت کا حال دیکھنے کے ساتھ ساتھ
اپنی ادائیگی بھی کھٹائی رہی ہیں۔ اور وہ ہتھاکے کھٹے ہیں اور فراخ دل کا نام لگے۔ یعنی بہت ہی روشن اور آرزو خیز۔
اور پھر آتے ہی سوسائٹی میں تو سب کچھ ہی روا ہوتا ہے۔
یعنی مرد اور خواتین آپس میں نہیں بولیں گے مگر
ہمیں مذاق بھی کر سکتے ہیں۔

اور بڑی آڈرٹی اور بے باکی سے اپنے اپنے تاثرات بھی ایک دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں۔
پھر حال اسفند بڑی برنگ اپنے دوستوں اور حسین ساتھیوں کے ساتھ طعام اور کلام میں مصروف رہا۔ اور اس کے دیکھے
کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس کی دل شکن باتوں نے سلوط پر کیا قیامت ڈھالی۔
یا اس کی ڈانٹ اور بیگانہ نے سلوط پر کیا اثر کیا۔
اور وہ کہاں سے۔ اور کیا کر رہی ہے۔

وہ توجیب کھانے کے کچھ در بعد۔۔۔ وہاں ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے اور اس کے گرد بندھا سینا ناچا اور
گیا۔ تبھی اسے سلوط کا خیال آیا۔ پہلے تو اس نے ان جھلموں پر جان اس کی موجودگی کا امکان ہو سکتا تھا۔ جاگرت دیکھا۔
پارٹیکل کر بھی پھر کوشش سے پکرا اسے بارے میں استفسار کیا تو اس نے اپنی علمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
”مجھے بالکل نہیں معلوم کہ سلوط آیا کہاں میں رہے تو انہیں فائننگ روم میں آپ کے کچھ کھرا دیکھا تھا۔ اس کے بعد ڈانڈ
ہی نہیں آئی تھی۔ اور تب ہی سوچ کر کہہ نہیں آئی کہ میرے ہونے کو وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔
توجیب بائیں کمرے اور چنگے چھوڑتے چھوڑتے رات کا ایک بجے لگا تو زینت اور شعیب واپسی کے ارادے سے ایڈم
کھڑے ہو گئے۔ نیلوفر اپنی کارڈ لائی تھی۔ اس لیے وہ بیٹھا کو اپنے ساتھ لے جا رہی تھی۔ زینت کو ایک مرد ہی سلوط کا خیال آتا۔
انہوں نے نیلوفر سے کہا کہ وہ اسے بھی اپنی کارڈ لائی لے جائے۔ اور تب پہلے اسے آواز پڑی اور پھر اس کی ڈھونڈ پائی۔ اور جب وہ
نہیں ملی تو سب ہی کو خوشبو لاسحق ہوئی۔

قدیر کو کھانے کے بعد سبیل منصور نے بھی دسے دی تھی۔ اور مارشل جمی نے برن اور سامان بیٹھے ہیں لگا ہوا تھا۔ اور
فداغ ہوتا تو کسی کو بھی اتنی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اس پریشانی میں سونیاں دو کے منہ سے آگے نکل گئیں۔ تیب ہی
یا بار شعیب منصور اور ان کی بیٹی اپنے گھر چلے جاتے۔ سلوط کی اجاگت رو رہی تھی کہ بارے میں اگر کوئی اطلاع ملے گی تو ان کے
یہ تو سب ایجاب مطلع کر دیں گے۔ اور اس طرح یہ سب پھر واپس آئے تو کوہ کی زبانی پتا چلا کہ سلوط تو کوہ سے جی واپس آئی تھی۔

سہری کا گھر اسے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
میں نہ کھلتے تھے۔ اس لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ

صیت بیاڑی ہوئی تھی تو کم از کم تاکر تکتی تھیں۔
صیت بیاڑی ہوئی تھی تو کم از کم تاکر تکتی تھیں۔
صیت بیاڑی ہوئی تھی تو کم از کم تاکر تکتی تھیں۔

تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ

تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ

تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ

تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ
تعلیم نیکس کے لیے تیب نے ڈراپ کے بھی تھے تیب جا کر اسفند کی جان میں جان آئی۔ لیکن زینت نے یہاں سے ایک ڈراپ

اور دروازے کے پتھروں کو اٹھانے سے بچا ہی جان۔ آپ اندر آجائے گا اس نے بس پر بیٹھنے کی ہدایت کی۔
"کیوں حضرت قریبے سلاطہ، رات کو بھی ایسے چپکے سے آئیں گے گھر میں کوریشن کے لئے اور
ہی خراب ہو گئی تھی تو مجھ سے یا چھوٹی رہیں یا پھر مجھوں سے ہی کہہ دیا جوتا۔ نہ کہتے ہوئے ہی وہ بیٹھ گیا
کچھ کہنے سے گریز کیا اور قریب آکر بولیں۔

بوجھ ہی لگا، میری نہیں بڑھنے کا ساقا۔
"اچھا۔ مگر بارش اور قدر کو تو بھی طرح معلوم تھا کہ طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے میں گھر آئی تھی۔
کے کنبے پر تدریجی تھے بیان چھوڑ کر گیا تھا۔ آپ لوگوں نے کم از کم ان دونوں سے نو پوچھ لیا کہ سلسلہ جو تمام قوا
وقت پر باد کیا۔ سلاطہ بھی قدر سے تھکے تھے۔ میں بولی۔
"خیر وہ جو ہو جاتا تھا سو ہو گیا۔ مگر اب میں طبیعت ہے تھری جو مختلف محول بھی تک ہی نظر آتا تھا تو نہ
اس کی مزاج برسی بھی کی تو بھلا کسی طرح۔

"طبیعت تو رات ہی خراب ہو گئی تھی میری۔ اب تو بالکل ٹھیک ہوں۔ بس تھوڑی سی کسٹمنڈی تھی کہ وہ کہتے۔
لے اٹھتے تو ان نہیں چاہ رہا تھا۔ البتہ آپ کو پھر سے کوئی کام لینا ہے تو اٹھ جاتی ہوں۔ سلاطہ نے کہا تو نہت ملکت
بویہ نہ۔
"خیر نہیں تم بیٹی رہو۔ کاموں کا کیا ہے وہ تو کبھی ختم ہونے میں ہی نہیں آتے۔ اچھا اگر بیماری طبیعت خراب نہ
میں تمہارا نشانہ نہیں کرتے میں بھلا ہی ہوں۔ انہی بات کہہ کر وہ کریم کو آواز دینی ہوئی اس کے کمرے سے نکل گیا۔
لے ہرات اپنے مطلب کی گئی تھی۔ مگر جو تھے وہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی کیا ہوتی۔ اور نہ ہی
ہو، اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ اس سے کام لینے کی غرض سے ہی اس کے کمرے میں آئی تھی۔ اس میں عیب کا
دن تھا اور رات کو ناز پر وہ شہزادہ رسوا والوں کی دعوت تھی۔ اور نہت ہی چاہ رہی تھی کہ وہ اگر ناشائستہ
شانے مگر اس پر بھی فتنہ موار تھا اور سب سے بڑھ کر۔ ان لوگوں کے ہاتھوں اپنی ناقص کردہ انہی
دل برداشتہ ہو گئی تھی اس لیے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کیے سارا دن بیستر میں ہی رہی رہی تھی۔

مگر دروازہ تو یہ یہاں نہیں مل سکتا تھا۔ بلکہ وہ خود ہی اس کو آرام کرنے کی عادی نہیں تھی۔ گزشتہ شب
بھی اس کی مزاج برسی کوئی تھی اور کو شہزادہ خاصہ دیکھنے کے پاس بھی رہی تھی۔ کچھ اس لیے ہی اس کے دل میں
مکدر جھٹ گیا تھا۔ یوں ہی اسے اگر کسی بات کی فکر تھی تو وہ اسفند کو اس کا دیا ہوا ٹیکس لٹا لے کر۔ جس کے لئے
بزاروں تھی تو سیکڑوں ترکیبیں ضرور سوچتی تھیں۔ اور اسی سوچ و خیال میں مزید وقت اور گزرتے تھے جس کی
اسے بھی ترکیب بہت مناسب اور کمزور تھی کہ کسی طرح خود اس کے کمرے میں جا کر وہ ٹیکس کیوں رکھے۔
یہ تھی کہ پہلے تو عین کی جھپٹوں کی وجہ سے وہ زیادہ تر گھر ہی میں رہتا تھا اور جو باہر جاتا تو جیشا یا کرا
مقتل کر کے ہی جاتا تھا۔ پھر جیشا ختم ہو گئی تو وہ اپنی ڈیوٹی پر جلتے لگا۔ گھر واپس لوٹتا تو۔ جس زیادہ
کمرے میں ہی رہتا تھا۔ البتہ ناشائستہ اور کھانے کے وقت وہ اپنا کمرہ کھلا چھوڑ کر ہی نکلتا تھا۔ اور سلاطہ دن
وقت اور موقع تاکتا تھا۔

اس روز اتفاق سے عام تعطیل کا دن تھا۔ عید کو گزرنے کا چھ روز ہی ہوئے تھے۔ مگر عید کی خوشیاں اب
جاری تھیں۔ جیشا کے دن نہت اس وقت کریم اور جعدا سے اس کے کمرے کی صفائی کرائی تھی جب وہ ناشائستہ
غرض سے کمرے سے باہر نکلتا تھا۔ اور جو کداس کا قاعدہ تھا کمرے کے دن ناشائستے سے خارج ہونے کے بعد
میں چھوڑ کر وقت اختیار۔ میں میں گزارتا تھا۔
تو یا سلاطہ کے خیال میں ٹیکس اس کے کمرے میں رکھ کر لے گا اس سے بہتر کوئی موقع ہی نہیں ہو سکتا۔

جب سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی
جس سے وہ اس سے بدظن اور کبیرہ ہوئی تھی اس نے اس کے سامنے چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی کی

گناہ نہیں تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ میں نے تو کبھی اعتراض تو بڑی چیز اپنے جذبے کا اس پر اظہار بھی نہیں کیا اور آئندہ بھی نہیں کرے گی۔

اس کا یہی طرح خاموشی سے اسے جانتی رہے گی جیسے اب تک چا رہی ہے وہ کچھ غم و غصہ تو اس کا دل نہا ہے اور وہ دھڑا اٹھا اور کہے۔ ان ساری باتوں نے جو وہ صرف اپنے ضمیر اور دل کو اطمینان دلانے کے لئے اسے اپنے دل سے کہی تھی کہ وہ میرے ٹھکانے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ وہ ہنس کر ایک ڈاؤنے ایک ہی چپوٹا سا کتے سے لڑتی تھی۔ دل چاہتی تو آج ہی وہ میرے ہاتھ میں لے آتی اور اس کو بھی اسے اذیت دینا چاہتا تھا۔ وہ کتنی کٹھن اور جوش کے قریب تھی کہ وہ اپنی اٹیجیٹ میں وہ اسے دیکھ کر بھی نہیں اٹھتی تھی۔ وہ تو ایک دم ہی باہر سے جو تیروں کی کٹ کٹ سی آواز آئی تو اس نے بھی اٹیجیٹ سے اڑھار اڑھار کہا۔

اور پھر اس کی نظر گیس پر پڑی تو اس نے بلا سوچے بچھے ہلکی سے دوکھیں اٹھا کر کھینچنے لگی۔ وہ دیکھتا اور اٹھا کر کھینچتی تھی نیلا اندر داخل ہوئی۔

”اور وہ سلووا آپ کو ہر بار بھی پھینکتی ہیں اور وہاں اٹھنے پر آپ کا انتظار جو رہا ہے۔ چلیے جاگدی سے میرا لوجھلکے کے ساتھ ہورہا ہے۔“ شہناز نے اسے یہی بتا دی تھی کہ اسے کبھی کبھار کچھ مزاج کن سا تھا جیسے محسوس کر کے سلووا نے کہا۔ ”اے اسی سخت جھونک لگ رہی تھی تو تیرے کھانا لیا ہوتا ہے تو میں بلائے بیٹھتی۔ اور آج اس کا نام تو اسے پتہ نہیں چلا۔“ اور زینت تو بنا بلائے خود ہی بیٹھ جاتی ہوں اب بھی میں آ رہی تھی۔ ”شہناز اس کے ساتھ جا کر کھانے کو بلانے لگی۔ ”تو میں نے ہی کہا تھا کہ سلووا آ رہی ہے تو آ رہی ہے۔“ زینت نے جہاں جہاں نہیں جھلکا کون کھانا کھاتا ہے وہ دیکھ کر محسوس کر لیا کہ سلووا کو بلا کر آ کر کھانا کھا کر دیکھنا شروع کرنا۔ ”نیلا بولی اور اس کا دل آجیت سے دھچکا کھا کر کھینچ کر چلا گیا۔ ”پہنچ چکی تو بڑی زیادتی کی تم پر تمہارے بھائی جان نے۔ میری ساری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے کہا۔ مذاق کیا آڑا ہوا۔

”اور بھائی جان کی تعریف تمہارے بھائی جان کے ساتھ ہیں۔ نیلا نے شوخ سی معنی خیزی سے کہا۔ تو اس کے دل میں وہ جھلک رہی ہوئی تھی۔

”اے سلووا کی شہر پر بھی ہوتی ہے۔ وہ بے چارے سب کے ساتھ۔ اخلاق برستے ہیں میرا ایسی خصوصیت ہے کہ میں نے ایسا منہ بنایا جیسے نیلا کا مذاق اسے گرا کر جا رہا ہے۔

”اب یہ تو آپ ہی جانتی ہوں گی کہ آپ کی کیا خصوصیت ہے۔“

نیلا تب بھی لہو لہو کھینکتے سے باز نہیں آئی۔ کھانا شروع ہو چکا تھا اس لیے دونوں جب چاہا جا کر آئی اور کھانے لگیں۔ یعنی شعیب منصور، زینت اور نیلا تو فریضوں ہی کھانا کھا رہے تھے۔ مگر اس وقت کے سلووا نے اسے کھانے کے بعد ہی کھانا کھانا شروع کیا۔ اس پر سلووا نے اسے ڈھکی بچی پیش کر دیا۔ اور اس کے حلق سے نوالے پھینکے پھینکے کرتے رہے۔ زینت کی آنکھوں سے وہ ہنسنے لگی۔

”ابھی ابھی اتنے عرصے سے یہاں رہ رہی ہو گھری کی ایک فریضوں گئی ہو۔ پھر یہی اس قدر تکلف سے کام لیتی ہو۔ کئی کئی بار چیتنے لیا کرو۔“

”اصل میں یہ شہرانی بہت ہی جتنی۔“ نیلا بولی۔

”نہیں شہرانی میں نہ تکلف سے کام لیتی ہیں بلکہ بہت عزیزیت برتی ہیں۔ آئی میں۔ یہ ہم میں کس سے زیادتی ہے۔ جیسے اس قدر عزیز دوستی برتی ہیں۔ نیلا نے فریضوں کو کہا جیسے کتنی پیاری کر رہی ہو۔

”ہاں یہ تو کسی حد تک درست ہے۔ اس روز صبح بھائی کے یہاں بھی یہ سب سے الگ تھلک ہی رہی ہیں۔ عام طور پر وہ ہیں اور کوثر تو ان کی خاطر میں کچھ بھرتی جاتی ہیں۔“ زینت نے نیلا کو فریضوں کی تائید میں کہا۔

”نہیں خیر نہ میں تکلف اور عزیزیت برتی ہوں نہ ہی الگ تھلک رہتی ہوں۔ بلکہ میری رعایت اپنے کام سے رکھتی ہوں۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”اب اس کا وہ کام ہونا خوش ناخندہ نظر اور کچھ سنہانے کا ہوتا ہے۔ مگر جیسا اس کام کے علاوہ کچھ کرنا کر دیر یہ مطلب ہے۔“

”کسی جو آپ سلوٹ کو لے جانے کی بات کر رہے تھے۔ بھلا ان کو ساتھ لے جانے کا کیا موقع ہے۔ وہاں سب ڈاکٹر
ظہور اجنبی ہوں گے کسی سے بات کریں گی وہ اور جیسے بچوں کریں گے۔“
”وہ بڑے ان کی باز کریں۔ مگر وہ ہمارے ساتھ جائیں گے۔ اور میرا فیصلہ ہے۔“ اسفند اکرم کی کھڑکی پر ہنسی

شعب منصور نے بہت چٹک کر گری نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا۔ جس کے چہرے سے برہمی ہی مہر جا رہی تھی۔
”ٹھیک ہے۔ وہ ضرور ساتھ جائیں گے۔ شکر ہے کہ وہ چلنے پر آمادہ ہو جائیں۔ یہ کنگرہ تو دیکھی ایسے مظلوم تھے۔ اور وہ
بیٹے کے لب و لہجہ اور بات پر کچھ رنج و رنجرت میں غوطہ کھانے کے بعد زینت نے قدر سے دیکھ کر زبان سے کہا۔
”اے لیکو ساتھ لے جانے کے لیے تیار کرنا بھی آپ کا ہی ذمہ ہوگا۔ بھلا یہ کون سا انصاف ہے کہ اسے دیکھ کر اس کا
وقت کر دینا کہ اس کا مصروف کام ہی قرار دے دیا جائے۔ آخر کس وجہ سے یہ وہ تیار اختیار کیا گیا ہے سلوٹ کے تو اس
بہ نگار ہی ہیں تو جیسو جیکو کی تو جی اور وہی سے ہی تو رہی ہیں۔ مگر یہ شاید بیوقوف ہی کیا ہے۔“
وہاں یہ لیکو ہی اس سارے اور مگر کسی پیچھے بنا کر تیزی سے چلتا ہوا کھانے کے کمرے سے نکل گیا۔ اور اس کو گھبراہٹ
تعب ہونے کے ساتھ ساتھ شکر کا حوالہ دیتے چل کر گئے۔

”جیسی گرجیو جیکو کی خوشی اور خوشی سے وہ بھی رہی ہیں تو ہمارے کسب و کار ہے۔ انہیں بہانہ بننے سے۔“
”خیر آپ روف بھی نہیں سکتے۔ یہ لیکو ہی کام و عمل اور مست نہیں سے نیلا تو کبھی کبھی کوئی مذکورہ چیز نکال کر دیا۔ نیلا تو
کر رہی ہیں ان کاموں میں جسے لیا کریں۔“ شعب منصور نے کہا۔

”مگر یہ نیلا تو قریب دور ہی ہے۔ بھلا وقت ہی کہاں ملتا ہے انہیں کام کرنے کا۔ مزیت جیسے کٹے انداز میں ہوں۔
”میں ملتا تو نکالنا چاہتا ہے کہ یہ کام بھی بہت ضروری ہوتے ہیں۔ اب آخر ہماری ناز و نبی کیا تو رہے گا۔ میں انہیں
دوران تعمیر میں مدد سے لے گئے۔“ شعب منصور نے کہا۔ ”جواب میں خاموشی سے لیکو نہیں لکھائی۔ میں انہیں ناز
دیکھ کر شعب منصور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”جانیے بیٹے جا کر سلوٹ کو چیلنے کے لیے آمادہ کریں۔ ورنہ وہ آپ کے لائسنس خاں خواہ مخواہ میں اس کی پیشگی ٹیکہ پانچ
کی عرض سے ڈانٹاں دم نہ لیا ہی ہے۔ چھوٹے سے غسل خانے میں اس نے آٹھ تو زینت نے آست سے سخت طے کئے انداز میں
”خیر۔ پوری جا د کرنی ہے۔ یہ فائرنگ کی بھی آتی دور سے ہی بھائی اور بیٹے کو اپنے قبضے میں کر کے۔ آٹھ تو
مذکورہ کی رہتی تھی اور اب وہی ہے۔ اس کے خوب صورت بلایے دیے ہیں۔ وہ پرکاش کی بھی ناز بردار ہیں آٹھوں۔ زینت
کے اتنی فقرے پر نیلا کو بھی اجنبی۔ زینت نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر اٹھ کر سلوٹ کے پاس چلے گئے۔

کھانے کے کمرے سے گھن کارنگ کرتی ہوئی زینت اس خیال سے بہت آرزو اور دلگوشی ہو رہی تھی۔ کہ ان کے
کی طرح ان کا بیٹا بھی اپنی بیوی کی حمایت میں ہونا تھا۔ یا پھر وہی۔ مگر ان کی منہ کے بارے میں دیکھتے ہی بعد رہا
رکھتا تھا جیسے کہ ان کے شوہر کہتے تھے۔

اور اب فائرنگ دیکھ کے حوالے سے سلوٹ صبر سے ضروری لڑکی بھی ان کے سرال کی بری ہی ثابت ہوئی تھی
اپنی مصروف۔ بھولی۔ بیٹے ضرور اور بے زبان صفات کے باوجود جو کچھ سرسرا ل کی ہوئی ہے اس سے وہ بوجھ
برائے گھر لڑکی میں ہو کر سہرا سنے سے باز نہیں آتی۔ انہیں وہی وقت سلوٹ سخت زبردست رہی تھی۔ وہ لے جاتے
طرح آمادہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ ہم ہمارے ساتھ کچھ برعلوہ یا ہم نہیں ساتھ لیے بغیر کچھ۔ پر جائیں گے۔
اور اسے ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار اگر شعب منصور نے کیا ہوتا تو وہ کسی نہ کسی طور پر نہیں تیار
بات نال جائیں مگر بیٹے کی خواہش نہیں۔ اصرار تھا کہ سلوٹ پر زینت پر سنا جائے گی جسے نال زینت کے پاس سے
تھا۔ کہ وہ بیٹے کی بیٹی اور اعلیٰ طبیعت سے بخوبی واقف تھیں کہ وہ اپنی بات منوانے کا عادی تھا۔ گویا
یا درجی نہیں تھیں۔ اہمیت اس کا کافی ضرور کرتی تھیں۔ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ جہاں اور کئی فیشن کے منڈا لکھتے
نہیں ہوتی۔

کیونکہ ایک بار اگر ان کے منہ سے گستاخی کا کوئی کلمہ نکل جاتا ہے تو پھر وہ بے ادب اور بھلا ہوجاتے ہیں۔

”یہ کب و کجا اور حیران ختم ہو کر نوبت برابر ہی کی آجاتی ہے۔ اور ان کا اکوٹا اور لاڈلا بیٹا پروان ہی چڑھا تھا
پروان کی نوبت میں یہ وقت متا سفت بھی تھیں اور شرمندہ بھی۔

”نہیں پروان میں یہ شہب منصور سے زیادہ ان پر اپنا مستقبل سنوارنے کی دھن سوار تھی۔ اس پر ناز پرور
تھی کہ اس زمانے میں شہب منصور کے نام کے نام کے وقت جب اسفند چھوٹا سا تھا گروہ چاہتیں تو برہمی
کی ان کی گود میں آجاتی تھی۔ ورنہ ان کے گود سے چھین سکتی تھیں مگر انہوں نے اپنی نیت ہی دیکھیں اور نگرہات میں
نہانے سے اپنے بیٹے کو سوتلی ماسی کی گود سے چھین سکتی تھیں۔ اور انہوں نے اپنی بڑی کوتاہی اور زلفت کا احساس نہیں
ہیے کو عادت اور ماسی سے کرم و کرم ہو کر رہا اور انہوں نے اپنی بڑی کوتاہی اور زلفت کا احساس نہیں
ہیے کو عادت اور ماسی سے کرم و کرم ہو کر رہا اور انہوں نے اپنی بڑی کوتاہی اور زلفت کا احساس نہیں
ہیے کو عادت اور ماسی سے کرم و کرم ہو کر رہا اور انہوں نے اپنی بڑی کوتاہی اور زلفت کا احساس نہیں

”یہ ہی تھا۔ کچھ بھلا اور شرمندہ کی اور کس لیے کسی کو بیٹا فطرتاً صاف گوارا دے دیتا تھا۔
اس پر پروان روز کرم بھی تھا۔ اور بیٹا اگر برسر روزگار ہوتے ہیں تو ان کی کوئی کمانی پر ریا زعم ہو جاتا ہے۔ جب
پر اس کے قریب ریع جاندا کا کابھی تھا۔ میں اس کو ہر سے وہ لٹا لٹا کے ساتھ ساتھ احتیاطاً ہی برتی تھی۔
ان میں ماسی۔ جو اپنے جگر کے نکلوں کو دوسروں کے ذریعہ پروان چڑھنے کے لیے چھوڑ دیتی ہیں بعد میں اس
تو بخیا اور کسبیا ہی کر ان کے دل تو کیا وہیں تک گھار ہو جاتی ہیں۔

”اپنے زخم تو کھاتے ہیں تو دیکھے ہی جاسکتے ہیں۔
پھر بھی ایسے کاری۔ اتنے گریہ ہوتے ہیں کہ توام زینت کسی جھرتے ہی نہیں۔ بلکہ ان سے اٹھنے والی نہیں
انہاں کو کسی کو جین ہی نہیں لینے دیتیں۔
وہ سوا۔ دیکھ۔ راج اور اس وقت کی اذیت میں ہی مبتلا رہتا ہے۔

”جیسے کہ زینت تھیں۔
میں نے اسے اپنے پیٹ میں رکھا تھا۔ جنم دیا تھا۔
مگر یہ دور رہنے کی وجہ سے ان کے پیشگی یہ اولاد۔ جو اعلیٰ ترین کی صورت میں گویا اکوٹی ہی تھی۔
ان کے لیے ظہور اجنبی کی کن گئی تھی۔

”کیونکہ یہ نہیں یہ معلوم تھا کہ کون سی چیز اسے چھو گئی ہے اور کونسا بری۔
پاسی کے کیا خیالات ہیں؟
تو کہہ رہے۔
وہ زندگی کو سٹریٹ اور کس چلنے پر گزارنے کا خواہاں ہے؟
اور کسے نظریات کا حلقہ ہے۔

”ان باتوں کو جانتے کے لیے وہ ہمیشہ اس کی شکل ہی دیکھتی تھیں۔ مگر کبھی باوجود میں نے نہیں کو نکلا نہیں تو صرف یہ
معلوم تھا کہ ان کا بیٹا بہت بھلا۔ صاف تو شہ راج ہے اور اپنی بات منوانے کا عادی ہے۔ جیسے اس کی ان کے اراہوں
کے اندر وہ دل و جان سے چاہتی ہیں۔

”اس کی مراد وہاں بات ان بات اور قابلیت پر فخر کرتی ہیں۔
”میں ہی شہرہ چاہتے کے بول بولتے پر ماں ہونے کے ناتے شروع ہی سے اس سے اس بات کی توقع اور
تو نہیں ہو سکتی کہ وہ سند کے مقابلے میں انہیں ترجیح دے۔
”ان کی حمایت کے لیے اور ان کی زبان پر نہ کر لے۔

”میں نے کبھی بھی ان کی حمایت میں بول کر۔ ان کی ساری توقعات اور تمناؤں پر پانی پھیر دیا تھا۔ ایسے
نہاں ان کا اور کئی تیاروں میں بھی وہ پیشہ میں داخل ہوئیں تو سلوٹ وہیں انہیں شای کیا بول کے جسے کی قبول ہوئی
پروان کی۔
”انہاں کہا ہے کہ یہ ضرور ساتھ چلی گی۔ اب اگر یہ میرے کہنے سننے کے باوجود ہو جائے تو آمادہ نہ ہوتی تو
انہاں کے گھر میں سے ساتھ لے جانے پر زوری نہیں رہا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ با با اور گھر سے بدعنوان اور بگاڑ
نہاں کے بہت تھیں ہے کہ خود بھی اپنا حاطتوی کر دیں۔ گویا اب مجھے دل پر صبر کے ایسا روتہ اختیار کرنا

چاہیے کہ وہ چلنے پر مجبور ہو جائے۔ انہوں نے ایک غبت کرنے والی ماں بن کر دیکھی تھی کہ اسے کھوسا ہوا
معتاد اپنی مرضی اور مزاج کے خلاف غصہ اور ناگوار محسوس کر کے لیے بعض باتیں کرنے پر مجبور ہو گیا۔
پھر وہ سلوٹ کی طرت برلاستی ہوئی اور وہی آواز میں بولیں۔

”ارے یہ تم کیا بات بنا کر کیوں مڑی ہو نہیں؟ ہاتھوں میں مڑیں لگ گئیں تو ساری رات میں نہ نہیں نے کر لیا
یہ فضول کام خانسا ماں کے ہاتھوں میں کیا سہی گئی ہے جو اتنا سا کام بھی نہیں کر سکتے۔
ابھی کچھ دیر پہلے کھانے کی میز پر تھی اور سڑن اور چنگا کی اور اب ایک دم میں کاما لٹ۔ نہ زینت کا دمپ چلا رہا
اس کی کچھ مڑی نہ آیا وہ خوب ادر لے لیں کی مل جاتی کی کیفیت میں ان پر ایک نگاہ ڈال کر بولی۔
”مگر صبا جان خانسا ماں بے چارے کو تو ابھی کتنی چیزیں یاد تیار کرنی ہیں۔ کہہ رہی ہیں کہ ساری کام
ہے پھر صبا جان جو تو کیا اب کون بنا کر گا اور کون تے گا اور اب میں ساری ٹانگ کو نہیں ہوں کہ میں کیا لگے کی
سو سہی نہ سکوں۔ یوں ہی جب کام کرنا ہی غمہ اور تکلیف کو بھی برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔“

اس کے لب و لہجے میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ ان کی پناہت جبری مہربان اور
متاثر ہوئی ہے بلکہ اس نے تو ان کی بات کا جواب بھی کیا تھا اور دیا تھا کہ وہ اپنا سامنے لے کر گئی تھیں اور
کسی طرح اسے چلنے کے لیے آمادہ کرنا بھی ضروری تھا۔ کچھ زیادہ ہی شہد نہیں لہجے میں بولیں۔
”ارے چھوڑو یہ اس وقت کیا شیخت دکھانے میں کتنی تم۔ یہ بھی جھلا کوئی تمہارے کرنے والا ہے۔“
”شہینت کسی بھائی جان۔ کمال ہے آپ نے جی تو کیا تھا کہ خانسا ماں اور کہہ کر تو اسے اپنا لے کر گئی تھیں
ذرا تم جا کر کم از کم شاقیاب بھائی جان کے شیخت دکھانے پر وہ گردن کو آہستہ سے جھٹکے تھے جسے
بولی تو زینت نے جلد ہی اسے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

”ارے وہ تو میں نے اس خیالی سے کہہ دیا تھا کہ ماشاء اللہ تمہارے ہاتھوں میں ہر بات سے تم ذرا اپنے سامنے
و غیرہ ڈالو اور تم ہو کہ ساری ٹھیکہ لہجے اپنے سر لے کر دیکھ لیں۔ چلو اسانی کار کے لاشوق سے تو میں نے
میں کیا شادو۔ تل کوئی اور لے گا تم تو جلدی سے جا کر سو جاؤ۔ مگر میں نے کالانہ مہنگا کر سونا۔ اور پھر ذرا
ٹی تمہارے کہہ میں نہ لگ سلوٹ نے الارم لگا کر سونے کی بات سنی ہی کب۔ وہ تو رات کے تین بجے اٹھا کر
ہی بڑی گئی۔

”شہینت کیجئے اٹھ کر کیا کرو گی بھائی جان۔ ابھی تو ڈیڑھ دو گھنٹے میں کیا بات تل بنا کر بٹ کیس ہیں دیکھ کر
پھر تو غصے نہیں ہوں گے یہ کب۔“
”ارے۔۔۔ میں کوئی ایسی باگلی ہوں جو رات کے تین بجے تو باری نہ میں فعلی حال کرتے سے کیا تو ان کی
تو اس لیے کہ رہی تھی کہ تم دیر سے سو نہیں تو میں نے اتنا مشکل لگے گا۔ ایسا کرو کہ وہی سے کوئی معقولی سالباں
کر رکھو۔“

زینت ہنس کر بولیں۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

”ارے کیا کچھ بھی ہے جی بھائی جان؟ تم نے جو رات کے تین بجے نہیں بھائی کے یہاں ڈراپ کر بولی ہے
پلنگ پر نہیں چھو کیا میں نے تو شام کو ہی نہیں اسے کہہ دیا تھا کہ تم کو بتا دے مگر شاید وہ بھول گئی ہو گی۔ یوں
کہا۔“

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

”ارے کیا کچھ بھی ہے جی بھائی جان؟ تم نے جو رات کے تین بجے نہیں بھائی کے یہاں ڈراپ کر بولی ہے
پلنگ پر نہیں چھو کیا میں نے تو شام کو ہی نہیں اسے کہہ دیا تھا کہ تم کو بتا دے مگر شاید وہ بھول گئی ہو گی۔ یوں
کہا۔“

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

زینت نے ہنس کر بولی۔ جانتے کیوں اس لہجے اصل بات کہتی ان سے مشکل ہو رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ پہلے
ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس کی اگلی اور پہنچتی ہو جی سے کوئی فیض و عطا نہیں رہتیں۔ وہ اپنے دل پر
اس سے اتنی نگاہت برت رہی تھیں ورنہ وہیں میں تو ان کے کہہ رت بھری ہوئی تھی۔
”اب اس نکال کر رکھ لو بھائی جان؟“ سلوٹ کے لیے تھوڑے سا افسوس نے متوجہ ہو کر بولیا۔
”ہاں بھئی کہہ کر سے نکال کر ساتھ کے ساتھ اسٹیج بھی کر کے رکھ دو گی تو میں نہیں وقت کے وقت پہننے
کسری رہ جائے گی۔“ انہوں نے پھر بھی اپنا عقد واضح نہ کیا۔
”میں تو کیا آپ لوگ بھرے رات کے تین بجے چھوٹے آگے یہاں ڈراپ کرتے ہوئے یہاں گئے؟ وہ آج بے جا
کر بولی۔

انہوں نے اپنے اپنے شائقوں پر کمر بستہ اور دور دینیوں کا رکھ رکھاؤ تھا۔ اور غلطی سے ایک ہاتھ میں ایک ہونٹا بھی لے رکھا تھا۔ نیلے ہاتھ میں جگر زچہ میں لکھے تھے اور نیلو فرنے کو رت شہزادہ کو نکلنے سے باز رکھنے کے لئے۔

اس وقت تیار ہو کر اس وقت کمرے سے باہر نکلا جب زینت، نیلو فرنگیلا اور سلوٹا سمیت لافٹ میں موجود تھیں۔ اس وقت تک کسی نے اس کے نزدیک آکر نہیں سلام کیا اور پھر انہوں پر ایک نظر ڈالا کہ کون ہے۔

اسے بھی یہ دونوں رنگ لیدرز کو ان کی گواہی سے آئی ہیں ان سے تو آپ نے یہ بات اعلان کر لیا ہے۔ ان کے سلام کا جواب دینے کے لئے قہر مسکرا کر کہا۔

کمال ہے تم نے ان رنگ لیدرز کو نہیں سمجھا۔ یہ دونوں تو سردار محمد اسفند کی تھیں اور جو تھی انہیں ان بات پر نیلو فرنگیلا نے جو بھائی کے مذاق پر مہلک مہلی تھیں ہنستے ہوئے اسے سلام کیا تو اس نے دونوں کو دیکھ کر ان کے شائقوں پر ہاتھ رکھ کر خود سے ہنستا ہونے لگا۔

کیا واقعی تھی۔ مگر میں تو انہیں پہچانتی ہی نہیں سنا کہ یہ میری بہنیں ہیں۔ یہ تو بالکل شہزادہ یا ان کے بیٹے ہیں۔ ان کی بارہوں نے بھی کسی اس کو اتنی نگاہ نہ دے تھی۔ وہ کیا تھا۔ نیلو فرنگیلا نے تو بھی سے پہلے ہی ہاتھ پر رکھا تھا۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ یہ جو ہماری پھوپھی کی ڈیپٹی ہے کیا اس کی سے وہاں کے آداب نہیں سیکھا ہے۔ وہ انہوں سے الگ ہو کر ایک دم ہی اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ جو تینوں جان بولنے لگی۔

کا اخصلا وہ پتلا دیکھ کر اپنی ایک بھائی کی بیوی کو بڑی شدت سے غصے کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ اترا گیا۔ "جہاں تک دعا کا تعلق ہے تو پہلے تم انہیں سلام تو کرو۔ یوں بھی جو بھی کی خاطر وہاں کے آداب سے متاثر نہیں ہائیں گے۔ انہوں نے زینت نے غصے اس کی شرمندگی کو مٹانے کی غرض سے کہا۔

"اوہ ہاں یہی سبک ہے کچھ کچھ خیالی نہ رہا تھا۔ ان سے ہنسی اچھا کر لیا اور پھر قدم بڑھا کر سلوٹا کے پاس اور اسے تنگ ہاتھ لے جاتے ہوئے لہوا۔

"خدا کا آداب بھلا تھا ہے جس کو جڑ سے نکال دیا۔ اس کے سلام کا جواب دینے کے بجائے سراسیمہ ہی ہو کر چپے ہو کر لڑا تو اس نے پوچھی تھیں کون موزا کی کھڑکی کا طرف دیکھا۔

دیکھو کون سی پھوپھی ہو گی تو میرے سلام کے جواب میں چپٹ چپٹ بلا میں لے کر میری ہنسی چوم لیتی ہیں۔ کیا یہ کام ہر ہاتھ پھیر دینا ہی کافی نہ ہو گا۔ اور اس کی اس بات پر جہاں سلوٹا اندر ہی اندر ہونے کے وہ گلابہ زینت دونوں بہنیں ہنستے ہنستے ددہ ہری ہو گئیں۔ اور اس ہنسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے یہ کہا ہونے ہونے سے کہا۔

"اتنی خوبصورت لکڑی ہیں کہ کسی گھاسی کا مرنگب ہونے کو دل چاہ رہا ہے۔ مگر اس تعریف اور تحسین پر شہزادہ نے جھلنے وہ گھبراہٹ نہیں۔ مگر اس دم باہر کا رہنے والوں کو ان کے ہاتھوں کی آواز آئی تو زینت نے گھر آکر کہا۔

"افوہ۔ وہ لوگ آگئے۔ آؤ پھوپھیوں جلدی سے باہر چلو۔ تمہارے ڈیڑھی نے تاکہ یہ تھی کہ پہلے سے باہر چلو جو جانا یہ۔ جو کہ سب کو اختلاف کی سولی پر لٹکانے کے بعد آؤ۔ مگر ہوا میں اب وہ کچھ ایسا بات پر لکھی ہوئی تھی۔

"اور جواب اتنی ہی بات پر ڈیڑھی میں کیوں چھاپیں گے۔ ہم نے تو بالکل دیر نہیں کی۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم پہلے سے جا کر باہر کھڑے ہو جاتے تھے نیلو فرنگیلا۔

"تمی یہ آپ دونوں نے سدا لنگل کے فارم پر کھینک منانے کا پروگرام کیا ہے۔ آخر ہمارا اپنا نام بھی تو ہے۔ کھینک منانے کی بات ہی اور جو تھی۔ نیلو فرنگیلا نے جو سوچ کر پوچھا۔

"اس میں ہم بھائی تھے یہ فارم بنانا ضرور ہے۔ اور اس میں کچھ نئی اصطلاحات بھی کی ہیں۔ بس یہی خوشی ہے۔ انہوں نے جہاں چلنے کے لئے انوائٹ کیا ہے۔ زینت نے بتایا۔

بہنوں انہوں نے جو نے رائیڈنگ ہو کر اس دنگھڑا سواری کے گھوڑے خریدے ہیں ان کے لیے جلدی لڑا کا مطلب ہے۔ آج پاشی کے لیے جو تیر نکالی سے اس پر بنا خوبصورت ملی ہو گیا ہے۔ اور ریڈنگ ہاؤس کے علاوہ جو پہاڑی لڑنے کے لیے بنائی آئی ہے۔ پہاڑی خوبصورت نہیں۔ بھی بنوائی ہیں۔ انہوں نے جہاں تو ایک ساتھ فروخت ہو گئے جو سب کے سب انہوں نے خرید لیے تھے۔ معلوم ہیں کہ جو لڑکے بڑا لڑکے تھے یہ پہلے جوئے ہیں۔ لڑا ہم نے جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

یہ جو سب کے باغات۔ یو لڑی فارم الگ بنا رکھا ہے۔ اور مویشی خانہ الگ۔ حتیٰ کہ گھیت بھی ہیں جن پر گھونٹ

لوگ کیاں اور چار ملازم اور ایک ڈرائیور جو دوں کو چلا کر آیا تھا۔

”واہ بی بی، لوگ پلٹ گئے، متانے آئے ہیں یا کسی میںے کا اتفاق کرنے؟“ انہیں دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
تو نیلو فرور گیا، سننے لگی اور سلو سلو کے صبر سے برہمی مسکاتے ہوئے کہی۔

”میرے خیال میں تو صدمہ اٹھانے کے لیے تو ہم کو اس وقت ہی رہا ہے، تو ہم کو اس وقت ہی رہا ہے، تو ہم کو اس وقت ہی رہا ہے۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”یہ سب کچھ ہی ہے، تو سارا موڈ آف ہو کر رہ گیا ہے۔ جیسا کہ اتنے سارے لوگوں کے ساتھ ہو گیا ہے، تو سارا موڈ آف ہو کر رہ گیا ہے۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”خیر جیسا ہے، نیلو فرورست ناگوار ہی سے ہوئی۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہ کر سکتی ہو۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

اسفند نے کہا جو خود بھی اتنے لوگوں کو دیکھ کر بیزار سا ہو رہا تھا۔
تجسس سے مدد لے کر دارا اور تجسسی لوگوں کو ایک ٹولہ سا سمجھنے لگا۔

”بغیر کسٹیشنوں کے بلاؤ نہ رہیں رکھتے تھے۔ ان کی طرف بڑھنا، اس کو لے میں محو جلیں کی دو مٹیوں اور سامان ملائی۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”ارے تجسسی میں آجی رہی تھی کہ تم خود گھنیں، نیلو لوگوں اور اس نے خاص طور پر صدمہ صاحب کی طرف اشارہ کیا۔
تعارف جمانی اور سلو سلو سے کر لیا اور دن سب سے۔ جہاں کا تعارف کر کے اس نے سلو سلو کی طرف اشارہ کیا۔

”اور یہ سلو سلو ہیں، اصل میں اس کی جگہ میں نہیں آیا تھا کہ سلو سلو کو اپنی کون ظاہر کر کے یا چھپو گی کا بند۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہاری صاف پانچ تھمے نے پوچھا۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”نیلو، تجسسی کیسے باتیں کرتی ہو، تم یہ تو میری کون ہیں؟“ نیلو فرور نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔
نیلو، تجسسی کے سوال پر ہنسنے لگی۔

”خیر خیر، وہ جو کہتے ہیں نا کہ زبان خلق کو فقاہہ خدا کچھ تو انہیں ان کی کچھ کے مطابق جو کچھ کہہ رہی ہیں کہہ دو۔“
اسفند بھی دینی مسکراہٹ کے ساتھ نیلو کو ایک قبوہ پر لانا اور سلو سلو کو گڑھ گئی۔

”ویسے اگر سچ پوچھا جائے تو آپ کی جو اس بہت اعلیٰ ہے، صدمہ جلیں کی سال کا عروج نے رہا ہے، کے سے اٹھا۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”ہاں ابشر لیکر سچ پوچھا جائے میں نا، اس کو دیکھا کہ لوگ کیاں اس معاملے کو بہت سیریس نہ رہی ہیں تو بہت کڑا مذاق میں اٹھایا۔ اور اس کے کہنے کے انداز پر ایک بار کمر بٹھینے لگی۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں یہ تو پہلے سے اچھا ہے، نیلو فرور نے تجسسی اس کو متوجہ کرنا لے کر غرض سے کہا۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”ہاں اور جب آکھ کھل تو مال دو تھی کا پوچھا ہو گا، ایک اور لڑکی مار بیٹے گویا تقر سارے جو لڑکیوں کو لڑکیوں سے تھی۔“
اس پر پھر ایک قبوہ پر لانا۔ ان تو یہ کس قدر فری اور جرب زبان لڑکیاں تھیں۔ سلو سلو تجسسی سے اظہار دے کر۔

”مال دو تھیوں کا بھی ہو جائے تو اپنی ملکیت ہونے کی وجہ سے چھیننا بھی تو جا سکتا ہے۔ اسفند جھانکے سے تجسسی دہشتے وال تھا۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”آ یا دیکھا نیلو، معاملہ کچھ گڑبڑ ہے نا، عینہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولی۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”ات تو بہت ہی تجسسی تو میں ڈر سا ہونا چاہیے بات تو میں سے کہیں پہلے نہ کا یہ نیلو فرور ان کی باتوں سے زنجیر کر بولی۔“
اس نے سارے لوگوں کو مارتے ہوئے کہا۔

”ان لوگوں کو تو سوسائے ایسی باتوں کے اور کچھ آسانی نہیں آپ مانتے نہ کیجیے گا، ان کی باتوں کو سلو سلو یا نہ جانے سلو سلو کو بری طرح چھیننا ہوا دیکھ کر کہا۔ تجسسی اس پلٹ پارتی کے دوسرے افراد میں ان کے نزدیک آگئے۔ سلام دہن

ہو چیلنے کے لیے۔
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں
جیسا کہ آج کے دن ریاست باؤس میں چکر کر رکھا تھا پتہ کچھ لطف نہیں دے گا اس لیے میں

اس کے صبح کا وقت ہی تھا۔ اور رائیڈنگ کے لیے یہی وقت سب سے زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ ہوا تازہ اور تیز ہوتی ہے۔

وہ بھی ہم دونوں کو ریڈنگ کے لیے جا رہے ہیں اگر کوئی اور بھی چلنا چاہے تو طے شوق سے میرے ساتھ چلا۔ تب نیلو کے ساتھ تیار ہو کر وہاں تیار ہو گئیں۔ وہ تینوں ٹیموں کی نمائندگی کے لیے تیار ہوئے تھے۔

”آؤ جی سولو تو آؤ نا۔“ نیلو نے محض منہ چیرا یا۔

”تیس ہی ریڈنگ تو کیا میں گھوڑے کی الف سے سے بھی واقف نہیں۔“

”اور بھائی جان آپ۔ آپ تو ایک پیرت ہیں ریڈنگ کے۔“ نیلو نے بھالی کوئی لب کر کے پوچھا۔

”ایکسپرٹ ہوں تو نہیں جا رہا۔ تاکہ تمہیں عرفین نہ ہونا پڑے۔“ اسفند نے کہا تو نیلو نے تڑاوا ہی ہنسنے لگا۔

”تو یہ بھی ایک وہ بار اسفند سے مل چکی تھی، لیکن آج اس کی طرف بڑا رخ دے رہی تھی۔“ اسفند نے کہا۔

”ہوں۔ اسراں پڑ۔“ لیکن آج زیادہ لورڈ کریں۔“

”اچھا صرف ایک شرط پر چلوں گا۔“ اسفند نے کہا ”اگر اظہار کرتا ہوں تو۔“

”آپ کی ہر شرط میں منظور ہے۔“

”تو پھر کسی طرح ان کو بھی ریڈنگ کے لیے آمادہ کر لیجیے۔“ اسفند نے سولو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں۔ میں نے کہا تو ہے کہ مجھے ریڈنگ کا شوق ہے نہ یہی اس فن سے واقف ہی ہوں۔ پھر کیا آپ لوگوں کے ساتھ جا کر کیا کروں گی۔“

”لیجیے جناب یہ تو صاف انکاری ہی ہمارے ساتھ جانے سے۔“ سینیٹ نے اسفند کو مخاطب کر کے کہا۔

”سے مخاطب ہو کر بولا۔

”لیکن ریڈنگ کوئی اتنی خوفناک چیز تو نہیں ہے۔ آئیے میں آپ کو سکھا دوں گا۔ بول ہی آپ یہاں تیار ہو کر آئیے گی۔“ اصل میں باپ کی کے دوسرے افراد اسی اثناء میں اوجھڑا ہو چکے تھے۔ سنیٹ نے شہاب منصور اور زینت علی مصدق اور ان کی بیٹی بیگم وغیرہ کے ساتھ باغات کی طرف چلے گئے تھے تاکہ وہ لوگ بھی چلے جاتے تو وہ واقعی بالکل تیار ہو جاتی تھی صورت حال کے پیش نظر اس نے کہا۔

”اچھا شک ہے تمہارا نہ جانے تو یہی سب سے کہ میں چلی جاؤں۔“

”واہ۔ اگر چہ یہی ہونا تھا تو میں چاہیے تھا کہ بیٹے آپ سے پوچھنے،“ سینیٹ نے طنز سا کہا۔

نیلو نے سنیٹ کی ہور کی تھی اور جزیرہ بھی۔ کیونکہ اسے بھائی کا سولو کو اس قدر اہمیت دینا بالکل نہیں ہوا تھا۔ یوں بھی اس کے خیال میں سولو ایک بوجھ اور ان پچھڑی لڑکی تھی جو گھوڑوں کی کاموں کے لیے ہی بنی تھی۔ سنیٹ کی نظر میں ایک کو مان سنیٹس کے بارے میں کچھ اور خیال ہی ایسا ہوا تھا۔ دوسرے وہ اس کی خصوصیت سے بھی پوری تھی۔ اسے بالکل قابل اعتناء نہیں سمجھتی تھی۔ وہ تو بس بھائی کی خوشی خاطر کو اور کچھ بھائی پر یہ ثابت کرنے کے لیے اس قدر اذیتوں اور تندی سے سولو سے اتنی ردا داری سے پیش آ رہی تھی، درنہ تب کھانے کی میز پر بھائی نے سولو کو ساتھ سے ہٹا کر فیصلہ صادر کیا تھا تو سب سے زیادہ کو فخر اسے ہی ہوئی تھی اور سب سے زیادہ اسے ہی برا لگتا۔ اسی لیے جب چند گھنٹے پیشتر زینت نے اس سے کہا تھا کہ وہ غدلی سے جا کر سولو کو دیکھے اور اسے تیار ہونے کو کہے۔ تو وہ جانے کے بجائے اس کے نیما کو بھیج دیا تھا۔ اور اب بھائی نے سولو کو ساتھ لے جانے کی شرط رکھی تو وہ کچھ زیادہ کھانے کی آگاہی کے بعد سب فوراً ہی اطمینان کی طرف راہ نہ گئے تھے۔ نیلو نے سینیٹ کے ساتھ جی پی رہی تھی۔

”اصل میں یہ سولو گھر بیٹھا سب سے ہی ہے۔ سوسائٹی مود کرنا نہیں بالکل نہیں آتا۔“ نیلو نے انگریزی میں بتاتے ہوئے کہا۔

”ہاں میں تو دیکھتے ہی کچھ ہی تھی اور بھئی تو تمہاری بہ کرن کی لیک کی گئی تھی۔“ سینیٹ نے بھی انگریزی میں کہا۔

اس کے صبح کا وقت ہی تھا۔ اور رائیڈنگ کے لیے یہی وقت سب سے زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ ہوا تازہ اور تیز ہوتی ہے۔

وہ بھی ہم دونوں کو ریڈنگ کے لیے جا رہے ہیں اگر کوئی اور بھی چلنا چاہے تو طے شوق سے میرے ساتھ چلا۔ تب نیلو کے ساتھ تیار ہو کر وہاں تیار ہو گئیں۔ وہ تینوں ٹیموں کی نمائندگی کے لیے تیار ہوئے تھے۔

”آؤ جی سولو تو آؤ نا۔“ نیلو نے محض منہ چیرا یا۔

”تیس ہی ریڈنگ تو کیا میں گھوڑے کی الف سے سے بھی واقف نہیں۔“

”اور بھائی جان آپ۔ آپ تو ایک پیرت ہیں ریڈنگ کے۔“ نیلو نے بھالی کوئی لب کر کے پوچھا۔

”ایکسپرٹ ہوں تو نہیں جا رہا۔ تاکہ تمہیں عرفین نہ ہونا پڑے۔“ اسفند نے کہا تو نیلو نے تڑاوا ہی ہنسنے لگا۔

”تو یہ بھی ایک وہ بار اسفند سے مل چکی تھی، لیکن آج اس کی طرف بڑا رخ دے رہی تھی۔“ اسفند نے کہا۔

”ہوں۔ اسراں پڑ۔“ لیکن آج زیادہ لورڈ کریں۔“

”اچھا صرف ایک شرط پر چلوں گا۔“ اسفند نے کہا ”اگر اظہار کرتا ہوں تو۔“

”آپ کی ہر شرط میں منظور ہے۔“

”تو پھر کسی طرح ان کو بھی ریڈنگ کے لیے آمادہ کر لیجیے۔“ اسفند نے سولو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں۔ میں نے کہا تو ہے کہ مجھے ریڈنگ کا شوق ہے نہ یہی اس فن سے واقف ہی ہوں۔ پھر کیا آپ لوگوں کے ساتھ جا کر کیا کروں گی۔“

”لیجیے جناب یہ تو صاف انکاری ہی ہمارے ساتھ جانے سے۔“ سینیٹ نے اسفند کو مخاطب کر کے کہا۔

”سے مخاطب ہو کر بولا۔

”لیکن ریڈنگ کوئی اتنی خوفناک چیز تو نہیں ہے۔ آئیے میں آپ کو سکھا دوں گا۔ بول ہی آپ یہاں تیار ہو کر آئیے گی۔“ اصل میں باپ کی کے دوسرے افراد اسی اثناء میں اوجھڑا ہو چکے تھے۔ سنیٹ نے شہاب منصور اور زینت علی مصدق اور ان کی بیٹی بیگم وغیرہ کے ساتھ باغات کی طرف چلے گئے تھے تاکہ وہ لوگ بھی چلے جاتے تو وہ واقعی بالکل تیار ہو جاتی تھی صورت حال کے پیش نظر اس نے کہا۔

”اچھا شک ہے تمہارا نہ جانے تو یہی سب سے کہ میں چلی جاؤں۔“

”واہ۔ اگر چہ یہی ہونا تھا تو میں چاہیے تھا کہ بیٹے آپ سے پوچھنے،“ سینیٹ نے طنز سا کہا۔

نیلو نے سنیٹ کی ہور کی تھی اور جزیرہ بھی۔ کیونکہ اسے بھائی کا سولو کو اس قدر اہمیت دینا بالکل نہیں ہوا تھا۔ یوں بھی اس کے خیال میں سولو ایک بوجھ اور ان پچھڑی لڑکی تھی جو گھوڑوں کی کاموں کے لیے ہی بنی تھی۔ سنیٹ کی نظر میں ایک کو مان سنیٹس کے بارے میں کچھ اور خیال ہی ایسا ہوا تھا۔ دوسرے وہ اس کی خصوصیت سے بھی پوری تھی۔ اسے بالکل قابل اعتناء نہیں سمجھتی تھی۔ وہ تو بس بھائی کی خوشی خاطر کو اور کچھ بھائی پر یہ ثابت کرنے کے لیے اس قدر اذیتوں اور تندی سے سولو سے اتنی ردا داری سے پیش آ رہی تھی، درنہ تب کھانے کی میز پر بھائی نے سولو کو ساتھ سے ہٹا کر فیصلہ صادر کیا تھا تو سب سے زیادہ کو فخر اسے ہی ہوئی تھی اور سب سے زیادہ اسے ہی برا لگتا۔ اسی لیے جب چند گھنٹے پیشتر زینت نے اس سے کہا تھا کہ وہ غدلی سے جا کر سولو کو دیکھے اور اسے تیار ہونے کو کہے۔ تو وہ جانے کے بجائے اس کے نیما کو بھیج دیا تھا۔ اور اب بھائی نے سولو کو ساتھ لے جانے کی شرط رکھی تو وہ کچھ زیادہ کھانے کی آگاہی کے بعد سب فوراً ہی اطمینان کی طرف راہ نہ گئے تھے۔ نیلو نے سینیٹ کے ساتھ جی پی رہی تھی۔

”اصل میں یہ سولو گھر بیٹھا سب سے ہی ہے۔ سوسائٹی مود کرنا نہیں بالکل نہیں آتا۔“ نیلو نے انگریزی میں بتاتے ہوئے کہا۔

”ہاں میں تو دیکھتے ہی کچھ ہی تھی اور بھئی تو تمہاری بہ کرن کی لیک کی گئی تھی۔“ سینیٹ نے بھی انگریزی میں کہا۔

ہوں۔ آپ نے ان سے کچھ پوچھا تھا کیا؟" نیلم نے پوچھا۔
"نہیں۔ میں کیوں پوچھتی تھی؟ نیلم نے فرسٹ ٹیرا سامنے بنا کر کہا۔

"تو پھر کیا وہ خود کمزور ہے؟" وہ نے بھی ان کے ساتھ آپ کا ہاتھ پکڑا۔ (ملوکا کو یاد ہو گیا)
نیلم نے کہا کہ وہ بولتی تو نیلم کو فریاد ہو گیا۔

"افوہ بھی تم تو ذرا ذرا سی بات میں بحث برائے آتی ہو مگر کچھ ایسی بات نہیں۔ میں نے تو اس کے لیے فریاد
کہ مجھے سلوٹ کے دو دینے سے شرمندگی ہی ہو رہی تھی۔ مگر یہ بھی جھینپ رہی ہیں۔ کبھی شروع میں میں اور کبھی نیلم کے ساتھ
میں جیسے کسی کو خاطر میں ہی نہ لاری ہوں۔ اسی کیس سے تو ایک دم عازری ہی ہے یہ لڑکی۔" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے
توڑے۔

"ہاں وہ کس ہونے کی کوشش نہیں کرتیں۔ مگر یہ نیلم نے بھی بتا ہی کہا تھا کہ شروع ان کے نزدیک
نیلم کو کچھ پوچھا جانا پڑا۔ شروع شروع میں تو سب آہستہ آہستہ چل رہے تھے مگر توڑے ان کے جاگ سہنے سے
تیز کر دی تھی۔

"بھی اسی وقت ہی دورا اور جان بڑھ گیا؟" نیلم کی ممانی کی بھائی طلعت نے راستے کی طوالت سے انکار پر
"ہاں تقریباً نصف فاصلہ گزر گیا ہے۔" نیلم نے بتایا۔

"پھر تو ہمیں دوڑ لگانے کی جالی ہے مگر یہ فاصلہ کسی طرح ختم تو ہوگا۔ طلعت کی بہن رفتہ بولی۔
"نہیں بھئی یہاں جانا مشکل ہو رہا ہے اور توڑے دوڑ لگانے کو کبہر ہی ہو۔ اگر بھی سے تھک گئے تو کچھ اور
توڑیں گے۔" طلعت بڑھاری سے بولی۔

"مگر یہ کچھ زیادہ فاصلہ تو نہیں۔ مشکل سے تین فرلانگس ہی ہوگا اور ہم دونوں تو صبح جو لگ کے بے نظیر
دو دو میل تک چھانٹے چلے جاتے ہیں؟" نیلم بولی۔

"ہاں بھئی، تمہارے کیا کہنے۔ تمہاری تو بات تھا اور ہے مگر اور تو اتنی دور تک چلنے کے ماری نہیں ہیں
عروج بولی۔
"بھئی پتک پر آتے ہیں۔ کوئی ذبردستی تو نہیں لائے گئے نا۔ توڑی بہت سیوں میں شب تو بھی میں پوچھتی
ام بولی۔

وہ سب کے سب جن میں نیلم کے دو کوڑھی شامل تھے اسی گھنڈی سے گزر رہے تھے جس کے دونوں
میں سبز ہی سبز اور درخت ہی درخت اگے ہونے لگے۔ آگے جا کر درختوں اور سبزے کا سلسلہ ختم ہوا۔ درخت
میں ٹھہر کر کھیتوں کی طرف چلا گیا اور ہر لوگ ایک جگہ سے علاقے میں داخل ہو گئے۔ مگر یہ علاقہ اتنا مظاہر
درخت اور بو سے یہاں بھی اہلبار سے تھے۔ صبح کی رو پہلی اور آدھ کی حرارت میں ڈوٹی دو پیاب خاص
تھی۔ ساری اڑکیاں آگے بڑھ گئی تھیں۔ صرف سلوٹ ہی پیچھے رہ گئی تھی۔

اصل میں اس کی پیشانی میں اسے بہت تنگ کر دی تھی جسے بہن کو روکنا نہ تھا۔ یہ تھی کہ وہ گئے چلتے
انہا نہیں تھا کہ اتنا چلتا پڑے گا جب کہ چلنے کے لیے تو آجی بتا ہی ہوئی تھی۔ کوئی مقولہ جیلا نہیں تھی
تھی سینڈ لڑی تھے اور صرف لباس سے تنگ کرنے کی وجہ سے اسے دکھلا سینڈ لڑی نہیں لیا تھا۔

کے باوجود پیچھے وہ کسی تھی جب کہ اور لڑکیاں اپنے آپ میں لگتی تھیں۔ اس پر ہنر ہائی تیز طرار اور نیلم کی اس کے
ہی تھی اور نیلم کے پیچھے وہ بڑی ہنر ہائی تھی۔ نیلم کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا کہ کسی کے پیچھے وہ
آسی کی وجہ سے اپنی طرف سے وقت ختم لکھا جائے اور پھر وہ پیچھے ہی تو آ رہی تھی۔ اسی لیے سب آہستہ
استدھی شینے کے تیز سے ہاتھ کرنا بہت آگے نکل گیا تھا۔ نیلم کا مادہ دھیان ساری توجہ سلوٹ کی طرف ہی
جا کر چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہوا تو اس نے مگر دیکھا۔ سلوٹ اسے نہیں نظر میں آتی۔

کوڑے کے کہ علیحدہ چلتے لگا اور جب وہ دونوں لگتی لگتی گئے تو وہ اسے ٹھونڈا ہوا پلٹ کر دیکھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اسے دیکھا تو اس نے مگر دیکھا۔ سلوٹ اسے نہیں نظر میں آتی۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

توڑے نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔

"اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

نیلم نے اسے جھپٹی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا وہ کچھ نہیں دیکھتا؟" نیلم نے فرسٹ ٹیرا سے پوچھا۔

جوا سب کچھ اٹکا دے اور کچھ اسفند کے ساتھ دیکھ لے جلتے کی وجہ سے آئی آئی لگ لگ رہی تھی کچھ نہیں
جیسے دو تاج روئی رہی ہو۔ خوب زینت نے اس کے پاس گھاسا پر ہی بیٹھے ہوئے تھا۔

مہر مہل نے واقعی غضب کا اہتمام کر لیا تھا۔
سنڑے کے باغ میں دو تختوں کے درمیان۔ ایک کھلے ہوئے وسیع نعلیے کے سبزہ زار پر خوشنما اور ویدو زریب نے
بٹے ڈالے تھے۔ ایک سرے پر شا میا نے سے ماہر چھوٹی چھوٹی میزوں پر ہنگ اور گلاس رکھے تھے۔ اور اور شا میا دا
نہا نعلیے پر ایک طرف ٹھنڈے پانی کے دو فلڈز رکھے تھے اور دوسری طرف واش بین گل دو ٹنگیاں۔ اور وہیں۔
گاہکوں کے آئی سرسٹ پر چھٹی جگہوں کو باہم جوڑ کر دسترخوان بھجوا دئے گئے تھے جن پر پلیٹیں بھی تھیں اور یہ سب اس قدر
زیوریت اور نظائیں ساتھ رکھا کہ سلوٹھو ڈی ریر کے لیے سب کچھ بھول کر گنگا سی ان ساری چیزوں کو دیکھتی ہو گی
گم۔
زینت نے لے کر یہاں تک تو آئی تھیں گلاس کے پاس بیٹھ کر اپنی تفریح کو فراب نہیں کر سکتی تھیں اور پھر مہر مہل اپنی
پیارا اپنے دوست قہیر اور سنز فیضہ سمیت ان کے ساتھ ہی چلے آئے تھے۔ وہ سلوٹھو کو ایک گاؤں کیلئے کے سہارے آرام سے
تھا اور وہیں نہیں تھیں بلکہ اپنے ساتھ سلوٹھ سے وہیں کھڑے کھڑے کچھ دیر اور پھر آدھری بائیں کرنے کے بعد سلوٹھ سے علی طلب
ہو رہی ہیں۔
"اچھا اب تم اطمینان سے یہاں بیٹھو۔ کرم تو کسی دیکھی کام سے ادا کر آئے گا ہی کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس سے منگو لینا؟"
"نہیں میرے خیال میں بہتر یہی ہو گا کہ وہ لے کر تھوڑا جیلے پھرنے کی ہوش مش کرے۔ بہر کو بلائیں جلا لیں۔ ورنہ اگر سونے لڑو
کی کو کچھ نہ لے کے قابل بھی نہیں رہیں گی۔ مگر قہیر نے مشورہ دیا تو مہر مہل فوراً بولے۔
"کونسی ہا لائیس بھائی۔ یوں دیکھی تو ماسوج پیر کی بڑی کا جوائنٹ بن جانے کی وجہ سے آئی ہے؟"
"نہیں بلکہ نہ تھا۔ جیلے پھر سکیں گی۔ جب تک کوئی سہارا دینے والا ان کے پاس نہ ہو یا پھر کم از کم کوئی چھڑی وغیرہ
یہ سب تصور نے کہا تو زینت جلدی سے بولیں۔

"خیر میری کامیابی ہونا کچھ مشکل تو نہیں۔ کریم ہمارا بارادھر کے پھیرے نگاہی رہا ہے یہ اس سے ہر کچھ کھیل گیا ہے۔"
"نہیں نہیں، میں کوشش تو یہی کروں گی کہ بلا سہارے اٹھ کر چل سکوں لیکن اگر میری کمزوری سے میری توجہ بٹے گی تو وہ سب سہارا ہی نہیں رہے گا۔"

سلوٹ نے گویا شیبہ کے ہاتھوں کو اطمینان دلانے کی غرض سے کہا، اس میں تو سب معلوم تھا کہ یہ سب سہارا ہی نہیں ہے۔ اور پورے ہی اس کی وجہ سے کوئی بندھ کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اور وہ تو خود بھی شرمندہ ہی ہو رہی تھی کہ وہ سب کے لیے ایک مسکن بن گئی ہے۔ وہ سب تو پہلے ہی جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ اس کے اطمینان دلانے کی وجہ سے وہ راز ہو گئے۔ اور جب سب نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ ٹوٹا ہوا ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی کہ وہیں پہلے کہاں آئی تھی۔ وہ تو دونوں کو کچھ دیکھ لیے جانے پر خاص طور پر اس کی پوزیشن صاف کرنے کی غرض سے اٹھنے کے لئے اس جہاز کو اٹھا جسے صحتی اسے ہی اٹھانا پڑا تھا۔

اردگرد کے تقریباً سارے ہی پرچے کے منتروں سے لے کر بے بس تھے۔ اسے ہواں بھی لگے۔ وہی تھی کہ وہیں کھڑی ہو کر کھڑی تھا اور خیر پر کچھ اتنا جوہان بڑا تھا کہ اس نے نگاہ اٹھا کر پھیلوں سے لے کر دستوں کی طرف دیکھا ہی نہیں، اٹھتی ہوئی اس سے کئی کئی منٹوں کے باغی ٹھوڑی سی میری کر کے لگی۔ لیکن وہی مثل تھی کہ کھیلنا نہ ہوتا جیلا نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا ہلکا سا فرخ پر ہی چلنے لگاں کران سارے واقعات پر غور کرتی رہی جواب تک اسے پیش آتے رہے تھے۔ مگر خاصا سنگا اسے اس وقت غالب تھا کہ سوچ کے تانے پائے بار بار ٹوٹ ٹوٹ جاتے۔

جانے کہاں پہنچی ہوئی تھی وہ۔
یا جیلا لاسٹ کی کون سی جنگ زداری تھی وہ کہ وقت کے گزرنے کا احساس بھی نہ رہا تھا۔
جڑی رحمت سے تڑپ گیا تھا۔

دھوپ اس لمحے اپنی آواز کے ساتھ پوری شدت سے چمک اٹھی تھی۔
اور سورج نصف منہ باریک حد پر گر گیا تھا۔

اور جو سا کریم نے کہا تھا کہ کسی کام سے اس طرف آتا جاگا رہے گا تو وہ اب نکل کے آیا تھا۔ وہی چند دوسرے ملازمین کے ساتھ چوتھا یہ منٹوں کے جو کہ رکھا نہ پھینکے کی غرض سے آئے تھے۔

اسے وہاں غلاف تو تھے اور گانہ تنہا بیٹھا دیکھ کر کریم تعجب ہوئے بغیر نہ رہا اور اس کے پاس آ کر ہمدردانہ لہجے میں بولا،
"مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا بی بی کہ آپ کے ساتھ ہی سلوک کرنا چاہئے گا۔ آپ ناجی ہی ان لوگوں کے ساتھ آئیں۔"

وہ لوگوں کو جان لوگوں کے رویتے سزا کریم کو بھی میری اوقات جنابی ہے اس نے کڑھ کے ساتھ دل میں سوچا اور پھر پورا ہی کریم کے تکیا کی تردید کرتی ہوئی بولی۔

"اے سے نہیں یہ بات نہیں کریم۔ اصل میں میرے سر میں سوچ بگنی تھی۔ بھائی جان بے چاری خود ہی سہارا دے کر مجھے یہاں لائی تھیں۔ اس میری وجہ سے بندھ کر تو نہیں بیٹھ سکتی تھیں اس لیے میں نے خود ہی بہت کد میں کرنا نہیں چاہئے۔"

مگر اس کی وضاحت پر بھی کریم نے اس کی طرف کچھ ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو خیر آپ جو کچھ بھی نہیں فرمائیے خوب جانتا ہوں۔

تکیا بجا ہوگا اس وقت کریم ۱۰۶ اس نے کریم کا دھیان پلٹنے کی غرض سے پوچھا۔
"ایک دیکھو والا ہے بی بی اور ادھر اچھا تک کسی کا تاجی نہیں۔ اور ادھر اس غلام کو اور وہ صلیب کا ملام کے پاس نے تو جلد ہی کر کے میرے ہاتھ پر چھڑا دیئے کہہ کر کہ اس کے صاحب نے ٹھیک بارہ بجے تھا تاکہ جانے کا جولا تھا۔"

لو جیلا۔ بارہ بجے کھانا لگایا جاتا تو اب تک ٹھنڈا ہو کر کسی جگہ کا ہی نہ رہتا۔
کریم نے اتنے مختصر سے سوال کا اتنا طویل جواب دیا تھا۔ اور پھر مڑ کر تو رہی اس طرف چلا گیا تھا جہاں دوسرے ملازمین کھڑے تھے۔ اور ابھی اس کی دوسرے ملازموں سے پوچھ بچھ ہو رہی تھی کہ مخالف سمت سے کھوڑوں پر سوار تین سینہ۔ عروج۔ ارم۔ ماریہ۔ طلعت۔ روضت۔ نیلوفر۔ نیلما اور شہینہ کے دونوں کرکڑ کا قافلہ آنا نظر آیا۔

ماریہ۔ عید۔ سینہ۔ عروج۔ ارم۔ اور شہینہ کے دونوں کزنز نیلوفر اور شہینہ کے گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب کہ طلعت

نہیں تھی کہ اسے برائے نیلوفر شہاد دوسرے گھوڑے پر بیٹھی تھیں۔
نہیں تھا اسے سے خود ہی لا رہی تھی کہ کرکڑوں سے آتے تھے اور شہینہ کے دونوں کزنز کو گھوڑوں کے پیچھے لگا کر ان میں آپس میں باتیں کرتی شامیانے میں آگئی تھیں۔

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

پھر اس کی لڑکیاں آپس میں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔
"تو آپ بھائی کی بیٹی ہیں اور وہ اسے بھائی کہاں ہیں سلوٹا سہینہ نے آتے ہی اس سے پوچھا۔"

کبھی اونچی پرواز دیکھتے کبھی نہیں۔ اور کبھی وہ مکتبہ اور پھر میرا آنا جو آپس کا کہیں باہر جیتا ہے۔ اور یہ کہ کبھی کبھی
ہے یا کبھی کبھی ناہوشی کے زمانے میں بھی باتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ اور وہاں ہوا یہ تھا کہ کبھی میرا جہاز کبھی
کو پوری تیز دوڑے اور خفا میں اٹھائے اور دوسری طرف سے اسٹندینڈ والیٹ اور ان کے دوستوں کے ساتھ کھیلے گئے۔
آیا تو دھڑو دھڑکی باہتی۔ ساری روکیاں ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

” اور جو تو ریزنگ اسٹندینڈ ان سب لوگوں کو ہٹا لانے کی غرض سے ہمیں غائب ہو گئے تھے تمہیں اسٹندینڈ پر نظر پڑا ہے نہ؟
” ہاں۔ سب کو تو بالکل لگتا ہے۔ صرف گھوڑے کی کمری روٹی ہے؟
اور بے لگتا تو سب کو ہنسی آگئی۔ سب آتے ہی جھوک کر شہت کا گڑھ کرتے گئے تھے۔ اس لیے سب نے غور سے دیکھا۔

کیا۔ اس آٹا میں کھانا بھی چھوڑ کر لگایا جا چکا تھا۔ سب ہاتھ منہ دھو کر اطمینان سے چھوڑنے کے لیے گئے۔ اور پھر
سے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ کھانے کے دوران ہنسی مذاق بھی ہوتا رہا اور چٹکنے لگی چھوڑے جاتے رہے اور کھانے کے بعد
ماحول میں کھانا ختم ہوا۔ تو گھوڑی ویرستانے کے بعد گھوڑے پھرنے کا بیچکا اٹھا تو رکیاں اس طرف پلٹ کر دیکھنے
نے ان کے گھوڑوں کو باندھ رکھا تھا۔ اسٹندینڈ ہاتھ لگا کر اسٹندینڈ کے ہاتھ سب کے پاس چھوڑ آیا تھا۔ وہ اسٹندینڈ
بڑبڑ پڑی اشاری کی بیگرو۔ اور وہاں سلوٹا پھر بھرا رہی۔

موتی آجانے کی وجہ سے کسی نے ساتھ چلنے کے لیے اس سے اصرار بھی نہیں کیا تھا۔ اسٹندینڈ نے صرف ڈاکو کو
اگر وہ چل پھر نہیں سکتی تو اس کے پیچھے گھوڑے پر بیٹھ جائے۔ کیونکہ سب پر جگ کی طرف جارہے تھے جو خاصی دور تھا۔ اور
کا بھی چاہ رہا تھا ہنر بننے تو یہ صورت کلی کو دیکھنے کو۔ لیکن چونکہ اسٹندینڈ ان کے ساتھ جا رہا تھا اور پھر گھوڑے پر چڑھنے
بیٹھنا سے من سب نہیں لگا تھا اس لیے اس نے انکار کر دیا تھا اور اب تنہا بیٹھی وہ صبح رہی تھی کہ وہ جھانک کر دیکھتی تھی
پکنک مٹانے کی غرض سے اور اب یہ جھوٹ موتی کی موتی کا طوطا پالنے سب سے الگ تھلک تھوڑوں لوگوں میں بھی مقید
رہی ہوں۔ جھلا گیا خاکہ ہوا میرے یہاں آئے گا۔

وہ جو کہتے ہیں نا کہ رے کاموں کے لیے انجام تو کبھی بھی اس وقت چھو پر بھی صداقت آ رہی ہے۔ کیونکہ موتی
قصور تو سارا میرا ہی ہے کہ میں اپنی حقیقت اچھی طرح جانتی ہوں۔ اور نہ اسٹندینڈ کی جہالت کا طربہ اور نہ اس کے
اپنے دل اور ہنر سے مجھ پر جو کرنا ہوا شکل میں ہی کرنا ہے۔ اور میں ایک طرح، واقعی اسے فریب دیتی آ رہی ہوں۔ گا کہ
میں شروع شروع میں اس سے سب کچھ بتا دیتی تھی مگر یہی ہر ذرا اور ضروری پیشہ میرے آ رہے آتی۔ اور اس کی ناگوار
سے بات آتی آگے نکلی گئی ہے کہ اسے کچھ بتانا خود اپنی ذلت اور غروری کو دھوت دینے کے مترادف ہے۔ اسٹندینڈ
شروع میں تو یہ سب سمجھتی رہی کہ وہ میری خوبصورتی اور عمر کے اس پر بہادر دور سے خاکہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔
اسے باہر لکھوا لگی ہوئی ہے اس لیے اپنے جزوقتی چند یوں کو اتنا بے لگام کر دینے کا عادی ہے۔

اور مجھے اس قدر بے وقعت۔ بے بس اور مجبور دیکھ کر وہ اور بھی شرمیلا ہوتا جا رہا ہے۔ جب اس کے خیالات وہ
کسی دوسری بڑی کی طرف مبذول ہو جائے گی تو وہ مجھے پہچانے گا کبھی نہیں۔ اب مجھے کیا مفہوم تھا کہ اس کا جذبہ سادہ
اور وہ اس معاملے میں واقعی بہت بیروس ہے۔

وہ بھی اس قدر کہ اگر میں نے اس پر اپنی حقیقت ظاہر کر دی یا اپنی مجبوریوں سے اسے آگاہ کر دیا تو اس نے مجھے
چھوڑ بھی دیا تب بھی وہ مجھے اتنا ذلیل و خوار کرے گا کہ میں کسی کو نہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔
مگر۔ اس طرح آخر میں سب تک اس کی آنکھوں میں دھول چھوٹی رہوں گی؟

کب تک اس کی بہتے کا دم بھرتی رہوں گی؟
اور آ کر کہاں آپ بے سلسلہ چل سکے گا؟
اس کا ذہن اس گھٹی کو سمجھنے سے سلجھتا ہے کون ایڑھی اٹھ گیا۔

اور اس آٹا میں وہ بھی بھول گئی کہ کہاں تھی۔ اور دست تیزی سے اپنے سناڑا لے کر آگاہ کیا کہ کہاں تھی
سوچتے سوچتے غمزدگی ہی طاری ہونے لگی تھی۔ اور ذرا کی ذرا اس کی آنکھ چھٹی تھی کہ مراد و آوازوں کی کیفیت بہت ہے

بڑھ چکا تھا۔ اور اس میں کھول کر دیکھا تو غلام قادر کی ملازموں کے۔ ساتھ کچھ خاصے پر کھڑا نظر آیا۔
میں نے سر پر حمل بھی تھا۔
بہتری سافٹ سے تھا۔ اور مشرقی کا شمار۔ اب مغربی افق پر اپنا آخری جلوہ دکھا رہا تھا۔
دو چھوٹے بکرے کھانا پھانٹ رہے تھے۔ سبز سبز چھری تھیں۔
تو میں کئی کا پھر یا کھانے اور حرا دھر۔ سبز سبز چھری تھیں۔
پہچانے کیلئے غائب تھا۔ غلام قادر کو یہ بڑھ کر اس سے کھانا پڑا۔
نہانی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔
نہایتی یہ لوگ شام یا آٹا کے اور کھانے آئے ہیں۔ اور شام ہوئی تو اندھیرے میں کچھ لنگر نہیں آئے گا۔

شہ بھی اس نے خود کو مجرمیوں کے ٹول میں ہی بچایا یا تھا۔

اور اب بھی — بھائی کا سنا نہ ساروگ —

بھائی کا سنا نہ اور بیگانہ ساروگ —

نات بات میں روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ۔

بچپن میں بھائی اگر اس سے کبھی بگاڑتے بھی رہتے تو بچپن ہی اپنے ناروا سلوک سے اس سے بڑھ کر کسی اور کو بگاڑتے۔

یادداشت پر پورا درود ڈر لےنے کے باوجود اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ چھپٹیں میں بھی کبھی اسے اس پر اور اس پر اہمیت سے نوازا گیا ہو تو بھائی کی اگرتی ہیں اور گھر کی وہ عزت کئی ہونے کی حیثیت سے حاصل ہونا چاہیے تھی۔

جس کی بے بسی پر ترس کھا کر اسے اس گھر میں لاکر ڈال دیا گیا ہو۔

اسے کبھی طرح یاد تھا کہ جب تک امجدی ہو اس گھر میں موجود رہیں وہی اس کی نگہبانی بنھلائے دھلائے اور لوانے کی فتنے واری بھائی رہی تھیں۔ مگر جب وہ آٹھ سال کی ہو گئی تو بھائی نے سب کچھ اس کی نگہبانی کا جان پر ڈال دیا۔

بچانہ کا غیب و غریب روئے آج بھی اس کی گھر سے باہر نہیں نکلا۔

کروہ اگر نفرت نہیں کرتی تھیں تو محبت بھی نہیں کرتی تھیں۔

بھدرا اور خیر خواہ نہیں تھیں تو بدتر خواہ بھی نہیں تھیں۔

جانے کیا تھیں اس کی بھائی اس کے لیے۔

اب وہ گئے بھائی — تو خواہ وہ کتنے ہی فاضل اور بیگانہ نہ تھے۔

لیکن اس کی بہت سی ضرورتوں کا خیال منور رکھ لیا کرتے تھے۔

اور اگر کچھ تو چھایا جائے تو بھائی کی اتنی بے انتہائی اور بے اعتنائی کے باوجود اسے ان سے دلی اذیت تھی۔

اسے یہ بھی اچھی طرح یاد تھا کہ جب وہ چار پانچ سال کی تھی۔

اور اتنی ہی پر دانی کے باوجود بڑی بول چال اور باری باری ہی تھی تو اس کے بھائی بچپن سے صعب کرانے لورنگ

آٹھاتے تھے۔ چار پانچ کرتے تھے اور باہر سے جاکر کھلاتے بلاتے بھی تھے۔

گڈ چوں چوں وہ بڑی بولی تھی ان کا روئے بدل گیا۔

اور بولتے بولتے کچھ اس قدر بدلا کہ انہوں نے اس کی کئی زندگی گزارنے کے لیے اہم معاملے میں بھی بہت بڑے نقصان دہ بارے

فیصلہ کر کے نہ صرف اس پر ستم تو کیا بلکہ اس کی قسمت پر ہمیشہ کے لیے چاک بھردیا۔

آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر مجھے نہ تانی کے انتقام کی بیعت کیوں چڑھایا۔

تھوڑی دیر کو اگر یہ بھی خوش گزروں کو وہ روزانی کے منتہا ہر ادواروں سے آگاہ نہ تھے تب بھی کیا انہوں نے یہ

اور ذاتی کے درمیان حال کی گئے تھے فرق یہ بھی غور نہیں کیا تھا۔؟

صاف ظاہر ہے انہوں نے پیسے کے لالچ میں اندھے ہو کر میری جوانی اور میری جوانی اور میری جوانی اور آرزوؤں کی

بے وسیدہ انسان کی بیعت چڑھایا تھا مگر نتیجے میں خود ہی تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ جو انسان دوسرے کے لیے گڑھا کھودتا ہے پہلے خود اس میں گرتا ہے۔

مگر میرے بھائی جانے جو گڑھا کھودا تھا اس میں پہلے مجھے اتنی گزرائی میں گزرائی تھا کہ آج تک ابھی گڑھا نہیں بھرا۔

آخر میں لوں ہوں؟

کیا ہوں؟ میں تو خود اپنی شناخت ہی بھول گئی ہوں۔

دراستی سے میرا درد کا کوئی واسطہ نہ بھائی جان سے۔

اور بھائی تو یوں بھی شادی کے بعد بیگانہ ہو جاتے ہیں۔

تو یہ دلتی۔

تو یہ دلتی دل سے اور کیونکہ اچھا شوہر تسلیم کر سکتی ہوں۔

تو یہ دلتی اس کے ساتھ میری شادی کبھی ہر اور زبردستی کا سودا تھا۔

تو یہ دلتی میری مرضی کو توور تک وطن نہ تھا۔

تو یہ دلتی میری شادی ان امانت قرار دی جا چکی ہیں۔

تو یہ دلتی تو مجھے اتنی ہی بدوی سے حالات کے ہنوس میں ڈکھیاں کھانے کو تھوڑا رہا۔

اس زحالی تین سال کے عرصے میں کبھی پلٹ کر بھی میری قبرستان کی زبان لفظ نہ کہا بلکہ اٹھا سے اور اس کے بھائی کو

دیکھ کر کہیں نہ پوچھا تھا۔ بھلا ایسا جملہ ساز، دھوکے باز اور ظالم شخص بھی کہیں شوہر کھلانے کا مستحق

ہو سکتا ہے جس نے نہ صرف مجھے نکاح کے بندھن میں باندھ کر ہمیشہ کے لیے باندھ سلاسل کر کے دکھ دیا بلکہ میری پوری جوانی

بیکار کر دی۔ میری تمام خواہشیں، ارمان، اُمٹیں سچی کر بیٹے کی ناک اس نے بچھ سے چھین لی ہے۔ اب اگر میرے

دل نے اس قدر کرا جائے تو اس میں بھلاوں سا ناہ ہو گیا۔ دل تو بچی جانتا ہے کہ اس ظالم و جاہل شخص سے ایسا انتقام لوں

رہے تو میں اس کو کبھی نہیں دے سکتے۔ لیکن میرا ادھب، میرا شیر، بلکہ سب سے بڑھ کر خوف خدا مجھے کوئی خاطر دوش اختیار کرنے

کی اجازت نہیں دیتا۔

تو یہ دلتی کیا کروں؟ کیا کروں؟

کیونکہ میں جیسا کہ کی ڈالی ہوئی میریوں کو پیروں سے اٹاؤں؟

کیونکہ اس کی تہ سے ربانی حاصل کروں۔

وہ تو کبھی رات تک کروں، بدل بدل کر بھی سب ہو جاتی ہیں۔

ماہو اس قدر کے اس کا غمناک و شرمناک ہے اسے اُٹھو گیا تھا۔

اس قدر اس کے لیے جانتی آنکھوں سے دیکھا جانے والا سہرا خراب ثابت ہوا تھا۔

اور اس قدر محبت کرنا اس کے نزدیک کوئی گناہ نہیں تھا۔

اب اس سے جو بے ساختگی میں ایک غلط حرکت سرزد ہوئی تھی اس پر وہ سخت متاسف اور ڈیپان تھی۔

یاد میں کی غرض سے وہ اخبارات اور رسائل میں وہ کالم لکھتا رہتا ہے کہ جس میں لوگوں کے شرعی مسائل اور ان کے

جوابات درج ہوتے تھے۔ جسے غور اور توجہ سے پڑھنی آرہی تھی۔ لیکن لاکھ ڈھونڈنے کے باوجود اسے اپنے مطلب کا صل

نہیں ملتا تھا۔

ہر حال میں کچھ سوچنے اور باتنے کا فیضان ارادے رکھنے کے باوجود وہ اس گناہ سے خود کو نجات نہیں دلا سکی تھی

کیونکہ اس کی بڑھتی ہوئی جانور اور جانور کے فرق کو نہ جان سکتی۔ اور اب دھرا بات اتنی آگے بڑھ چکی تھی کہ اس قدر گناہ

حقیت سے آگاہ کرنا ناممکن ہی نہ رہا تھا۔ کیونکہ آگاہ کرنے کی کوشش میں ہی اس کے خطرناک ارادے اور توجہ بھانپنے

کی کوئی امید نہیں رہ سکتی تھی۔ اس کے لیے اس کو شش میں ہی اس کے خطرناک ارادے اور توجہ بھانپنے

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اسے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

نہ ان کے خطرناک ارادے کی اطلاع سے اس کے ہاتھوں ایک کیر و گناہ کا ارتکاب نہ ہونے لگی۔

اور جہاں چاہو قیام کرو۔

مگر اے رخصت کرنے وقت ان کا بوجھ لگوا کر رہا تھا۔ اور آنکھوں کے گوشے جھجک سے سر رہے تھے۔

اور میں ایک ہی بات تو سمجھی جو اس کے اور ان کے درمیان ارتباط کا ذریعہ بنتی تھی۔

یہی ایک بوجھ تو تھا جس نے اسے ان سے بڑھتی ہوئے سے روک دیا تھا اور آنکھوں کے پیشے بونے گوشوں کے اندر

اور اس دن کی آمد جب جلدی متوجع تھی۔

اور بچائی کے آنے کے بعد وہ اگر اسفند سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی تو بھلا حضور سکتی تھی۔ لہذا جب تک کہ لے دو مشورہ

یوں بھی اسفند کا سامنا کرنے کے مقصد سے ہی اسے جنت سے ہونے لگی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ یہ کیوں ہوا ہے

کر کے دو تین روز تو لیٹے کہو سے میں بہتر بڑے بڑے گوار سے تھی اور اس کے بعد تین چار روز کے لیے یہیں منظور ہو کر رہی

جائے گی کہ تازہ اور کوفرت سے بڑے اصرار سے بلا یا تھا مگر وہ عید کی گواہی میں اب تک ان کے ہاں نہیں جا سکی تھی۔

اگر اسفند اس سے ملے دیاں بھی پہنچ گیا تو وہ اسے تنہا میں ملنے کا موقع ہی نہیں دے سکتی اور اس کے بعد اسفند سے دوستی

کا کوئی طریقہ اختیار کرے گی۔ اس پر ہی الوقت اس نے غور کر کے فی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ

مواظقت میں ہوتے ہیں تو خود ہی کوئی زکوئی موقع تلاش کر دیتے ہیں۔

بہر حال اس نے سوچا تو یہی تھا کہ لگے بندہ سوچ کا اندر کر کے کہو سے ہی میں بڑی رہے گی۔ اور اگر کچھ ایسے ناظر

بلانے آیا تو وہ اس سے کہہ کر جانا ناشتا لگد و دنوں وقت کا کھانا بھی کرے میں منگوانے گی اور اگلی صبح در تک جا گئے۔

وجہ سے اس کی آنکھیں پوری سے ہی کھلی تھی۔ اس لئے صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔

مگر وہ تو اندر سے بندھی کر رکھا تھا۔ اس نے جلدی سے آٹھ گھنٹہ ہاتھ دھو یا اور ہانوں پر لٹکا پتھر کر دوا سے کا کھانا

کھول دیا اور لیٹر پر آکر لیٹ گئی۔

گھڑی پر نظر ہی تو اٹا وقت گزر جانے پر وہ سوچنے لگی کہ اور سب تو کب کا ناشتا کر کے ہوں گے کہ آج چھٹی کارنگ

نہیں ہے۔ دو فونوں لڑا لیاں کالج طے کی ہوں گی اور اسفند کو پونی پر اگر نہیں گئے ہوں گے تو اب جانے کی دالے ہوں گے پونی

کیا غیر معمولی بات ہو گئی کہ کرم ناٹھے پر مجھے بلانے ہی نہیں آیا۔ یا جو کتا ہے کہ میری تکلیف کے خیال سے نہ جانے ات

یہاں آئے کی ناست کر دی ہو۔ کوشی دور دوا سے کو دھڑ سے کھول کر کرم بولا یا جو اس اندر داخل ہوا اور آئے کہ نہ

پریشان کن جیسے میں بولا۔

”کی بی وہ بڑی خیا کی حالت بڑی خراب ہے۔ صاحب اور بگم صاحب صبح چار بجے سے ان کے پاس ہسپتال گئے

ہوتے ہیں؟“

”ہاں خندا شیر کرے؟ وہ پریشان ہی ہو کر اٹھتی ہوئی تھی۔

”ہاں بی۔ میں جبر کر رہا ہوں۔ دو دنوں کی بی ونگ تھی۔ بلا ناشتا کیے ابھی بھی ہسپتال گئی ہیں۔ بگم صاحب کا فون آیا تھا۔ جن

نے بولا ہے کہ آپ با صاحب کو ناشتا سے گرو پیر کا کھانا بھی تیار کروائیں؟“

”آف وہ تازوں کی ماری پریشانی کھول کر کرم کا مکتبہ رہ گئی۔

کیا قدرت وہ تھی اس کا امتحان لے رہی تھی۔ جب کہ وہ اسفند سے دور رہنے کا تہیہ کر رہی تھی اور اس کے تعلق سے

بڑا اور خوفزدہ ہی ہو رہی تھی۔ اور سوچا تو یہی تھا کہ کھلیف کا اندر کر کے کہو سے لے گئی تھی نہیں مگر اسے اس قدر

اٹت ہو کر گدا گیا تھا۔

”خانی جلدی کریں ورنہ با صاحب ہزار مزی ہو پونی پر چلے جائیں گے۔ صبح نر کے سے وہ بھی ہسپتال گئے تھے۔

نے تو بیٹی کی بھی نہیں لی آج نگر ہو پونی بات سے جو اب میں سے اپنی مشکل نکٹا دیکھ کر بولا۔

”اوہو جیسی، اگر ایسی ہی جلدی تھی تو تم نے خود ہی ناشتا کروا دیا ہوتا لیٹے با صاحب کو۔ کھانا تو میں کھا ہی دوں گا۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

بہانے کا ہمارا دعوہ مذاق ہوئی ہوئی۔

گھر پر ایک روزانی سی بیٹھی ہوئی تھی اور سناٹا یوں رہا تھا جیسے کوئی غیر معمولی بات، وقتوں پر ہنسنے اور ہنسنے کی تو پریشانی کی بات تھی۔ کہ ناز پر دور کے باپ پہلی بار بھی بوری تھی۔ ایک تو وہ مونی بھی بہت بڑی تھی۔ دل نہ دھڑکتا تھا اور سر سے اس کا بلڈ پریشر خون کا دباؤ بھی بانی ہو گیا تھا۔
سلووا بھی اسی گھر میں رہتی تھی۔ بزرگ اور لوگ اس کے بیٹے بیگانے ہی مگر وہ وقت تو تقریباً ہر گھنٹہ اپنی جگہ ناز و کاہنیں کر کے بیٹھ کر ہنسنے لگتا تھا اس لیے اس کی طرف سے بڑی قدرت اور پریشان پوری تھی۔ دل میں اس نے سوچا تھا کہ اس کے لیے اور ہونوں سے ناز و کے غیر و سلامتی کے ساتھ فارغ ہو جانے کی دعائیں جاری تھیں۔

کریم کی زبانی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اسفند میری بیوی سے ہو کر آیا ہے اور بین کی طرف سے جو کچھ تم کو بتا رہے ہیں اسے ڈرو اور پریشان نہ ہو۔ اس لیے وہ ناشتا نہیں کرے گا۔ سلووا کا خانی پیٹ بڑا بڑا کر رہا تھا اس کا دل ڈھنگ سے کھٹا پٹا بھی نہ تھا۔ اس لیے اس نے سوچا کہ نشتے کو مزید ٹھنڈا کرنے سے بہتر یہی ہوگا کہ وہ صبح سے ہی سوچ کر وہ کھانے کے کمرے میں چلی آئی اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ کمرے کے دروازے پر اس نے اسٹینس اسٹینس سمجھا اور اپنے آگے کرسی کو آگے پھیرا۔ اس پر مٹھن لگا ناہمی چاہ رہی تھی کہ جی اسفند کریم کے ساتھ کرسی پر بیٹھ لے تو اس پر مٹھن لگا تاؤ کی کہ وہ میرے آگے آگے کرے گا۔

”اوہو یہاں اتنی عینا شکی کر کھائے سے ناشتا آکر آیا جا رہا ہے اور وہاں پریشانی کے مارے مجھ سے کی جانے لگی ہے۔ اس نے کریم کے سامنے آنا گراہن کیا تھا۔ مٹھن منہ ہونے کے ساتھ ساتھ مارے غصے کے وہ کانپ کر رہی تھی۔ سمیت تو اس پینٹ میں پھینک کر اٹھتی ہوئی ہوئی۔

”کی نہیں، اس تو اس پر مٹھن میں آپ کے لیے نگار ہی تھی ورنہ میں اسے لائق نہ دے اور کہ طرف نہیں ہوں کہ اس کے باوجود ناشتا ڈالنے بیٹھے جاؤں؟“ وہ کہتا تو بہت سخت شمسٹ چاہ رہی تھی لیکن بے پروائی اور بے زبانی جو لگا اس کی برکت شامل نہیں تھی اس لیے ہی کہہ کر گئی۔

”کی ہاں سرکار کی بی تو آج اپنے کمرے سے ہی نہیں نکلی تھیں، پر وہ بیگم صاحب نے فون پر ٹھکر دیا تھا کہ آپ کو ناز و کے بعد کھانا بھی تیار کروا دیں، اس لیے یہ دیکھتے ہوئے یہ کریم بھی اس کی اہانت برداشت نہ کر سکا تو فوراً ہی اس کی خانہ میں ہوا۔

”تم سے کس نے کہا ہے کہ اس کو کمرے کو جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔ اسفند اس کی بات کاٹ کر گیا۔ تو وہ مٹھن کا گریپ چاب کھانے کے کمرے سے نکل گیا، سلووا نے ہی ہنسنے لگی۔ کرسی کھینچ کر اس کا نو اسفند بزرگ رکھے ہوئے برتنوں کی طرف دیکھ کر ہوا۔

”میں اس وقت کبھی کھانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، صرف چائے پیوں گا، وہ بھی بغیر دوہانگی۔ تو اس کا دل تو چاہا لیکن کھانے کی بنا چاہتے ہو تو فون ہی بناؤ۔ لیکن کچھ تو اس کے یہاں رہ رہنے کا خیال نہ تھا۔ پریشانی اور بات کی اتنی صورت کا احساس اور سب سے بڑھ کر مدت اور لحاظ۔ ان ساری باتوں نے اسے چپ چاپ چائے بنا کر دے دینے پر مجبور کر دیا، مگر وہ بیٹھی نہیں تھی۔ کمرے کے کمرے سے ہی کھلی سے بولی میں جائے لگتا تھا۔

”کیوں، آپ نے اپنے لیے چائے نہیں بنائی؟“ اس نے شکر دان سے چمچے میں شکر بھرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔“
”کیوں؟“
”میں میرا نو نہیں ہوں۔ وہ بہت دکھائی سے بولی۔

”ابھا موڑ نہیں ہو رہا تو غیر۔ مگر بیٹھ کر چائے نہ وہ اس کی طرف دیکھ کر ہوا۔ اور وہ جواب میں انکار ہی کرنا چاہ رہی تھی کہ وہ بیٹھی ہی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر ہوا۔

پایلیز

رہتا ہے مٹھن پر مجبور ہو گیا۔
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“
”مٹھن پر مجبور ہو گیا۔“

283

اور اگر مرضی کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو لینے آپ نے نہیں رہنا۔
اصل میں تو اب تک وہ اسے کبھی نہ لکھی تھی۔
اس کی عداوت و مزاج کے بارے میں کچھ جان لگائی تھی۔
مساوہ اس کے کہ وہ بہت صاف گو۔

متم مزاج اور اپنی بات سنانے کا عادی ہے اور سلوط تو سلوط خود اس قدر کھلی مٹل بھی اس کے بارے میں کچھ لکھی ہو
رکتی تھیں، سب سے بڑی بات جو کہ بڑی تھی وہ یہ تھی کہ اس نے اپنی پریشانی میں سے شریک نہیں کیا تھا۔
ورنہ جب دل ایک ہوں اور جذبے لٹنے ہر ایک۔
تو خوشی، غمی اور پریشانی بھی مشترک ہونی چاہیے۔
صاف ظاہر تھا وہ سلوط کو اب تک کوئی عیب نہ تھی وہ اس کا ہوا اور اس کی فکر اور پریشانی کو نہیں
بھیل رہا تھا۔ اور یہ بات سلوط کو سمجھ گھڑی تھی۔
آخر یہ کیا بند ہے۔

کیسی جگت ہے۔
کیا اس قدر صرف اپنے سوئے سے ہی بہات کرنے کے عادی ہیں۔
کیونکہ اس وقت اگر کوئی ہوتے تو سزا گزرا اور سزا سے کام لیتی وہ اپنی بے ساختگی کا کوئی نہ کوئی مظاہرہ کر کے دکھا رہے ہیں
اس وقت اس کا ڈر یہاں ہوا تھا اس لیے بچے گرا رہا تھا۔
ایسے دل گزرتے سے خیالات میں گھومنا کہ پیٹری میں آئی تو کہہ کر فریح کی صفائی کرتا نظر آیا۔
"کیا یوں ہی ہو گئے؟" اس نے غصہ سے کہا۔
"نہیں بلکہ وہ اوقات صاف کچھ نہیں سارا ہے جس سے پہلے نکل کر آتا ہے گھر ہر دو گونگوں پر قہر پکڑتا ہوا۔ اور ان دنوں
ناکارہ ہرگز کا بڑا سا کھڑا کتا ہوا اور لا۔
"جھار میں اپنے کوس میں جا رہی ہوں۔ غصہ سنانے تو اسے میرے پاس بھی دینا۔" ان کا کہنا کہ وہ اپنے کوس کے باہر آئی ہیں۔
پیشانی سے نکل کر لڑتے ہیں اس کی تو لڑنے کے عادی ہیں، اتنی ہی تو ان کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ٹیٹل کر بیسوار اٹھالیا۔
"سیلو کریم۔" یہ قیمت کی آواز تھی۔ جس میں اس کا دل یکجا لگی زور سے دھوکا۔
"جھالی جان کریں تو میں اس سے۔" اس نے کوئی بڑی خبر سننے کے لیے خود کو تیار کر کے کہا۔
"اچھا تو تم سلوط بول رہی ہو تو نہیں بولیں۔"

"کیا باگھر میں بیٹھے گئے؟"
"معلوم نہیں ابھی کچھ دیر تک تو نہیں تھے۔"
"کیا انہوں نے ہاتھ کر لیا ہے؟"
"نہیں صرف چائے پی رہے۔"
"اب وہ کبھی نہ۔" ناز کی طرف سے پریشان کی تو بہت تھے وہ اس لیے نہ کیا ہوگا تیرا اگر اچھی گھر بڑی موجود ہے تو انہیں
خوشخبری سننا کہ ہمارے ان میں ایک خاندان سے چھانچے سے نازا ہے۔ ناز کے گھنٹے سنا بھی وہ اس منہ کھلے بارہ ہونکا کیا ہے؟
"نہیں تو خوشخبری سناتے وقت اچھی مسرور نہیں رہا ان کی ڈاڑھ کا پتہ نہ تھی۔
"او اچھا اچھا۔" نواز سدھا ہارک ہو جاتی جان گھر ناز کی طبیعت کیسی ہے۔"
"اب تک ایک جگہ سے اتنی سخت تکلیف کی تو اضافی ہے۔ ہوتے ہوتے ہی جمال ہوگی خبر تو یہاں کو تو میں طرح بندہ۔
زیست بولیں۔ شاید بہت زیادہ ایسا بیٹہ ہو رہی تھیں جو انہوں نے اس کی مبارکباد کو بھی نہیں گزرا تھا۔
"اچھا دیکھتی ہوں۔" سلوط نے کہا اور رہیں روکھ ویا۔

پیر ہفتہ کو اتنی بڑی خوشخبری سنانے اس کے کمرے کی طرف دوڑی تو وہ جوڑو پٹی پر جاتے ہی ہلادی میں تھا اسے راستے میں
نہیں لگتی تھی۔ ایک زبردست خوشخبری ہے۔ ناز کے بیان جیتا ہوا ہے۔ ابھی ابھی جھانپنے فون پر اطلاع دی ہے۔
"نہیں تو تازہ کسی ہے؟" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی طرف سے تازہ دوا کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
"یابھی۔" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی سمت تکلیف جو اٹھا ہے۔
"ابھی ابھی تک میں البتہ کوئی تو ہوگی اتنی سخت تکلیف جو اٹھا ہے۔"
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور

نہیں لگتی تھی۔ ایک زبردست خوشخبری ہے۔ ناز کے بیان جیتا ہوا ہے۔ ابھی ابھی جھانپنے فون پر اطلاع دی ہے۔
"نہیں تو تازہ کسی ہے؟" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی طرف سے تازہ دوا کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
"یابھی۔" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی سمت تکلیف جو اٹھا ہے۔
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور

نہیں لگتی تھی۔ ایک زبردست خوشخبری ہے۔ ناز کے بیان جیتا ہوا ہے۔ ابھی ابھی جھانپنے فون پر اطلاع دی ہے۔
"نہیں تو تازہ کسی ہے؟" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی طرف سے تازہ دوا کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
"یابھی۔" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی سمت تکلیف جو اٹھا ہے۔
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور

نہیں لگتی تھی۔ ایک زبردست خوشخبری ہے۔ ناز کے بیان جیتا ہوا ہے۔ ابھی ابھی جھانپنے فون پر اطلاع دی ہے۔
"نہیں تو تازہ کسی ہے؟" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی طرف سے تازہ دوا کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
"یابھی۔" خوشخبری کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی سمت تکلیف جو اٹھا ہے۔
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور
"تو یہ سوائے لاکھ لاکھ کرے۔" سفند نے دعائے اہل زمین ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کیا اور پھر ایک دم ہی بہت شمع اور

کتری کا ہند کسی کالی کی طرح گئے گئے تھا۔ غصے اور کھسب کے عالم میں وہیں کھڑی ہو گئی۔
آپ اپنے دل پر اثر ڈالنے لگیے جی بی۔ بابا صاحب کی توہراتی کرنے کی عادت ہے، یہ خاصا سان نے اسے اس قدر زبردستی دیکھ کر کہا۔ تو وہ جلدی سے بولی۔

”اے نہیں خانا سان۔ میں تو سوجھی رہی تھی کہ تارو کی سسرال والے دنیا ہونے پر تکتی خوش ہو رہے ہوں گے۔
کے شادمان میں تو زیادہ توراڑیوں کی بھر پور ہے۔ یہ آپ سو دیکھ لیں۔ اور کیا پکالے کا کارا وہ ہے؟
اس نے اتنی خوشحورقی سے بات پلٹ ہی نہیں دی تھی۔ بلکہ اس تارو کو بھی بدل دیا تھا۔ جو اس کچھ سے ہرگز نہ
پھر خانا سان اسے وہ چرتی دکھانے لگا جو وہ بازار سے تھرک لایا تھا۔ اور وہ اسے دو مین کھانے تیار کر کے کھا دیا۔
کوسے میں واپس آئی۔ اس پر اب بھی غصہ اور کھسب سوار تھی۔ کیونکہ اگر اسقدر نہ اٹھا تو اس کا
اسے ڈر کہ اس کے سامنے ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا جس میں اس کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو۔ اور پھر اگر وہ اپنے قابضین کے
پریشان بھی تھا تو اسے میرے ساتھ اس قدر بیگانہ سا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے تھا۔

پھر وہی بات ہو گئی تاکہ وہ اپنی مرضی چلانے کا عادی رہے۔
اپنے موڈ سے جو عادتیں کر گئے۔
اور اگر کوئی بات تھی تو صرف یہی۔
بھائی جان۔ بھائی جان حتیٰ کہ ترائی۔ سبھی مجھ پر اپنی مرضی ٹھونسے رہے اور سب اسقدر مجھے اپنی مرضی
چلانا چاہتے ہیں۔

اور یہ بات میری برداشت سے باہر ہے۔
یوں بھی میں آخر تک ایک دو دوسروں کے شک سے پرنا چلی رہوں گی۔
اور آخر میں نے خود کو اتنا بھرا اور کھڑو دیوں بنا لیا ہے۔
بقول اسقدر میں اس قدر کھیل سکتی ہوں ہوں۔
کس وجہ سے آخر۔
مرضی سے لے کر توراڑیوں پر بار بھی پڑی ہوں۔
مگر میں تو توراڑی نہیں ہوں۔

نہیں نے کبھی یہاں آنے کا تصور ہی کیا تھا۔
تھے تو بھائی جان اور بھائی جان نے اپنے حالات کی خدمت جانی اور اپنی کسی مصلحت کے تحت بیان بھیجا تھا۔
پھر میں خود خواہ بھی ہوں شرمندگی اور انسان مندی کے احساس میں پستی جاتی ہوں۔
میں نے کئی سال قبل انہیں سنا تھا کہ وہ انہیں پڑھ رہے ہیں۔ انہیں ہوں کہ چھوٹی پڑواں
عالمی نے توراڑی پیش کی ہے۔ اس پر ایک اور جیب ٹاپ کی مدد سے یا حتیٰ طور و نظر آتی ہیں۔
مگر میں۔ میں اگرچہ بے باور ہے حیثیت ہوں تیر بھی۔ نہ لے لے تھیں تو بصورتی کی نعمت سے نوازے۔

میرے جسے پر توراڑی کسی کی عطا کر رہ ہے۔
اس لیے تھے تقریباً سارے ہی کام کرتے آتے ہیں۔
اتنی صلاحیت سے کہ میں کہیں مردوں کی کھلتی ہوں۔
پھر چھریں لایا گیا ہے آخر۔؟
جوں اتنا زیادہ احساس کتری کا شکار رہتی ہوں۔
مگر یہ احساس کتری نہیں بلکہ وہ احساس عروسی ہے جو میری ہر اٹل سے قبل ہی میرے۔
اب میں اسقدر گریہ سب سے بڑا ہوں۔
اور جہلنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ اب جس بیگنی سے وہ جو سے پیش آتے ہیں خدا کرے وہ بیگنی آتی ہے۔

بہت کمال تھے پھر جانے۔
بہت کمال تھے پھر جانے۔
بہت کمال تھے پھر جانے۔

خیاں جا پھوڑو۔
خیاں جا پھوڑو۔
خیاں جا پھوڑو۔

اب میں اس قول کو اتنا پھیلوں گی جو میری۔
اب میں اس قول کو اتنا پھیلوں گی جو میری۔
اب میں اس قول کو اتنا پھیلوں گی جو میری۔

چھوٹے انکا اور جانی دہن کی بار پھر یہ جتانے کی کوشش کر کے میں کر چھے یہاں جو
چھوٹے انکا اور جانی دہن کی بار پھر یہ جتانے کی کوشش کر کے میں کر چھے یہاں جو
چھوٹے انکا اور جانی دہن کی بار پھر یہ جتانے کی کوشش کر کے میں کر چھے یہاں جو

اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو

اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو

اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو

اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو
اور ساری کی ولادت کے بعد تون کی کیا کی وجہ سے اس کی نہیں ڈوتے تھی تھیں۔ اس سے اسے خون کی دو

دی برصانی کا تھا۔ اس لیے دونوں میں سے کوئی ایک بھی ماں کا ہاتھ نہیں بٹاتی تھی۔ اور اب سلوٹو اپنی کلیم کو جیتنے میں بھی نہیں رکھتی تھی۔ کرڈیتے کا ہاتھ بنانے سے صاف انکار کر دیتی۔ مگر ایسا اس کے رویے میں اتنی تبدیلی ضروری تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے کرڈیتے کو روک کر اور اور خاندان سے کرواتے تھی۔ اب وہ ولی ولی اور ڈر ڈر کر رہی تھی۔ خاص طور پر کوثر کے ساتھ قرب نہیں کے اور اپنی آواز میں باتیں بھی کر رہی تھی۔ اور کھانے کے دوران کوثر کو ہر کام لیتا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا۔

اسفند نے تقریباً دو تہائی اس کا سامنا ہوتا رہا تھا۔ اور وہ اس کی موجودگی کو بری طرح نظر انداز کرنے کے لیے کوثر اور شعیب منصور سے خوب باتیں کر لیتا تھی۔ لیکن نکانہ دونوں مازو کی وجہ سے ہوا تھی اور کوثر کو تقریباً دو تہائی اس کا سامنا اصل میں تو اس کی نئی روش پر ہی کر ڈیتے اس کی جہت بندھانی تھی۔

اسے خوب خوب مرنا تھا۔

گوریا کو شعیب کی وجہ سے وہ کافی دلیر ہو گئی تھی۔

دیہی برصانی کا تھا۔ اس لیے دونوں میں سے کوئی ایک بھی ماں کا ہاتھ نہیں بٹاتی تھی۔ اور اب سلوٹو اپنی کلیم کو جیتنے میں بھی نہیں رکھتی تھی۔ کرڈیتے کا ہاتھ بنانے سے صاف انکار کر دیتی۔ مگر ایسا اس کے رویے میں اتنی تبدیلی ضروری تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے کرڈیتے کو روک کر اور اور خاندان سے کرواتے تھی۔ اب وہ ولی ولی اور ڈر ڈر کر رہی تھی۔ خاص طور پر کوثر کے ساتھ قرب نہیں کے اور اپنی آواز میں باتیں بھی کر رہی تھی۔ اور کھانے کے دوران کوثر کو ہر کام لیتا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا۔

اسفند نے تقریباً دو تہائی اس کا سامنا ہوتا رہا تھا۔ اور وہ اس کی موجودگی کو بری طرح نظر انداز کرنے کے لیے کوثر اور شعیب منصور سے خوب باتیں کر لیتا تھی۔ لیکن نکانہ دونوں مازو کی وجہ سے ہوا تھی اور کوثر کو تقریباً دو تہائی اس کا سامنا اصل میں تو اس کی نئی روش پر ہی کر ڈیتے اس کی جہت بندھانی تھی۔

اسے خوب خوب مرنا تھا۔

گوریا کو شعیب کی وجہ سے وہ کافی دلیر ہو گئی تھی۔

اس دور گھر میں کچھ زیادہ ہی چل چل چلی۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ناز و درو کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی سسرال والے عزیز و اقارب اور دوست احباب خاص طور پر اس سے دور ہو گئے۔

زینت نے فزاس کی چھٹی بھی اسی وی تھی کہ جرن کالان ہورہا تھا۔ اس پر رات کے کھانے پر سب کچھ بھی لیا تھا۔ سلوٹو بھی سے تو کام میں لگی ہوئی تھی۔ مگر وہ پورے کھانے کے بعد اس کی طبیعت ماضی کرنے لگی تھی اس لیے بیٹے نے پانی آٹھ تک لگی۔

یوں ہی بیٹن کیے تو لینا نصیب ہوا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی سوئی تھی کہ مرنے لائی مگر مرنے کی ہی آواز میں اگرا سے جنگاوا۔

”بی بی۔۔۔ بی بی جلدی بیٹے بیگ صاحب نے کسی ضروری کام سے آپ کو بلا دیا ہے۔ اس کے بعد وہ بستر پر کھڑے ہو کر مارتے کے اس کا برا حال دیکھا۔

”بھئی ایسی برا آفت نازل ہو گئی ہے۔ ایک مہر چرھے لایا جا رہا ہے۔ جاؤ مگر دو اپنی بیگ صاحب سے کہیں اس وقت نہ کہتی ایسا ہی کوئی ضروری کام ہے تو بیٹو کو بلا لیا گیا ہے۔ اور ظاہر تھا کہ مرنے پر اس سے ایسے سخت اور کڑے جواب دیا تھا۔

”بھئی بی بی یہاں کھڑے ہیرا سڑکیوں تک رہے ہر جاؤ مگر وہ ان سے جا کر صاف صاف۔۔۔ واہ بھی ذرا سی مڑا کہ بہت کسب نے فخر ہی ہو گیا۔

اس دور گھر میں کچھ زیادہ ہی چل چل چلی۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ناز و درو کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی سسرال والے عزیز و اقارب اور دوست احباب خاص طور پر اس سے دور ہو گئے۔

زینت نے فزاس کی چھٹی بھی اسی وی تھی کہ جرن کالان ہورہا تھا۔ اس پر رات کے کھانے پر سب کچھ بھی لیا تھا۔ سلوٹو بھی سے تو کام میں لگی ہوئی تھی۔ مگر وہ پورے کھانے کے بعد اس کی طبیعت ماضی کرنے لگی تھی اس لیے بیٹے نے پانی آٹھ تک لگی۔

یوں ہی بیٹن کیے تو لینا نصیب ہوا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی سوئی تھی کہ مرنے لائی مگر مرنے کی ہی آواز میں اگرا سے جنگاوا۔

”بی بی۔۔۔ بی بی جلدی بیٹے بیگ صاحب نے کسی ضروری کام سے آپ کو بلا دیا ہے۔ اس کے بعد وہ بستر پر کھڑے ہو کر مارتے کے اس کا برا حال دیکھا۔

”بھئی ایسی برا آفت نازل ہو گئی ہے۔ ایک مہر چرھے لایا جا رہا ہے۔ جاؤ مگر دو اپنی بیگ صاحب سے کہیں اس وقت نہ کہتی ایسا ہی کوئی ضروری کام ہے تو بیٹو کو بلا لیا گیا ہے۔ اور ظاہر تھا کہ مرنے پر اس سے ایسے سخت اور کڑے جواب دیا تھا۔

”بھئی بی بی یہاں کھڑے ہیرا سڑکیوں تک رہے ہر جاؤ مگر وہ ان سے جا کر صاف صاف۔۔۔ واہ بھی ذرا سی مڑا کہ بہت کسب نے فخر ہی ہو گیا۔

وہ تیری پر پل ڈال کر بولی تو کریم حیران حیران سا اس کے کمرے سے نکل گیا جرات تو اتنی بڑی تھی کہ مرنے والے کوئی ایک مہر سا اور ہو گیا۔۔۔ سوچ سوچ کر کہ اب اس کی بات کے بعد عمل میں کسی بھی لمحے زینت کے گرنے سے تھوڑا سا کھینچنے سے اس پر آگرم لگی۔ جو بڑھ کر وہ کہ اس کے نڈے کیلئے جواب پر کریم خود ہی حیران ہونے کے ساتھ ساتھ نزلت کے سبب سے پہنچی تو زینت اسے اسفند سے بائیں کرتی نظر آئی اور اس نے اسفند کی موجودگی کی پروا کیے بغیر جو کچھ سلوٹو نے کہا اسے بیان کر دیا۔

زینت کو اس کے جواب پر ہنستہ تو بہت آیا مگر بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے انہوں نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ اس کی بات کو گھٹس۔ وہ خود بھی سلوٹو کی من جھارت پر متعجب ہونے سے زیادہ بے نشینی کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ان نے اس کی بات کو وہ تنگائی کو کریم سے لیا۔

”ہاں تو تم اس وقت انہیں ڈر سڑپ کر کے کیوں گئے تھے۔ کسی کی نیند میں خلل ڈالو گے تو وہ تمہیں مرنے تو نہیں چھوڑے گا۔

”ہاں پر زینت نے بڑبڑسی ہو کر بولی۔

”ارے رہتے ہی ہوا دھکی۔ تم بھی بعض وقت ایسی باتیں کرتے ہو کہ دل جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ ارے یہ کیوں تو ہوتا ہے۔

وہ تیری پر پل ڈال کر بولی تو کریم حیران حیران سا اس کے کمرے سے نکل گیا جرات تو اتنی بڑی تھی کہ مرنے والے کوئی ایک مہر سا اور ہو گیا۔۔۔ سوچ سوچ کر کہ اب اس کی بات کے بعد عمل میں کسی بھی لمحے زینت کے گرنے سے تھوڑا سا کھینچنے سے اس پر آگرم لگی۔ جو بڑھ کر وہ کہ اس کے نڈے کیلئے جواب پر کریم خود ہی حیران ہونے کے ساتھ ساتھ نزلت کے سبب سے پہنچی تو زینت اسے اسفند سے بائیں کرتی نظر آئی اور اس نے اسفند کی موجودگی کی پروا کیے بغیر جو کچھ سلوٹو نے کہا اسے بیان کر دیا۔

زینت کو اس کے جواب پر ہنستہ تو بہت آیا مگر بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے انہوں نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ اس کی بات کو گھٹس۔ وہ خود بھی سلوٹو کی من جھارت پر متعجب ہونے سے زیادہ بے نشینی کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ان نے اس کی بات کو وہ تنگائی کو کریم سے لیا۔

”ہاں تو تم اس وقت انہیں ڈر سڑپ کر کے کیوں گئے تھے۔ کسی کی نیند میں خلل ڈالو گے تو وہ تمہیں مرنے تو نہیں چھوڑے گا۔

”ہاں پر زینت نے بڑبڑسی ہو کر بولی۔

”ارے رہتے ہی ہوا دھکی۔ تم بھی بعض وقت ایسی باتیں کرتے ہو کہ دل جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ ارے یہ کیوں تو ہوتا ہے۔

سہی کر کے دیکھوں۔ مگر یہ کسی طرح آمادہ ہی نہیں ہوتے یا نہیں کوئی لڑکی پسند نہیں آتی۔

پا پھر کوئی لڑکی ان کے معیار پر پوری ہی نہیں اترتی۔
مگر اس وقت تو نگہ نہ رہنے سے سنت کہیدہ اور شاکی تھیں اس لیے بھولے بھولے سے منہ کے ساتھ ہلجی۔
اب اس سلسلے میں، کتنا گناہ کر سکتی ہوں جبکہ خود انہیں ہی یا بند ہو گا تو انہیں میں نے ایک دو تین مرتبہ جوتے
پڑھ کر لڑکیاں انہیں دکھادیں۔
”ارہ تو می اب ایسا ہی نہیں کر کوئی لڑکی مجھے پسند ہی نہیں آتی۔ بلکہ آپ ہی اطلاع کریں ایک لڑکی پسند کر لیا ہے اور
یا بند ہونے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں۔“

اس نے بتایا مگر کہنے کا انداز کچھ ایسا عجیب اور صلیج مگر تہہ ہوا سا تھا کہ ماں اور باپ دونوں ہی بچ کر لڑکیاں سے
دیکھتے رہ گئے۔ اور جب غیب منصور نے اجاگرت آگھیرنے والی خوشی سے مرشار ہو کر اس خوش نصیب لڑکی کے ہاتھ
سے استفسار کرنے کی عرض سے کچھ بوجھنا چاہا تو لگا کہ اس سارے استفسارات سمیت خالی ٹولی ہی کو طے میں کچھ لگا رہا
چاہتا تھا۔

اس دن نوچ کلمہ چھٹی کے سلسلے میں سات کو ڈر تھا اور نازش دہندہ تو سر پہر کو ہی آگئی تھیں اور کھٹکھٹوں کی نیادی اور
بڑا حالت زہنت کو سکون سے بچنے سے بات کرنے کا موقع ملا تھا نہ شوہر سے کراہت گئے کھٹکھٹوں میں رہے تھے اور
نہ سب کو نیست کرنے کے بعد ساری چیزوں کو قرینے سے لگو کر وہ اپنی خواب گاہ میں آئی تھیں تو کھٹکھٹوں کے مارنے ان
سے اتانگی نہیں ہوتی تھی۔

پندرہ ہی ایسی نوت کر دینے لگی کہ جلد جلد سے اس تبدیلی کر کے وہ بستر پر آگئی تھیں بشیپ منصور تو سدا سے ہی
پندرہ بہت کچھ دانت ہوتے تھے۔ گو وہ بھی بوی سے ذرا بیٹھی مگر سے میں آئے تھے مگر بستر پر بیٹھے ہی خزلتے لیٹنے لگے تھے
گناہ فریبہ دونوں میاں بوی بھول ہی گئے کہ ان کے ذہنوں میں کوئی سوال بری طرح کھلبلا رہا تھا۔ کیونکہ اگلے
ان شب منصور سہول تیار ہو کر اپنے آفس چل دیے اور زینت بیٹی اور نواسے کے چاؤ پر کھلونوں میں لگ گئیں
پندرہ لگی اندرونی کا قاعدہ تھا کہ وہ آفس جاتے ہوئے کھڑے کھڑے بوی اور بچے کو کھڑا دیکھ کر جانا تھا اور
نہ نہ ناسا اور سر کے سرور سرسراں میں ہی کھاتا تھا۔ اور اس کی وجہ سے زینت کھانے میں کچھ زیادہ ہی
پندرہ کھاتا تھا۔ بولی بھی وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف نظر آتی تھیں اور نواسے کے سارے کام خواہ اپنے ہاتھ سے
پندرہ کھاتے تھے۔ اور وہ بچے کو سب کے ہاتھ ایک ہذا مانا کھلوانا تھا اس لیے سب کی تو بہ کام کرنا پڑتا تھا اور ایک گود سے
پندرہ بوی متعلق ہو گیا تھا۔ اور وہ سروس کے والدین بھی ہوتے کے دم و دم اتنے اور اس کی محبت میں آگیا
پندرہ کھاتے تھے۔ سر میں کا نہیں نہیں جھٹکا تھا کہ وہ کسی طرح پہوا اور ہوتے کو اٹھا کر گھر لے جاتیں اور باڑوں ہی باڑوں
پندرہ ناسا کی نواس کا اظہار کرتی تو زینت یہ کہہ کر کہ میں منصور سے دن کا نو معاملہ ہی ہے پھر تو آپ کی پہوا اور ہوتا ہونے
پندرہ ناسا کی نواس سے گان کی اس خواہش کو رد کر دیتیں۔ اور سرسراں واسے بھی ذرا اور کچھ دیکھتے آتے اور نیکے ولے
پندرہ صاحب بھی۔

پندرہ سکون دیکھوئی سے جیسے کامر قح ہی نہیں ملا تھا جو وہ بیٹے کی بات پر غور کرتیں یا اس سے ہر پوچھتیں کرتی

نے کس بڑی کا انتخاب کیا ہے۔ یاد رہی کون سی عرض نصیب اور دنیا سے زانی لڑکی ہے جسے اپنی زندگی کا شکر شامل کرنے کا تم نے فیصلہ کیا ہے۔

کچھ موضوع ہی دیکھا تھا جو ایک دم ہی ان کا خیال اس منگے کی طرف چلا گیا تھا۔ اصل میں تو وہ غور و فکر پر پہلے بھی بار بار گفتگو ہو چکی تھی۔ مشورے نے ناپید ہوا اور پرتے کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا تھا اور سننے سے انہیں وہی مہذب رویہ کیا تھا جو ان کے اس مطالبے پر نہ کر رہی تھیں۔ اور ان کے اس جواب پر سنیو فر نے کہا تھا۔
"مہم تو اس سے تم گڑھے کے اٹنے عادی ہو گئے ہیں آئی کہ جب آپ ایسا لوگو اور اسے ساتھ لے جائیں تو وہ بہت پس کرے گی۔"

"ارے تم تو تیرے بھائی کی جیسی ہو۔ یہ تو اٹھ کر میرے وقت میرے کھیلنے سے بگاڑ رہا ہے میری سہولتوں کو دھیال جانے کے بعد مجھ پر کیا بیٹے کی ازینت داوی کی گود میں بیٹے نواسے کی پیشانی اور چہرہ کر رہی ہیں۔ اب نواسہ نواسی کو بیٹی کی طرح پر اسے گھر کے ہی ہونے میں بھائی جان آپ بھی ہوئے آئیے تو آپ کے گھر سے غلطی میں کلکاراں کو گئے گلیں گی، مشورے میں کر رہی ہیں۔ تب معاف ازینت کو بیٹے کی بھی بات یاد آئی۔ مگر ان کے گھر پہلے ہی ناز پر رہی تھی۔

"امی جان، مجھی کے میں میں ہوتا تو اب تک ہو گیا وہ میں پر تاپتی ہی ہو چکے ہوتے ان کے گھر بھائی جان کو کوئی نواز پسند نہیں آتی جب کہ امی تو انہیں ایک سے ایک بڑھ کر خوب صورت لڑکی دکھا چکی ہیں۔"
"ارے نہیں نازو سب اب باب اس معاملے میں کافی سیریس ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تو شاید کوئی لڑکی ہی پسند کر دے ازینت نے کہا تو نازو اور نیلو فر دونوں ہی حیرت اور مست سے اچھل سمی پڑ گیا۔
"بابا۔ کیا تمہی تو دونوں نے بھی ایک زبان ہو کر کہا۔"

"ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ نہ کچھ ہی دنوں میں ہمارے بڑی کے کہنے پر خود بابا نے بھی بیجا تھا کہ اب وہ نواز کے بارے میں سیریس ہیں اور انہوں نے کوئی لڑکی ہی پسند کر لی ہے۔ ازینت نے بتایا۔
"پچھلی دنوں میں کہا تھا اور آپ اب تک خاموش ہی بیٹھی ہیں۔ وہیں بتایا تک نہیں۔ وہ امی کی یہ کیا بات ہوئی ان کے شکوہ سا کیا۔"

"ارے تو اس روز کے بعد سے فرصت ہی کہاں تھی۔ بلکہ پھر سے تو دونوں ماں بیٹے کے کاموں میں یاد ہی کہاں رہا۔ ازینت قدر سے تمہی سمی ہو کر رہی ہیں۔"

"مگر امی وہ نہ ہی ہے کون۔ آپ نے بھائی جان سے یہ نہیں پوچھا تو نیلو فر نے سوال کیا۔
"نہیں۔ اس روز کے بعد سے بابا کے ساتھ بیٹھنا ہی کب نصیب ہوا۔ اور ہمیں سخت مصروف رہی اور ہمیں یہیں ڈبل ڈبل پوری انجام دیتے رہے۔ پتا نہیں یہ ہماری قوم کب سدھرے گی۔ خود ہی آپ میں لڑکر جانیں گے تو ان کی ذہنی ہوتی ہے۔ نہ حکومت کا کچھ بگڑنا ہے نہ وہ مردوں کا۔ البتہ زمین کی مرہم ہی کرنے میں مصیبت ہے جانتے ہی کی آتی ہے؟"

"اوہو۔ چھٹی بیٹی جان آج کل اتنی دیر سے گھر آتے ہیں؟ نیلو فر بولی۔
"غیر۔ اگر آپ کو پوچھنے کا موقع نہیں ملا تو میں آج ہی معلوم کر رہی ہوں بھائی جان سے خواہ وہ تمہی کی کیا بات آئیں۔ کیونکہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے بلکہ بہت بڑی خوشخبری ہے یہ بھائی جان کا کسی کیسٹ کو لینے سے پہلے ہوئی تھی۔ ہوں۔ ناز پر وہ جیسے سے انعام نہیں ہوئی۔ اس کا چہرہ بھی خوشی سے بھرا ہوا تھا۔
"ہاں سمجھتی ہے یہی خوشی کا مقام۔ ہمارا بھی ایک ہی بیٹی ہے جتنی خوشی دینا تو کہہ رہی ہوگی نازو کے کہہ کر انہوں نے ہاتے سجائی تھی۔ میں تو ماریوں، مہندی، شادی اور دیکھ کے لیے قابل ذہل ڈریسنگ ہاؤس کی اور تے میں نے نیلو نے بھی خوش ہو کر کہا۔
"لیجیے انہیں امی سے کہتے اور زینور کی پرکھی، نازو نے ہنس کر کہا تو مشورے بھی بیٹھے لگیں۔
"اصل میں انہیں کپڑوں کا بہت کرنا ہے امی جان، جیسی تو اتنے بے شمار ڈریسنگ ہوتے ہیں۔ جی ان لوگوں میں سے"

یوں ہی بولے۔ شادی میں تو سنے کہنے ہی بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔ نازو وغیرہ نے بھی ایک سے ایک بڑھ کر ڈریسنگ میں تیرے بیٹوں کا حق پڑتا ہے۔ نازو کی سانس لڑنا ہو رہی ہے۔

پرتے سے امی نے وہ بیٹوں اور زیور سے کہا میں تو اس اتنی بڑی خوشی میں بھائی جان سے ان کی مرہم نہ بھی ہتھیالوں گی۔ کیونکہ مرال نازو نے بھائی جان کو کئی گاڑی لے لی تھی۔ نیلو فر کچھ زیادہ ہی ترنگ میں آکر بولی۔ ازینت نے جڑ بڑھ کر نازو کی طرف سے کہا
"ارے تارا نے کے سے نازو میں رہیں۔"

ارے تارا نے خیالات میں ہنکارے نیلو فر بلکہ تھارے دماغ میں یہ خیال آیا کیسے کہ تھارے بھائی جان کو کس مرال میں کیسے وہ بات خیالات میں ہنکارے تھی انہوں نے دسے دیں گے ہی کیا کم ہوگا۔ اور ہماری تو کچھ ڈھانڈھ ہی نہیں ہوں گی۔ یہ سنان میں کار لے گی۔ ارے وہ اتنی اتنی انمول تھی دسے دیں گے ہی کیا کم ہوگا۔ اور ہماری تو کچھ ڈھانڈھ ہی نہیں ہوں گی۔
بہن خیر سے بلا لگا کر اسے سب سے بہت ہو گا۔ ازینت نے مشورے کو سنانے کے لیے جان کر یہ بات کہی۔
"امی! مرال کی طرف سے نازو کے مطالبات کیسے کئے تھے اور شادی کے بعد بے دے الفاظ میں داماد کو کار نہ دینے پر نازو کو کرا ل تھا۔ مشورے نے زینت کی باتوں کا مفہوم سمجھ ہی نہیں اس لیے انہوں نے صرف اتنا ہی کہا۔
"ہاں بھی کسی بے جا پریشانی نہیں ڈالنا چاہیے۔ کیونکہ نازو کی دل سے جو کچھ بھی دیتے ہیں اپنی حیثیت کے مطابق ہی دیتے ہیں۔"

اصل میں امی جان یہ نیلو فر میں اپنے بارے میں ہی سوچنے کی عادی ہیں۔ انہی نازو کو گھنے کا ان میں شعور ہی کہاں ہے۔ نازو نے ہی ایک عرصے ان کے لئے ہے۔ نیلو فر بھی سمجھ گئی تھی کہ ماں اور بہن کس وجہ سے لٹا رہی ہیں۔ خود ہی امی جان نے اسے سمجھانے کی عرض سے بولی۔

"وقت تو آپ دونوں نے تو ایک ذرا سی بات کو اتنا میری دلے لیا اور وہ میں نے تو تو نہیں خوشی میں ایک اسٹوڈیو بنا کر دیا تھا۔ میں بھی جیسا بھائی جان اپنی مرہم نہ ہی کو دے سکتے ہیں۔
"نیلو فر نے نازو سے کہا ہے کہ پہلے تو نیلو فر بولی۔ تو تم ہی جیسی ہے وقت کے لیے کہا ہوگا۔ نازو نے ہنس کر گویا اتوں کو ڈھانڈھانے کی عرض سے کہا تو زینت بلا وجہی ہنسنے لگیں۔ سمجھی تھیں کہ میں داخل ہوئی۔ اس کے سمس زینور ہے تھے۔ اس بیان ان کتاب کا لڑائی ہو گئی تھی۔ اور اس وقت میں بڑھ کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی نیلو فر دونوں ہی سے چلاتی۔

"ارے سنیو فر! تھارے سے ایک بڑی ہی ڈھانڈھ ہے۔
"اور نیلو فر بھی تو کوئی بات اپنے بہت میں بجا لیا کرو۔ یہ کوئی اگلی بات تو نہیں کہ جو بات سنی اسے فوراً ہی بھڑک رہا ہے۔
"سنانے کہ وہ نازو نے فوراً ہی اسے تو لگا۔ اصل میں تو نازو بھی اس بات کو اٹھانے کے ماز میں رکھنا چاہ رہی تھی۔
"اور وہ کیا۔ کوئی اور بات ہوئی تو اسے ضرور یہ بتا دیتی لیکن۔ بات۔ اگر اسے بجا یا تو یقیناً مجھے شدید قسم کی ڈیسنٹری ہو جائے گی۔ نیلو فر نے جن پہلے ہی سے کہا مشورے کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ازینت بھی مسکرائے گئیں۔
"مگر انہوں نے اتنی کیا بات ہے ایسا جو آپ مجھ سے چھپانا چاہ رہی ہیں؟" نیلا نے نازو کو مخاطب کر کے گلہ آمیز سے لہجے میں کہا۔

ارے سنیو فر!۔۔۔ امت بوجھنا۔ اب مسکرتے ہے ایک دم۔ نازو دنیا کا جتنس بڑھانے کی عرض سے بولی۔
"سنانے کہ وہ نازو نے فوراً ہی اسے تو لگا۔ اصل میں تو نازو بھی اس بات کو اٹھانے کے ماز میں رکھنا چاہ رہی تھی۔
"اور وہ کیا۔ کوئی اور بات ہوئی تو اسے ضرور یہ بتا دیتی لیکن۔ بات۔ اگر اسے بجا یا تو یقیناً مجھے شدید قسم کی ڈیسنٹری ہو جائے گی۔ نیلو فر نے جن پہلے ہی سے کہا مشورے کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ازینت بھی مسکرائے گئیں۔
"مگر انہوں نے اتنی کیا بات ہے ایسا جو آپ مجھ سے چھپانا چاہ رہی ہیں؟" نیلا نے نازو کو مخاطب کر کے گلہ آمیز سے لہجے میں کہا۔

ارے سنیو فر!۔۔۔ امت بوجھنا۔ اب مسکرتے ہے ایک دم۔ نازو دنیا کا جتنس بڑھانے کی عرض سے بولی۔
"سنانے کہ وہ نازو نے فوراً ہی اسے تو لگا۔ اصل میں تو نازو بھی اس بات کو اٹھانے کے ماز میں رکھنا چاہ رہی تھی۔
"اور وہ کیا۔ کوئی اور بات ہوئی تو اسے ضرور یہ بتا دیتی لیکن۔ بات۔ اگر اسے بجا یا تو یقیناً مجھے شدید قسم کی ڈیسنٹری ہو جائے گی۔ نیلو فر نے جن پہلے ہی سے کہا مشورے کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ازینت بھی مسکرائے گئیں۔
"مگر انہوں نے اتنی کیا بات ہے ایسا جو آپ مجھ سے چھپانا چاہ رہی ہیں؟" نیلا نے نازو کو مخاطب کر کے گلہ آمیز سے لہجے میں کہا۔

ارے سنیو فر!۔۔۔ امت بوجھنا۔ اب مسکرتے ہے ایک دم۔ نازو دنیا کا جتنس بڑھانے کی عرض سے بولی۔
"سنانے کہ وہ نازو نے فوراً ہی اسے تو لگا۔ اصل میں تو نازو بھی اس بات کو اٹھانے کے ماز میں رکھنا چاہ رہی تھی۔
"اور وہ کیا۔ کوئی اور بات ہوئی تو اسے ضرور یہ بتا دیتی لیکن۔ بات۔ اگر اسے بجا یا تو یقیناً مجھے شدید قسم کی ڈیسنٹری ہو جائے گی۔ نیلو فر نے جن پہلے ہی سے کہا مشورے کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ازینت بھی مسکرائے گئیں۔
"مگر انہوں نے اتنی کیا بات ہے ایسا جو آپ مجھ سے چھپانا چاہ رہی ہیں؟" نیلا نے نازو کو مخاطب کر کے گلہ آمیز سے لہجے میں کہا۔

”ہائے کیا تھا مگر یہ بیٹلانے خوشی سے کھینٹے ہوئے چہرے کے ساتھ ہاں سے تصدیق چاہی۔

ہاں کہا تو انہوں نے ہی سے ”زینت نے گھم سا جواب دیا۔

”اچھا۔ یعنی بھائی جان نے خود کہا ہے؟ بیٹلانے تجھ سے انداز میں پوچھا۔

”ہاں بھئی تو کیا اپنے دل سے گوارا کر رہے ہیں۔ بھائی جان نے خود ہی اور ٹوٹے کا کوتاہی ہے۔

خوش ہو رہے ہیں؟ بیٹلو نے ہنس کے ہلکا سا ہنسنے پر زور دے کر بولی۔

”اسے نہیں جو میں تو اس لیے پوچھ رہی تھی کہ کیا بھائی جان نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ کس لڑکی سے ملنا چاہتا ہے؟

بیٹلانے گویا ہلکا سا ہنسنے کی وجہ بیان کی۔

”نہیں۔ یہ تو نہیں بتایا۔ زینت بولیں۔

”وہ کمال ہے مگر۔ اگر انہوں نے نہیں بتایا تو آپ کو خود ہی پوچھ لینا چاہیے تھا کہ سب سے اہم اور نیا لڑکا

یہی تھی؟ نازو نے کہا۔

”ہاں۔ مگر اس وقت کچھ موقع ہی ایسا تھا۔ شام کو چھٹی کی دعوت تھی اور سپر ٹیکسٹ ماسٹرز کا اور ٹیچرز کا

جب بابا نے یہ فریجری سٹائی تھی؟ زینت دل ہی دل میں اپنی اس جھجک پریشانی ہی کو کر بولیں۔

”لیکن کیسا لٹو بابا کی مشیگر نہیں ہیں ہم سرسری سے ہانڈ لیا تھا جنہوں نے پوچھ ہی لیا۔

”اور ٹیچرز۔ خدا ناک ہے؟ زینت کے منہ سے بڑی بے ساختگی میں نکلا۔

”تھکیوں کیوں۔ کیا کوئی ایسی دلچسپ بات ہے؟“ زینت کے خدا ناکہ کرنے پر سرسری نے انسانی کیفیت سے بچ کر

زینت کو خدا ناکہ کر کے کہتے ہی غلط فہمی نہ دل جانے کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے جلدی سے بات بتانی۔

”نہیں شہر۔ وہ تو بہت ٹیک اور باری کی بچی ہے۔ مگر مجھ میں سے ہی کسی سے متوجہ ہے؟“

”ہائے کیا ہے۔ مگر تم نے تو میں کو بھی نہیں بتایا نازو۔ سرسری کو سب میں جہت پوری تھی۔ انہوں نے نازو کو

”ہاں ای جان سبھی ایسا مونیو سبھی نہیں نکلا اس لیے نہ بتا سکی ہوں گی؟“ نازو نے انصاف سے کام لیتے ہوئے

ان کے شکوکے کا جواب دیا۔

”خیر ایسا اگر آپ لوگوں سے کسی کو نہیں معلوم تو میں ایک ذریعے سے ابھی ابھی یہاں گوارے کو فون سے معلوم کر

نیلا جو ان سب کی گفتگو سے جہت نازو کی کھڑی دماغ اڑا رہی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

”کیا۔ کیا معلوم کر سکتی ہو؟“ بیٹلو نے بڑی ہی بے چارہ سے پوچھا۔

”بھائی جان کی پسند؟ بیٹلانے فون سین پھلا کر کہا جیسے امریکہ کو دریافت کرنے کا سہرا ہی کے سر پر

”اچھا تو کیا تم پر ابہام وہاں ہی ہونے لگا ہے؟ بیٹلو نے اس کی بات کو اس کا بھینٹا تو روہتے ہوئے کہا۔

”بھئی۔ تم نے پھر نوک جو ٹیک شروع کر دی۔ بیٹلے ان سے یہ تو معلوم کرو کہ یہاں کھڑے کھڑے کھڑی کی پوچھ

کیسے کچھ بتا سکتی ہیں؟ نازو نے بیٹلو شہر کے نظریہ انداز پر اسے روکنے کو کہا۔ زینت جو بڑی دلچسپی اور فون سے

گتگو کر رہی تھیں انہوں نے مسکرا کر سرسری کی طرف دیکھتے ہوئے نیٹلا سے پوچھا۔ ”ہاں بھئی بیٹلو تو کون سا لڑکا

”مونیو کیا ہے۔ میں ابھی کون کون کر کے پوچھ رہی تھی ہوں؟“

”کون کون کر کے؟“ دو دونوں بڑی بیٹوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”جی ہاں کون کون کی ڈیپریسٹرز؟ بیٹلانے شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”مگر بھائی جان کی پسند کے بارے میں ابھی کون کون کیسے کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟“ نازو نے بہن کی بات کو مذاق پر

کرتے ہوئے پوچھا۔

”یہ ناپ سکرت ہے بھائی جان کی؟ بیٹلانے شہر سے انداز میں بولی۔

”چلو بھئی سرسری کی۔ یہ کہو کہ نہیں بے خوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو؟“ نازو نے وار سے اسے دانے سے

”ارے نہیں تو تیرے۔ اب اتنی بھی گستاخ نہیں ہوں کہ اپنے بڑوں کو بے وقوف بناؤں۔ ٹیک ہے اگرچہ

بات کا لینے نہیں آ رہا ہاں لیکن کون کون کر کے ان سے پوچھ لیتی ہوں؟ بیٹلانے ایک دم ہی سنجیدہ ہو کر بولی

”ہاں بھئی۔ یہ ہے۔ سپور اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

منہ پر ہنسے۔ یہ سب اور یہ سے ڈائل۔ اب مقولہ ہی سی انگلیوں کو زحمت دے دیجیے؟ بیٹلو نے نازو کے

زخم میں ہوئی۔
"ہاں ہاں حق کیوں نہیں ہوتا۔ گزری تھی تم پر ہمارا طبیعت سے واقف ہی ہو۔ اگر انہیں کوئی بات ہو گی تو تم سے
شادی کرنے سے ہی پھر جائیں گے۔ اسی لیے میں نے تم سے کہا ہے کہ میں خود ہی کوئی رضوانی بات نکال کر لڑائی کے بغیر ہاتھ دھو
زینت نے سہما۔
"مٹی آپ کے تو بھائی جان کا بالکل ہی برابر بنا کر رکھ دیا ہے۔ سگے بھائی تو وہ گھٹتے ہی نہیں۔" مٹا کی طرف بڑھتی
نے طنز سے کہا۔
"ارے میں نے نہیں میری قسمت نے بنایا ہے۔ جھلا نہیں مٹی کی طبیعت مٹا کی مٹی کی جس کا لگاؤ مٹا مٹا کر ہے
ہیں چاہئے۔" زینت آگے بڑھ کر کہی۔
"خیر مٹی فکر نہیں انشاء اللہ شادی کے بعد بھائی جان بالکل درست ہو جائیں گے۔"
"شادی کے بعد نہیں بلکہ تم ہی وہ ہی کے بعد۔" زینت نے کہا۔
"گورنر جان سے تو اب ان کا کوئی معاملہ رہا ہے نہ رابطہ۔ پھر جھلا داناں جان کی مٹی کا اتار لینا کرے سگے بھائی
"ارے بھئی وہ بڑھیا نہیں پوری آفت کی پڑیا ہے۔ وہ وہ بیٹھے بیٹھے ہی اپنی کارگزاریوں میں مصروف رہتی ہے یہ بیٹھے
مٹی مصروف کے خط آتے ہیں یا بائیسے پاس۔" زینت نے کہا۔
"شکر ہے میری ساس تو بہت ہی اچھی ہیں ایک دم اپنی ہی طرح۔" نازہ ایک گہرا سانس لے کر بولی۔
"ہاں اس لیے کہ وہ تمہاری مٹی ساس ہیں۔" زینت نے بولی۔
"مٹی۔" اچھا آج بہت دور دے رہے تھے گھر پہنچے پر۔ میں بھی تیار ہو گئی تھی مگر بھائی جان کی شادی کی خوشیاں
ہی نہیں چاہا یہاں سے جانے کو۔ کچھ ہی تھی خوشی پوری ہے کہ میان سے باہر ہے۔" نازہ نے دونوں مٹھیوں کی آؤٹا
اٹھایا رکھا۔
"ہاں کیوں نہیں ہوگی۔ خدا سلامت رکھے ایک ہی تو بھائی ہے تمہارا۔ جتنی خوشی بھی ہو کہہ دے زینت کی کارگزاری
خوش ہو کر رہیں۔
"نہیں مٹی۔ میرے تو اگر اس بھائی کی ہوتے تو بھگتے سب کی خوشی اتنی ہی عزیز ہوگی۔" نازہ پرورد نے کہا۔
"بھئی سے اپنی بات ادنیٰ رکھنے کی عادی تھی۔
"اسے بے دس بھائی۔" زینت بیٹھے رہا تھا کہ وہ بولیں اور پھر زور زور سے بیٹھے لگیں۔ انہیں اس وقت عرف نازہ
کھانا کھلنے کی پڑی تھی۔ کیونکہ ایک تو اس کے کھانے کا دستہ ہو گیا تھا اور دوسرے وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ بھائی کا کھانا کون
کے ساتھ کھانا کھائے۔ انہوں نے مٹیوں سے کہنے کو تو کہہ دیا تھا کہ بھائی شادی کے لیے رفا مند ہے۔ اور اپنے بھائی
یہی تلاش کر چکا ہے۔ مگر وہ اس معاملے کی سمت پر تھیں نہیں رکھتی تھیں۔ اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ جس وقت بیٹے نے
اکشاف کیا تھا کہ وہ شادی کرنے پر تیار ہے بلکہ اس نے ایک لڑکی بھی ڈھونڈ لی ہے۔
اس وقت بچپن میں بڑی تلخ جوہری مٹی کی گودوں ہی مان بیٹے غصے کی حالت میں تھے۔ اور اس صورت حال سے بڑھ
شعبہ منصوبہ نے جب اس کی مٹی تیز پائی تو اس پر زینت سے کہا تھا کہ بیٹا اب وہ اپنی نہیں سنا رہا تھا۔
پانڈہ کرنے کا انتظام کرو۔ تب اس نے جس سب دیکھے میں انہیں بتایا تھا کہ وہ شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔
نے لڑکی بھی تلاش کر لی ہے۔ اس سب وہ بھی میں خوش کیا احساس یا لگن شامل نہیں تھی۔ بلکہ وہ بچپن ہی سے ہوا جواب
اور کسی نیچے پر نہیں تو بڑی بات زینت ابھی تک بے اندازہ نہیں لگا سکتی تھیں کہ آج بیٹے نے یہ بات سمجھ گئی ہے کہ
اور یہی وجہ تھی کہ ایک ہفتہ گزر جانے کے باوجود وہ بیٹے سے جس کی بات کی تصدیق نہیں کرتی تھی۔ اصل میں وہ ان کی
بیٹا ایک سگے ان سے دور دوری رہا تھا۔ وہ اس کو خود سے ٹریک لانا چاہتی تھیں۔ اس لیے اس کی مٹی کے خلاف کوئی
تھیں نہ اس کے معاملات میں دخل دیتی تھیں۔ گویے گورام کرنے کا طریقہ کار غلط ہی تھا کیونکہ مٹا کو نہ کسی کے خلاف
پر نافرمان سے نافرمان اور لڑنے سے بچنا پڑتا ہے۔ مگر ان کا سوچو وہ طرز عمل بھی مٹا کے ہی تقاضوں پر مبنی تھا۔
بہر حال اس رات وہ اس انتظار میں تھیں کہ زونٹی سے واپس آنے کے بعد کوئی مناسب موقع نکال کر بیٹے سے اس کی شادی

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور اصل میں ان دونوں کراچی کے مصافحات میں شریک نہ ہونے کے باعث انہیں یہ سب
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں
نہیں سے اختلاف ہو کر رہی تھی۔ اور چنگہ شہر کے ایک بڑے ہسپتال سے منسلک تھا۔ اس لیے ہسپتال میں آنے والے زخمیوں

”بہنہ! میں نے اسے پوچھا کہ کیا اس کا نام بھی پوچھا ہی چلا جائے گا۔ جبکہ تمہاری اصلاح کو وہ سنا سکتا ہے۔“

”نارو نے برا مانتے کے باوجود مدت سے کام لیتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ اصل میں پوچھنا ایک چھوٹا سا سبب تھی۔ اور کوثر لڑائی گزارنے کے بعد کوثر نے ہی کوئی تھی۔ نارو نے اسے سنا سنا کر بات نہ کر سکی اور روتے رہنے لگی۔“

”وہ میں کسی رٹے سے نہیں تو اسے پوچھنا نہیں کہتی ایسا بلکہ وہ جسے ہی بہت پیارا بنا لیں پوچھنا کی طرح نہ کوثر نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”اچھا جیڑو۔ جو ہی چاہے کہہ لو۔ لیکن اس کا اصل نام شارع احمد ہے۔ اچھا ایک بات تو بتاؤ۔ نارو۔ بیانی کی پسند وہ لڑکی کے بارے میں جاننے کے لیے چہین ہو رہی تھی۔ اس لیے اس نے کوثر کو پوچھا۔“

”کوثر نے بات۔ پوچھنے پر چھا۔ مگر نارو نے ایک ہی پوچھتا مناسب نہیں سمجھا۔ بلکہ اس بات کی تہہ نہ ہونے لگا۔“

”معلوم تھا ہے بیانی جان نے شادی کے لیے رضامندی دے دی ہے۔“

”ہاں کیا واقعی؟ کوثر نے خوش ہوئے سے زیادہ تخریبی ہو کر پوچھا۔“

”ہاں سچی واقعی۔ بلکہ انہوں نے تو اپنے لیے لڑائی ہی پسند کر لی ہے۔“

”اور تیری بیٹی کو لڑکی ہی پسند کر لی انہوں نے؟“ کوثر نے پوچھا مگر اس کے لیے میں ذرا کسی بھی چیز کو اپنی بارشیا نہ تھا۔“

”ہاں۔ بس تم کہتی ہو اسے اس لڑکی کا نام بتاؤ۔ نارو نے کہا تو کوثر خاموش ہو کر رہی۔“

”وہ بات تو یعنی کہ میں بتاؤں لڑکی کا نام ایسا ہے۔“

”ہاں، نیلما تو یہی کہہ رہی تھی کہ میں لڑکی کو بیانی جان نے اپنے لیے سلکٹ کیا ہے۔ اسے تو اچھی طرح جانتی ہوں۔ یہی جانتے کے لیے تو مجھے کئی بات کہنی پڑی تھی۔ نارو نے کہا۔“

”اچھا نیلما آج تک تمہارا کونسا نام ہے؟“ نارو نے کہا۔ ”میں نے کہا کہ اس کے چھوٹے کا کوئی ٹوٹن ہے۔“

”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔

”کوثر نے کہا اس انداز میں اپنی لڑکی کا نام لڑکی کی بات کا یقین ہو کر لگا رہا۔ اس کے باوجود اس نے کہا۔“

”ہاں نیلما تو تمہاری بہن ہے۔“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔

”بہنہ! میں نے اسے پوچھا کہ کیا اس کا نام بھی پوچھا ہی چلا جائے گا۔ جبکہ تمہاری اصلاح کو وہ سنا سکتا ہے۔“

”نارو نے برا مانتے کے باوجود مدت سے کام لیتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ اصل میں پوچھنا ایک چھوٹا سا سبب تھی۔ اور کوثر لڑائی گزارنے کے بعد کوثر نے ہی کوئی تھی۔ نارو نے اسے سنا سنا کر بات نہ کر سکی اور روتے رہنے لگی۔“

”وہ میں کسی رٹے سے نہیں تو اسے پوچھنا نہیں کہتی ایسا بلکہ وہ جسے ہی بہت پیارا بنا لیں پوچھنا کی طرح نہ کوثر نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”اچھا جیڑو۔ جو ہی چاہے کہہ لو۔ لیکن اس کا اصل نام شارع احمد ہے۔ اچھا ایک بات تو بتاؤ۔ نارو۔ بیانی کی پسند وہ لڑکی کے بارے میں جاننے کے لیے چہین ہو رہی تھی۔ اس لیے اس نے کوثر کو پوچھا۔“

”کوثر نے بات۔ پوچھنے پر چھا۔ مگر نارو نے ایک ہی پوچھتا مناسب نہیں سمجھا۔ بلکہ اس بات کی تہہ نہ ہونے لگا۔“

”معلوم تھا ہے بیانی جان نے شادی کے لیے رضامندی دے دی ہے۔“

”ہاں کیا واقعی؟ کوثر نے خوش ہوئے سے زیادہ تخریبی ہو کر پوچھا۔“

”ہاں سچی واقعی۔ بلکہ انہوں نے تو اپنے لیے لڑائی ہی پسند کر لی ہے۔“

”اور تیری بیٹی کو لڑکی ہی پسند کر لی انہوں نے؟“ کوثر نے پوچھا مگر اس کے لیے میں ذرا کسی بھی چیز کو اپنی بارشیا نہ تھا۔“

”ہاں۔ بس تم کہتی ہو اسے اس لڑکی کا نام بتاؤ۔ نارو نے کہا تو کوثر خاموش ہو کر رہی۔“

”وہ بات تو یعنی کہ میں بتاؤں لڑکی کا نام ایسا ہے۔“

”ہاں، نیلما تو یہی کہہ رہی تھی کہ میں لڑکی کو بیانی جان نے اپنے لیے سلکٹ کیا ہے۔ اسے تو اچھی طرح جانتی ہوں۔ یہی جانتے کے لیے تو مجھے کئی بات کہنی پڑی تھی۔ نارو نے کہا۔“

”اچھا نیلما آج تک تمہارا کونسا نام ہے؟“ نارو نے کہا۔ ”میں نے کہا کہ اس کے چھوٹے کا کوئی ٹوٹن ہے۔“

”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔

”کوثر نے کہا اس انداز میں اپنی لڑکی کا نام لڑکی کی بات کا یقین ہو کر لگا رہا۔ اس کے باوجود اس نے کہا۔“

”ہاں نیلما تو تمہاری بہن ہے۔“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔ ”نیلما؟“ نارو نے کہا۔

”اسے تو ایسی کہ زائل بات ہے جو میری برداشت سے باہر ہو گئی ہاں تو اگر کسی غریب گھر لے گیا تو کوئی کیا ہوگا تو ہماری مجال نہیں ہوگی کہ ان کی مخالفت کر سکیں۔“
 ”میکن کاٹن انہوں نے کسی غریب گھر لے کر لڑکی کو ہی پسند کر لیا ہوتا مگر میں نے ناز سے کہا تو زینت اس کی زبان سے کہہ لیں۔“
 ”آخراً تم کو کیا کیا چاہ رہی ہو نازو۔ یا پھر شہنا کی طرح مجھے صبر پڑنا دینا چاہ رہی ہو۔“ زینت نے غصے سے اس کا شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے میں بھلا آپ سے مذاق کروں گی مگر میں تو اس وقت اپنے اندر اتنی ہمت ہی نہیں پارہی کہ اس پر آپ کو تاسکوں۔“
 ”مگر آخراً ہی کیا بات ہے۔ کچھ بتاؤ تو مجھے جتنا اچھے۔ زینت زنج ہو کر رہیں۔“
 ”بات ساری یہ ہے کہ بھائی جان نے اپنی لالچ پارٹنر کے طور پر سلوٹ کو پسند کیا ہے۔“
 اور سلوٹ کا نام سن کر زینت کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی انہوں نے غصے سے کہا کہ کیا بائیں اور بائیں جی نہیں آگے مگر اور متہنگنا کھلا رہ گیا۔ مگر انہوں نے جلد ہی اپنی اس شوگر ذرہ کی کیفیت پر توجہ پڑا کر کہا۔
 ”یہ جی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی نہ کوئی اپنی نوعیت جتنا سبک پڑا بلائی ہو۔ یوں میں وہ اچھی جی ہی ہے۔ اس کی بات کیا اعتبار۔“

”وہ جی نہیں آزاد خضار کی پروردہ وہ بڑی کھجور لڑائی ہے۔ اور ہماری اس نے کچھ دیکھا ہوگا تبھی تو کہہ رہی ہیں سلوٹ کو کہہ رہی تھی کہ بھائی جان سلوٹ کو بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ اور اس بھائی جان کے بارے میں وہ اس کی غرض وادارہ بات کر رہی تھی۔“
 ”بلالہ نے کہا تو زینت، چوب ہو کر اس کی صورت دیکھتے تھیں۔ ان کی نظروں میں معاف وہ سب کچھ ٹھیک ٹھیک کرتے کے باوجود بھی وہ لڑائی اور غفلت میں اڑا کر رہی تھیں۔“
 وہ اس قدر کہ سلوٹ پر اتنا مہربان ہونا۔

”موقعہ پاتے ہیں اس سے تنہائی میں گھر لے کر آئیں کرنا۔ چاند رات کی شب کو میری دو بیٹوں کو سلوٹ سے بے تعلقی سے بائیں کرنا دیکھ کر جو تک سی گئی تھی۔ مگر سہرا انہوں نے یہ موقع کو اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی کہ آخر وہ نافرمان نہ رہے اور ان کے گھر کی بھان۔ اس لیے بیٹا اس سے غلطی و مردت سے بات کر لیتا ہے تو اس میں ان کا کیا گستاہ ہے۔“

”وہ تو اور میری بہت ہی بری طرح دل پر لگاں گوری باتوں سے ہمیشہ جھم پوٹھی ہی سے کام لیتی رہی تھیں۔“
 مگر ایسا نہیں ایک ایک بات یاد آتی جا رہی تھی۔ خاص طور پر ایک پر دو لوگوں کا تہنائی میں بیٹھا ہونا۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ۔ اور وہ جتنا یاد آتی اور سوچی جا رہی تھیں انہیں اسی قدر سلوٹ پر غصہ بھی آتا تھا کہ ان کے خیال میں سارا قصور اور غلطی اس کا تھا۔

”اسی نے اپنی خوب صورتی اور مستحق بلکہ اپنی مظلومیت دکھا کر ان کے خوبصورت جوان لگاؤ اور خاص ہی بڑی ادک کے ایک بیٹے کو بھٹکانے کی کوشش کی تھی۔“
 کیونکہ اس نے با با کو پرچا یا ہوگا مان کی حوصلہ افزائی کی ہوگی۔

”بلکات کی لالچی سے فائدہ اٹھانے کی بھر پور کوشش، جی تو باپا ان آسانی سے اس کے دہم میں آئے۔ اور ایک طرف سے وہ با با کو بے وقوف میں ہتاقی رہی۔ اور اپنے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے با با کو کبھی نہیں بتایا۔ کسی چلتا اور دکھار لڑائی ہے۔ اور بدھ میں بھی تنب ہی تو با با کو اپنا دلوانہ چلا کر انہیں بھی گمراہی میں ڈال دینا چاہتی تھی۔ زینت پچ و تاب کھاتی ہوئی سوچتی رہیں۔“

”سب سے زیادہ غصہ تو انہیں اس بات پر آ رہا تھا کہ جب اسے معلوم تھا کہ وہ کسی دوسرے مرد کی ملکیت سے تھی تو ان نے یہ بات اس قدر سے کیوں نہیں پائی۔“ وہ ایک خوبصورت لڑکیا اس نے ان کے احساسات کا ان کے اپنے گھر میں۔

”پاپا ناکہ کئے۔“
 ”پاپا ناکہ کرنا چاہ رہا تھا کہ اسے جوئی سے کچھ لڑکھن سے باہر لائیں اور سب کے سامنے اسے خوب ذلیل و خوار کر دینے کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”یہ وہ نہیں حالت تھی اس خواہش کو عمل جامہ نہیں پڑنا سکتی تھی یا پھر وہ اسے معنوں میں ہی دبا کر نہیں کر سکتی تھی۔“

یوں۔
"کیوں کیوں سلوٹ بچاؤ کی کیوں ماری گئیں، اچھی صلی تو گورنر لیسر کر رہی ہیں، کمانڈے ساتھ تو لازماً ملے لیجئے گا۔"
"اے صرف گورنر لیسر کرنے سے کیا ہوتا ہے، یوں گورنر لیسر کا ناپا ہے تو انسان فٹس یا فٹہ پہ بھی کر سکتا ہے اور فٹہ نہ"

بات کچھ اور ہی ہوتی ہے اور یہ آواز سلوٹ کسب تک یہاں بھی رہے گی، زینت نے کہا تو شعیب منصور جو اس مسئلہ سلوٹ حالات سے واقف نہیں تھے ذرا اونچی آواز میں بولے۔
"بلکہ یہ آپ کسی بے موقع باتیں کر رہی ہیں جب کہ بات ہماری تھی سنی کی شادی کی ہے۔"
"بس کچھ ایک دم ہی سلوٹ کے ٹکڑے سے بے شکا نہ ہونے کا خیال لگایا۔ اور شاقب سہاٹی سب سے بڑی غلطی تھی جن کا کام کے شوہر کے ڈر سے اسے یہاں بھیج دیا ہے اور اس سے بڑی غلطی آپ یہ کر رہے ہیں کہ کسی کی ماں پر بڑا غبر کر آپ نے اپنے شوہر کو دکھا ہے۔ جتنی بڑا ماننے کی بات نہیں غلطی اس میں سلوٹ کی ہی ہے جو وہ اپنے لہجے شوہر اور شوہر کے ملکہ کے مہمان کی گھر چلی آئی تھیں۔ جب کہ ذرا ہی گھر ہی نہیں کروڑ تھی ہے۔ اب یہ بات اور یہ لہجہ سلوٹ سے دگنا ہے اور سلوٹ نے اسی وجہ سے اسے گھر لایا ہے۔ اور یہ تو آپ کی عزت کے لیے بھی غلطی کی اس لیے میرا مطلب ہے جب اس کے سلوٹ کو حاصل کرنے کے لیے شاقب سہاٹی کے یہاں فٹہ سے کہہ دے تھے تو وہ ہر سبھی کو دلا سکتا ہے یا پھر تانوفانی چارہ چوں کر سکتا ہے کہ آپ نے اس کی بیوی کو اس کی بلا عزت اپنے پاس لے کر لیا ہے۔ زینت شوہر سے ڈرنے کے باوجود بیٹھ کر سنانے کی عرض سے ساری باتیں کہہ گئیں اور بیٹھا جو اس کے لہجہ کی گے ہائے میں سوچا، ہاتھ جس کی حالت نازک تھی اور اپنی شادی سے متعلق ماں اور بہن کی گفتگو پر بھی کان نہیں دھرا تو ماں کے منہ سے سلوٹ کا نام سنتے ہی اس کے کان کھولے ہو گئے تھے اور جب اس نے ماں کی زبانی سنا کہ سلوٹ شادی کی ہے اور اپنے گھر چلی شوہر کو صرف اس لیے چھوڑے بیٹھی ہے کہ وہ اور شوہر کا ہے تو اسے یوں خسوس ہوا جیسے خون کو لایا۔ اس کے جسم کے آتش فشاں سے چاٹک پیر نکلا ہو۔

ہاں وہ ایک آگسٹی تھی، ایک بھڑکتی ہوئی۔
ہر شے کو بھڑکتی ہوئی آگ۔
جو تک نیت اس کے اندر ہی کہیں بھڑکی تھی۔
اور جس سے اس کا خون جوش کھٹا کھٹا کر بال کی صورت میں سر کی طرف آ کر ہاتھ۔
اور اس اور چڑھتے ابال کے زور میں وہ اچانک پلٹ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور شعیب منصور جو بڑی کی زبان کے جواب میں کچھ کہتے، دالے تھے۔
"دبانے سنی، کیا بات ہے انہوں نے اس کے متغیر ہوتے چہرے کو دیکھ کر تلویش سے پوچھا۔"
"تعلق ت جواب میں اس نے تڑپتے بہانے اور سب کو وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آیا۔
ان پر کسی آگ بھڑکی تھی ایک دم
جوش کھاتے خون میں کیسا ابال آ رہا تھا۔
کہ آنکھوں کے آگے بھی خون کی چادر سی تن تھی تھی۔
اور سر پر بھی خون سوار ہو گیا۔
اس لیے اس کا ہر احساس مت کی تھا۔
ماسا ہر شے کو فٹا کہ بیٹے کے احساس کے، ان آتنا بڑا صو کا۔ اتنا بڑا فریب وہ بھی تم نے کہا ہے سنی۔
وہ اپنے جڑوں کو بوری طرح بھیج رہا تھا۔
اس کی نظروں میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں پر تھیں جن پر نظروں کی جاسے اور بڑی سختی سے کھول اور بند کر رہا تھا اور کچھ اس کی لڑائیں میں وہ آخرت کی کٹاری کے خوبصورت چھتے کی طرف بڑھا۔ دراز کھولی اور اس میں رکھے اپنے ہاتھ پکھتے ہوئے ریوا لور، پر گرفت جباری۔

نے اور بڑے کے الفاظ کوئی متعینہ نظر کر کے بغیر اس کی سماعت میں آگے نہ بڑھے۔ کریم کے جانے کے بعد ایک دم ہی سمجھتا ہوں کہ اس کا راز کونسا ہے۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اب اس کا راز کونسا ہے؟ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس اس کی ساری کہانیاں ہیں۔

اس قدر بڑا اور باقاعدہ میں لیے اپنے کمرے سے باہر قدم لکھا ہی تھا کہ کریم جو خاصی تیز رفتاری میں اس کے کمرے کی طرف آ رہا تھا اسے دیکھتے ہی ہلاک۔

بابا صاحب! ہسپتال سے ڈاکٹر قمر کا فون آیا تھا، انہوں نے ابھی آپ کو بلا لیا تھا۔ بول رہے تھے کہ کبھی آپ کی حالت خراب ہے، جس سے تو ان سے بولا تھا کہ تمہیں بابا صاحب کو بلا کر لاتا ہوں، پر وہ بہت جلدی میں تھے میری بات بھی نہیں سنی اور کھٹ سے فون بند کر دیا، ایشیا کریم جہاں تک آیا تھا وہیں سے ہٹ گیا۔

ہر چند کہ اس سے وہ انتہائی غضب اور اشتعال کے عالم میں تھا بلکہ اس کے سر پر خون سوار تھا جیسا کہ ہمیں اس سے عاری ہو گیا تھا، اور میں اس کے ذہن میں تو ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا۔

اس کے سر پر تو ایک ہی دھن سوار تھی۔

دھوکے باز! بے وفا اور ہرجائی سلوٹ کو فٹا کر دینے کی دھن۔

اس کے سینے میں لینے پر والور کی ساری گویاں تار لیتے کی خواہش۔

لیکن ایسے خطرناک موقع پر اس کے کمرے سے باہر نکلنے ہی کریم نے اندر کہیں سے وار پورا کر اس سے کھ کھا تھا۔

اس کیسے کی کیفیت کچھ یوں تھی جیسے کوئی شخص خدشات سے بھر پور کوئی مہم مرکز نے جاری ہو اور اسے خطرناک قرار دیا۔

دیکھ کر اس کا کوئی درست کوئی بھی غواہ لے پاؤ اور بلند معنی ہلکا کر اس خطرے سے خیر واد کر دے۔ تو وہ اپنے غصے کی پیمیں کی، جس میں اس کی آواز نوس لیتا ہے، گراس کی بات کا مفہوم بعد میں ہی جانتا ہے۔ تو یہ کیفیت کی طرف سے کبھی ہونی ہی کریم نے اچانک وار پورا کر اسے فون سے اتارنے کی اطلاع ہی تھی اور اطلاع مارنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کو بڑا بڑا پیغام بھی سنا رہا تھا، لیکن چونکہ فیض و غضب نے اس کے ہوش و حواس کم کر رکھے تھے اس لیے وہ صرف کریم کی آواز ہی سن سکتا تھا، بعد تو یہی کہ اس نے کریم کی طرف نگہ اٹھا کر دیکھا تھا کہ یہ تھا بلکہ سامنے ہی رکھ رہا تھا۔

کریم لے سے پیغام دے کر واپس چلا گیا تو۔ وہ جس کے ہاتھ سے ہونے قدم کریم کے آجانے کی وجہ سے اس کے

"نہیں خیر، کم از کم باایان لائی اور غرض ڈاکٹر وند میں سے نہیں ہیں۔" زینت نے بیزاری لہجے میں کہا۔
"آکھوں ہی آکھوں میں اشارہ کر کے بولیں۔"
"موت نے لکھا نا کھا لیا ہے تو جا کر کچھ کو کھو، سلوٹو بھی تمہارے انتظار میں نہیں ہوں گی، اگر انہوں نے جسے منور لیا تھا پھر بھی کہاں تک بچنے کو سمجھا لیں گی؟"

تو نازو باپ سے صدمت کر کے فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کا رخ کیا، زینت بھی جیسے وہاں نہ رہے۔
"کچھ رات شب تصور کھا ناختم کر کے اٹھے تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور کمرے سے برقی اٹھانے اور کڑی نواں کڑی نواں سیدھی نازو کے کمرے میں آگئیں۔"

"کیا سلوٹو چل گئی؟" انہوں نے کمرے میں اور اچرہ تقریبی دوڑا کر نازو سے پوچھا۔
"جی ہاں۔ وہ تو اسی وقت چل گئی تھی۔"

"تو پھر آؤ ڈرا چل کر دیکھتے ہیں کہ یہیں کچھ مایاں کی شامت بلانے تو نہیں گئے؟"
"نہیں، تو ان کو سلوٹو کے معاملے میں اس قدر دلچسپی ہے کہ وہ نازو سے جو کس کران کی طرف دیکھا اور بولی۔"

"تو کیا کچھ ایسے بھی امکانات ہیں؟"
"ہاں، ہو تو سکتے ہیں۔ مگر کوئی نہ ٹوٹ نہیں کیا تھا کہ سلوٹو کی تعلق کھل جائے۔ پر بابا کے تو سکتے تھے، مگر وہ نہیں لے آئے۔"

"اب رکھا نا کھا اور باپ کی موجودگی میں ہی بلا کے تھے میرے اٹھ گئے۔"
"ہاں تو شاک بھی تو زبردست پہنچا جو گا سلوٹو کے بارے میں، اپنی توقعات کے خلاف باتیں کر کر مگر ہم بھی کیا کرتے ہیں؟"

"میں سن میں ڈانسی کیسی۔" وہاں تو کسی طور پر سلوٹو سے شادی ہی ممکن نہیں ہوئی، جیسا شادی شدہ عورت کی دور دراز جگہ بھی کہیں ہوتی ہے۔ "زینت بولیں۔"

"جی ہاں۔ اگر یہ مسئلہ درمیان میں حائل نہ ہو جا تا تو پھر مجھے بھی اپنے بھائی کے انتخاب کے بارے میں حذر کرنا پڑتا۔ نازو نے سنیں کر کہا اور ماں کے ساتھ ہوئی۔ پھر دو دنوں میں بیٹیاں۔ نازو کے سنبھالنے کے عینی حتم تھے۔ نازو نے سے نکل کر بیرون کی طرف بے آواز قدموں سے چلتی۔ سلوٹو کے کمرے کی اس کھڑکی کے نیچے آکر کھڑی ہو گئیں، پھر کچھ دیر ہی چلی ہوئی تھی۔"

اس روز چونکہ مسٹر رشام ہی گھر لوٹ آیا تھا اور اس نے آتے ہی ماں سے کہہ دیا تھا کہ اسے دو دنوں میں مسئلہ ماں کو گواہ پڑی ہیں اس لیے وہ چند اور تھکن سے نڈھال ہو رہا ہے۔ آج ذرا جلدی کھا نا لگ جانا چاہیے۔ نیز، اگر ذات کوئی بات بھی باسپیشل سے اس کا فون آئے تو اسے فوراً کرایا جائے۔ کیونکہ ایک بوجہ اور ناوا دعورت کے اگلے اور بوجہ اپنے کو جس کا عہدہ شہزادہ کیسے اور اس کی حالت ہوتی تو فخر نہ ہو، صبح اور اس کے ساتھ ڈاکٹر کے جان چاہئے کہ یہ کچھ نہ کر رہے ہیں۔ وہاں بھی کہا جاتا ہے کہ کوئی خطہ دیکھیں تو فوراً اسے بلا لیں۔ کیونکہ یہ کیس اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ تو یہ سن کر کہ بیٹیاں رات کا کھا نا ان کے ساتھ ہی کھائے گا ان کی اچھیں ہی کھلی تھیں۔

گلاب، اہل مسئلہ تو سلوٹو کو کھانے کی چیز سے غائب کر دینے کا تھا، مگر ماں کی موجودگی میں تو بات نئے کے پاس تھی۔ مگر قدرت جب انسان کے کسی ارادے کی عمل میں اس کا ساتھ دیتی ہے تو حالات خود بخود اسی صورت اختیار کرتے ہیں۔ کامیابی سے پہنچا۔ ہو جاتا ہے۔

حسن اتفاق سے اس وقت جب کہ یہ میز پر کھا نا لگ جانے کی اطلاع دینے آیا تھا، سو ہی نازو کے کمرے میں کھانا اور اتفاق سے اس وقت نازو کا بچہ بھی جاگ رہا تھا۔ حالانکہ اس کے سونے کا وقت تھا، لیکن چونکہ نازو کے کمرے میں بیٹے کی جلدی پڑی تھی اس لیے وہ وہاں تک سے سلا نہیں سکی تھی۔ اور اب اسے گود میں لانا اسے اسے اسے سے چیکے جا رہی تھی کہ وہ کسی طرح سو جائے۔ آخر جب کچھ نرس سوبائی نہیں اور وہ نے ہی گھبراہٹ میں اسے لے لیا۔

صحن اتفاق سے اس وقت جب کہ یہ میز پر کھا نا لگ جانے کی اطلاع دینے آیا تھا، سو ہی نازو کے کمرے میں کھانا اور اتفاق سے اس وقت نازو کا بچہ بھی جاگ رہا تھا۔ حالانکہ اس کے سونے کا وقت تھا، لیکن چونکہ نازو کے کمرے میں بیٹے کی جلدی پڑی تھی اس لیے وہ وہاں تک سے سلا نہیں سکی تھی۔ اور اب اسے گود میں لانا اسے اسے اسے سے چیکے جا رہی تھی کہ وہ کسی طرح سو جائے۔ آخر جب کچھ نرس سوبائی نہیں اور وہ نے ہی گھبراہٹ میں اسے لے لیا۔

صحن اتفاق سے اس وقت جب کہ یہ میز پر کھا نا لگ جانے کی اطلاع دینے آیا تھا، سو ہی نازو کے کمرے میں کھانا اور اتفاق سے اس وقت نازو کا بچہ بھی جاگ رہا تھا۔ حالانکہ اس کے سونے کا وقت تھا، لیکن چونکہ نازو کے کمرے میں بیٹے کی جلدی پڑی تھی اس لیے وہ وہاں تک سے سلا نہیں سکی تھی۔ اور اب اسے گود میں لانا اسے اسے اسے سے چیکے جا رہی تھی کہ وہ کسی طرح سو جائے۔ آخر جب کچھ نرس سوبائی نہیں اور وہ نے ہی گھبراہٹ میں اسے لے لیا۔

صحن اتفاق سے اس وقت جب کہ یہ میز پر کھا نا لگ جانے کی اطلاع دینے آیا تھا، سو ہی نازو کے کمرے میں کھانا اور اتفاق سے اس وقت نازو کا بچہ بھی جاگ رہا تھا۔ حالانکہ اس کے سونے کا وقت تھا، لیکن چونکہ نازو کے کمرے میں بیٹے کی جلدی پڑی تھی اس لیے وہ وہاں تک سے سلا نہیں سکی تھی۔ اور اب اسے گود میں لانا اسے اسے اسے سے چیکے جا رہی تھی کہ وہ کسی طرح سو جائے۔ آخر جب کچھ نرس سوبائی نہیں اور وہ نے ہی گھبراہٹ میں اسے لے لیا۔

آپ اپنے ہوش میں تو ہیں۔ یہ سب انداز میں بات کر رہے ہیں۔ کیا کچھ رکھنا ہے آخر آپ نے کچھ اور اصل میں اسے بھی اسفند کے اس قدر اہانت اور طریقے سے بات کرنے پر غصہ کیا تھا اور اس وقت کے انداز

کہنے کا حوصلہ دیا تھا۔ مگر جواب میں تو وہ کچھ زیادہ ہی کہے سے باہر ہو گیا تھا۔
"مضمون ایک منگلا اور دوسرے کے بازو کی جو چٹائی غلط اور ناپاک وجود پر معصومیت اور شرافت کا نازل ہونا ہے۔"

ایک برس تک میری آنکھوں میں دھول جمی ہوئی تھی۔ مجھے اہم بنائی رہی۔ لیکن اب میں مزید یہ کہوں تو ہوش بہرہ لگتا ہے۔
اب تو کچھ وہ سمجھ رہی تھی وہ درست ہی لگتا تھا۔ اسے جیسے سانس پھول گیا۔

مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم شرافت اور عظمت کا ڈھونگ دھاگر کر کے سے دوں گا کرنا چاہو گی تو میری لڑی خوبصورتی اور جوانی پر بنا نا مانا ہے۔ جیسی تو تم نے اپنی فطری تقاضوں کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے لیے شرافت اور شہرت کو چھوڑ کر مجھے ناکا تھا تھا۔ تم اتنی بھاری اور گراہی بھی ہو سکتی ہو مجھے تو گمان تک نہ تھا۔ میں تو جیسے غصہ اور ہلکا ایسا بھول سمجھتا تھا جو کچھ کا مثل نے کرامت کی تارکیوں میں جھلکتا ہے اور جسے کوئی انسان اپنی شہرت اور عظمت میں کھینے والا ایسا بھول ثابت ہو نہیں سکتا۔ تاہم اگر تم نے کسی اتنا فخر نہیں کرنا چاہتا تو میں بدل گیا ہے اور تم وہی شخص رہو حضرت ہو۔ بدکردار اور بدچلن اور؟ آف وہ کتنا ہے بڑھ گیا تھا۔

اور کبھی یاد آتا کہ شرم اور ندامت سے کتنی سلیقہ سلو کی برداشت جواب دے گئی۔
"اپنی زبان کو نگہم دیکھے اسفند۔ آپ اپنی حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اگر میری اہمیت آپ پر نکل بھی گئی ہے تو اس کے دائرے میں رہ کر بات کیجیے اور پھر جب آپ سب کچھ جان ہی گئے ہیں تو اس میں اس قدر غصہ دکھانے کو کلام کی کیا بات ہے؟"

اور اس کے اس جواب پر وہ آگ بگولا سا ہو گیا اور بڑی طامت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔
"پھر شرم نہیں کچھ ہے۔ یہ تم کر رہی ہو۔ کجنام کو اس کے لیے یہ تھوڑی سی ہی شرم نہیں۔ ذرا ہی شرم نہیں۔ یہی تو ہیں جب کہ تمہیں اپنا بول کھینچنے پر چلو پھیر پانی میں ڈوب کر مرنے چاہیے تھا۔"

"نہیں مجھے تو کوئی ضرورت نہیں چلو پھیر پانی میں ڈوبنے کی۔ کیونکہ میں نے ایسا کیا یا مانا کیلئے۔ وہ آپ کو اتنا ہی دیا ہے۔ بلکہ اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے یا ہے یا ہو اسے آپ کی طرف سے ہی ہوا۔ ورنہ میں نے تو ہوشیار انتخاب کرنا صحیح کر میں ہے آپ کے جذبے کی حوصلہ افزائی کہ آپ کو دیکھا یا اور چلایا۔ میں تو آپ سے ہوشیار ہی کہتی رہی کہ آپ کے جذبے کی پذیرائی کرنے سے فائدہ ہوں۔ ہوشیار جذبہ نہیں کیا کہ سخت مجبوروں میں جکڑی ہوتی ہوں۔ آپ کا باوجود ہر چند قدم بھی چلنے کے قابل نہیں ہوں۔ اس لیے آپ پر اخیال جمع ہو رہی ہیں۔"

"نہیں، غلط بالکل غلط۔ تم نے مجھ سے جو کچھ کہا اور برا بھلا کہی ہیں وہ تو سرورہ لڑکی کی رستہ ہے جو حیثیت اور قابلیت میں تمہاری طرح کمزور ہو۔ اور ایسے ہی کیوں سیکھ کا شکار ہو کیونکہ وہ اس بات سے ڈرتی ہے کہ بڑے کے حوصلے سے ہل کر گئی بنا رہے ہوں گے مگر تم تو اس سے خروں سے گزری ہوئی نہیں۔ گناہ اور توبہ کے فرق کو کبھی مزاج محسوس نہیں کرتے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ شہر کے ہوتے ہوئے کسی نامور کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ کیونکہ یہ تیار ہونا ہے۔ حیثیت کی طرح معلوم تھا کہ میں تمہاری حیثیت سے۔ اس لیے تم ہوں اور اس لیے تم میں نہیں چاہا کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی شہرت بیٹھا ہوں پھر بھی تمہیں جیتھو اپنی جھوٹی محبت کا فریب دیتی رہیں۔"

اصل میں وہ سلو سے متوقع تھا کہ وہ اس کی لغت ملا مت کے جواب میں کہے کہ تو کیا لگاؤ اٹھا کر اس کی بات دیکھ بھی نہ سکتی۔ مگر وہ تو یوں بول رہی تھی جیسے اسے اپنے لیے پر ندامت ہو نا اس کے غصہ و بیزاری سے متاثر ہونے سے ہی دیکھ کر وہ اسے قابل اور شرمندہ کرنے پر تیار ہوا تھا۔ مگر اس نے ایک طرح سلو کی عزت کو چیلنے کا اعلان کیا تھا۔ اس کی زندگی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا چھوڑی تھی۔

وہ ان کی بات کے جواب میں جھجھک کر بولی۔
"میں میں نے آپ کو کب تک فریب نہیں دیا۔ بڑی آپ کی لاطمی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی البتہ میں اس بات کا اعتراف ضرور کرتی ہوں کہ میں چاہنے کے باوجود اپنی بات آپ کو کچھ بھی نہیں بتا سکی۔ مگر اس کی وجہ وہ نہیں ہو کہ میں میں بلکہ یہ ہے کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ کے امیر اور اعلیٰ ٹیٹا اور اعلیٰ اعلیٰ ٹیٹا اور خوبصورت لڑکیوں کو بچک کر کے بچا جاتا دیکھا ہے۔ آپ اپنے بندوں کے ساتھ دل کی تمام تر گہرائیوں سے بچے جاتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ نے یہ بات سنی کہ آپ کی زبان آپ کے سین میں نہیں رہتی۔ آپ مجھ سے باتیں کرتے وقت بہت سی اعلیٰ یا بندوں کو بھی بول جاتے ہیں۔ پھر یہ اسی صورت حال میں اس دل اور اس زبان سے اپنے بارے میں لب کٹائی کر کے آپ کے جذبات کو برون کر لیں۔ آپ کا دل توڑتی ہیں۔ میں پتھر کی بنی ہوئی تو نہیں ہوں۔ بلکہ میرے سینے میں ایک گوشت پوست کا درخت ہوا ہوا ہے۔ جیسے بہت بڑے آپ کے جذبات کی صداقت نے ٹوٹ لیا تھا۔"

جذبات کہتے ہیں کہ سلو کی آنکھیں جھجک گئیں اور آواز نہ دے سکی۔
"ہو نہ ہو آسوں سے ڈرنا محورت کا بہت بڑا ناچار ہے کہ وہ آسوں کی چادر کے نیچے اپنے جرم اور غلطیوں کو بھاننے کی کوشش کرتی ہے۔ میں تمہارے ان حربوں سے متاثر ہونے والا نہیں ہوں۔ اگر وہ ناچیں ہے تو کچھ کر تو لوں گا۔ اور اپنی بھونپی ہوئی قسمت پر افسوس ہوا۔ مگر مجھ سے کسی ایسے سلوک کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ میری نظر میں تمہاری حیثیت بے دروڑی کی گنجائش نہیں رہی۔ میرے سامنے تمہارے یہ ترے جملے نہیں چلیں گے۔"

وہ کچھ اتنی حسارت سے بولا کہ سلو کے پردے سے گئی تو سر تک جا پہنچی کہ وہ تو بھری اس کی حرکت اور اداری اور تہذیب و عقائد کی حدیں توڑنے کے باوجود اس سے کھوڑی بہت اور اداری سے بات کر رہی تھی۔ مگر وہ تو تھا کہ اس پر حاوی ہو کر جا سکتا تھا۔ وہ بھڑکا رہی۔

"اور کب پورا وہ تھک جائے مگر بادشاہ بھی تو اپنے گھر کے ہوں گے۔ میری نظر میں تو اب آپ کی حیثیت دو کوڑی کی گئی ہے۔ یہاں اور آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کچھ پرستے تکلیف الزامات لگنے اور اتنی گری ہوئی باتیں کہنے کا۔ آپ بیڑا اسی وقت ہانکے چلے جائیے۔"

اسی دن کو وہ بھی سلو کے منہ سے وہ بھلا اپنے آپ میں رہتا۔ امانت میں کر لولا۔
"جہاں میں ہوں سے نہیں جاؤں گا۔ بلکہ تمہارے لیے بہتر ہو گا کہ ابھی اور اسی وقت اپنے ناپاک وجود کو سے گھر سے لے جائے۔ مجھ سے سخت نفرت ہے اور میں ایک منٹ بھی نہیں اپنے گھر میں رکھنے کا روادار نہیں ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں تمہیں مجھ سے کھلنے پر مجبور کرواؤں۔ لیکن آؤٹ فرم مانی آؤٹس۔ گیٹ آؤٹ۔"

"وہ نے مجھے ہی ضرورت نہیں بڑی ایسے غیر مذہب گھر میں رہنے کی جہاں گندی زنجیروں کے لوگ رہتے ہیں۔ اور میں تو بسنے چاہتی ہوں سے جہاں سے کھانے کا ہوتی رہی تھی۔ اب تو کہاں کھڑے ہو کر کھانا کھائی میری توہین کا باعث ہو گا۔"

وہ ایک لمحہ کے بعد دھکتا دھکتا نہیں گئی جو اس کے اس بری طرح دھکتا دھکتا پر بھی اس کے ہاں دھڑکنے کی بجائے تو اس آواز کی ہی عزت مند تو اب میں نہیں ہوں وہ دیکھیں۔
"اسلمہ جواب میں تو بے خوف اور بھر پور ٹیکٹ کر تیزی سے چلتا ہوا اس کے کمرے سے نکل گیا۔
اور عزت اور ناز جو اس کے کمرے کی کھڑکی سے کان لگتا ہے کھڑکی سے کھینچا اس وقت وہاں پہنچیں جب سلو اس کے کمرے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ اپنے بارے میں اس لیے نہیں بتا سکتی تھی کہ کہا اس کا دل ٹوٹ جائے یا جذبات

مخرب ہو جائیں۔ دونوں ماں بیٹیاں کھوکھلی کی زبردستی چوکتھ سے کان نکلنے بڑے غور سے ساری گفتگو کی تھی۔ انہیں احساس ہوا کہ استفذا اس کے گوت سے باہر جا رہے ہیں۔ دونوں جلدی سے کھوکھلی سے نہیں اور سچا پالنے کی تھی۔ کے کرے ہیں آگئیں۔

”لو دیکھا تم نے کس قدر دکھ اور چلتا لڑکی ہے۔ کیسے بڑھ رہے ہیں باجو حجاب دسے دی تھی۔ جیوش کو ہر اچھا ہی ہوا جا رہا ہے نہ گھر سے نکلے کو کہہ رہا ہے اور ڈانسی بیلین لڑکی کا کیا بھروسہ تھا۔ اگر خدا خوش ہو تو اسے لائق زینت ہرگز نہیں کہرا جتہ آہستہ آہستہ پاپیتے ہوئے ہوں۔“

”جی جی تو تمہیکے گراس کا یہاں سے نکلا آسان تو نہیں۔ کیونکہ یہاں سے نکل کر وہ جائے گی کہاں۔ یہاں کوئی جان بچاؤ والا ہی نہیں ہے اور پھر اس کے جانے سے خصوصاً آپ کے لیے بہت سے برا اثر ہوں گے۔ وہی مصلی ہوگی تو کھلائے کا نام نہیں ہوتا۔ لائے کا نام ہوتا ہے۔ سب لوگ آپ ہی کو لازم دیں گے کہ آپ کے دل سے اسے یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے اور وہی ہی تو جیج قیامت ہی کھڑی کر دیں گے۔ کیونکہ ان کے سامنے آپ نے سطور کا ذکر کیا تھا۔“

نازو نے کہا زینت دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی قابل ہو گئیں۔ یوں ہی ان کی بیویوں بیٹیوں میں ناڈی بہت زیادہ عقلمند اور مخلص تھی۔ زینت قابل ہی ہو کر لوئیں۔

”ہاں۔ اس طرف تو میرا دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ مگر بڑے سنا نہیں بابا جس طرح اسے نکل جانے کو کہہ رہے تھے دیکھ دینے کی کسر نہ تھی۔“

”خیر اب وہ تو اتنی ہی غیرت مند نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو اپنا شوہر اور اپنا گھر بار چھوڑ کر دوسروں کے گھون میں یوں جھانکتی پھرتی۔“

نازو بہت پر اثر آئی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی بات بہ دور کہنے کی عادی تھی اور جب یہی بات مگر نے دیکھی تو بھٹ بانے پرتیار ہو جاتی تھی۔

”خیر میں نے تو اسے گھر سے نکل جانے کو نہیں کہا۔ بابا نے کہا ہے وہ خود ہی جائیں۔ یہی ہی کی بھٹ کرنے کی عادت ہے واقف زینت نے فقہ کو تانا کرتے ہوئے کہا۔“

”وہیے جا کر دیکھنا تو چاہیے ہی کہ آیا وہ چلی گی یا نہیں۔ وہیوں دھرنادیلے بیٹھی ہے؟ نازو بولی۔“

”نئے لوگ اب میں اس کام کی رہ گئی ہوں کہ بار بار جا کر یہی دیکھتی رہوں کہ بابا نے کیا کیا اور وہ کیا کر رہی ہے اور چرچل قلم سے۔ وہ جا بھی کہاں سکتی ہے۔ ناظر نے اسی لیے تو اپنی لاج سے سر منڈی ہے کہ ہمارے سوا کوئی بھی اس کی ذمہ داری لینے کو تیار نہ ہو گا۔“

زینت اچھٹی ہوئی لوئیں۔ اور پھر گھوڑے میں سوتے ہوئے ذات کو آہستہ سے گور میں اٹھا کر اسے نازو کے بیویوں کے پاس لے گئیں۔

”تھیں کتنا منع کیا ہے کہ رات کے وقت نیچے چھوڑے میں لٹا کر دو۔ گھر تم سے ملنا ہی چاہی تھی۔ جو اتنا ہی ہوتا ہے۔ اسے اپنے پاس ملا کر دو۔ فریادیں کھینک رہے ہیں۔ یہی کہہ کر وہ سے بیٹھ کر گئی اور وہاں سے اور پورا ہونے کے بعد بھی وہی گری جا رہا ہے۔ وہاں کے قریب سے اسے حاصل ہوتی ہے۔ یہی تو اتنا ہے۔ یہاں سے اور پورا ہونے کے بعد بھی اسے اپنے پاس ہی ملنا چاہیے کہ بیٹے کا خون لگا ہوتا ہے۔ بڑنگ خواتین پڑاؤ مگر کہیں میں ملیدہ ملا ہے۔“

بات۔ کیے کو اس ذرے سے تباہی نہ چھوڑتی تھیں کہ میں خود آستانہ سے اوپر ہی اتر رہا ہوں۔ اور اس کی ہی جڑی تھری بڑا دکھ ہی آگئی۔

”گھر تو آپ کا زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ تو سانس اور کھانا تو ہی ہی ترقی کا زمانہ ہے۔ آجکل تو پیدا ہوتے ہیں کھول کر ایشیا اور ڈر کا ہوا ہوتا ہے۔ وہ نہ پانے نہ لے سکتے ہیں تو اسے کھینک کر لے لیتے ہیں۔ یہی تو اتنا ہے۔ جو ہوتی ہے۔ یہی تو اتنا ہے۔ اور پھر پھر ہوں گے اور پھر پھر پائی ماہ بعد میں جا کر ہوں گے۔ یہی تو اتنا ہے۔ گریہ اپنے شام صاب ہو جائے اور وہی آپ کو پھیلان کر سکرانے لگے تھے۔“

بڑے نواہ کے داہوں کی تردید کرتے ہوئے انہیں ان داہوں سے نکالنا چاہا۔

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

”نہیں تو اسے تو اس کے اس منظر پر نازو بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔“

اگلی صبح کا روزہ سورج کراچی کے مشرقی افق پر کبھی کا طلوع ہو چکا تھا اور اس سے نو بجے کے تقریباً
 کو بج کر کوئی آٹھ منٹ تک اٹھ کر نئی تھی اس لیے وہ ساڑھے آٹھ بجے تک نکل گئے تھے ان کے محلے کے پندرہ
 کے کھوسے میں علی آئی تھیں جو کچھ روبرو قلی می سوکر اگلی تھی شارع احمد علی جاگ رہا تھا۔ نالی کی شکل میں کچھ کراہتوں پر
 تو نانی نے اسے جلدی سے گھر میں لے گیا اور اس کے چہرے پر کوئی مٹی ہوئی ہوئی۔
 دیکھو یہ بڑی بے ماں کی کشش کہ جب تک تم سو رہے رہیں تیار اتر رہی ہو مگر یہی سو رہا اور وہ تمہارا گناہ
 اور اگر تم بارہ بجے تک بھی سو رہے رہیں شرط یہی ہوں کہ کبھی اس قدر تک تیار اس قدر تیار رہتا۔
 شاید انہوں نے یہ بات اپنی گزشتہ شب کی باتوں کو درست ثابت کرنے کی غرض سے کہی تھی۔
 "ہاں تو تھی اس میں اسے تو کسی کی کیا بات ہے جو گناہوں کو جو جو جاتی ہے اس لیے وہ اس کا گناہ ہی نہیں دیکھتا
 اس کے گھس اور تو شبوں سے ایک طرح کا سنیفیشن حاصل کرتا ہے؟"

تازہ دل سے بہت بے دلی سے کہا۔ کیونکہ اب بھی صبح اٹھ کر وہ کسی بھی بحث میں الجھتا نہیں جانتی تھی اس لیے اسے
 شہر پر گزشتہ دو روز سے اپنے بڑے بھائی کا گناہ کیا جھانکا اور آگ کا گناہ میں عورت کی ازراعت سے اس کے دل سے
 سنا رکھے تھے کہ اسے ڈرگاہ رہا کہ اس کا شوہر وہاں کی عورتوں کے ہاتھوں تعلق با توں کا عادی نہ جھانکے اور گناہ
 کچھ حضور انور ہاتھ اور صورت پر لڑکوں کو دیکھ کر اگلی کی شوہر جھانکا۔ یوں ہی وہ اس کا شوہر اس کا بچا ہی تھا
 اس کے لیے ناز و کاناٹا کا ہر گناہ پر کھانکھا کھانکھتا۔
 وہ اس کی اتنی زیادہ عداوت بھی کرتی تھی کہ اسے تنہا ہی اس کے گھر پر نہ لے گئے تھے اور شہر میں رہتے
 تھے کہ وہ صبح و شام اس سے ملنے آتا تھا۔ اور اب پانچ وقت ہو گئے تھے اسے دیکھ کر وہ اسے اپنے اس کے اندر کو
 ہی طاری تھی۔ ماں نے اس کے جواب میں جھٹلاہٹ محسوس کی تو فوراً ہی اس کے ناشہ کی طرف متوجہ ہو گئیں ماں نے
 آواز سے اس کا ناشہ منگوا لیا اور اسے کھلا لگا کر دینے کی پتیوں دی کہ اس کے لیے سوچا اور دوسرا کھانا تیار کر کے
 پیڑھی پر لیا۔ انہوں نے پیڑھی میں کھڑے کھڑے کچھ میں جھانکا تو وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔
 "اے اسے اور یہ خانہ سالانہ کہاں چلے گئے اس وقت؟" انہوں نے کریم کو آواز سے پوچھا۔ جو کھلنے کے کرتے پڑھ لیا
 کر رہا تھا۔

تھی مگر یہ صاحب۔ وہ تو سودا لینے ڈالیت گیا ہے مگر یہاں کی طرف آتا ہوا ہوا۔
 مگر کون سا سودا لینے گئے ہیں؟ جو کھلنے کے نکل سے ہر چیز کو میں موجود ہے۔
 تو تیار نہیں مگر صاحب۔ پر پھیل چھلی کی رٹ لگا رہے تھے۔ مگر کھلے گئے۔
 مگر پھیل چھلی کی کی ضرورت تھی۔ کس نے کہا تھا ان سے چھل لائے کو۔ یعنی خواہ مولو آوارگی کرتے گئے ہوں گے۔ یہ
 خیال ہی تو ابھی انہوں نے کیا ہے بے سوچ بھی نہیں پڑھایا۔ ساڑھے نو بج رہے ہیں۔ گیارہ بجے سوچ دینے کا وقت ہے۔
 اب کب چھل چاہیے گا۔ کب تیار ہوگا۔ کس نے تو اس سے جو رات کو ہی بڑا چڑھ دیکھ کر کے اور کوا کے فیڑھی دکھایا۔
 ابھی تک اسے بھی فیڑھی سے نکالا نہیں۔"

زینت غصہ سے کہنے کے انداز میں۔ اور پھر فرج کھول کر فیڑھی میں جھانکا۔ اور پوچھنے کی قیصل میں بندھنے کو
 میں ہنر کھا دیکر کہ ایک مہی ان کا پارہ چڑھ گیا۔ انہوں نے ہنر سے زور سے زور سے دیکھی تھی کو کچھ کرنا اور اسے فیڑھے
 موزیک کا ڈنڈا پھینک کر رہیں۔
 "لو ابھی۔ غصہ نہ رکھا۔ ابھی تک پھینک بھی فیڑھی سے نہیں نکالا گیا۔ اب یہ اس پر ہی برف آدھ گئے سے قتل ہو گئے۔
 آج تو میری ہی کو سوچ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ معلوم کیا ہو گیا ہے لوگوں کو شاید وہاں تک لگ گئی میں جو اتنا ڈرا سا کام نہیں ہوتا۔
 یہ اتنا سا کام تو سلوٹ بھی کر سکتی تھیں۔ گڑھ بہت تیار ہوا جو تھی۔ کہیں یہ دو جا ڈنڈا کر لانا نہیں کہہ۔
 انہوں نے کام چور کے جیسے لہرو کا لفظ کریم کو جو سے استغفال کیا تھا۔ کریم بھی ایک کو کینا تھا ان بات کا کھب
 "اجی اتنا کام تو کیا کچھ صاحب۔ انہوں نے صبح سے آکر جھانک نہیں پتھن میں۔ میں تو جا کر خود آتا ہوں یہ
 با صاحب کے ڈر سے نہیں گیا۔"

نہایت اس کے گھس کے اندر اور پھر کر رہیں۔ حالانکہ اندر ہی اندر ان کا ہاتھ ضرور ٹھنکا تھا۔ مگر وہ اس محلے میں اتنی پختہ
 نہیں تھی اور سلوٹ صبح چلی ہی گئی ہوئی۔
 آئی ڈی میں کے کمرے میں بھی دیکھ کر آ رہا ہوں اور سلوٹ ہی کے دروازے کے دو تو بند ٹھکے ہوئے ہیں اور لاری بھی
 ان میں سے کبھی غائب نہ۔ مگر یہ بولا۔
 "ہاں آئی ایک رہا ہے۔ آؤ چلو میرے ساتھ میں خود چل کر دیکھتی ہوں۔ زینت اندر ہی اندر دیکھ آئی تھیں۔ شک کا لڑوں
 تو پتہ پتہ کر کے ساتھ بیٹیں۔

اس کے کمرے کی طرف قدم رکھتے ہی لاری چوٹ ٹھکی دیکھ کر اور اس میں سے ملے کے کمرے غائب دیکھ کر ان کا دل جھک
 رہا۔ اس پر آگے دیکھ کر جب سوٹ کس بھی غائب دیکھی تو پھر شک و شبہ کی کرنی گھاٹش ہی باقی نہیں رہی۔ مگر کریم کے محلے۔
 علی غرض ان نے اس کے پورا جانک میں غائب ہو جانے کو زیادہ اہمیت نہیں دی میں اتنا ہی کیا۔
 اسے دہانے سویرے کہاں چلی گئیں۔ کہیں سہیل سبانی کا راز تو نہیں آیا تھا انہیں لینے۔
 "تسلی مگر صاحب۔ سہیل جھوٹے صاحب کا ڈیلور تو کیا کوئی لینے والا بھی نہیں آیا ہے۔ مگر یہ بولا۔
 "کیوں۔ خیر۔ میں ہی خود سہیل سبانی کے بیان قن کر کے معلوم کر سکتی ہوں اتنے تمہا کا خانا ماں کو دیکھو کہ وہی آئے۔ اسے
 زینت کو کس کے شک کا لہنہ نہ کر دیا جس سے وہ صحتی میں کھٹا پھوڑا رہی ہوں۔ یہ بات سے لہر پڑی اور انی لگا کر ناز و سمرات سلوٹ کے بارے
 میں کس کس کو کس کو کس کی کس کی تھی انہوں نے۔ کریم بھی ان کے حکم کی تعمیل میں ہی آج جا کر چلا گیا۔
 سہیل سبانی جہاں ناز و سمرات کے کمرے میں ہیں جو فرم پر کسی سے ماہی کر رہی تھی وہ حضور زینت صاحب اس کے فارغ ہونے کا انتظار
 نہ تھا مگر جب اسے جیت سلوٹ پہنچی تو انہوں نے منی کا شاہد پکار کر بلاتے ہوئے کہا۔

اب صاحب ہنر کی طرفوں۔ آج تو غصہ ہی ہو گیا ہے۔ اور ناز و سمرات نے نا تو تھیں یہ بات دیکھ کر ہوا۔
 "کیوں خیر ہے خیر۔ اور جواب میں زینت نے ہاتھ پٹا کر ان کو منی فیڑھی اندر میں کھار کھاہت سے کہا۔
 "خواب دہی بہتر ہو رہیوں کر کے چلی گئی۔"
 "بہن سبانی اتھی۔" "اے نازو ایک کر لے اور پھر قن پر کسی سے معذرت کر کے دوسروں کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔
 "جواب لیتے معلوم ہوا کہ سلوٹ صحتی ہی ہے۔ اس نے یوں پوچھا جیسے یقیناً آدہ ہو۔
 "دیکھتی انہوں سے دیکھ کر آ رہی ہوں۔ کہہ اور لاری دو دو لڑا چوٹ کھلے ہیں۔ سلطان بھی غائب ہے اور سوٹ کس
 "گھ۔ اور کوا سے سارے گھس ڈھونڈ آیا۔ زینت بولیں۔
 "خوب لگا رہی ہو مگر سلوٹ غائب ہو گئی ہے۔" ناز نے قدر سے گہرا کر پوچھا۔
 "نہاں کسی نے تو سب اللہ وی تھی اس کے غائب ہو جانے کی اصل میں میں نے تو سلوٹ کو کھار کھاہت تیار کرنے کی غرض سے بلایا
 "نہاں اب آدھا لڑی ہے مگر یہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ تو دو دو گیارہ ہو چکی ہے۔
 "مگر کوا کوئی ایسی بات تو نہیں کر رہی پتہ چل گیا۔ یہ آخر کوا چار ہی پڑھنے کا معاملہ ہے۔ کہہ کر کوا چار کھاہت معلوم اس

پاس ملا لیا ہے۔ بعد میں جب معاملہ فہم اور ایش جانے کا ترغیب کے پیش نظر جو مناسب معلوم ہو گا کہ وہ باہر سے آکر
جا کر ان کی گھر میں بہ بات آتی تھی۔ بھائی کے یہاں معمولی دیر بیٹھ کر اور دعائی مجاہد سے مشورہ کر کے شعیب کو
لے کر تورات کے گیارہ بج چکے تھے۔

سلوٹ کی پریشانی میں زینت سارا دن ادھر ادھر بھرتی رہی تھیں، ٹوٹھنگ سے کھا، کھانا کھانا نہ وہ وہ
اس لیے شعیب کا انتظار انتظار کرتے سو گئی تھیں شعیب شہر سے انہیں وگنا نامناسب نہیں سمجھا کہ وہ تو گھر میں
تھے۔ اس تبدیلی کے طاری سے لہجہ بر لبہ نہ گئے تھے۔ گھر لوگوں کی پریشانی میں انہیں دریک نیند نہیں آتی تھی
سڑھوی کی عفتوں اور سڑھوی کے ساتھ کئی نیا و تیز اور بے آرا تھا۔ سلوٹ کے بارے میں بھی وہ سخت پریشان ہو رہے تھے۔

وہ کہاں کئی ہو گئی تھیں میں تجرہ نہیں ہو۔ اور اس کا کئی حشر ہو۔
انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ گزشتہ رات یہاں کا گھر چھوڑ کر جا چکی ہے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے دوست کی
حکمن ہے اسے ملازمت مل گئی ہو اور اس کے ساتھ راجہ سہولت بھی دی گئی ہو۔ کبھی تو وہ اس کے گھر آتے تھے اور انہیں
گئی ہے۔ حکمن کے کہ تو کو اس جگہ ایڈیٹ کر کے کہ وہ خود ہی لے آئے۔ لیکن اگر ایسی بات نہ ہوتی۔ اور اگر وہ
یہ معلوم کئی باتوں میں پڑے اور اس کی کیا روایت ہے۔ اور اس طرح تو شاید زندگی گھر ہی لوٹ کر آئے۔

پھر میں کا خرد اور سب سے بڑھ کر شعیب کو کیا جواب دوں گا۔ کیا منہ سے کہ ان کے پاس ماں کا اور باقی تو انسانی
زندگی کو اور بھی غراب بنا دی گئے۔ پہلے ہی کیا کیا کلمہ تھیں دیتے رہے ہیں میری بہن کو رنگ پھر رہ گئی ہے لیکن انہیں
پرہیز کرتے کرتے۔ اس پر تورات کی قسم لینی ہے کہ اسے اولاد سے بھی محروم رکھا گیا۔ اور پھر کسی چیز یا اسے باہر
تورہ تھا۔ ایک سنگلی جان کا معاملہ تھا۔ ایک جوان اور اپنی طانی عزت و ارادگی کا معاملہ تھا۔ جس کی زندگی انہوں نے اپنے
کئی تھی۔ اور اب اس کے ابا تک غائب ہو جانے کی وجہ سے سارے خاندان میں ان کی فکر آتے ہوئی اور پوری حالت میں
غائب تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسے خود غائب نہ کیا جائے یا گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس کی کوئی زندگی نہ رہے۔

پھر میں کا خرد اور سب سے بڑھ کر شعیب کو کیا جواب دوں گا۔ کیا منہ سے کہ ان کے پاس ماں کا اور باقی تو انسانی
زندگی کو اور بھی غراب بنا دی گئے۔ پہلے ہی کیا کیا کلمہ تھیں دیتے رہے ہیں میری بہن کو رنگ پھر رہ گئی ہے لیکن انہیں
پرہیز کرتے کرتے۔ اس پر تورات کی قسم لینی ہے کہ اسے اولاد سے بھی محروم رکھا گیا۔ اور پھر کسی چیز یا اسے باہر
تورہ تھا۔ ایک سنگلی جان کا معاملہ تھا۔ ایک جوان اور اپنی طانی عزت و ارادگی کا معاملہ تھا۔ جس کی زندگی انہوں نے اپنے
کئی تھی۔ اور اب اس کے ابا تک غائب ہو جانے کی وجہ سے سارے خاندان میں ان کی فکر آتے ہوئی اور پوری حالت میں
غائب تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسے خود غائب نہ کیا جائے یا گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس کی کوئی زندگی نہ رہے۔

گزشتہ شب رات کے کھانے پر ان کی بڑی اور بیٹی اسفند ان کے اور اسفند کے سامنے حیران حیران ہوا تھا۔ انہوں نے
لینے گھر میں رہنے پر رضامندی کر رہی تھیں۔ اس کو وہ گھر لے کر آئے تھے۔ اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ سلوٹ کی زندگی وہ
سال سے مکہ کے سامنے بھی ہے۔ اور وہ تو یہی سمجھتے تھے کہ اس کے شہر نے اسے خلاق دے دی ہے۔ اور تائب کے کوئی
اسی لیے غمگینہ کہ وہ گئے تھے کہ اس کا تائب حسن سے مقدمہ چل رہا تھا۔ لیکن بڑی کی زبان انہوں نے جواب دیا تھا کہ اسے
انہیں جرت میں ڈال دیا تھا۔ اور اس معاملے میں اس وجہ سے زبان نہیں کھول سکتے تھے کہ انہیں اصل حالات کا پتہ نہ تھا۔

یہی وجہ تھی کہ بڑی کے احساس دلانے پر کہ انہوں نے کسی اور سے کی بڑی کو اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔ وہ چپ سے ہر کوئی
تھے تھے۔

مگر اب آج کے تازہ معاملات پر غور کرنے کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس کو سونے گزشتہ روز زینت کی
سُن لی تھی یا پھر تو زینت اور ناز نے اس کے لیے ایسی بات کہی ہے۔ جس نے اسے ان کا گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔
اگلے روز صبح کو ناز نے کئی میز پر سب موجود تھے۔ کئی اور اسفند بھی جو دریا میں ہسپتال میں گزار کر اس وقت تو انہوں نے
لوں تو ناز کو کھانا اور ناشتا اپنے کمرے میں بھی کھانی تھی لیکن اس روز وہ بھی زینت کے کمرے پر سب کے ساتھ ناشتا کرتے
تھی۔ اللہ نے ناز اور شایا کا جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ کونج کے کچھ کھانے کے بیچے تھے۔ شعیب مصر دیکھ رہے تھے۔
تھے اس لیے انہوں نے بیٹے کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا تو نہیں اور اس کے سلام کا جواب دے کر چپ چاپ ہاتھ لگا کر
زینت اور ناز بھی اپنی اپنی سوچ میں مگمگ تھیں۔

اسفند کچھ اپنے عین وقت پر ہسپتال سے آیا تھا اور کچھ ایسے خستہ و غراب ہو گئی۔ ابا تھا کہ زینت کو اسے سلوٹ کے
میں تیار کی جرت میں بھی بڑی تھی۔ یہی کیا کہ تھا کہ وہ ماں کے کہنے پر کھانا تیار ہے آکر لو۔ ہاں جین کو کہ
چپ چاپ کھانے کی میز پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی بہت خاموش اور سجدہ کی شکل بنا کے خاموش بیٹھا تھا۔ ناز نے وہی

کھانے کے ایک بہت ہی عزیز موقع اور ناقابل تغیر بات میں کر شعیب منصور اچھل سے بڑھے۔ انہوں نے قدرے
کھانی تھی ایک ہی تقریبی سی مثال کر کے پوچھا۔
انہیں اسکا کوئی بات نہیں سے ڈیڑھی۔ اور میں کسی پریشانی میں آئے والا انسان بھی نہیں ہوں۔ سب سے کام ایسا بھی ہے
چاہے کہ باہر ہوں کچھ کہہ رہا ہوں کہ میں نے سلوٹ کو گھر سے نکالا ہے۔
اسفند کے سجدہ بھی میں کچھ اتنی تقطیع تھی کہ شعیب منصور کو کچھ نہیں کر لیا ہی پڑا۔ اور انہوں نے بہت ڈیڑھی کر پڑے
ناتھی تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

پاس ملا لیا ہے۔ بعد میں جب معاملہ فہم اور ایش جانے کا ترغیب کے پیش نظر جو مناسب معلوم ہو گا کہ وہ باہر سے آکر
جا کر ان کی گھر میں بہ بات آتی تھی۔ بھائی کے یہاں معمولی دیر بیٹھ کر اور دعائی مجاہد سے مشورہ کر کے شعیب کو
لے کر تورات کے گیارہ بج چکے تھے۔

سلوٹ کی پریشانی میں زینت سارا دن ادھر ادھر بھرتی رہی تھیں، ٹوٹھنگ سے کھا، کھانا کھانا نہ وہ وہ
اس لیے شعیب کا انتظار انتظار کرتے سو گئی تھیں شعیب شہر سے انہیں وگنا نامناسب نہیں سمجھا کہ وہ تو گھر میں
تھے۔ اس تبدیلی کے طاری سے لہجہ بر لبہ نہ گئے تھے۔ گھر لوگوں کی پریشانی میں انہیں دریک نیند نہیں آتی تھی
سڑھوی کی عفتوں اور سڑھوی کے ساتھ کئی نیا و تیز اور بے آرا تھا۔ سلوٹ کے بارے میں بھی وہ سخت پریشان ہو رہے تھے۔

وہ کہاں کئی ہو گئی تھیں میں تجرہ نہیں ہو۔ اور اس کا کئی حشر ہو۔
انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ گزشتہ رات یہاں کا گھر چھوڑ کر جا چکی ہے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے دوست کی
حکمن ہے اسے ملازمت مل گئی ہو اور اس کے ساتھ راجہ سہولت بھی دی گئی ہو۔ کبھی تو وہ اس کے گھر آتے تھے اور انہیں
گئی ہے۔ حکمن کے کہ تو کو اس جگہ ایڈیٹ کر کے کہ وہ خود ہی لے آئے۔ لیکن اگر ایسی بات نہ ہوتی۔ اور اگر وہ
یہ معلوم کئی باتوں میں پڑے اور اس کی کیا روایت ہے۔ اور اس طرح تو شاید زندگی گھر ہی لوٹ کر آئے۔

پھر میں کا خرد اور سب سے بڑھ کر شعیب کو کیا جواب دوں گا۔ کیا منہ سے کہ ان کے پاس ماں کا اور باقی تو انسانی
زندگی کو اور بھی غراب بنا دی گئے۔ پہلے ہی کیا کیا کلمہ تھیں دیتے رہے ہیں میری بہن کو رنگ پھر رہ گئی ہے لیکن انہیں
پرہیز کرتے کرتے۔ اس پر تورات کی قسم لینی ہے کہ اسے اولاد سے بھی محروم رکھا گیا۔ اور پھر کسی چیز یا اسے باہر
تورہ تھا۔ ایک سنگلی جان کا معاملہ تھا۔ ایک جوان اور اپنی طانی عزت و ارادگی کا معاملہ تھا۔ جس کی زندگی انہوں نے اپنے
کئی تھی۔ اور اب اس کے ابا تک غائب ہو جانے کی وجہ سے سارے خاندان میں ان کی فکر آتے ہوئی اور پوری حالت میں
غائب تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسے خود غائب نہ کیا جائے یا گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس کی کوئی زندگی نہ رہے۔

گزشتہ شب رات کے کھانے پر ان کی بڑی اور بیٹی اسفند ان کے اور اسفند کے سامنے حیران حیران ہوا تھا۔ انہوں نے
لینے گھر میں رہنے پر رضامندی کر رہی تھیں۔ اس کو وہ گھر لے کر آئے تھے۔ اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ سلوٹ کی زندگی وہ
سال سے مکہ کے سامنے بھی ہے۔ اور وہ تو یہی سمجھتے تھے کہ اس کے شہر نے اسے خلاق دے دی ہے۔ اور تائب کے کوئی
اسی لیے غمگینہ کہ وہ گئے تھے کہ اس کا تائب حسن سے مقدمہ چل رہا تھا۔ لیکن بڑی کی زبان انہوں نے جواب دیا تھا کہ اسے
انہیں جرت میں ڈال دیا تھا۔ اور اس معاملے میں اس وجہ سے زبان نہیں کھول سکتے تھے کہ انہیں اصل حالات کا پتہ نہ تھا۔

یہی وجہ تھی کہ بڑی کے احساس دلانے پر کہ انہوں نے کسی اور سے کی بڑی کو اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔ وہ چپ سے ہر کوئی
تھے تھے۔

مگر اب آج کے تازہ معاملات پر غور کرنے کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس کو سونے گزشتہ روز زینت کی
سُن لی تھی یا پھر تو زینت اور ناز نے اس کے لیے ایسی بات کہی ہے۔ جس نے اسے ان کا گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔
اگلے روز صبح کو ناز نے کئی میز پر سب موجود تھے۔ کئی اور اسفند بھی جو دریا میں ہسپتال میں گزار کر اس وقت تو انہوں نے
لوں تو ناز کو کھانا اور ناشتا اپنے کمرے میں بھی کھانی تھی لیکن اس روز وہ بھی زینت کے کمرے پر سب کے ساتھ ناشتا کرتے
تھی۔ اللہ نے ناز اور شایا کا جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ کونج کے کچھ کھانے کے بیچے تھے۔ شعیب مصر دیکھ رہے تھے۔
تھے اس لیے انہوں نے بیٹے کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا تو نہیں اور اس کے سلام کا جواب دے کر چپ چاپ ہاتھ لگا کر
زینت اور ناز بھی اپنی اپنی سوچ میں مگمگ تھیں۔

اسفند کچھ اپنے عین وقت پر ہسپتال سے آیا تھا اور کچھ ایسے خستہ و غراب ہو گئی۔ ابا تھا کہ زینت کو اسے سلوٹ کے
میں تیار کی جرت میں بھی بڑی تھی۔ یہی کیا کہ تھا کہ وہ ماں کے کہنے پر کھانا تیار ہے آکر لو۔ ہاں جین کو کہ
چپ چاپ کھانے کی میز پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی بہت خاموش اور سجدہ کی شکل بنا کے خاموش بیٹھا تھا۔ ناز نے وہی

کھانے کے ایک بہت ہی عزیز موقع اور ناقابل تغیر بات میں کر شعیب منصور اچھل سے بڑھے۔ انہوں نے قدرے
کھانی تھی ایک ہی تقریبی سی مثال کر کے پوچھا۔
انہیں اسکا کوئی بات نہیں سے ڈیڑھی۔ اور میں کسی پریشانی میں آئے والا انسان بھی نہیں ہوں۔ سب سے کام ایسا بھی ہے
چاہے کہ باہر ہوں کچھ کہہ رہا ہوں کہ میں نے سلوٹ کو گھر سے نکالا ہے۔
اسفند کے سجدہ بھی میں کچھ اتنی تقطیع تھی کہ شعیب منصور کو کچھ نہیں کر لیا ہی پڑا۔ اور انہوں نے بہت ڈیڑھی کر پڑے
ناتھی تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔
نہیں تھی کہ اسے پوچھا۔

اسٹنڈے اپ کا ادب تھا اسی نے کیا۔ اور ایک جذب کے عالم میں باپ کو اھل جو بات سے آگاہ کر دیا۔
 "لیکن اگر دو نوجوان بیٹوں کے بھائی جو تو زمین کو زور اور کمر بابت کہیں کہیں جب وہاں پہنچے تو اسے پتہ چلا کہ
 حکومت اقتدار سے اور سوچا کہ کونسی لڑکی کے بارے میں کوئی رائے کاٹ کر کرنی چاہیے۔ کسی نانی اور زینت کے
 پر نہیں۔ کیونکہ بیٹوں کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے۔ نا۔ کبھی کبھی کسی کے متعلق زبان سے لفظی ایک نرا خیال نہ
 گزرتا ہو جاتی ہے۔ تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دانشور انسان ہر اور امان جان حسین نیک اور صالح انسان کے نزدیک ہوتے ہیں۔
 کاؤن کے اور سب سے سبب میری نظر میں مراد تھی سے عارف ہوتے ہیں۔ یہاں تو وہی ہو رہا ہے جو وہ سبب ہے۔
 ساتھ ساتھ دل میں مزاج رکھیے۔ اور کسی سخت اور غلط بات کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی۔ کچھ عیب صاحبزادے سے
 انسانی کافی نہیں کہ انسان کی طرح چہرے ہوتے اس دور میں کوئی پردہ نہیں اپنا کر رکھنے چاہیے گا اور
 ہمالیہ کی چوٹی پر کر لی ہے۔"

اپنی باتوں میں وزن بھی تھا نصیحت اور صداقت بھی۔ وہ چہرہ دکھائے بڑی خاموشی اور فطرت سے ان کا ہاتھ
 رہا تھا۔ لیکن جب شیب نے بات ختم کی تو اس نے بڑھتی سی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔ اور انہوں نے جو دیکھا کہ کئی
 بات اگلی ہی گھڑی گئی ہے جو غلطی سے ہوئی۔

لیکن میں نے سلاطین پر کوئی بہتان تو نہیں مانا تھا۔ کوئی تہمت تو نہیں لگائی۔ اور کیا اس صفت سے آپ انکار کر
 میں کہ وہ سناؤ سناؤ ہے؟ اور شوہر سے ناچانی کی وجہ سے گذشتہ دو برس سے بیکے میں بیٹھی ہو جا رہی ہے۔ اور ناز و
 کے میاں نے اسے اسی عمر میں سے ہمارے پاس بھیجا ہے کہ ہمارے یہاں وہ اپنے شوہر کی دوسری سے منع فرما کر
 کیا کچھ فعل کر رہی ہوں میں؟

نہیں یہ تو ضیق ہے لیکن اس کی اس مجھ سے غائبہ اٹھا کر اس کے کروڑا پرچہ اٹھانے کا کہاں کہاں کی لڑائی ہے۔
 یہ تو قدرت کے کھیل ہوتے ہیں۔ جو انسان کو تانتا۔ عاجز اور بے بس کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے حالات پر گرفت لگائے تو
 ہی نہیں دیکھتا۔ شیب منور نے اٹھنے ہوئے کہا تو وہ بھی بیکے لکھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
 "تم کہاں چلے۔ تم کو اب آرام کرو لیکن دوسرے دن آئے ہو ابڑی طرح تھک رہے ہو گے۔ زینت نے بیٹے کو کھڑا ہونے
 دیکھ کر کہا۔"

"ہاں ہاں۔ اب تم تو آرام ہی کر لو گھر کے عین کی ہنسی بخاؤ۔ گھر کی دنیاؤں کو غم نے گدگی سے آکر بابت بند
 عیش کرو خوشیاں مناؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ تم میں اس کی کاش میں کامیاب ہو گیا تو پھر وہ زندگی، وہ غلامت کو پھر سلاؤ ہی
 میں وہ ہے گی۔ اور اب صرف فخر و فانی کی زندگی حقیقت سے ہی رہے گی۔"
 شیب منور ہنسی کی ہنسی پر چل کر رہے اور پھر دم بڑھا کر ایک جھپکے سے کھانے کے کمرے سے نکل گئے۔ مگر
 اس قدر خاموشی اور غلامی تو اتنا شہ سے ہی کھڑا رہا۔

"لو سن لیا تم نے سنی یہ سب کہہ کر گویا تیار ہے ڈھکی نے نہیں پہنچ گیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان کو مل گئی تو ان سے کھانا
 بھی نہیں کہ اسے نہیں ہے آئیں۔ اپنی بات کو لورا کر کے دکھانے کی عاقبت ہے۔ ہاں نہیں۔ زینت بولیں۔
 "لیکن مجھی بالفرض مجال سلاطین کو نہیں ملتی تھی تو گھر میں لانے کے سوا وہ اسے اور کہاں بھجے ہیں۔ بولیں
 ڈھکی نے ان کا ذمہ نہ رکھا ہے۔ اور پھر یہ پھیر پھیر کا نہیں ہے پھر جان کا معاملہ ہے۔ سلاطین ان کا بہن ہی نہیں
 کوئی گھر کی پروردہ تو نہیں۔ اور پھر پھر اس میں بھائی جان کو پہنچ کر نے کیا بات ہے۔ جہاں جان اتنا گھر ہے جہاں
 ہیں۔ اور ہرگز گھر میں بیباک تو آنا ہی نہیں کیا۔"

"اجا خیر بھوڑو اس غصوں لفظ کو۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو رائے بھائی جان تو آ رہے ہیں وہ غصوں
 را تو لہ سے سوتے نہیں ہیں با سسل جاتے ہی رہے ہیں؟ اصل میں زینت بیٹے کی خاموشی سے اندر ہی اندر ہے اور
 تھیں۔ انہوں نے نازو کی باتوں پر بھی دھیان نہیں دیا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔ انہوں نے شے ڈالنے سے کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا۔ اب انہیں کیا معلوم تھا کہ بیٹے کے دل میں خیالات کی کچھ ایسی کھجانی ہے کہ وہی ہے جس کی تھنہ ہے
 ان کی آواز اس تک نہیں پہنچ رہی۔"

انہوں نے نازو کی باتوں پر بھی دھیان نہیں دیا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔ انہوں نے شے ڈالنے سے کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا۔ اب انہیں کیا معلوم تھا کہ بیٹے کے دل میں خیالات کی کچھ ایسی کھجانی ہے کہ وہی ہے جس کی تھنہ ہے
 ان کی آواز اس تک نہیں پہنچ رہی۔"

جی ان میں اس سے بھی قوی تر ہے۔ اور وہ کی بوسہ نہیں گئی۔ ابھی تو میرے دورہ کے عانت بھی نہیں ہوئے۔ یہ کہنا نہیں چاہتا۔ تو یہ تو ہے۔ اپنی ایک بات کیا بتاؤ کہ آپ سب عادت تھل اور شکون لینے میں لگیں۔ آپ سے کوئی کہنا

زور سے ہے۔ اس کے بغیر نصیبوں سے بھر آ کر ان کی بات قطع کر کے کہا۔
اس سے کئی دنوں تک بات چلی۔ اسے کبھی اس قدر غیر متوجہ دیکھ کر یہ تو پہلے ہی مانتا تھا تھا۔ اس کے بدلے کئے ادا اور باتوں کا بھنگی ہو کر لو گیا۔
تو وہ امان جان پتا نہیں آپ کیا کچھ دنوں میں اور وہاں بھنگی کے مارے میرا راجا لاجا ہو رہا ہے۔ بڑی سخت نینداری ہے

یہ بات:۔
ہر ایک طرف ہی جہاں نے کر لولا۔ تو مسلمی بنگی نے بیچک سمت غور سے اس کی طرف دیکھا۔
مات کون کی اگرچی سے ملتان تک بدل سکر گیا تم نے جو ٹھکی مٹی عموں پوری ہے اور نیند میں آدی ہے۔ یہ کہو کہ
یہ بات کو لانا چاہ رہے ہو۔ ہاں یہ بتاؤ کہ ہر ایک اطلاع دینے بغیر کیسے آگئے تم۔ اور کس لیے آئے ہو۔
بگس لیے آجنا ہے۔ امان جان۔ ملنے ملانے کی عموں ہی سے تو نا۔ اب مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں آنے کے لیے پاس پورٹ
بڑا اور اجازت نامہ حاصل کرنا بھی ضروری ہو گا۔ ورنہ حاصل کر کے ہی آتا۔ ہر حال اب تو آئی گیا کیوں۔ وہ قدر سے بھنگا کر

لا۔
وہ لولا۔ جس پر اڑ گئے۔ ہر سے طوطوں کو۔ میں سب سمجھتی ہوں بھری۔
وہاں اگلا ہو گیا ہے امان جان۔ ورنہ طوطے نہیں تو سمون ڈنگر جراتے جاتے ہیں۔ فوج ہے آپ تو زبان دان ہیں بھری۔
اس نے سلی بگس کی بات پر قطع کی۔ تو وہ بھی اس کا فقرہ پورا بھرتے سے پہلے بولیں۔

اور میں۔ اب مجھے باتوں میں بڑا ڈا۔ کوئی زکوئی بات ہے۔ ضرور ہو تو تم سے جیسا ناچا جا رہا ہے۔
مسلمی بگس جو اس کے رنگ دریشی سے راقف تھیں کچھ کی نہیں کہ وہ جان کر ناں کمال کر رہا ہے۔
انکال ہے امان جان۔ میں اور وہاں آپ سے کچھ نہیں آتا۔ میں ایک ہی عموں سے ذمہ کی کر رہتے کر ان کے ٹنگ آگیا تھا۔ اور آپ
سے لڑ کر ہی ان چاہا۔ امان جان۔ میں نے وہاں آجنا اب ضروری در کے لیے تو مجھے جگ بھجھانے کی اجازت دے دی۔ میں جانی
تی رہے ہیں سو سکا ہوں۔ وہ پلنگ پر بوی آؤا ہے۔ لیتے لیتے چلے گئے ہیں لولا۔

انہا پر بوی سو جاؤ۔ مگر یہ کونسا طریقہ ہے سونے کا پینے پانی یہ لوٹ آتا رہا۔ ہر اٹھا کر یہاں سر ہانے لگیا رکھ کر آرام سے
بڑا۔
اس کی بگس جو اس نے کی طرف بھٹی تھیں۔ اسے آرام سے اٹھانے کے خیال سے اٹھنی ہوئی بولیں۔
اور امان جان۔ آپ کے کہنے سے جو جب اگر ہر اٹھا کر لیا تو کیا مجھ پر نہیں گوں گا۔ اس نے مسکین ہی صورت بنا کر پوچھا
کہ کیا پانی نہیں روک کر بولیں۔

یہ اسے ورنہ ان کی بات دیکھنے کی عادت کب سے ہوئی تم کو۔ ہی تو آرام سے ہر پاسا کر سونے کو کہہ رہی تھی۔ اور اگر نہ ہاڑ
یہ تم کو بہت ہاتھ پائی دھو۔ ورنہ کیا بولیں دھول میں اٹھانے سونے کا ارادہ ہے۔
انہا کو سونے کو بوی نہیں ٹھیک سے امان جان۔ بولیں کوئی اہری میں تو نہیں سونہا۔ میں آہ بون گھٹنے ہی سوزوں گا۔
لگنے کو نہ ہاڑ سارا ہماری دھولوں کا؟

اس نے بھرتے تو نہیں اتارے۔ اسے البتہ کہی سر ہانے کی جان رکھ کر جو تے پانچ سے تھوڑے سے آگے نکال کر لینے بونے کہا۔
میں نے سارا تو کبھی وہاں بولنے نکلا ہے۔ مجھے تیرے دھن اہری نیند میں میرا نول ہوا کہ رکھ دیا تو نے۔ بولیں گی۔
اور انہا نے کہہ کر کام اول کی زبان دراز کا آئندہ ہوتی ہے۔ بول تو پڑا کہتا ہے کہ تیرے دل میں اللہ کا بڑا خوف ہے۔

اس کی بگس کی باتوں پر کچھ بول کر بولیں۔
ہو تو اتنے ہی جتنی قبہاری ہے۔ اسے میری گور میں گوراج بھی تیرا جوں مانوں بگس عموں ہونا ہے؟

اس سے باقی جان ڈرا باہر کر تو دیکھیے کون ہا ہے۔ یہ سلی بگس کے چھوٹے بھائی کی بیوی بھاو بھگت نے نہیں لاکر لگا
مسلمی بگس جو اپنے سر سے ہی گوراج پلنگ پر بھی نظر کا چشمہ لگائے اپنے کرتے کا ماس نہ پڑ نہیں سائوں نے پاکہ زور
بغیر بیچک پریشی سے جواب دیا۔
اسے ایسا کون آیا ہے میری نے آوا سے جس کے لیے دل تڑپ رہا ہے اس کا کوئی خط آیا ہے۔ غیر خبری معلوم ہوا
ہے۔ اب میری بلا سے مرگھم آئے۔ ہا۔

گوراج خبری دونوں فقرے۔
انہوں نے قدر سے نچی ماز میں کہے تھے لیکن اندازتے ہوئے اس قدر سے
لیے تھے۔ وہ دے پاؤں پلٹنا ہوا ان کے سلو میں کھرا ہو کر لولا۔
"خطا اور خبر خبر کے بھلنے آپ کا یہ ٹھوڑا ماز خبری جانتے ہو گیا ہے امان جان۔"

اور اس کی آواز سن کر وہ بھونچا سی رہ گئیں۔
"ہاں میں تھنے۔ اسے کہیں یہ غائب ہو نہیں دیکھ دی ہوں سارے تم کیسے آگئے تھے۔"

"جی ہندی خواب نہیں بلکہ آپ جانتی آگئیں سے میرا حقیقی وجود رکھو رہی ہیں بلکہ اسلام بھگس درست ہونے پر
وہ ان کے آخری فقرے کا جواب گول کر کے دگس سے ان کے پاس بیٹھنا ہوا بولا۔
"وہ علیکم السلام۔ خوش رہو، شادو آ باڈر ہوا ہزار کی عمر ہو جا رہی ہے۔"

"اس بار۔ کئی قیامت کے پورے سٹھانے کا ارادہ ہے جو مجھے ہزاری عمر کی دعا سے ہی میں جیک رہاں۔ عالیہ
انہا میں آتیں ہی گوراج نے درجہ رک رہے ہیں۔ وہ دوسرے سے ان کا کلب بیچک کی پٹی پر رکھ کر ان کے آگے آنا چاہا اور
لینا بھرا بولا۔

"کیوں دھن و ہا دھن میں کئی پریشانی لاحق ہے۔ جھجھکا تھوڑی تو یہ دانش ہو۔ پڑھ کر اگر قابل ہو گئے ہوں
ہو تو اتنے ہی جتنی قبہاری ہے۔ اسے میری گور میں گوراج بھی تیرا جوں مانوں بگس عموں ہونا ہے؟

۱۰ اچھا چل۔ بری سواری ایشیا میں کرنا۔ میری ماں جان کو آتی ہدایت کر دینے کے لیے کہتا ہے۔

۱۱ سے دینے۔

۱۲ اس نے جس طرح ہاتھ اٹھا کر اللہ رب کو مخاطب کر کے کہا۔ سلیٰ علیٰ ساری منیٰ اور کنیٰ مشکل ہو گئی۔

۱۳ اسے تو میں نے کب سے متعجب کیا ہے۔ جتنی دیر چاہو سولو۔ اسے میں تنہا سے لے کر کھانا تیار کر آتی ہوں۔

۱۴ سلیٰ علیٰ منیٰ نے تنگ کے سر ہاتھی کی طرف لاپرواہ ہیلے ہوئے کہا۔

۱۵ کیوں کیا ایک نعرہ بول کر نہیں آیا جو میرے لیے آپ کھانا تیار کرنا ہے جاری ہیں تم اس نے نہ دیکھو کہ کون کون کا لہلہ

۱۶ اسے بنا کیوں نہیں۔ مگر آج شکوہ سارے پائل میں لگا ہوا ہے۔ کلا سنی کلا سنی بنایا ہے وہ میں نے۔ اس میں قرآن کو آواز دینا ہے۔ اب زیادہ جھکتی نہیں کریں وہ کھلتے دکھاتے ہیں اور جرح سے ہم بچتے ہیں۔ یہ حقیقت کا لہجہ سارے ماورائے

۱۷ ایک بیٹی سے دینا تو ہم تو ہم وہ ان کا ہاتھ تو بنا دیا کرتی تے۔

۱۸ اے فوہ اماں جان ان رضا حق کی کیا ضرورت ہے صبر کیا میں کوئی غم ہوں۔ اپنے ساموں کے سامنے باکوں۔ ہونے والی دنیا انہوں نے پھر لیا ہو گا اس میں ہی میں شریک ہو جاؤں گا۔

۱۹ وہ سلیٰ علیٰ منیٰ کی سلیکس میں ڈوبی ہوئی گفتگو پر چڑھا کر لہلا۔

۲۰ اے اسے وال دیا کیسا خدا کے فضل سے ہر نعمت میں موجود ہے یہ تو جو کو کو سامنے دیکھ کر پائے رکھنے کی کھلم کھلم سے بھی

۲۱ جی جی جاتی ہیں انا اب وہ تم کو صرف تنگ کر رہی ہیں۔ غم میں ہی وہ سلیٰ علیٰ منیٰ۔

۲۲ اچھا ابھی بات ہے تو آؤ کی وہی وال جو میں بہت شوق سے کھاتا ہوں اب دیکھو اسے گراس کے ساتھ آ رہا ہے پھر ہوا

چاہیے اس میں ہمارے کیا کیا چیزوں سے بہت اڑتک رہتے ہیں ناسا اس لیے صبر ہو گیا کھانے کو نہ تو وہ اور نہیں

بندر کے لولا۔

۲۳ اچھا وہ بھی تیار کروں گی۔ ماسٹر نہیں کے بیان تو ماشا اللہ سات تم کے چاروں وقت گزار رہتے ہیں پڑا ہو گیا

۲۴ میری بھاری اور ہاں کا تم اپنے ساتھ کوئی سامان بھی نہیں لائے۔

۲۵ لایا کیوں نہیں۔ مگر صرف ایک سوٹ کیس لایا ہے جو آتے ہی غالی جان کو تھرا رہا تھا۔

۲۶ اس نے انھیں ہند کے نئے خود کی ہمارے کہا اور پھر کرکٹ لے لی اور سلیٰ علیٰ منیٰ کی ہمت سے اس کے پاس ہار لیں۔

۲۷ اور کھلا رہیں کہ تو ابھی ہے تو میں سے بری سات پشت پر احسان کر رہا ہوں۔ دوسرے سے معلوم کون سے طاقت

۲۸ کہ آیا ہے جو تم ہی سوچا گیا۔ اور یہ کہہ کر سوچا کہ اگر کی بری وال انہاں کے چار کے سوچے نہیں کھانے کا لوبہ تنا

سارے سے اس کے لیے خالی بھی تیار کرو۔

۲۹ کرے سے باہر نکلا۔ سلیٰ علیٰ منیٰ کے ساتھ بیٹھے کہا۔

۳۰ تو وال تیار کرنے ہی کو نہ ہے ہاتھی کھڑے گئے ہیں باہمی جان۔ زیادہ سے زیادہ آ رہے ہوں گئے ہیں تیار ہو جائے

۳۱ کہ ایک چار کا مرسد میں تیار کیا۔ لیکن چار کوئی کھانا تھا۔ اسے وہ تو اس وقت بند تو اس وقت یہاں آئے ہیں۔ کھانا

۳۲ کا پیمانہ اور فیروز چرخ میں کھانے میں چینی جانتے ہیں کیا باب بھی لے دیں گی اور ایک کھدہ چرخ اور۔

۳۳ نہیں۔ تکلف سے کام لیتے کی ضرورت نہیں اس کے لئے چرخ کی فرمائش کی ہے وہی کھانے کا۔ ہاں اگر وہ فرمائش

۳۴ رو دھو جو تو سوٹی میں کھیر بنایا۔ مگر ڈابلہ ہی کرنا۔ وہ پیر کا کھانا وہ ساڑھے بارن بچے کھاتا ہے۔ سلیٰ علیٰ منیٰ نے جاننا

بات کاٹ کر کہا۔

۳۵ مگر آپ اس کی تو فکر نہ کریں۔ ابھی صرف گندہ ہی بچے ہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تو چرخ تیار کروں گی

۳۶ کیم خوشی دلی سے ہو گئی۔

۳۷ اور ان کے لئے کوئی سلیٰ علیٰ منیٰ نے پوجا۔

۳۸ مگر آؤ کی وال کس طریقے سے نکلاؤ گی۔

اس طرح سے میرے سوٹ کی چھری وال لپٹی ہے۔ وہ سامنے بیٹھے جاتے جاتے کہا۔

۱ وہی۔ جو وال اسے چند ہے وہ دوسرے طریقے سے لپٹی ہے۔ تم ایسا کر کہ ایک پاؤ وال پاتی میں بھگور سار

۲ ہونہ سنت کے بعد اسے جب نرم پڑ جائے تو اسے جو اس میں اتنا پانی ڈالنا کہ وال سے ایک پورا ونچا ہو۔ سات جو

۳ سے اور اور ایک کے برابر اور یک بار یک لاکھ کر اس میں خال دینا اور وہاں تو خارت سرخ سر میں ہی۔ جب وال کا پانی خشک

۴ رہنا اور وال جاتے تو اسے نرس کے اور پاز سے گھاڑ دینا۔ اور اس پر پوہ دینے کی پٹیاں کرنا اور کھونٹی کی پٹی ہونی

۵ بہت چوک دینا۔ ستر کی کسی سوٹ کو گھر میں موجود ہوگی نا۔ سلیٰ علیٰ منیٰ نے فوہ کی وال دکھانے کی ترکیب بنا کر پوجا۔

۶ وہی میں ہوئی تو انہیں البتہ عابت سوٹ ضرور جو جسے ہر میں میں کڑاؤں دون کی۔ وہ سامنے بیٹھے ہوئے

۷ اور میں نے دیکھا وہ اب کہاں سوٹھے بیٹھو گی۔ یوں ہی بیٹھے جٹانے خواہ خواہ کی کھیر پڑ گئی تو بار سے ستر کی کیم

۸ لیا۔

۹ اور میں نہیں باہمی جان۔ آپ کا نٹا کیا ہمارے لیے غیر ہے۔ اور اٹھا اسے خوش رکھے نہاتا ہی اس طرح ہے

۱۰ ہے ہم اس کے اپنے گلے ہوں۔ مگر تو تو آپ کو بھی نہیں اس کے اٹھا کرے ہی پیلے انہیں پوجا پھر ہونے یوں کو اس وقت

۱۱ کی کہ لاکھ آپ کے سبیاں دھرنا دینے آیا ہوں۔

۱۲ میں نے کہا کہ آپ کو ستر گھون پراؤ میں بھی تیار کر دی ہے۔ وہ سامنے بیٹھے رہنے کا وقت سے کام لیتے ہوئے تیار۔

۱۳ ہاں اٹھا اسے کمر سے بڑھی بھر لڑا اور لٹکا رہتے ہے۔ اے ہاں وہ اس کا سوٹ کس کہاں ہے۔ کیا ایسا

۱۴ ماسٹر یا کوئی ہے۔

۱۵ نہیں نہیں سوٹ کیس تو لائے ہیں اس وقت میں نے اسے اس وقت کے کوسے میں رکھا اور پیلے۔ بہتر وغیرہ ایسی بنا گیا

۱۶ اسے کس کا کہ تو تو تھا۔ اب اس میں بھلا وہ کہاں رکھیں گے۔ میں نے سوچا جب تک وہ یہاں نہیں لائے گا اس وقت تک

۱۷ اور تنگ ہانے کے لیے میں سوچا لاکھ کے گا۔ وہ سامنے بیٹھے کہا۔

۱۸ انہیں اس وقت کوئی تنگ نہ کرے۔ سائنس کا اسٹوڈنٹ ہے۔ جہاں اس کی پڑھاں میں میں سن پڑے گا۔ تم تو ایک تنگ

۱۹ ہے کے لئے بڑا وارو۔ وہ میرے ساتھ ہی لے گا۔ اور یہ سب معلوم کر رہے ہیں انھیں کے ادارے سے آیا بھی ہے

۲۰ انہیں۔ مگر طرح آچا کہ اس کا یہ اس سے تو معلوم ہو تا ہے کہ کسی ضروری کام سے ہی یہاں ملتا آیا ہے۔ وہ سلیٰ علیٰ منیٰ

۲۱ لپٹی۔

۲۲ اچھا تو کیا آپ نے پوجا نہیں اس وقت میں سے سامنے بیٹھے ہو گیا۔

۲۳ نہیں نہیں تم ہی کہاں آتی۔ آتے ہی تو یہ کہ سو گیا اب آئے گا تو پوجا نہیں ہی۔ سلیٰ علیٰ منیٰ نے بتایا۔

۲۴ اور مگر کھوش ہو کر اس کے لیے وال جاتے کہیں میں چلی گئی اور سلیٰ علیٰ منیٰ اس وقت کے قبضے پر قبضے کے ڈار سے

۲۵ اور میں نے نہیں نہیں بولے ہیں اور وہی بڑا بڑے میں بچے ختم ہو پھر اس کے پاس میں ہو چکے ہیں۔

۲۶ اس کے اس نے نہیں نہیں کیا تھا وہ سوت اس کے چہرے پر استعمال ہوا تھا۔ اور تیس کے بہت سے سوالوں کا جواب

۲۷ لیا کہ لگ کر گیا تھا۔ اس پر ستر آؤ آتی ہے تنگ اور نیند کا ٹھٹھ گنا گنا گویا ان کے خیال میں وال میں کی کالا ضرور تھا کہ وہ

۲۸ نہ تھوڑے جیسے کہ ایک تنگ چھری جو کہ ہر معاملے کے لئے جگہ جگہ کا تھا اس لیے کافی تیسری ہی نظر آ رہی تھی۔

۲۹ تو اگر ایک آپ کی آپ جاعی ہے کہ جب تنگ پیٹنے کی کوشش کرتی رہیں۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ کر سارے کے پاس

۳۰ لپٹی۔

۳۱ اچھا لپٹا لپٹا کہی گئی۔ لاپرواہی میں ہر کراہتا اور ہدایت ہاتھ بناؤں۔ انہوں نے ہمارے سے کہا۔

۳۲ کہ وہ وہی تنگ پیشانی سے ہو گئی۔

۳۳ ان کا کتا ہے جو آپ کے شرمندہ کر رہی ہیں۔ آپ تو جاکر اس سے اپنے کمرے میں بیٹھے باہمی جان میں ماسٹر پوجا

۳۴ اس کے لئے اس کے اس وقت کی کوشش کی۔ اتنا اطمینان رکھیے۔

۳۵ اسے اور شرمندہ تو تم بیٹھ کر رہیں ہو۔ دوسرے میرا قصد یہ تو ہر حال میں تو زبردستی کام پٹھا کرے سر پڑ جائے گی روبرو

۳۶ لپٹی۔

ماجرہ کیا ہے۔ پہلے تو جو عہدہ سنبھالنے دل کی ہر بات کہہ دیا کرتا تھا، کیا اب اس قابل نہیں رہی ہوں؟۔ اس کے کون کون جواب پر بل کر لیں۔

”اے سنبھالنا جان، صرف ایک ہی تو راز دار اور وسوسہ ساز ہے میرا۔ میری امان جان، پھر تامل کیے تو یہی گی آپ۔ اپنے دل کا سارا سہارا سنبھالیں تو نکلے آج ہوں۔ بتا دوں گا سب مگر آہستہ آہستہ وہ جو لڑائی لڑ رہا تھا، اسے سنبھالنے کیلئے مٹا دے گا۔ اور سنبھالنے کیلئے سنبھالنا ہی سنبھالیں۔“

”اسے تو پورا سنی جھیل سنبھالیں گی۔ پہلے ہی کہہ دیا ہوں گا کہ بعد میں پھر لینا۔ خیر میں سنبھال رہا ہوں اس لئے سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔ معاملہ سنبھالنے کا ایک چیلنج اور اسے تو کہہ دیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ آراہہ تو سنبھالنا سنبھالنے کے لئے سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”اسے سنبھالنے سے پہلے سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔ اسے سنبھالنے سے پہلے سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، واقعی ناز کوئی زندگی ہی ہے۔ درد میں تو بالکل مایوس ہی ہو گیا تھا اس کی طرف سے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

”جی ہاں، اور سنبھالنا ہی سنبھالنا ہے۔“

۱۰۔ اتفاقاً، میں بھی اس سے اگلا کر ہی بنا۔ جی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ راتوں رات، چپکے سے گھر چل کر گیا۔ گئی وہ
اسفندیہ سب کہتے تھے آپ ہی اس کا سلسلہ بنا۔ اور سلی بیگم نے جب ساوہ فی بیگم سے کہا کہ اس کا
یقین دیا جاوے۔ ان کی اس فائنٹی پر وہ چڑ کر بولے۔

آپ سوچ رہی ہوں گی کہ اگر وہ شادی شدہ بھی تھی مگر اس نے اس بات کو سمجھنا یا بھی غلط تو اس میں کیا
بگڑنے اور اگلنے کی کیا بات تھی تو ساتھ ساتھ آپ کو یہ بھی بتانا چاہوں کہ موضوع جوہر سے نسبت کو سمجھنا یا بھی غلط تو اس میں کیا
میں اور میرا من کے جھانسنے ہی ایسا کیا تھا کہ سچے چاروں خانے چیت ہو گیا تھا۔ وہ تو کلا منس تک پہنچنے سے پہلے
ہی اس ناگس کا ڈبا میں ہو گیا جو انہوں نے مصحفیت اور شرافت کا ہوادہ اونڈھ کر رکھا یا تھا۔ وہ وہ
شہسہ میں۔ وہ ایسی کے گرد لڑکی بزرگ نہیں ہے تھے۔ تھماری ہر بات کا نتیجہ ہر کسے کیوں نکلا اس بات سے
مشفق نہیں ہو سکتی۔ یہ سلی بیگم کی بات کاٹ کر نہ راتیں لیجے میں بولیں۔

نہیں اماں جان۔ اس سے جو شرافت اور مصحفیت کا ٹھونڈ رہا یا تھا۔ آپ ہی اس سے دھکی لگی تھی۔
وہ میں خود ہی گزری میرا ہاں کسی ہوشیار کا لفظ تو بیان نہیں کر رہا۔ واقعی وہ بہت مستکار اور جھالاک لڑکی تھی جو
کھل ہانسنے پر جھاک کڑی ہوتی۔ اور ادھر وہ ہمارے ٹوٹی صحاب سب کچھ جانتے ہوئے تھی۔ کی کا کھڑے ہونے سے
ہیں۔ اور اسے ہی تلاش کر کے پھرتے رہتے ہیں۔

”ہاں تو وہ جی جی باندہ یہ انسان ہیں۔ اور اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ کس فاش کی لڑکی ہے اور وہ منہ بھی ایک دنیا
رکھی ہے۔ لاکھوں ڈیڑھ ہزاروں روکیاں میری نظریں گزری ہیں۔ میں نے انہیں بڑھا یا بھی سمجھے اور آزما یا بھی میں اب
بھی بھرتے ہیں کبھی بولوں کہ وہ ایسی لڑکی نہیں جیسا تم اسے گھر رہے جو۔ دیکھو میری نظروں سے کوئی بات بھی نہیں آتی تھی
وہ لڑکی وہاں تھی۔ تو اس کی ذات میں تھماری بڑھتی ہوئی دلچسپی بھی میری نظروں سے پوشیدہ نہ رہتی۔ تو اس سے بات کرنا
کے جانے دو خدا کر کے تھے۔ غرض اس سے بات کرنے کی غرض سے بلا مقصد میرے کمرے میں آجا کر بیٹھے اور
قبول دیکھا اس کے چہرے سے جو اثرات ہو رہا ہوتے تھے ان سے خوف اور گرا کر ہی اظہار ہوا تھا۔ اس روز سہیل
منصوب کے یہاں دعوت میں بھی تھمرا سب کے ساتھ چلے گئے۔ وہ خوف کے بارے نہ حال ہی ہوئی تھی کہ
ایسی دیکھی ہوتی تو اس کے برعکس خوش ہوتی اور تھمیں جیسا ہی لسانی اور گڑبگڑی تھی تو تھیں اس کے بارے ہی
اتنی غلط رائے قائم کرنے نہیں پاسے تھی۔ مقبوس کیا معلوم کہ وہ کیوں ہورہا تھا۔ گری ہوئی تھی۔ اور اس پر کیا تیار ہی تھی۔
جو ابنا گھر چھوڑے تھا اسے پورا اچھی تھی۔

سلی بیگم کو اس کی الزام تراشی پر تازہ آگیا تھا انہوں نے اچھی طرح اسے دیکھا تھا۔ مگر جو کسی کو اس کا تازہ تازہ عطا اور
اسفندیہ پاپی کا نام غلط طور پر لیا تھا۔ اس لیے اتنی بڑی نفرت نہ جھاڑی کہ وہ تو اسے نہیں جوا۔ ان کے ہاں سے لفظ
ہوا ہوا۔

”نیز، خیر گزیر سے ساتھ یہ سب نہ ہو گزرتا تو شاید میں اس کے ان نظروں و لالچوں پر ایمان لے آتا ہوں ہی اتنی سناٹا کا
ہوں ہی اتنی سناٹا پر نہیں رکھتا ہوں۔ اور اگر سچے بچپن میں تو میں نے ہی اسے گھر سے چلے جانے پر مجبور کیا ہے میں نے
اسے گھر سے نکالا ہے۔ اور یہ بات میں کوئی کوئی جتا بڑھا ہوا ہے۔ اس لیے اب مزید اس موضوع پر کوئی گفتگو نہ ہونی چاہیے۔
سلی بیگم کو یہ بھی یقین کہ جو بچہ اس کے ہندو عشق کے بڑی سخت جھوٹ کھاتی ہے اس لیے وہ اس قدر آپ سے باہر
رہا ہے تو بچہ بڑھ چکا ہے سو وہی ہوگا۔ لہذا خاموش رہنا ہی بہتر ہے کہ بول بھی اگر عشق سے کام لے تو جتنا بچہ کھانا
ہو وہی بہت ہے۔ سلی بیگم کا پہلنے نے بھی اچھے ہوئے گنا۔

”ہاں چھوڑو۔ بلکہ دل آنا بنا ہوں تو بول ہی جاؤ اور اگر ہم سے بیچ کر کھانا کھاؤ۔ میں تھمرا سے لے اچھی کھانا لاتی ہوں۔
گھر اس نے کہا۔

نہیں۔ میں سب کے ساتھ بیچ کر کھانا کھاؤں گا۔ ماموں جان تو آگے بول گئے تھے نا؟
نہیں وہ تو شام کو آئیں گے۔ البتہ ارشد عزیز ہر روز آتے ہوں گے۔ اچھا آؤ جلد سب کے ساتھ ہی کھاؤ۔ سلی بیگم بولیں۔
اور پھر ان کے پیچھے پہلے وہ بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔

نہ نے کہ وہ وہ دیر تک بیٹھا مانی اور ارشد وغیرہ سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر ارشد کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا گیا جہاں
نہ نے کمرے میں رہی تھا۔ جسے کھول کر اس نے ایک فائل نکالی۔ اور پھر فائل کے مطالعے میں کچھ وقت اور گزارا۔ اصل میں تو وہ
جو اس کے استفسارات اور ناموں کی گفتگو سے بچا جاوے رہا تھا اس لیے بلا مقصد ہی فائل کے اور اراق الٹ پلٹ رہا تھا۔
اس کی باتیں کچھ بھی نہیں کر وہ اس وقت بات کرنے کے سو ڈرامے نہیں ہے۔ اس لیے جب چاپ اپنے فیسٹر پر بڑھ کر ہو گئی تھیں۔
تو اس نے کہا کہ وہ شادی کر صاف سحر سے کچھ سے پہلے کہیں جانے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ وہ بچہ ہی دل ہی دل میں
نہ نے پھر کھانا چلے گئے تھے۔ تو کچھ رہے تھے کہ وہ زمین روز آپ کے پاس تھمروں کا مٹھم ٹوکا ایک روز بھی نہیں تھمرا ہے۔
اس سے کہاں چلے گئے تھے۔

نہ نے کہا کہ میرے لیے میں تر تو سا شامل تھا۔
نہ نے کہا کہ ان ماں جان دل بہاں بھی نہیں نکلا اب ذرا آگے جاؤں گا۔ مگر آپ فکر نہ کریں میں واپس میں ضرور
آؤں گی۔ چند دن گزار کر کہیں کہیں جاؤں گا۔ وہ اپنا سوٹ کھین فریٹ پر رکھ کر اسے کھولتا ہوا بولا۔
نہ نے کہا کہ معلوم کہ تھماری واپس کب ہو اور کب تم میرے ہاں چند دن گزارو۔ مگر یہ ایک دم ہی بیٹھے بیٹھے نہیں کیا
دلت ہوئی جو بلا کے اور پھر چلے جانے کا پرہیز کر رہا ہے۔ جبکہ آگے اپنی مرضی سے اور جو تے دو سب کی مرضی سے ہیں۔
نہ نے کہا کہ رات کے لیے ہی رات جاؤں میں تو تم سے بھی ڈھنگ سے بات بھی نہیں کر سکتی۔

”نہیں ہوں یہاں جان۔ میرا جانا بہت ضروری ہے۔ ورنہ میں تو خود ہی یہاں آؤں چار روز رہنے کے ارادے سے آیا
تھی اس لیے اتنے سوٹ میں نہیں سے ایک بڑا سا اتفاقاً نکال کر سلی بیگم کے لیے پر رکھتے ہوئے کہا۔
نہ نے کہا کہ تھماری مرضی نہ سلی بیگم نے کہا جو بڑی دل گرفتہ ہی ہو رہی تھیں۔ جو اب میں اس نے کچھ دکھلا دیا ہے کہ اس
بیانے ہمارے ہونے پر اسے لینے لگا۔ سلی بیگم نے اظہار اپنے چہرے سے کر کے بھی ایک پائی سی الہامی کو کھول کر
اس کے ساتھ ہی نکلا۔ اور پھر اس کے پاس کھڑی ہو کر بولیں۔

”تھمرا سا کھو تو میں تمہارا صدقہ اتار دوں گا۔
نہ نے کہا کہ نہیں اماں جان۔ میں ایسے عرصے دو گئے کو نہیں مانتا۔ میں آپ تو دعائیں دے دیکھیے وہی میرے لیے بہت
مہنگی ہے۔ تو تو اس کے سرک کر بولا۔

نہ نے کہا کہ تھمرا میں تو تھمرا ہی ہوں۔ مگر کھو جلد ہی سے سلی بیگم نے کہا۔
ماتوں اماں جان اب یہ خود خواہ کی فکر نہ کیجئے۔ وہ ان کے آگے تھمرا سا جھک کر بولا۔ مگر سلی بیگم نے اس کی بات کی طرف
بلا توجہ نہیں دی۔ وہیں وہ بچے کے ایک کار سے ٹوٹ سے سر سے چیر تک ساتھ ساتھ باؤس کا صدقہ اتارنا۔ اور پھر اس کے جیب
ہی اتارنے کو بولیں۔

”اب تو تم اپنے پاس ہی رکھو۔ راستے میں کوئی فقیر مل جائے تو اسے دے دینا۔
نہ نے کہا کہ وہ سیدھا ہو کر بولا۔

نہ نے کہا کہ ہلکے ہلکے اور کس کا حکم۔ میرے اپنے پیٹ کی اولاد دہوتے نام تو تمہارا کان بڑھا کر نہیں بیٹھا لیتی۔ سلی بیگم کو اس
کا ہنک جانتے سے آزار دہہ ہو رہی تھیں ہل کر بولیں۔
نہ نے کہا کہ اگر میں آپ کے پیٹ کی اولاد ہوتا تو آپ مجھے وہاں جھٹکے کے لیے چھوڑ کر کبھی اپنے جھانے کے یہاں ہم کرنا
نہ نے کہا کہ میں نے ہی جھٹکے کے انداز میں اپنے دل کا غبار نکالا۔

نہ نے کہا کہ اگر تھمرا کو میں وہاں نہ نہ گئی کی آخری تھمرا یاں بھی گزار دیتی لیکن وہ تو تیرے دادا کا گھر ہے جہاں میں
نہ نے کہا کہ میں نے ان کا کبھی ہی حرکت ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ اور تھمرا کو تو کئی دن پیٹ کر تھمرا نہیں لیتے تھے میری آگے ہی
نہ نے کہا کہ سلی بیگم نے جھانے کی بجائے اس نکالی۔

نہ نے کہا کہ اب ہی وقت آؤں گا جب اپنے لیے علیحدہ گھر سے لوں گا۔ اس سے کوئی جواب نہیں سنا تو اس نے یہ کہہ دیا۔
نہ نے کہا کہ میں نے تھمرا کو تھمرا معلوم کب ہے۔ اب تم مجھے اپنی صورت کو نہ تھمرا دینا۔ ہواؤں کی زو میں رہے ہوئے
نہ نے کہا کہ میں نے معلوم کب اور کبھی تھمرا ہواؤں۔ اسے تھمرا سے سوا میرے ہی کون۔ ایک بھائی ہے تو وہ

بھی بیمار اور اپنے گھسیلوں میں اٹھنا ہوا۔
اپنی بات کہتے کہتے آئے گا لگا کر نہ مر گیا تھا اور اگلی گھسیلوں میں تو بڑبا آئی تھیں۔

”اچھا امان جان میں جلد آنے کا وعدہ تو نہیں کرتا۔ البتہ آپ کو اتنا غصہ ضرور لائے و تیار ہوں کہ میں نہ بھولتا۔
وہ سلیٹی بیگم کی باتوں سے متاثر ہو کر لہلہا اور پھر کاغذ میں لپٹے ہوئے کپڑے سوٹ کپڑے میں رکھنے کا تو عملی طریقہ ہے۔
”اگر سے پر اٹھا تو باہر ہی رہ گیا اسے بھی تو سوٹ کپڑے میں رکھ لو۔“
”اچھا ابھی رکھنا ہوں تا اس نے کہا۔ اور پھر دو بار پر آؤ زبان چھوٹے سے آہستے کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھوں میں لکڑی

”دیکھو میں یہ تو نہیں کہتی کہ تم نے سلوٹ کے بارے میں جو کچھ سنا غلط سنا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ کسی کے منہ سے کوئی بات نکلتی ہے تو وہ سب کے کانوں میں جانے بہت مختلف ہو جاتی ہے۔ اب جیسے تم کسی سے یہ جو کہہ سلاؤں پھر جانے جانے ہے تو وہ اس بات میں غور کرنا سناؤ ڈر کے دو سب سے ہوں کہے گا کہ اسفند تو فلاں جگہ جگہ ہے میں جانتے ہی تیار ہوں۔ مکمل کر لی ہے اور کسی بھی وقت پر واز نہ کر جائیں گے۔ اس کی وجہ پھر یہی ہے کہ جب کوئی بات منہ سے نکلتی ہے تو آپ اپنے راجی ٹیکر پڑانی ہو جاتی ہے۔“

”تو میں سب کہنے سے آخر آپ کا مقصد کیا ہے۔ کیا آپ مجھے یہ یاد کرانا چاہ رہی ہیں کہ میں نے سلوٹ پر جتان اپنا بچا ہے۔ یا اس کے خلاف مجھے مجبور کیا ہے۔ تو میں اسے آپ کی زیادتی ہی کہوں گا۔ وہ ہالوں میں لنگھتا پھر نہ پھیرے گا۔ اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔“

”غصہ۔ نہیں تمہاری ماں کا تو یہاں کوئی ذکر ہی نہیں میں تو تمہیں تمہاری یہ ادنیٰ برائی ہی کی کیفیت دیکھ کر اسی طرف سے تمہیں کھانا چاہ رہی تھی۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ تمہیں سوت ناکافی کا منہ دیکھنا پڑا ہے لیکن اس کا انتقام تمہیں ہی دینا پڑتا ہے۔ یہ ایک انزاعات لگا کر تو نہ لو۔ اگر اس سے ایسا ہی مشتق ہے تو چاہو اس کے بارے میں جاننے کے لیے۔“

”اور وہ۔ امان جان بیڑا۔ اب اس کے بارے میں ایک غلط فہمی ہے۔ بلکہ کوئی اور بات کر رہی ہیں۔
وہ کیوں اس قدر فضیلتا کر لولا کہ سلوٹ مجھے ہے۔ پھر۔ کچھ کہنا مناسب نہیں لگتا۔ لیکن اس کے اجناک آنے اور اجناک ہی جانے پر ان کو اتنا غصہ ہو رہا تھا کہ بات کرنے کو ہی کیا جا رہا تھا۔ اس نے میں خاموشی سے سنا جیسا لگتا تھا کہ اس کی جیب میں ڈالا۔ احتیاط میں لپٹے ہوئے کپڑے سوٹ کپڑے میں رکھے اور سوٹ کپڑے میں رکھ کر اسے مسکراتا ہوا سلیٹی بیگم کی طرف دیکھا۔
ابھی تک کھڑی ہی تھیں۔“

”اچھا امان جان کہا سنا معاف۔ اب میں چلوں گا۔ اور پھر ان کے آگے جھک گیا۔
”اچھا جاؤ میرے بچے تمہیں خدا کو سونپنا۔ فیصلہ کی تیار کو شمش کے باوجود سلیٹی بیگم کی آنکھوں میں ٹپ ٹپ بہت سے آنسو چھٹک پڑے۔ انہوں نے اس کے سر کو چومنے سے منع کیا۔
”ہا نہیں ابھی سے۔“ اس نے شہادت آمیز جیسے میں جیسے میں جیسے اچھا کر پوچھا۔
”وہ سے بے باقی کہیں گا۔ اب جاتے جاتے مجھے میرے دل میں صلا اتنا کر جا رہا ہے۔ خدا جیسے سدا سدا کے جس نے انہی کی حفاظت و امان میں رہا ہے۔ اور تو ایسی بد حال سزا سے نکال رہا ہے۔ انہوں نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ سے ایک دھبہ جتا دیا ہے جو بے پروا کر گیا۔“

”اچھا۔ اچھا پھر تم شک ہے۔ اچھا اسلام علیکم اور خدا حافظ۔ اس نے اپنا سوٹ کپڑے اٹھاتے ہوئے کہا۔
”ہی امان اللہ۔ مگر تم جیاد کے کیسے۔ اور تم سے کہہ رہا ہوتا تو وہ جگہ ہی لے آتا یہ سلیٹی بیگم کہا۔
”نہیں انہوں نے سوٹ کپڑے میں رکھ دیا۔ کیا میری آنکھیں نہیں ہیں جو جو توڑی ہوئی جھپٹنے کے قابل نہ ہوں تا اس نے کہا تو وہ لکڑی اچھا ہو کر باہر نکلا۔ وہ کار کے لیٹر گھر سے قدم ہی نہ نکالتا تھا اور یہ عالم کہ سوٹ کپڑے اس سے اب سواری ہی ڈھونڈنا چاہیے۔
وہ گھر سے باہر نکلا تو سلیٹی بیگم کی اس کے پیچھے باہر آئیں۔ اور جب وہ سالوٹ بیگم سے رخصت ہو کر باہر نکلی

”ابھی سوٹ کپڑے میں آئیں۔ آتے ہی ان کی نظر سب سے پہلے اس نقاشی پر پڑی جو اب تک ان کے تکیے پر لگا ہوا تھا۔ اور اس نقاشی سے وہ اپنے سوٹ کپڑے میں رکھنا بیگم کی نقاشیوں نے اپنے بیگم کی طرف بڑھ کر جلدی کرنا شروع کیا۔ اور اس نقاشی سے بڑھ کر اسے بائیں ہاتھ اور بائیں ٹیکس نقاشیوں نے اس میں سوٹ کپڑے کو لٹوئی کی ہوتی ہی اس نقاشی پر لکھی اور وہ سے تکیے پر گری تو وہ سب کچھ گھسیٹیں۔ انہوں نے نقاشی کے اندر دیکھا تو اس میں ایک تصویر ہی رکھا نظر آئی۔ اس میں ایک عورت کی صورت تھی۔ اس وقت میں جتنے سائڈ ڈرائنگ تھیوں نے مجھے جو پرفارمنس سے متعارف کرانا۔“

”ابھی سوٹ کپڑے میں آئیں اور کاہتے ہاتھوں سے نوٹوں کی لکڑی اٹھا کر گئی۔ پورے دو ہزار روپے کی لکڑی تھی۔ امان جان نے اس میں شامل ہونے کے دل اور وہی نوٹوں سے لکھتی رہائیں۔ اس کی فیصلہ نسبت پر باران رحمت میں کر رہے تھے۔ وہ بیگم کی ایسی ہی طرفوں سے انہیں بیسے رہتا تھا کہ میں ان کے پاس میں جھپٹنے سے رقم رکھ جاتا۔ لیکن ان کے تکیے کے نیچے اور سب سے وہ نقاشی تھی جس میں وہ براہ باقا عہدہ طور پر ان کا اظہار غیر معلوم ہونے کی وجہ سے بلائی بالاباغی مدد اپنے ہی رقم کی سیکنگ میں منتقل کر دیا تھا اور اس کی اطلاع سلیٹی بیگم کے ایک عالم نے ہی انہیں دیتے تھے۔ لیکن ان کے اپنے ہاتھوں سے باپ کے انتقال کے بعد ان کا پانچ سو روپے کا جو نوٹ مقرر کر رکھا تھا وہ بھی ایک بیگم میں جمع ہونا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو کہیں کہ اسے مزید دو تین روز کے لیے روک بھی سکتی تھی لیکن ان دنوں وہ جس ذہنی اور قلبی کیفیت میں تھی اس لیے اس پر پورا پورا احساس تھا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر وہ شہزادوں کی طرح عیش و آرام سے زندگی گزارنے والا تھا۔ امان جان کے دل میں اس کی صورت کی ہونے سے غم نہیں لگتا۔ وہ سکتا تھا جس کے کل نہیں رہا تھا۔ اس لیے اسے کبھی بھی نہیں بلکہ سب ہی اچھے ہیں دیکھے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اسے سزا دینا کو تھی۔ وہ کسی سنو ریا کو سزا دینا کو تھی۔ کوئی ایک اور فیصلی تھا اور اس کے لیے وہ ایک ایسے مرد کے دل پر حکومت کی تھی جو سزا ہی سخت گیر تھا۔ مزاج اور دولت مند تھا۔ نہیں تھا۔“

”اور دولت ہی طاقت ہی ہوتی ہے اور کشمیر میں۔“

”میں سے سب ہی زینت نظر آتے ہیں۔“

”میں نے اپنے شوہر کے تقابل میں اپنی کم عمری ساری فطری صلاحیتوں اور خوبیوں کے باعث نادار ہوتے ہوئے بھی اپنی حکومت کی تھی۔“

”ہمت ہی اجھانقت دیکھا تھا۔ مگر چونکہ زمانے کے سرو و گرم ہلا کر چکے ہوئے تھیں اس لیے اس عالم بیری ہی بھی ہر زمانے کے عمل کا خود کو مادی بنا لیا تھا۔ ورنہ عام طور پر ہوتا تو یہی ہے کہ جب انسان پیسوں سے سنا کر ایک دم پندرہ لوں اور پھر اپنے کو اسی خواہ حالات کی سبب ہی رنج اختیار کر لیں وہ زمین پر پاؤں دھرنے کو تیار ہی ہوتا۔“

”مگر ایسے لوگوں کا کیا بڑا غور ہے۔ یہت جھوٹا اور جی ہوتا ہے۔“

”میں نے سلیٹی بیگم کی طرف ہی تو اعلان کیا۔ وہ ہر قسم کے ماحول کا خود کو مادی کر لیتی تھیں اور اس سے دوسری دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے اول اور ختمی و دعا بھی تھی۔“

”ابھی سوٹ کپڑے میں آئیں اور عینا بات اور کم کی پارٹی کرتا ہے۔ اور تو نے ہی اس عاجز اور لگا ہوا بڑی پرہیزگارے سناؤ اور اس لیے میں۔ اب تو آج کل کے لکڑی کے کپڑے سے کہ میرے تکیے کو اس قابل بنا سے کہ وہ اپنے لیے ایک علیحدہ مکان بنا کر لے لیں۔ پانچ سو روپے کے آٹھ سو روپے یا اس کے گھر میں کاش سکوں۔“

”میں نے سلیٹی بیگم کو امان جان سے ملنے دعا گو تھا اور احمد وہ باہر نکلا کہ کسی سواری کی گاڑی میں کرایہ سوچ رہا تھا کہ اب جلتے تو وہ سلیٹی بیگم کی جانے کو لینے کے لیے جلتے یا ہوانی جانتے۔“

اسے اپنے ذہن کے گوشوں پر اپنی جان چھڑکنے والی فریضہ صفت امان جان کی انگلیاں مضمحل ہو گئیں۔

پروہ بری بریشانی ہیں مسئلہ ہوں گے۔ مگر وہ کرتا نہیں کیا۔ پابند ہے تو کو یا ایک کبر کے ساتھ کیا تھا کہ سلو سلو کوئی ناپسندیدہ اسے چھڑانے کے طور پر لے آئیں گے۔ جبکہ اسے سلو سلو کا نام تو کسی تصور بھی گوارا نہ تھا۔ اس لیے وہ کمرے سے نکل کر بیرون چلا آیا تھا۔ اور اگلے ہی دن اس نے اپنا اسٹیفٹ بصر دور خواست بھی پیش کر دیا تھا۔ جس کی منظوریت میں اس نے اس وقت سے روز تک وہ یہ سوچتا رہا کہ اب کیسے توکی کرے۔

کراچی سے وہ اپنی اس کا دلنی چاٹا ہو گیا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ زیادہ باہر لوگوں سے گھبراتا تھا۔

بلکہ کسی بھی بات میں اس قدر باہر ہونے کا عادی نہ تھا جو اس کی آزادانہ فطرت پر بار بن جانے۔

لوگوں بھی اگر کراچی میں اس کا دل لگا رہتا تھا تو وہ بھی صرف سلو سلو کی وجہ سے تھی جس نے اس کے خیال میں اس کے اپنے اور اسکے جذبے کو بعض ایک جزو قلم کیسٹیل ہی بھی تھا۔ بھی تو وہ کئی انکھوں اسے دعو کا دینی رہی۔ اور جب اس کا دل کا منہ پر جاگ، با تو چونکے سے فرار ہو گئی۔ وہ یہ مانتے پر تو تیار ہی نہ تھا کہ وہ اس کی امنت علامت کی وجہ سے گو فرار ہوا گیا گئی ہے۔ اس معاملے میں کو وہ خود کو حق بجانب سمجھتا تھا اور ہر سب سے بڑھ کر اسے اس فطرت مند ہی کہہ کر کرتا تھا۔

اس وقت ہزار تعلیم یافتہ ملکر اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ یا شعور اور ایک اہم عہدے پر فائز انسان ہی مگر باخبر کارخانہ روز بروز لاہالی سا تھا اور والدین کی بے توجہی کا شکار تھی۔

اس پر اسے اپنی اجمیت اور انفرادیت کا بھی مثبت سے احساس تھا۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اپنے والدین کی کالوں کی زینہ اولاد ہے۔

شروع ہی سے بڑے رعب ناپ والے دارا کا منظر نظر اور دادی کی انکھوں کا لورین کر رہے اور امان اسے بیٹے کی حیثیت دے کر اپنی زندگی میں ہی اسے اپنی حامی اور کسے ایک وسیع حد تک مانگ بنا دیا تھا۔

اسے یہ بھی احساس تھا کہ اس کے والدین اس کی جا اور بے جا پوری کر کے دوسرے معنوں میں اپنی کوتاہیوں اور اگر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ اس کا موڑ اور توجہ دیکھ کر مچلتے ہیں۔ اور باپ سے زیادہ ماں اس سے تھوڑی تھوڑی مخالفت بھی نہیں بردہ بھی ڈر دگر بات کرتی ہیں اور اس کے سامنے ایسے ہی کرتی ہیں۔ اور یہی وہ جو کچھ جانتا ہے وہی پور کرنا چاہتا ہے۔ وہ بدلتا ہے تو سب ہستے ہیں۔ وہ بخیر ہوتا ہے تو سب کے لب مسکاتے ہیں۔

مگر ایسا کیوں ہوتا ہے یا آخر کس وجہ سے ہوتا ہے؟ جبکہ میں بھی ان اپنوں میں سے ایک ہوں۔ اپنی کا فوٹو اور گوشت پوست ہوں۔ سبھی کی اولاد ہوں۔ اور اسی واسطے اور رشتے سے ابا جان دادا اسے لچھائی جانی یاد کے لئے جتنے کا مانگ جاتا ہے۔

ٹوڈی کے بچائے اگر کسی غیر کا بیٹا ہوتا تو پھر یہ اتنی مراعات کیوں دی جاتیں۔

پھر اس قدر انعام و اکرام کی بارش ہی کیوں کی جاتی یا آخر میں کیوں چھوڑ کر پھر نہیں جلاتیں۔ کیوں مجھے نہیں ڈانٹتے تو میری کسی وجہ سے مجھے نہیں روکتے تو کتنے کیوں مجھے۔ زارش نہیں کرتے۔ بہتر کیوں مجھ سے بے تکلف نہیں ہوتا کیوں ایشیا اتر کر نہیں کہیں کہ سہانی جان کوئی یہ لا رہے ہیں وہ لایجیے۔ یا ہمیں نکل لے چلے تھوڑی سی بات ہی ویجیے۔

تو اتنے مگر میں رہتا ہوں اور اپنے سگون کے کسی قدر اجمیت محسوس کرتا ہوں۔

کیا یہ پھر پر علم نہیں ہے؟

یہ سب کچھ تو اپنے ذہن کے گوشوں پر اپنی جان چھڑکنے والی فریضہ صفت امان جان کی انگلیاں مضمحل ہو گئیں۔

پروہ بری بریشانی ہیں مسئلہ ہوں گے۔ مگر وہ کرتا نہیں کیا۔ پابند ہے تو کو یا ایک کبر کے ساتھ کیا تھا کہ سلو سلو کوئی ناپسندیدہ اسے چھڑانے کے طور پر لے آئیں گے۔ جبکہ اسے سلو سلو کا نام تو کسی تصور بھی گوارا نہ تھا۔ اس لیے وہ کمرے سے نکل کر بیرون چلا آیا تھا۔ اور اگلے ہی دن اس نے اپنا اسٹیفٹ بصر دور خواست بھی پیش کر دیا تھا۔ جس کی منظوریت میں اس نے اس وقت سے روز تک وہ یہ سوچتا رہا کہ اب کیسے توکی کرے۔

کراچی سے وہ اپنی اس کا دلنی چاٹا ہو گیا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ زیادہ باہر لوگوں سے گھبراتا تھا۔ بلکہ کسی بھی بات میں اس قدر باہر ہونے کا عادی نہ تھا جو اس کی آزادانہ فطرت پر بار بن جانے۔ لوگوں بھی اگر کراچی میں اس کا دل لگا رہتا تھا تو وہ بھی صرف سلو سلو کی وجہ سے تھی جس نے اس کے خیال میں اس کے اپنے اور اسکے جذبے کو بعض ایک جزو قلم کیسٹیل ہی بھی تھا۔ بھی تو وہ کئی انکھوں اسے دعو کا دینی رہی۔ اور جب اس کا دل کا منہ پر جاگ، با تو چونکے سے فرار ہو گئی۔ وہ یہ مانتے پر تو تیار ہی نہ تھا کہ وہ اس کی امنت علامت کی وجہ سے گو فرار ہوا گیا گئی ہے۔ اس معاملے میں کو وہ خود کو حق بجانب سمجھتا تھا اور ہر سب سے بڑھ کر اسے اس فطرت مند ہی کہہ کر کرتا تھا۔

اسے اپنے ذہن کے گوشوں پر اپنی جان چھڑکنے والی فریضہ صفت امان جان کی انگلیاں مضمحل ہو گئیں۔

پروہ بری بریشانی ہیں مسئلہ ہوں گے۔ مگر وہ کرتا نہیں کیا۔ پابند ہے تو کو یا ایک کبر کے ساتھ کیا تھا کہ سلو سلو کوئی ناپسندیدہ اسے چھڑانے کے طور پر لے آئیں گے۔ جبکہ اسے سلو سلو کا نام تو کسی تصور بھی گوارا نہ تھا۔ اس لیے وہ کمرے سے نکل کر بیرون چلا آیا تھا۔ اور اگلے ہی دن اس نے اپنا اسٹیفٹ بصر دور خواست بھی پیش کر دیا تھا۔ جس کی منظوریت میں اس نے اس وقت سے روز تک وہ یہ سوچتا رہا کہ اب کیسے توکی کرے۔

کراچی سے وہ اپنی اس کا دلنی چاٹا ہو گیا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ زیادہ باہر لوگوں سے گھبراتا تھا۔

بلکہ کسی بھی بات میں اس قدر باہر ہونے کا عادی نہ تھا جو اس کی آزادانہ فطرت پر بار بن جانے۔

لوگوں بھی اگر کراچی میں اس کا دل لگا رہتا تھا تو وہ بھی صرف سلو سلو کی وجہ سے تھی جس نے اس کے خیال میں اس کے اپنے اور اسکے جذبے کو بعض ایک جزو قلم کیسٹیل ہی بھی تھا۔ بھی تو وہ کئی انکھوں اسے دعو کا دینی رہی۔ اور جب اس کا دل کا منہ پر جاگ، با تو چونکے سے فرار ہو گئی۔ وہ یہ مانتے پر تو تیار ہی نہ تھا کہ وہ اس کی امنت علامت کی وجہ سے گو فرار ہوا گیا گئی ہے۔ اس معاملے میں کو وہ خود کو حق بجانب سمجھتا تھا اور ہر سب سے بڑھ کر اسے اس فطرت مند ہی کہہ کر کرتا تھا۔

اس وقت ہزار تعلیم یافتہ ملکر اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ یا شعور اور ایک اہم عہدے پر فائز انسان ہی مگر باخبر کارخانہ روز بروز لاہالی سا تھا اور والدین کی بے توجہی کا شکار تھی۔

اس پر اسے اپنی اجمیت اور انفرادیت کا بھی مثبت سے احساس تھا۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اپنے والدین کی کالوں کی زینہ اولاد ہے۔

شروع ہی سے بڑے رعب ناپ والے دارا کا منظر نظر اور دادی کی انکھوں کا لورین کر رہے اور امان اسے بیٹے کی حیثیت دے کر اپنی زندگی میں ہی اسے اپنی حامی اور کسے ایک وسیع حد تک مانگ بنا دیا تھا۔

اسے یہ بھی احساس تھا کہ اس کے والدین اس کی جا اور بے جا پوری کر کے دوسرے معنوں میں اپنی کوتاہیوں اور اگر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ اس کا موڑ اور توجہ دیکھ کر مچلتے ہیں۔ اور باپ سے زیادہ ماں اس سے تھوڑی تھوڑی مخالفت بھی نہیں بردہ بھی ڈر دگر بات کرتی ہیں اور اس کے سامنے ایسے ہی کرتی ہیں۔ اور یہی وہ جو کچھ جانتا ہے وہی پور کرنا چاہتا ہے۔ وہ بدلتا ہے تو سب ہستے ہیں۔ وہ بخیر ہوتا ہے تو سب کے لب مسکاتے ہیں۔

مگر ایسا کیوں ہوتا ہے یا آخر کس وجہ سے ہوتا ہے؟ جبکہ میں بھی ان اپنوں میں سے ایک ہوں۔ اپنی کا فوٹو اور گوشت پوست ہوں۔ سبھی کی اولاد ہوں۔ اور اسی واسطے اور رشتے سے ابا جان دادا اسے لچھائی جانی یاد کے لئے جتنے کا مانگ جاتا ہے۔

ٹوڈی کے بچائے اگر کسی غیر کا بیٹا ہوتا تو پھر یہ اتنی مراعات کیوں دی جاتیں۔

پھر اس قدر انعام و اکرام کی بارش ہی کیوں کی جاتی یا آخر میں کیوں چھوڑ کر پھر نہیں جلاتیں۔ کیوں مجھے نہیں ڈانٹتے تو میری کسی وجہ سے مجھے نہیں روکتے تو کتنے کیوں مجھے۔ زارش نہیں کرتے۔ بہتر کیوں مجھ سے بے تکلف نہیں ہوتا کیوں ایشیا اتر کر نہیں کہیں کہ سہانی جان کوئی یہ لا رہے ہیں وہ لایجیے۔ یا ہمیں نکل لے چلے تھوڑی سی بات ہی ویجیے۔

تو اتنے مگر میں رہتا ہوں اور اپنے سگون کے کسی قدر اجمیت محسوس کرتا ہوں۔

کیا یہ پھر پر علم نہیں ہے؟

یہ سب کچھ تو اپنے ذہن کے گوشوں پر اپنی جان چھڑکنے والی فریضہ صفت امان جان کی انگلیاں مضمحل ہو گئیں۔

پروہ بری بریشانی ہیں مسئلہ ہوں گے۔ مگر وہ کرتا نہیں کیا۔ پابند ہے تو کو یا ایک کبر کے ساتھ کیا تھا کہ سلو سلو کوئی ناپسندیدہ اسے چھڑانے کے طور پر لے آئیں گے۔ جبکہ اسے سلو سلو کا نام تو کسی تصور بھی گوارا نہ تھا۔ اس لیے وہ کمرے سے نکل کر بیرون چلا آیا تھا۔ اور اگلے ہی دن اس نے اپنا اسٹیفٹ بصر دور خواست بھی پیش کر دیا تھا۔ جس کی منظوریت میں اس نے اس وقت سے روز تک وہ یہ سوچتا رہا کہ اب کیسے توکی کرے۔

کراچی سے وہ اپنی اس کا دلنی چاٹا ہو گیا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ زیادہ باہر لوگوں سے گھبراتا تھا۔ بلکہ کسی بھی بات میں اس قدر باہر ہونے کا عادی نہ تھا جو اس کی آزادانہ فطرت پر بار بن جانے۔ لوگوں بھی اگر کراچی میں اس کا دل لگا رہتا تھا تو وہ بھی صرف سلو سلو کی وجہ سے تھی جس نے اس کے خیال میں اس کے اپنے اور اسکے جذبے کو بعض ایک جزو قلم کیسٹیل ہی بھی تھا۔ بھی تو وہ کئی انکھوں اسے دعو کا دینی رہی۔ اور جب اس کا دل کا منہ پر جاگ، با تو چونکے سے فرار ہو گئی۔ وہ یہ مانتے پر تو تیار ہی نہ تھا کہ وہ اس کی امنت علامت کی وجہ سے گو فرار ہوا گیا گئی ہے۔ اس معاملے میں کو وہ خود کو حق بجانب سمجھتا تھا اور ہر سب سے بڑھ کر اسے اس فطرت مند ہی کہہ کر کرتا تھا۔

بہر حال ہمسایہ بھی ہوتی ہے مگر جذبہ رحمت ایک ایسی اعلیٰ حقیقت ہے جسے جھٹلانا ممکن نہیں ہے۔ اس کیفیت پر ارادے یا مسخوے کو دخل نہیں ہوتا۔
 میں یہ تو آپ ہی آپ ایک اچھا اور بجا ایک طور پر گویا ایک جھپکے ہیں ول کو لگنے کسی لباس یا ناست سے منسوب نہیں ہے۔ تو ان کی کان میں انسان کے دل کی دنیا کو ہی بکسر بدل کر رکھ دیتا ہے۔
 سچی اور پاک رحمت کرنے والوں کے نزدیک دوسروں کا سنگم رحمت کی مخرج نہیں ہوتا۔ ورنہ تمہارا اور دوسرو
 وغیرہ جیسے کوئی جوان اپنی بیٹی اور شہریش کے قرآن میں دشت کو کوہ کی خاک نہ چھاننا کرتے۔ کیونکہ کچھ رحمت نہایت
 کی آسودگی کا سہارا نہیں لیتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ دو چاہنے والوں کو ایک دوسرے کے حصول سے
 من روڑ لینا چاہیے کہ ایک دوسرے کا حصول ہی تو رحمت کی سب سے بڑی لگن اور اولین منہ صبر ہے کہ واضحی اور
 مستحق تو کیفیت اور ذلت یعنی ایک یوں اور روتوں کی کیفیت میں ایک دوسرے سے بڑھ سے جوتے ہیں۔
 اگر ان کے راستے۔ یا انہیں جدا کر دیا جائے تو پھر وہ ایک گریز پر قائم نہیں رہتے اور سدا اچھوٹوں اور کچھ
 کے گناہوں میں جھکتے رہتے ہیں اور یوں حریف اور شہر کا ہی ان کے جذبہ رحمت کو شدید تر دیتی ہے۔ جیسا کہ ہمیں در
 فراہم کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہر دو فریق کی مصوئیں اٹھاتے اٹھاتے کے جانوں کا طریقہ
 نہیں ٹانٹے ہو گیا تھا۔ بلکہ سر سے لائٹ ہلیں میں پیچھے ہو گیا تھا۔ مگر وہ بچائی اور سادگی کا راز تھا۔ مگر ان کی
 نگہ کی اور نہانے سے کہیں وقت دشمن کی سختی

تھی تو فریاد دہنے پچا جوہری تو انالی صرف کرنے اور اپنی جان پر غم کر کے دوسروں کو ڈال تھی کہ اچانک اور
 اور گئی وغیرہ نوکیرا اس زمانے کی ہوا بھی اصلی ہوتی تھی۔ مثلاً تاکہ باری اثرات کا دور دورہ تک گزرتا تھا۔ اس پر فیضان
 محدود۔ دراصل نہ پوسنے کے برابر۔
 گھومتے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ کس چوڑا کا نام پونتا ہے۔
 البتہ اگر کوئی چیز باقی رہ جاتی ہے تو وہ بھی خواہش۔
 بیٹی کو پانے کی خواہش۔
 شہر کے حصول کی خواہش۔
 گلاسٹن کے دل میں تو ایسی بھی کوئی خواہش نہیں تھی۔ یوں بھی وہ اس دور میں سامنے لے رہا تھا صید دنیا فرق
 دونوں پر تھی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور میں اب وہ دشت کی سیاہی یا کوہ جالی تو کرنے سے باہر
 البتہ شہروں اور قرون کی خاک چھلنے ضرور نکلا تھا۔
 مگر مصلحت کی تلاش میں نہیں بلکہ دشت ول کے باحقوں جوہر ہو کر یا پھر ساری علی کے مکان سے کچھ نہ ملے
 جا کر ساری کے انتظار میں کھڑے کھڑے ہی ان نے لاہور جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
 گو روپے پیسے کے اس کے پاس کی روپھی۔ اس کے پاس اس وقت بھی تین چار ہزار روپے رقم موجود تھی اور وہ
 کے علاوہ اس کے پاس کڑی کے ایک موروثی بینک کی چیک ایک بھی موجود تھی۔ اس ملک کی شافین ملک میں بنا
 ملک سے باہر تک پہنچی ہوئی تھیں اور وہ بھی آسانی سے اپنی حساب پر بورت رقم اس بینک کی کسی بھی برانچ سے رقم
 سکتا تھا۔ مگر اس نے دشت گئے کے خیال سے رہنے کے سڑکو ترجیح دی تھی جس میں اتفاق سے جس وقت وہ دشت پہنچا تھا۔
 جلتے والی ییل ہیڈ فارم پر کھڑے کھڑے ہی تار کھڑی تھی۔ اس نے فوراً ہی اسے سی کلاس کا ٹکٹ خریدا اور وہی تار
 سوار ہو گیا۔

لہذا راستہ ہی اس نے صحت پرست ہیں کا ٹھکانا کیونکہ وہی کلاس کی کڑی سے لاہور تک کوئی دوسرا سفر نہیں آتا تھا۔
 جب کہ اگر کوئی تین دو سفر ذوں کی گئی نہیں تھی۔ بہر حال اگلے روز شہر کے قریب وہ لاہور پہنچا اور ریکارڈ سے اس نے یہ پتہ
 کے ایک مکان سے لاہور کے کسی بڑے ہوٹل کا پتہ پوچھا۔ پھر ٹیکسی لیا اور اس ہوٹل میں بیٹھ کر کمرے کا راجہ اور اس ہوٹل
 سوٹ میں لے کر ایک کمرے میں چلا آیا۔ یہی ایک فائیو اسٹار ہوٹل تھا اور کمرے بھی تو اچھے تھے فائو اسٹار ہوٹل کے کمرے
 سے تمہارے چھوٹا تھا لیکن بہت آرام دہ اور پیرا تھا۔ اس نے ہنسا دھو کر اپنے لیے کھانا منگوا لیا اور بھر لی وہی کھانا کھانے
 کے بعد اپنے کمرے میں بیٹھ گیا اور سو گیا۔

بہا کہا۔ سر طرف غلامی کرنے کا ارادہ تھا تمہارا؟ آفتاب نے پوچھا۔
 "جی ہاں۔ یہ دن کے لیے اسلام آباد ہی جانے کا تھا۔ اسفند نے بتایا۔
 "کیوں کیا اسلام آباد کسی خاص مقصد سے جا رہے تھے؟ آفتاب نے پوچھا۔
 "تو اس مقصد سے تو کیا بس ذرا اسلام آباد کو بھی گھوم چکر دیکھنا چاہتا ہوں۔
 "پرتو اگر سبز پوریا بھی بانڈھ لیا ہے تو اسے بھی گھول دو۔ کیونکہ اب میں آ گیا ہوں۔ اور تمہیں جاننے کی اجازت نہ دوں
 آفتاب نے کہا۔

"اب ارادہ کر لیا ہے تو جا کر رہو گے گا۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو اس ہی میں ضرور تمہارے ساتھ کچھ وقت گزار
 مارے میں نہیں۔ اب ارادہ کر لیا ہے تو جا کر رہو گے گا۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو اس ہی میں ضرور تمہارے ساتھ کچھ وقت گزار
 لیا نہ لگا۔ اس کا ضرور وعدہ کرتا ہوں۔ اسفند نے گویا اس کی بات کو رد کرنے ہونے کہا۔
 "اب اس کی یہی تمہارے وعدے و وعید کی چیز ان بات کا فیصلہ قریب میں ہو گا۔ لیکن کیا تم ڈاکٹر بن کر تہذیب و
 انان سے بھی عاری ہو گئے ہو۔ جو انہاں بھی نہ ہو گا کہ مجھے اپنے روم میں ہی لے چلتے۔ کیا میں اس سے مجھے شرفی خانے کا ارادہ ہے؟
 آفتاب نے شکوہ کیا۔ تو اسفند تہہ سے جھینپ کر بولا۔

"مارے نہیں مجھے تو خود یہاں کھڑے ہو کر یا نہیں کرنا آگے در ڈسٹ مارا ہے۔ بس ڈاکٹر اور ویشن آفس میں فون
 کر کے چھڑا کر سٹینٹنگ کرادوں پھر تمہیں اپنے روم میں لے لے چیتا ہوں۔
 "اگرے چھڑا دسٹ وینٹ کو اس وقت میں آن کر لوں گی ہوں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے جو تمہارے انتقال
 انوں میں علاج کروں۔ چلو میرے علاج سے مجھے اپنے روم میں لے چلو۔ ورنہ یہ میرے ساتھ حفاظت
 "ارے نہیں یہ تم اتنے نازک مزاج کب سے ہو گئے۔ آؤ چلو میرے روم میں چلو۔ اسفند نے اسے بلاتے
 پتھرب کی پوز کر اسے اپنے کمرے میں۔ لے جانے لگا۔

"تم کو کمرے سے لے کر ڈیوٹی پر بوجھ رہے تم نے سو میں ڈر لیں کیوں ہیں رکھا ہے؟ اسفند نے اس کے ساتھ اپنے
 تہہ کا رخ کرتے ہوئے پوچھا۔
 "ارے میں تم سے شہنشاہ آ رہا تھا۔ اس لیے وردی میں کر آنا کچھ اچھا نہیں لگا۔ آفتاب نے گول مرل سا جواب دیا۔
 "اسفند کو اس سے ملنے کی خوشی میں احساس ہی نہیں ہوا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے یا اس کا آج آتے ہے۔ اور یہ
 توں ہی محنت سے اسلام آباد جانے کے ارادے سے باز رکھنے کی عزم سے بولا ہے۔

"ہاں کے کمرے میں داخل ہوتے ہی آفتاب نے "او۔ واؤ" کہتے ہوئے نظر میں گھا کر کمرے کا ایک بھر لوہا جارتہ لے کر کہا۔
 "میں تو رخصت میں۔ گلاس کمرے کا پیر کر لیا ہو گا؟"
 "ہاں سو روپے، اسفند نے قدر سے لاپرواہی سے بتایا۔
 "پانچ سو روپے۔ مافی گاؤں۔ گریک سے یہاں پھرے ہوئے ہو۔"
 "آغا پتھار نے: اس نے بتایا۔

"پتھار نے: یعنی پورے میں ہزار۔ بار اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی بھلا۔ کسی اور ملادہ کے ہونے میں کوہلے
 "پتھار نے: آفتاب نے چھٹی کرنے کے انداز میں بولا۔
 "پتھار نے: یعنی پورے میں ہزار۔ بار اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی بھلا۔ کسی اور ملادہ کے ہونے میں کوہلے
 "پتھار نے: آفتاب نے چھٹی کرنے کے انداز میں بولا۔
 "پتھار نے: یعنی پورے میں ہزار۔ بار اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی بھلا۔ کسی اور ملادہ کے ہونے میں کوہلے
 "پتھار نے: آفتاب نے چھٹی کرنے کے انداز میں بولا۔

"پتھار نے: یعنی پورے میں ہزار۔ بار اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی بھلا۔ کسی اور ملادہ کے ہونے میں کوہلے
 "پتھار نے: آفتاب نے چھٹی کرنے کے انداز میں بولا۔
 "پتھار نے: یعنی پورے میں ہزار۔ بار اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی بھلا۔ کسی اور ملادہ کے ہونے میں کوہلے
 "پتھار نے: آفتاب نے چھٹی کرنے کے انداز میں بولا۔

پھر بھی اس نے سوچ لیا تھا کہ خواہ کویں بھی جانا ہو مگر وہ ہر حالت میں لاہور سے ضرور نکل جائے گا پتھار نے ان
 سو کر اٹھتے ہی اس نے اپنی اگلی منزل کا تئیں بیٹھ کر لیا۔
 اسلام آباد کا تعلق۔

لگے دن ہی الصبح ہی وہ بیدار ہو گیا تھا۔ اس روز بھی وقت کاٹنے نہیں کٹ رہا تھا۔
 کچھ اس سے بھی کہ وہ جلد از جلد لاہور چھوڑ دینا چاہتا تھا۔

بہر حال کسی نہ کسی طرح دن نکلا تو وہ بھی جہان سے اپنی سیٹنگ کروانے کی عزم سے نیچے نیچے کھرا ہوا ہوا کر رہا
 تھا کہ کسی نے پیچھے سے آکر اس کے دونوں شانوں پر آہستہ سے ہاتھ رکھ دیے اس نے جرنک کر بچھے دیکھا اس کا ہنست
 پھر وہ بوجھری دوست آفتاب انہاں ہی اس کے تھے کھرا مسکرا رہا تھا۔
 "آغا تم؟ ان نے جذبات سے انداز میں غور ماننے کے سے انداز میں کہا اور پھر دونوں دوست ایک دوسرے سے
 گلے ملنے لگے۔

آفتاب پانچ منٹا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں اسفند کا تھوڑا سا ایک اچھا تھا۔ اور اس سے گلے ملنے کے لیے اسے
 چھٹکا پڑا تھا۔ وہ وہیں کاؤنٹر کے آگے ہی ایک دوسرے سے بے تکلیف ہو گئے تھے اور وہاں موجود لوگ بڑے دلچسپ تھے۔
 دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"یار ایکسرسائز کے ہی تھوڑا سا ساتھ رہا لیا ہوتا تو مجھے اس قدر چھٹکا تو نہیں پڑتا۔ اس نے گویا تو اس طرف غور
 دیکھ کر آفتاب سے علیحدہ ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
 "یار سہی تو کمال ہے میری جھوٹے دکا کہ وہ بڑے بڑوں کو میرے سامنے جھکوا رہا ہے۔ آفتاب نے کچھ اور جواب
 دیا تو اسفند بیٹھنے لگا۔
 "چلو یہ اچھا ہی ہوا جو تم اس وقت آگئے ورنہ بعد میں آتے تو میں یہاں سے غلامی۔ کچھ تھا۔ اسفند نے نہیں لے

"ہاں اس میں شک نہیں کہ اہمات بھی حاصل ہوئی ہیں اور سہولتیں بھی مگر ایک لٹل دھتکائی ہی ہوگی یہی ممکنہ ترین طرح ایک دنیا تو نہیں خرید سکتے۔ آفتاب اُن سے قابل کرنے کی فرمائش سے بولا۔
"خیر خیر یہ عرض بتنا یا خیال ہی سے ورنہ دنیا تو ہم بھی نہیں خرید سکتے۔ اچھا چھوڑو اس ذکر کو یہ بتانا کہ ایک شادی بھی کی جا سکتی ہے تنہا ایک بیٹے سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے جو
"نہیں یار۔ ابھی تو صرف دو ہونوں کے فراموش سے ہی سیکھو کہ ہر کاموں جب کہ دو چھوٹی بہنیں مریض ہیں اور زہریلے بنی ہوئی ہیں۔ والدین کی بڑی اولادوں اور والدین صاحب کو رین کر مٹھن مل گئی ہے۔ آفتاب نے اپنی ملائی نہ کر کے ان کی ہیرا کی۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شادی کے بعد دونوں بہنوں کے فراموش سے ہلکے دوش بوجھانا۔ اسفند بولا۔
"نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تو جو ہی آجاتی ہے تو اخراجات مزید بڑھ جاتے ہیں۔ دوسرے وہ بوجھ بوجھ کر اس کے شوہر کی کافی کسی دوسرے پر خرچ ہو۔ خواہ وہ شوہر کہ بہن ہی کیوں نہ ہو۔ بڑی اچھلیں اور غریبوں پر بوجھ اس طرح دینے ہرگز نہیں کر لیا ہے کہ تیری بہن کی شادی کے بعد ضرور اپنی شادی کروں گا۔ کیونکہ سب سے چھوٹی بہن کی شادی کی ہے اور جب تک اس کی فادی کا وقت آیا دونوں چھوٹے بھائی بھی اپنے بیروں پر کھرتے ہو جائیں گے۔ تو اس طرح سے بہنوں بھی اس کے لیے کہ نہ کچھ جمع کرنا ہوں گا۔

"آفتاب نے مزید بتایا پھر کہا۔
"ارے چھوڑو یار اس غفلت ٹاٹیک کو۔ اور ریتا کو کہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ میں آج کل یہاں لاہور میں ہیمنتا ہوں؟
"بس اہمات ہوا تھا۔ اسفند نے روکھا سامت بنا کر کہا۔

"اب زیادہ اسرار بننے کی کوشش نہ کرو یار اور سیدھی سیدھی طرح بتا دو۔ آفتاب تھوڑے تھوڑے بچک کر بولا۔
"ابو جی، یہ ایسی کوئی بڑا سراہا بات تو نہیں ہے جس میں یاد تو ہو گا وہ الیف ایس سی میں شہزادی ایک لاکھ ماہانہ ماہانہ پونے ہاں ہاں دی ماہی سب کچھ کی دم چھڑک کر آتا ہے کہ کبھی ہرگز کہتے تھے۔ آفتاب اس کے مزید کہنے سے مل ہی بولا۔
"خیر میں نے تو اسے سمجھی نہیں پھر ملاقات نام لوگ ہی چھپتے تھے۔ اسفند بولا۔

"ابن ہاں تم تو جبری سدا کے کوئی آسمانی مخلوق مگر یہاں شہر کا کیا ذکر۔ آفتاب خاصا متحسنا سا نظر آ رہا تھا۔
"بھئی وہی تو کوئی تین بیٹے قبل برسے اتفاقاً ظور پر جب میں راڈ نظر پر تھا میری اس سے ڈھکیڑ ہوئی تھی؟
"میں نے ڈھکیڑ آفتاب نے کہا۔
"باب کیونکر میں تو اسے بالکل نہیں پہچانتا تھا؟

"مگر وہ زبردستی سنا رہے تھے بے گناہ تھا۔ آفتاب اس کے چہا چہا کر بات کرنے پر جڑ کر بولا۔
"بہنیں خیر متھے دھے تو نہیں پڑا تھا۔ مگر وہ اپنے والد کے گرو سے کے کہ ریتا کے منسلک میں ہیمنتا آتا تھا۔ اتفاقاً ہے جو سے سامنا ہو گیا تو وہ مجھے فوراً پہچان گیا۔ اور اس کی بانی مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم آج کل لاہور میں ہیمنتا ہو۔ اسفند نے لہاؤ آفتاب اپنے ملاحظہ پر زور ڈالنے کے سے ملازمین تعجب کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

"کھانا ہے۔ اسے فراموش نہ اس وقت کے بعد سے جس روز کا یہ چھوڑا تھا کسی دیکھا ہی نہیں پھر اس نے میرے منسلک کمان سے اتنی معلومات فراہم کریں؟
"اب یہ تو خدا ہی جانتے۔ مگر ضرور ہوا کہ اس کی معلومات بڑی کارآمد ثابت ہوئیں۔ ورنہ لاہور کا رخ کرتے ہوتے ہاں طرف سے تیرا ایک ٹکسے میں جینا تھا کہ وہ معلوم تم لوہی جا نہیں۔ اسفند نے کہا۔

"چلو خیر میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یاد تو رکھا۔ ورنہ آج کے اس بے شیاہت کے دور میں تو اپنے سے کون سے زانیہ قابل اعتماد نہیں مجھے جانتے تو آفتاب نے اظہار ممنونیت کے طور پر کہا۔
"اب یہ چھوٹے کی باتیں مجھ سے تو نہ کرو۔ ورنہ نہ کچھ ایک ایسا ہاتھ دوں گا کہ ساری کہیں نہ مل جائے گی تباہی۔ اسفند نے ہاتھ اٹھا کر اسے دیکھا کہ تو وہ بیٹھے گا۔
"دیکھو بابا داو سے کیا میں پھر نکلتا ہوں کہ تمہارے لاہور آنے کا مقصد کیا صرف مجھ سے ملاقات کرنا ہی تھا۔ آفتاب نے؟

"خیر اس کی کیفیت میں جینا تھا بہت گھما بھرا کر یہ فقرہ اور کیا۔
"اسی رنگ تو میں مقصد تھا۔ اسفند بولا۔

"ابھی آفتاب نے بوجھا۔
"میں نے اپنی والدہ کی عیادت کو ملنا گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر ایک آدمی لاہور آنے کو نول چاہا تو یہاں چلا آیا۔
"یہ معلوم تھا کہ تم بھی یہیں ہو اور گئے ہاتھوں تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی؟ اسفند نے کچھ توقف کے بعد بتایا۔
"بلکہ وہی پیش سے کہ تقریباً کچھ تو میری ملاقات جا ہے۔ لاہور آنے کا اتفاق ہوا تو گئے ہاتھوں ہم سے بھی مل لیے۔
"بلکہ خیر لاہور تو مجھے تھری کشش ہی کھینچ کر لاتی ہے۔ اسفند بولا۔

"میں نے اپنی والدہ کی عیادت میں اپنی اسسٹنٹ چھوڑ کر آئے جو تمہاری عزیز جو کوئی میں تمہارے قائم تمام کے فراموش انجام دیا تو کیا تم کراچی میں اپنا کوئی اسسٹنٹ چھوڑ کر آئے جو تمہاری عزیز جو کوئی میں تمہارے قائم تمام کے فراموش انجام دیتے۔ آفتاب کی یہ عادت اس سے دیکھ چکی نہیں تھی کہ باں کی کھال کھینچنے کا عادی تھا۔
"میں کیسا اسسٹنٹ اور قائم مقام میں سمجھا نہیں۔ اسفند نے سادگی سے بوجھا۔
"میں جہاں تک بڑیا خیاں سے تم نے کراچی میں اپنا پرائمری ٹیچنگ کو کھول رکھا ہو گا۔ میں اسی کے متعلق پوچھتا ہوں کہ کیا تم کسی پھر جڑا آئے ہو؟ آفتاب نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

"جی ہاں میں نے تو کبھی اپنا پرائمری ٹیچنگ نہیں کھولا۔ ایئر مشینل قریب ہی کھولنے کا ارادہ پھر زور رکھا تھا۔ اسفند بولا۔
"مگر ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ شہر سے تمہاری ملاقات باسٹنل میں ہوئی تھی؟ آفتاب نے بوجھا۔
"ہاں وہ تو کراچی کے سول ہسپتال میں ہوئی تھی۔ میں نے وہاں سروس کر رکھی تھی؟
"سرو کر رکھی تھی۔ مگر تمہیں سروس کرنے کی بجائے کیا ضرورت تھی؟ آفتاب نے بوجھا۔

"میں نے تو کبھی خود لکچر نہیں کرنے کی فرمائش سے۔ بلکہ اصل میں تو نام پاس کرنے کے لیے۔ اسفند بولا۔
"وہ۔۔۔ یہ بھی غریب رہی جب کہ میں تو بھروسہ ہاتھ کا اتنی بڑی ڈگر مان سے کراتے ہو تو پتا خانی ٹیچنگ کھول کر دونوں ہاتھ کا بہت لوگوں کی نہیں چھوڑا دے ہو گے؟

"نہیں میرے دل میں تو مروجہ ہی سے خدمت خلق کا جذبہ اور دیا سدا ہی سے کام کرنے کی عزم ہے اور پھر میرے پاس بجلا کر لیا گیا ہے جو میں لوگوں کی میں چھڑوا دینا یا انہیں دونوں ہاتھوں سے لوتنا۔ اسفند ٹھوڑا سا بچک کر بولا۔
"بھئی برا ماننے کی بات نہیں۔ عوام ہونا بچھڑی سے ہے کہ میں لوگوں کے پاس دولت کی بہتات ہوتی ہے انہیں پیسے کی ہوس اور ان کو ہاتھ دینی ہے کہ میں مزید کے خراباں ہی نظر آتے ہیں؟ آفتاب نے کہا۔

"پھر تو بولا کئی عرصے یا ایسے لوگ ہوتے ہوں گے جنہوں نے کبھی پیر نہ دیکھا ہو گا اور ایسے ہی لوگ مٹا لے ظنون اور جانچنے سے ہیں۔ ورنہ راز اپنا نظریہ تو یہ ہے کہ انسان جو کچھ ہی بتاتا ہے یا سنا گا خود اپنی محنت، عزم اور قسمت سے ہی بناتا ہے۔
"اور اس کے ہوتے ہو کہ میں نے اتنا مال حاصل کیا کہ وہ دیکھ کر بے چینی ہو جائے گا۔ گراہی ہی خیاں ہونا تو میری بات ہے عینے تک میں میں مرکزی لکچر اور بڑی بڑی ڈگریاں کیوں لیتا۔ یقین جانو میں نے آج تک جو کچھ ہی خرچ کیا ہے اپنی جیب سے ہی کیا ہے۔ اصل میں اپنے خزانے میں معاہدے میں بہت مختلف ہیں۔ میں اپنی جائیداد اور والد کی کمائی کے ذریعے سے زندگی نہیں گزارنا چاہتا بلکہ دلکش مٹا چاہتا ہوں؟ اسفند نے مزید کہیں میں آخری فقرہ کہا۔

"تو لکچر کیا کرتے ہیں۔ تم نے تو کبھی ٹک کھانا کھا گیا ہو گا۔ جیلا مانے لیتا ہوں کہ تمہیں کرنے کے لیے ہی سروس کی تھی مگر پھر بہتات کمان لاکھ؟ آفتاب نے بوجھا تو اسفند ٹھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔
"اصل میں میری طبیعت میں کھٹکوں سا ہونا ہو گیا ہے۔ یعنی ایک جگہ کر کے بیٹھ سکتا ہوں نہ کوئی کام ہی کر سکتا ہوں اور سب سے بڑھ کر کسی یا زندگی کا ستم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے مجھے کسی ایسے کام کی تلاش ہے جو میں میں گھوم بھرم سکوں؟

"تھکے کام کا لاکھ کی پیشگی سے تو کہیں گز نہیں ہو سکتا۔ ایئر فاؤل کے پیشے میں آسانی سے مل سکتا ہے۔ آفتاب نے عجیب مزید متعلق پر چل کر بولا۔
"تمہارا کام کچھ نہیں۔ وراصل میں چاہتا ہوں کہ کسی ایسی گشتی پارٹی میں شامل ہو جاؤں جو ایسے بہانہ و علاقوں کا دورہ کرنا ہو۔

کرتی آپ جہاں کے باشندوں کو بھی سونے لیں میرے نہیں ہوتیں، اسفند نے کہا۔

”کیوں کیا اب چھاپڑی لگا کر دائیں بیچنے کا ارادہ ہے۔ کیوں فنسول باتیں کرتے ہو یہی اسلام اور کفر کا فرق ہے۔“
”سوداہٹ۔“ یعنی ٹیڈی تو ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے جو سوتے رہے کے ڈاکڑوں کے ساتھ ایک کو لٹا کر ڈاکڑوں
شامل ہو سکتے تھے تاکہ کچھ دیکھ کر دوسرے کو بچھڑے دیتے کہ ڈاکڑوں بھی غیرت پر ہیں، اسفند نے قدس کے فریادوں کو
”تہ تو نہیں ایل آزی، بیٹے کے بجائے آرزو، اس وی بی بی جو ناچا بیٹھے تھا، آفتاب نے اپنے کتے کا ڈاکڑا لٹا کر ڈاکڑوں کے
قادر جوڑنے کی کوشش میں ایک بالکل ہی مختلف بات کہنے پر اسفند سنسنے منت و ہر ہو گیا۔
”واہ یا۔ یہ آرزو، اس وی بی کی بھی خوب کبھی تم نے؟“ اس نے ہنس بیٹھے کے بعد کہا۔
”ہاں تو جو اور کیا کہتا، تمہارے دماغ میں کچھ غلط واقع ہو گیا ہے، ورنہ اتنا تو سوچ لیا ہوتا کہ ہمارے لکھنے میں اس کی
حقت ہے جس میں پیمانہ لوگ موجود نہیں ہیں۔ جو تمہارا اعرابوں اور الفاظ کو لے کر ہے، اس میں بھی ایسے غریب اور ذلیل الفاظ
کی کوئی کمی نہیں، بلکہ میرے اندازے کے مطابق تو اس اتنے بڑے شہر میں ایسوں سے زیادہ ایسے ہی لوگ آباد ہیں۔“
کلینک کھولو اور دایسا ہی خدمت خلق کا جذبہ اور غریب اور ناداروں کا درد تمہارے دل میں ہے تو ان کا منت ملانے اور
خدا تو تیرے اور جڑے کو ہی دیکھتا ہے نا، آفتاب نے بڑے ظلموں سے دل میں ہے تو ان کا منت ملانے اور
”لیکن مشکل تو یہی ہے کہیں ایک ملکہ تم کو نہیں بیٹھ سکتا۔“
”ہوں تو اس کا مطلب ہے تمہارے والدین نے سب سے تمہیں بیل کی طرح تمہیں بالکل آزاد چھوڑنے کا ہے، یا پھر تمہیں کے
کنزول سے باہر ہے۔ اچھا یہ تو شاید کو شادی وادی بھی لکھی گئی کیا اب تک یہ نہیں لکھی ہے؟“
”اگرے یاد شادی وادی بھی لکھی ہے لیکن گے، ابھی تو ایک عمر ہی ہے،“ اسفند نے اس موضوع کو لپروانی سے آواز
ہوئے کہا اور کھڑکی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر بولا۔
”اوجو، باتوں میں اکل تباہ ہی نہ رہا کہجے تو اسلام آباد کے لیے سیٹنگ تک کروانی تھی؟“

”کیوں۔ اسلام آباد اس خوشی میں جا رہے ہو،“ آفتاب نے پوچھا۔
”میں تو خدا پرانہ گھومنے پھرنے۔ اصل میں اسلام آباد میں ڈیڑی کی فرسٹ کلاس حالت میں چھو کے ٹرے میں عاقلانہ
منسٹری آف سہلیتے میں سیکرٹری لگے ہوئے ہیں، بس انجمن کے پاس جا رہا ہوں،“ اسفند نے بتایا۔
”کیا کسی شغلی شغاف خانے میں شمولیت کے لیے مفاد میں کرانے؟“ آفتاب نے پوچھا۔
”نہیں، صحتی۔ بس لو تو جی ملنے کی غرض سے، کیونکہ میں نے سوچا کہ جب لاہور تک آ گیا ہوں تو خدا اور آگے بڑھ کر اسلام آباد
کی بھی سیر کروں،“ اسفند بولا۔
”لیکن جہاں تک سیر پانے کا تعلق ہے پاکستان کی حدوں اسلام آباد تک تو نہیں ہو جائیں، یہ کہو کہ کچھ پارہ ہو،
ورنہ اسلام آباد میں بعض ایسے طلبہ کا کام لاہور نڈے منار ہے ہو، آفتاب قدس سے صلح کر لیا۔
”ہاں، بسی حد تک تو تمہارا خیال درست ہے، کیونکہ اسلام آباد میں۔“
”غیر شہر تو خراہ لپٹے کون سے ملنے جا رہے ہو یا وہی ملاقاتوں کی خاک چھانٹنے، مگر اتنا جان لو کہ آج تو میں نہیں کسی تہ پہنچ
جاتے نہیں، دونوں گانے آفتاب بولا۔
”لیکن میں آج تو جا ہی نہیں سکتا اب تو کل ہی جاؤں گا،“ اسفند بولا۔
”اوسوں سے کل بھی نہیں،“ آفتاب نے کہا۔
”کیوں نہیں، یہ کیا بات ہوئی،“

”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“
”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“

”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“

”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“

”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“

”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“

”یاد تہاں سے آج تو جا ہی نہیں ہوتی، تم مجھ سے ملنے آئی ورنہ لاہور کے میاں گئے تھے، اب یہ بھی بعض اوقات
میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے لاہور سے باہر تھا، لیکن آج آ کر آئے ہی اپنے چھوڑی کام نمانے کے بعد ناراض ہوا تھا
سرفراز نے تمہارا کارڈ ہاتھ میں لیا تھا، تمہارے ہونے بتایا، تمہاری بیٹی موجودگی میں کچھ پوچھتے ہوئے آئے تھے، اور فلاں ہو گیا تھا،“

میں آواز نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ مالی طور پر بالکل تلاش تھا۔ اس صورت حال میں اگر بے چارے پر مقدمہ بھی چلنا تو اس کا نقصان ہی ہوتا۔ جب کہ دوسرے کے واسطے دار سے بھی میں نہیں ہوا تھا۔ اس لیے میں نے اس سنگٹھے مکان خالی کر کے

میں ایک کتب خانہ بنوائی۔
"جہاں آدھریا انتخابی تینتیس ہونے کے باوجود اس نے ریکون انڈاز میں بیٹھے بیٹھے کہا۔
"اس میں کس کی جگہ؟ جہاں پناہ بہت مزاج بود تھا اور مکان تو خالی کرنا ہی تھا کسی نہ کسی طرح۔ اسی لیے میں نے یہاں بھی جی جگہ کے بعد میں نے انوس تو بہت ہوا تھا اپنی اس حرکت سے بڑا آف تو رجب نام مقول شخص سے بات کروا کر خواہ تو اس نے قبول دے کر میرے نفس میں اضافہ فرمے جا رہا ہے۔ اجمالاً وہ چہا چہا کر بات کرتے وقت ہنسنے کا سفند نے دل میں سوچا۔

میں انوس کی اس میں کیا بات ہے، بھئی، آپ کا زانی مکان تھا کہ آپ ہر طرح سے اسے خالی کرانے میں کوشش کرتے تھے۔ کوئی ساری زندگی تو کرائے دار کرانے کے مکان پر قبضہ کرنے نہیں بیٹھے سکتا۔ اسفند نے گویا پرکھ کر بات کو آگے بڑھا دیا۔

"اب بھلا دیکھیے کرایہ دار کو کہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کے مکان پر قابض ہو کر قبضہ چلے۔ اس لیے میں نے سبکی بہت بھروسہ کرنا ہی چاہی تھی۔ میں نے اس کے گروہ کے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے کہ میں جن خاں جگہ رہتا ہے جی کہ کھر کھاتا تھی، انہیں بتا دیا تھا اور وہی سوچ کر بتا دیا تھا کہ وہ لوگ ہر جہاں اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ان کے ذریعے وہ خود ہی مکان چھوڑ کر بھاگ چلے گا لیکن مجھے یہ اعزاز ہر حال میں ملے گا۔ اور انہیں دیکھنے والوں کی تعینات اور عظام اس قدر ناپاک ہوتے ہیں۔ ان بدلتوں نے صرف اسے جانوں بڑھانے سے گریبا بگاڑا کی وہاں میں رہی یا تھ فاسے کی کوشش کی۔ ایک رات اس کے گھر میں منڈے تھر وادیے والی کو اٹھارے بجائے چلے جتے تھے کہ اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس نے دیا اور سے فائر کیسے ان غنڈوں کو بھگا دیا۔ اس واقعے کے تیسرے ہی دن ان کو اچانک ہی کہیں غائب ہو گئی۔ اور شاید اس علم میں وہ لگے ہی روز چھپ چکا ہے۔ آپ مکان خالی کر کے فری گیا۔" گویا آخری فقرے سے اجمال نے بڑی حماقت اور تاسف سے کہے تھے لیکن اسفند نے اس کے کبھی شہ پر بالکل دھیان نہیں دیا بلکہ اس کے ذہن میں اس کے بابا شرافت کے بے یقین سے یہ فقرے گونج رہے تھے۔

ایک بات تو ذہن میں ضرور رکھنی تھی مجھے صاحب کہ نہ اور بھانج کے رشتے میں تعین کی کارٹ ہوتی ہے چھوٹی بھانجی تھی۔ یہ بھانجی ہی تھی اس لیے وہ بھانج کی کہتا جیسے بھور دین کر نہیں۔ اب اس میں کوئی بات ہے اور بھانجی ہی تو وہ تھی چھوٹی والی ہی جانتا ہے۔ اور بابا شرافت کے ان عقروں کی بارگشت کے ساتھ ہی ملے جانتے تھے ایک بھروسہ اترا عسری ہو رہا تھا۔

"بھلا تو کراہہ اس سنگٹھے خیمے چھوڑ گیا اس نے یوں پوچھا جیسے اجمال کی باتوں میں بہت دلچسپی ملے رہا ہو۔
"ملا میرے دل اور ستے بھی کہیں چلا گیا ہوگا جو وہ برس ہوتے کر آئے آج تک تو کچھ بھی نظری نہیں آیا۔" اجمال نے بھانجی کو اپنی بڑھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"ظلمت کی رہا ہے۔ کمال ہے باتوں میں وقت گزارنے کا احساس ہی نہیں ہوا اور باتوں میں ایسی غیر متعلقہ باتوں کی کوشش رہے ہوں گے کہ یہ شخص بوسے بولی گھنڈے سے بول کر نہ بولے۔"
"اسے نہیں، بول کر نہ کرنا کیسا ہے تو آپ کی دلچسپی باتوں نے بہت نظر نہ کیا ہے سزا اجمال! " وہ خوش دلی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

"وہ عظمت ہے آپ کی درز بندہ کس لائق۔" اجمال نے مسکرا کر کہا اور پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "تھوڑی دیر کے لیے اپنے ہاتھ پاؤں کا اصل میں کمانے کا وقت ہو گیا ہے۔ نورا جا کر دیکھ لوں پھر آپ کو کھانے کی میز تک نہ جاتے رہوں گا۔" اور وہ نکل گیا۔ آپ بالکل تکلف نہ کریں۔" لے اس وقت دور کی بھی اٹھتا نہیں ہے کچھ بھی کھانے کی۔" اسفند نے اظہار سے کہا اور اٹھتا ہوا ایلا تو اجمال نے بڑی شاک نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

میں آپ کیلئے ہوتے ہیں۔ اجمال نے بتایا۔ اس نے خود ہی ایسا موضوع نکالا تھا جس پر وہ خود بھی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔
"کی بھو میں میں آ رہا تھا کیوں کر اتنا کرے لیکن اب تو اجمال اسفند نے خود ہی بجا کر دی تھی۔

"اچھا اچھا۔ تو یہ جگہ آپ نے مال ہی میں تو کرایہ لے۔ شاید یہ آپ کا آبی مکان ہوگا۔" اسفند بولا۔
"نہیں، آبی تو کیا میں کو بھیجے کہ آبی ہے جو اس کے جانیہ اور چھوٹی تھی اسی میں یہ مکان بھی شامل تھا۔ اور ہرگز تو مالوں ناؤں میں رہتے تھے۔ لیکن بہت بھروسہ کے وقت پھر یہاں شفٹ ہونا پڑا تھا۔" اجمال اس نے کہا جہاں تک یہ پتہ بہت سے سوال تھے غرہ فاموش ہی رہا۔ قدر کے توقف کے بعد اجمال اسفند نے بولا۔

"اصل میں ہمارے اس مکان کے پہلے دو روز تھے اور دو دن ہی کرانے پر تھے۔ اور پھر کرایہ کی باتوں کو اٹھ کر اہوا تھا اس لیے اس مکان کو خالی کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ مگر صاحب۔۔۔ آج کل کرانے والوں سے مکان خالی کرانے کے لئے کافی ہے۔" اجمال اسفند خاصا باتوں کی ثابت ہوا تھا کوئی اندیشہ ہی نہ تھا اور وہ اس کی بہت ہی مزید سوچ اور مزید اسبابوں کا طالب نہ تھا۔ لیکن اس سے تو وہ خود ہی اس سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ اجمال اسفند خاصا ہوا تھا اس سے اس کے لئے ذہن کے طور پر کہا۔

"بہی باں۔ آپ درست ہی کہہ رہے ہیں۔ اصل میں رہائش کا مسئلہ تو اجتماعی طور پر یہ جگہ سب ہی کو لائق ہے کیونکہ ملک میں ڈال اور نوٹ پلاس کی ایک اکثریت آباد ہے۔ جو اتنی استطاعت ہی کہاں رکھتی ہے کہ اپنے ذال مکانات کو کرائے لیکن میرے کرانے داروں کو ایسا کوئی مسئلہ تو لای نہیں تھا۔ بڑے پورے پورے کارکنے داروں کو دس دس سے اس مکان میں رہ رہا تھا اور جو بھروسہ پورے پورے تین سال ہوئے تھے۔ وہ کوئی سنگٹھا اجمال نے یہ کہہ کر لہو لہا دیا۔ "اچھا وہ کوئی سنگٹھا ہے۔" اس نے پہلو بدول کر کہا اس انداز میں پوچھا کہ اجمال متعجب ہوتے ہیں نہ وہاں اور ایک شخص کو کرایہ بولا۔

"ابھی تو اس میں اس قدر تیران ہونے کی کہ بات ہے۔ ہمارے گلشن کو تو تقریباً ہر مہینہ آدمی سنگٹھی ہوتا ہے۔" گویا وہ نہیں مجھے تو حیرت اس بات پر ہوئی کہ آپ نے ایک ایسے چھرا نہ فریست رکھنے والے شخص کو کرائے دار کے بنا لیا۔ اس نے فائری انداز میں سیکر ملدی سے بات بنائی۔

"اب کوئی کسی کے ساتھ یہ تو کھانا نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیسا شخص ہے جب کہ بھلا تو وہ بہت شریف اور پرکھتا ہے۔ ساخا تھا۔ اور فیملی بھی بہت مختصر ہی تھی اس کی۔ صرف ایک بیوی اور ایک جوان ہیں۔ مگر جب واسطہ پڑو تو وہی پڑا دینے اس نے۔" اجمال نے بتایا تو اب اسے یقین کر لینے میں کوئی شہ باقی ہی نہ رہا کہ وہ اس کے پوچھ جانے پر اسے ہی کہہ دیا تھا۔

"لیکن متعجب ہے کہ آپ کو مکان خالی کرانے میں اتنی دقت اٹھانی پڑی۔ ورنہ وہ تو ایک سنگٹھا تھا۔ آپ نے اس کی پورے پورے میں کیوں نہ دیر نہ کرادی؟" اسفند اس خیال سے کہیں اسے یہ خیال نہ گزرتے کہ وہ اس سنگٹھے کے حالت میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہا ہے اس انداز میں یہ بات کہی جیسے یہ سبیل تکان کو کر رہا ہو۔ یا پھر بعض اس کی بات کہتا ہے۔ اجمال اسفند ہونے کی کچھ پر خاموش رہا۔ پھر اس نے ملازم کو بلا کر اس سے پوچھا کہ کیا تیار ہونے میں کوئی تیر ہے۔ پھر اس سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اصل میں وہ ایک تیرا حال سنگٹھا تھا۔ غالباً آپ کچھ تو گئے ہوں گے کہ تیرا حال سے میری مراد کیا ہے۔"

"ہیں نہیں۔ جگہ کو بھی کیسے سکتا ہوں جب کہ سنگٹھے کے ساتھ یہ تیرا حال لفظ ہے۔ میری مراد یہاں یہ ہے اسفند نے ایک سبکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا کہ اسے تو عرف اور صرف چھو بھلا سے بارے میں جانتے کی ہی تھی۔ اجمال نے اس کی بات پر ایک تیر کا یا اور پھر سوچ کر بولا۔

"تیرا حال سے میری مراد یہ ہے کہ آپ میں جگہ ابو ہوسلے کی وجہ سے وہ اپنے ٹینگ ڈرگپ، اسے کھانے کی گھڑی تھا اور ایک طرح کی گمانی کی زندگی بسر کر رہا تھا اور یہ بات مجھے اسی وقت معلوم ہوئی تھی جب میری طرف سے وہ اپنے مکان خالی کرنے کے فوش کی جیسا دھم ہوئی تھی اور میرے بہت زور دینے کے باوجود بھی وہ کسی طرح مکان نہ

کمال ہے اسنو صاحب - یا آپ اس قدر تکلف سے کام لے رہے ہیں ورنہ وہ آپ کا دوست آج ہی ہوتا۔
اپنی میرا فرسٹ کر رہی ہیں بلکہ ننگوٹیا بھی ہے اور اگر آپ اس کے باروں تو ہم باروں کے بار میں سے پھر
غیریت سے کام لیتے ہیں آپ - یا آپ اگر بہت متوی اور مرفون خدائیں کھانے کے عادی ہیں تو حکم کچھ دوں مگر
تیار کروائیں گے۔

اسے کون ختم کر رہے ہیں آپ - آپ میں کوئی آسمان سے تو نہیں آتا جیسا سادہ نازل آسکتا ہے۔ ہاں۔ ہاں۔
نے خود کو وہ خوراک کا کبھی جو کھنیں بنا یا بلکہ وال اور چینی میں مل جائے تو ہر دھڑکے کھا لیتا ہوں۔ اہمال کے ہاتھ
پھر سے شکوے پر اسنو جھینپ کر لولا۔

ہاں ہاں۔ وال اور چینی لے لیتی پھر زیادہ ہی کبہ نفسی سے کام لینے کے عادی ہیں آپ۔ تو چھپے ہوئے پھر کچھ
طرح اس عزیت کہ سے پھر کھانا نہ کھانے کی قسم تو توڑی دیکھیں آپ۔ اجمال اس کی بات پر ایک فقیر لگا لگا اور اسی
کتاب ہوں کہ اس کے رہائشی کمرے سے نکل گیا۔

اور اس کے جانتے ہی اسنو پھر اس کی قربانی تھی - ہاتوں پر غور کرنے لگا۔ اپنی چھوٹی آستان زیادہ غلط
بران کے لیے اس کے دل میں جو ایک خاص مقام تھا وہ بھی اس کی نظروں سے گر گیا۔ اور پھر جو سے غلامانہ اور
بلا تھی کچھ نظر آئے گئیں پھر اکثر وہ اس سانسے ذہنی رتی تھیں اس کا دل چاہا کہ ابھی اسکو چھو کے پاس ملے
اور ان کا اس قدر غریبی ہوئی ہاتوں یا سنے دیگر آزام تراشی پر انہیں خوب سلامت کرسے۔ مگر پھر جو کے پاس آنا
نور تھا اور اجمال نے تو پھر پھر اسکو چھو کے ہار سے ہنسی سے یہ خیال تھا ہر کتا کہ وہ اس کے گھر سے ہی نہیں لاپروستی
چلے گئے جن لیکن یہ بات وہ جیسے مان لیتا جب چند گھنٹے پیشتر اس نے اپنی آنکھوں سے پوچھا کہ بہت قریب سے
رکھتے تھے پھر دیکھا تھا اور یہ سوچتا تو اس کی حماقت تھی کہ وہ شخص پوچھا کہ ہیشکل تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا
بہین لاپروستی ہی موجود ہیں۔ مگر کہاں، اس سوال کا جواب دینا دیکھی کون تھا۔

وہ ابھی بھی سوچ رہا تھا کہ ملازم اسے کھانے پر بلائے گا۔
اور اسے بالکل نکرانہ اجمال کے ساتھ پھر کھانا کھانا نہ پڑا۔
جب کہ وہ اس پر زیادہ بوجھ ڈالنے کے باطن میں رہتا کہ اس کے بہانہ قیام کرنا ہی کیا کہ تھا۔
بہر حال، کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے رہائشی کمرے میں آیا تو چھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اپنے تمام وقت پھر
کا اتنا ہوتا معلوم کرنے کے بارے میں ہی سوچتا رہا تو کھانا اس کے ذہن میں یہ خیال بھی گزرا کہ اسے اردو تھا کہ کوئی سوط ونگ
اپنی کے پاس نہ آگئی ہو ورنہ وہ جاکھاں کھاتی ہے اور جہاں تک ڈوٹی کے اسے تیار کرنے کا سوال تھا تو وہ اپنی
میں اس تک کامیابی نہ ہو سکے ہوں گے۔ ہاں بیٹھا بیٹھتا تھا اور پھر کلام کراچی نہیں کسی کو ڈھونڈ لگانا ممکن ہی کہاں
ہے۔ وہ تو اگر کھانا اسکو چھو کے پاس نہیں پہنچی ہوگی تو پھر پھر نہایت غلط یا غفلت ہی ہوگی کہ نہ زیادہ ایک ہون
تو بھروسہ بلکہ یہ بارود دھماکا لگائی جب کمرے میں آئے تو اسے اجلی پڑنا شروع ہوئی کہ اس نے اپنے پیچھے اپنے
خودک رہا ہے جس اور اگر وہ پھر چھو کے پاس جا رہا ہے نہیں پہنچی ہوگی اور وہ اس شخص کی ہوش کا شکار ہی ہوگا۔
لے بہ آرو کرنے کا تو فرار ہی ہوں گا۔

نہیں نہیں۔ خواہ کچھ ہی رہے۔
لاہور میں میرے قیام کی مدت چاہے کتنی ہی بڑھ جائے۔ میں چھوٹی اور چھوٹی کو کھوج کر رہی ہوں گا۔
پہی سب سوچتے اور پھر کرتے اسے تاک نہیں بلکہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ اس کی عزت تو اس وقت تو ہی جب
اچھا ملازم چاہنے کی کوشش ہاتھوں میں لائے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔
اس سے چھوٹے کی کوشش نہیں رہی تو اسنو سند سے اپنی عزت سے چھوٹک کر کہا۔
یہ تم میری چاہتے یہاں کیوں لے آئے۔ فحشہ کہہ رہے تھے تو میں اندر آکر ہاتھ سے صاحب کے ساتھ بی بیٹا۔
بہر ہی چھوٹے یہاں تو کھنڈے ہوا کہیں باہر چلے گئے میں اور ہی آپ کو ہار سے مہال میں۔ آپ کو اندر لے جانے کی
دینی تھی۔ ملازم نے جس کا نام پھر عرفیت پڑا تھا جواب میں کہا اور پھر حکم کرا کے لیے یہاں میں جانے اٹھنے لگا۔

نیکوئی یا دل ہی۔ اس سنبھلا۔
پڑا ہوا۔ اسنو ہوا۔ تو اس نے بہانے میں دوڑا اور چینی ڈال کر سنبھل گیا تو سنبھلا کے کمرے چاہنے کی یہاں
بے تعلق ہوئے کہا۔

آپ کہ کھانے کی تا صاحب ہی۔ بے شک اور شافی کہ آپ۔ کچھ تو نہیں ناں ہی۔
نہیں ہی یہ چاہتے ہی کافی ہے۔ وہ ہر دو گھنٹے سے انداز میں لولا کہ ایک نو سیر کر کے کھانے کا ہادی نہ ہو۔
ہر اس کا وہیں اس سے سخت الجھا ہوا تھا۔ ملازم نے کچھ نہیں کہا۔ اور چھوٹیلوں کو باہر گزرتے ہوئے اس کے کمرے
پر جب اس کا اطلاع - سزاوار چونا اسنو کہ بہت کھلا۔ وہ چاہنے کے چند گھنٹے صحت سے امانے کے
بڑی خوف دیکھ کر لولا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے ملازم ہو۔ بہت ہی بے تمکاس سوال تھا پھر بھی سزا ایک دم پھر کہ ہی اٹھا اور
فرار ہوا۔

اب صاحب ہی اپنا ملازم کیسا میں سے کیا میرا ہے جو بھی اسی گھار بیچ پڑا ہو یا سی۔ اسے پھر اچھوٹے یہاں ہی ہے نا
میں زون میں سے گونہ بھلا ہے۔ اس نے آدھی اور آدھی گونہ پڑی میں بتایا۔ گھاس کی بات اسی طرح اسنو کے پیچھے
پہنچ گئی تھی کہ اس کے تحت اسنو کے وہیں ایک خیال کونسا۔ بات تو اس نے صحت سے اسے سنے کے غرض سے
فرار تھی خوب ملازم کی زبانی اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ اجمال کے گھر کے دروازے سے تو اس نے اپنے اس خیال کے تحت
اس کے ذات میں دلچسپی لینے ہوئے صحتی اسکا مسکا کر کہا۔

ابھا پھر تو گیا تو اس گھر کے پتلی تک خواہو۔ اب بات خواہ شیرا کے پتے بڑی بڑی گراس سنی ساری۔
کسی نکل کر مانتا ہے کہ ملازم اسنو کچھ ڈر تک تو ہی سوچتا رہا کہ جو بات وہ پوچھتا تھا سب اس کی ابتدا لکھے کرے۔
نہ انہیں چاہنے کی یہاں ہی ہوگی تھی جس کی کچھ وجہ یہ تھی کہ سب سے اس کی یہاں میں فرج کا ٹھونڈا دورہ والا تھا اس
پہلے ہی کو فریڈ ہی ہوگی تھی۔ جیسے اسنو حسب عادت آہستہ آہستہ پڑے کے چھانے جلد ہی بی گیا تھا۔ اس نے یہاں خالی
رکھے تھے ہی تو سب سے جلد ہی سے پوچھا۔

میں ایک کپ پور اور بنا دوں۔ حالانکہ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا اگر اسے یہاں سے شیرا کو ہاتوں میں اچھانے
کہا کرتے اس سے نشانی میں مر بلا دیا۔ شیرا نے اس یہاں کے چھانے و دوسری صاف تھری یہاں میں جلد ہی
ان کے لیے چاہنے انڈی اور پھر پڑے اور اسے اس کے براہ کراں کے ہاتھ میں چاہنے کا کپ تھا دیا۔

پہلے تو اس نے نیا نیا ہی بنا ہے ۱۹۵۹ اس کے پوچھا۔

ہاں ہی تو اس کی نہ ہے۔ رہ گئے تے ایک مکان ہی سی۔ شیرا نے بتایا۔

ابھا پھر تو گویا اس کو توڑ کر پھینک دیا گیا ہے اور میں پھر براہ کراں کے پلاٹ و چیز پڑا گیا ہو گا۔ اسنو ہوا۔
نہیں۔ جوت وارن کیسا۔ اسے تے چھوٹے یہاں ہی کے دادا کا گھر ہی۔ براہ کراں کے واسطے پورن میں چھوٹے یہاں ہی
ابھا پھر نہ ہی سب سے دو کمرے اس نے کراٹے سے چھوٹے چھانے ہوئے تھے۔ ہی دو اور ویسا ہی مکان کا کچھ (قبضہ)
چھانے۔ اس نے چھوٹے یہاں ہی سے علاقہ میں پورے ایک سال۔ تب جا کر مکان کا کچھ (قبضہ) ملا ہی چھوٹے یہاں ہی
نہ چھانے یہاں کی نشانی کے۔

ابھا پھر سے کراٹے دار نے ہی بڑی مشکل سے گھری کی کیا ہو گا اسنو صاحب اصل خاندان کی طرف آنا ہوا ہوا۔
نہاں۔ وہ تو ہی شریوہ شریوہ بندہ ہی۔ باطن کرا ہی ہے۔ اس سے کیا جگہ عار ہو گا ہاں کرنا تھا۔ اس
نہ چھوٹے یہاں ہی نے اور اس کے چھوٹے یہاں ہی۔

ابھا پھر صاحب نے پوچھا ہی کیا ہو گا وہ اچھا لگتی تو تھا۔ اور اسے تو گونہ گونہ رکھنے سے انسان بہت ہی مشکل
نہ چھوٹے یہاں ہی رہتا تھا۔ اسنو نے شریوہ سے مزید باتیں اچھانے کی غرض سے بڑی پہلا کی سے کام لے
نہ چھوٹے یہاں ہی رہتا تھا۔

نہ چھوٹے یہاں ہی رہتا تھا۔ اس کی دینی (بیوی) ہی تے ہیگ یہاں۔ بہر ہی وہی شریوہ

اور عہدت و عزت و ایمان عقید و ولولہ نگہ سے باہر قدم نکالنا۔ دیکھی سے فنا ملنا۔ بس لینے کا ہم سے کاروبار
 پر اس کی عین دین (وہی سوئی (غولہ سوئی) سی ایسی سوئی جیسی زانیال ہوندی ہیں۔ چھوٹے سے لیاں لکھنے کے لیے
 کھدھوئی (خوبترتی) سے خندا (خانہ چٹا ٹھا یا۔ اپنے دو چار ہندے اکٹھا کر کے اس کے گھرج کر دوادھیے۔ اور اس کے
 بات سے دو کر وہ مکان چھوڑنے کے لیے تیار رکھا گیا۔ پر ہی چھوٹے سیال ہی ڈاڈا نیک بندھ سے اس کے کسی لڑکی کی دست
 نہیں کھو گے اپنے ہندے۔ ہندے اپنے آپ سے سب کچھ اگل دیا۔
 - بال بال ظاہر ہے۔ اجمال صاحب کو ہوتے ہی ڈیسینٹ آدمی میں اور بہت ہی مہمان نواز۔ مگر کیا وہ آنگلی
 چھوڑ کر ہی چلا گیا؟

”ہی صاحب سی۔ اسے اسمگلر تو دیکھیں۔ وہ بے چارے خود اسمگلروں کے ہندے میں چھپنے لگے۔ اس وقت
 ہی اسمگلر تیار اسے غریب وی ہونے سے ہیں۔ خندا کہ وہ تھا۔ پورا (اور وہ پورا پورا) چھوڑ کے نہیں گیا۔ وہ نے
 پورہ میں رہنا اسے۔ پر میرے سوا کسی لڑکی ہی پتا نہیں کہ کھر رہندا اسے۔ چھوٹے سیال ہی فون وی نہیں۔ اس
 نے آخری فقرہ ہی زانو دار انداز میں بتایا۔ تو گو با اسندی یا چھین کھول گئیں۔

گور۔ اپنی خوشی کو اس نے شیرا ہر ہلا پر نہیں ہونے دیا۔
 - لیکن اس میں اس قدر راز و رازی سے کام لینے کی کیا بات ہے جو تم نے اپنے جوں کے میاں جوں سے میں اس بات کو
 رکھا ہے۔ اس ہندے سے لڑکی کی بات کا سلسلہ جاری رکھنے کی غرض سے پوچھا۔

”جی وہ بتائے گی گلے تین ہے۔ پر تھی آ کھد سے دیکھتے اوستے قیر تانا ای پڑی گا۔ وہ چھڑی اس کہیں
 سی۔ ڈوئی بڑی ہوتی ہی اس دی۔ اس میں تلے درج کر وہ دسے چارہ مزہ چھینا کے (پٹھن) گیا ہے تو نہیں سنی
 کیا بتانا تھا۔ ویسے وی صاحب ہی کوئی بندہ کسی کی عیبت لکھا چھینا کے رکھا ہے اسے اس کا راج ہی اس بند
 کی عیبت پر پردہ ڈال دینا اسے میرے مولدا اور پراں (دراں) اسے کہ توں کسی واک میں چھینا کے گا۔ میری
 عیباں کے پردہ ڈال دیوان کد۔ شیرا نے آخری فقرے کو بڑے سیدھے سادے انداز میں کہے تھے مگر اس کے لہجے
 پر ان سادگی سے کہ فقرے نے پردہ اڑا کر اس کے اسے چھوٹے سیدھے سادے اور چلنے سے شخص کو ہی اتنی بات
 ملی تھی کہ نا خواندہ ہوتے ہوئے بھی وہ قرآن اور سنت کی روشنی میں بات کر رہا تھا۔ وہ چہرہ چاہے لڑے اٹھا کر ملنا
 تو اس نے کچھ سوچ کر اس سے پوچھا۔

”یہ مثل پورہ آخربہ کس طرف میں تو لا ہو رہی میر کرنے کی غرض سے ہی آیا تھا۔ اور نظر چاہے پورا لا ہو رہی ہو گا پورا
 گیا حتی کہ شاہدہ تک بھی ہو آیا۔ مگر مثل پورہ کا نام آج تمہاری زبان سے پہلی بار ہی سن رہا ہے۔“

”وہ میں لا پور شیرا سے چنڈ کوں آگے ہے۔ پورا شیرا آدھے ادھر وی۔ پر کوئی ایسی دیکھیں والی شے نہیں ہے
 شیرا سے اٹھا کر سیدھا ہوتے ہوئے بولا۔

”خیر، لڑکی ایک نلا تو توبہ نال۔ اس میں کل صبح کی فلاٹ سے اسلام آیا دجا رہا ہوں۔ تم ایسا کرو کر نہ کرو کیوں
 میرے ساتھ چل کر بیٹے وہ جگہ بھی دکھا دو۔ اس ہندے کے کہا۔ اصل میں وہ کہنا چاہ رہا تھا کہ مجھے اس کے لیے اس کے گھر
 چلو۔ لیکن جہاں کیسے کہنا کہ شیرا کو کچھ معلوم ہی رہتا کہ اس کے لیے دار سے اس کی قرابت داری ہے۔

”یہ صاحب جی مثل پورہ وی میری کرنی ہے۔ سنے چھوٹے سیال ہی کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر آؤں۔ جہاں
 کہیں طرح آپ کے ساتھ چا سکا ہوں۔“ اس کی بات پر شیرا کچھ دیک گیا۔

”ار سے نہیں بیٹھا، اب میں اتنی ہی بات کے لیے اجمال صاحب کو تو بہتر گزرت نہ تھی۔ وہیں دوں گا۔ اب
 کی کار خود ڈرا ٹوک کے نہیں مثل پورہ لے چلوں گا۔ اور چھوٹے سیال ہی سے تم کو کچھ بھی نہیں دیا۔
 کہنے والے اور مستدی سے میرے کام کرتے رہے ہو۔ ساتھ کے ساتھ میں ہی تھوڑی سی شاپنگ بھی کرادوں گا۔ یہ
 ہے نال، اس ہندے کو باا سے اتمام دار کام لالہ دیا۔
 ”انہی نہیں صاحب جی، آپ کی ڈوئی لڑکی، مہربانی، آپ سے ملا ہے مہاں میں جس کے بات کر لیتے ہیں۔“

”یہ میرے لیے سب سے ڈو، اتمام اسے۔“ شیرا دو لالہ بلوں کو با کم جو کر بڑے فدو یا د انداز میں بولا۔
 ”خیر، خیر، خانی خونی نہیں کہ بات کر سنے سے تو کام نہیں چلتا۔ ہم تو نہیں کوئی د کوئی اتمام دے کر میں گے۔
 ہی فرم کو اپنے سارے کام ہندے کے بعد تیار ہو جانا۔ اور اب جاؤ۔ پر تیسے یہاں سے اٹھا کر بے جاؤ۔“ اس ہندے
 کو چھوٹا چھوٹا ٹوک گیا۔ ”کہہ کر شیرا نے ٹرے اٹھائی اور خاموشی سے گھر سے باہر نکل گیا۔

اس کے چلنے کے بعد اس کے اپنی لیسٹ وارج میں وقت دیکھا تو عموماً اسے یاد آیا کہ آفتاب میں گھنٹہ آدھا گھنٹہ
 ہی بیٹھے ہی والہ ہوگا۔ پیلے سوچا کہ اسے ساری بات بتانے کے لیے خیال آیا کہ چھوٹے کی شہرت ابھی نہیں ہے اور اس کا کوئی
 اور گھر تو سنا ہے۔ اس کے کسی دوسرے انسان کو آگاہ کرنا نا ممکن تھا۔ سب نہیں ہے ادھر اس پر مثل پورہ جانے کی
 ہی سوچی اور اس سے سپر ہٹو مثل پورہ ہی تھی۔ اور ابھی مثل پورہ جانے میں بھی نہیں گھنٹے باقی تھے۔ اس لیے اس نے بیگ سے
 کونسا کھدھوئی جلی پینا اور پھر آفتاب کے آکر بیٹھ جانے تک کا وقت گزارنے کے لیے وہ جیلے جیلے اجمال کے سینگے
 سے نامی اور نکل آیا۔ اور اس وقت ادھر ادھر گھر گھر جا رہا جب تک اسے یہ اطمینان نہ ہو گیا کہ آفتاب آگرا دھوئی اور
 یہ آفتاب گھر کے واپس چلا گیا ہوگا۔

وہ سخت سے چینی میں مبتلا تھا۔ جی بڑا ہر ہاتھ آکر آکر چھوٹا کھدھوئی جیلے۔ اس لیے وقت بہت سست لگتی
 سے گزرتا ہر لمحہ کی پورہ تھا۔ اس پر اسے اس بات پر بھی پورا اطمینان نہیں تھا کہ شیرا واقعی اسے اس کے چھوٹے گھر کا پتا
 بتا دے گا۔ یہی اس سے شیرا کی باتوں سے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی د کوئی۔ بات ایسی ضرور تھی جسے شیرا چھپانا
 چاہ رہا تھا۔

یہ حال طالعاً کر کے شام بھی رات میں ڈھل گئی۔ وہ گھر واپس آیا تو اجمال آکر کہیں باہر جانے کے لیے تیار کرنا نغرا آیا۔
 اس کے وہاں کسے تیب اور دو کار میں تھیں۔ اس ہندے بہت مختور اور نوروز آدمی تھا۔ پھر چھوٹے اپنی ضرورت کے وقت اس سے
 ایک اور لڑکی کوچ کر اجمال سے کہا۔

”مجھے زرا چھوٹے تک جانا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں خود آپ کی کار ڈراؤنگو کر کے لے جاؤں۔“
 ”اوہ ہاں، ان، صبر، شوق۔“ مارکوں خواہ خواہ اتنی غیرت سے کام لیتے ہو۔ مہاں کے لیے تو ہم اپنا دل بھی پیش
 کھدھو کر حاضر کر رہے ہیں۔ ایک سادگی کی حیثیت ہے۔ یہ میری نہیں آپ کی ہے۔۔ اجمال اتنی اپنا بیستہ اور فرارغ دلی کا
 نظارہ کرنا ہوا ہوں کہ وہ شیرا نہ سار ہوگا۔

”واہ ایک طرف کہہ رہے ہو کہ غیرت سے کام لیتے ہو اور دوسری طرف مہاں بھی پکتے ہو۔ یہ حال اسے بندل آف
 ٹیکس۔ اس نے اپنی شہرت کی اس طرح شافی۔

”بھلا، یہ بات تو تم نے بڑے ہتھ کی کہ ہے۔ یہ حال میرے کار کی چان۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ خاص طور پر
 آپ کے بندل آف ٹیکس کا ریزلٹ۔“ اجمال نے نہیں کر کہا۔ اور چالی اس کے باقی میں بتا دی۔

”اوہ کسے سبیر۔۔۔ بس زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔ پھر توڑ ساتھ ہی میں گے۔“ اجمال اپنی
 کار لایٹ بڑھنے سے پہلے بولا۔

”اجاؤں مولدا تک۔“ اس ہندے نے بھی چالی گھر آکر گھر کی طرف کار رخ کرتے ہوئے کہا جس کے باہر ہی دوسری کار
 کوئی تھی۔ اجمال تو اسی وقت تک سے کار سے اٹھا تھا۔ گھر دہری کار کے قریب ہی آج کر اس ہندے کو کچھ دیر تک شیرا کا انتظار
 کرنا ہوا۔ ابھی قریب ہی پہنچا تو اس کا صاحب جی جلدی کی ٹوٹ آئے گا کیونکہ میرا کھانا کھانے کی ڈوئی بھی میرے ہی گھر ہے۔
 یہ حال اسے کار میں تھا کہ اس ہندے نے کار سٹارٹ کی اور اسی سے مثل پورہ کی عیبت اور راستہ پوچھنا ہوا یا لاؤ
 نہ پوچھنا پوچھ کر دینا۔ یہ ایک تو ادھر ادھر بلا مقصد کار کھانا مار رہا تھا اس نے شیرا سے کہا۔

”کیا یہاں کے بازار میں تمہارے مطلب کی کوئی چیز مل جائے گی۔ اصل میں کچھ خیال ہی نہیں رہا۔ وہ دن سب سے
 آکر ہی بازار چھوٹے۔“
 ”نہیں نہیں صاحب جی، میں کچھ وی نہیں چاہتا ہے۔ یوں ہی خواہ دیندے میں ہیں جوتے میاں جی میٹوں پورے
 تو رہے ہیں۔“

خزروہ نوٹم ہمارے مجال میں نہیں کام کما ماما و مندر دیتے ہیں۔ لیکن میں تو انعام و نیا چاہاں دریا ہوں۔ اچھا خیر پور، اپنا اعضاء اور ان دھڑوں سے جو چیز چاہو خرید لیتا، ” دوران گفتگو ہی اسفند نے جب میں ہاتھ ڈال کر اپنا لڑکا لباٹھا، جسے کھول کر اس نے سو روپے نکالا اور اچھلا اچھلا ٹوٹ نکال کر کھینچ کر سٹپ پر رکھے، پھر وہ کھڑکی طرف بڑھنے سے روکے گیا۔
 نہیں جی نہیں میں نے نوٹ نہیں لیا۔ جسے انی تکلیف کیوں کر دے دو۔“ پھر ایسے ہی رسمی سے چلے گئے کہ وہ گویا پزار مانا کر سنے کے باوجود پھر اسے وہ نوٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا، اور پھر پھر چون انار میں منہ سے گرنے سے سے امانت میں کہا۔
 اچھا سلام صاحب جی، اور اسفند آہستہ سے سر ہلا کر رہ گیا۔ اس کے صباغ میں اگر طرح طرح کے نوٹ نہایت کی کچھڑی پک رہی تھی۔ تو دل میں بھی طرح طرح کے جملے اساسات کی کھد بہ چوری تھی۔

ایسے حالات سے دو کبھی و پیا نہیں بھانپتا جن میں زندگی اتفاقات پر ہی منحصر ہو کر رہی ہو۔ ہاں یہ اتفاقات ہی نوٹے جہاں کہہ کر ہے پتہ ہے۔ اس کا لہو آتا بھی ایک اتفاقی امر ہی تھا، پھر بلا ہونے میں اس کے کسی ارادے کو دخل نہ تھا، پھر اس کے بعد آفتاب نے اپنا کس اور پڑ مشرق طو، بدل جانا کہ اس کی طرف سے مایوس ہو کر تو وہ اس روز اسلام آباد جاتے کے لیے پرتول رہا تھا کہ اچانک وہ ان نے اپنے پھر اس کا پرتول کا فیما مچھو، پھر جمال احمد کے ہاں رہائش اختیار کر لیا۔

پھر پھر اچھا سلام کا اچھا سلام نظر آتا تھا۔

اور جمال کی، باقی پھر پھر کے حالات کا علم ہونا

اور سب سے بڑھ کر شہر میں رہنے کی، باقی یہ معلوم ہونا کہ کیوں پھر پھر میں موجود ہیں اور مثل پورہ میں رہتے ہیں۔

بالہ سب اتفاقات ہی نوٹتے۔

پھر لہذا ہم اس کی زندگی کا ایک نئے تجربے سے دوچار کر رہے تھے۔

کم از کم اسے پھر پھر تو پھر پھر تھا کہ کوئی بات میں کے بارے میں انسان کو ایک اور چیز ہی لگی ہو۔

اگر قدرت کو منظور ہونا سے تو خود بخود کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

پھر اس کے سامنے ہوا تھا۔

اسے پھر پھر کے بارے میں ایک جستجو ہی تو لگ گئی تھی، لیکن اس میں اس کے کسی ایسے عزم کو کوئی دخل نہ تھا کہ وہ انہیں موجودہ تجربے سے گھٹنے کا اہتر اس نے ریزرو سوچا تھا کہ وہ اس کے لئے کسی شخص سے ان کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا اور یہ تمام بات ڈاکٹرنے سے پھر کر کوئی بھی فراہم نہیں کر سکتا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس نے فی الوقت اسلام آباد جاتے کا ارادہ ترک کر دیا۔
 تو سب پھر پھر کے گھبراہٹ میں باقی ساری باتیں کی تھیں، مگر ایک بار پھر یہ نہیں کہا تھا کہ لائے اگر آپ کی سب سے ہی بک کر لینی ہے تو میں یہاں پھر پھر کروں، پھر اس وجہ سے بھی اس کے ہاں ایک دورہ مزید قیام کا بہنا و سامن لیا گیا۔
 پھر پھر پھر کو سو روپے کا نوٹ تھا کہ رو سوچنے کا کتاب کیا تیر کی جانے جو پھر پھر کے گھر تک رسائی ہو سکے، اگر اس سے۔

اجانکس دیکر خود پر قابو نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور یہ تو خوشی کے اس وقت تھے جیسے اسے اپنی زیادہ خوشی ملی تھی کہ مجھے شادی کرکے آگیاں کمانے سے باز رہی بات کہتے تھے اس لیے مجھے کے باوجود ان کی آنکھوں سے سیر آنکھوں کی لڑائی کی سہیل نہیں، جن کو جلدی جلدی ہلکے ہلکے پاؤں پر کھڑی تھی۔ اور اندازاً چار بیٹے۔ مجھے تو اپنے درونے دھونے میں خیال ہی دریا کرتا تھا ایک تک دہلیز کے آگے ہی کھڑے ہوتا تھا۔

دہلیز چھوٹی تھی میں چائے اور ٹائٹے سے فارغ ہو کر آگیا۔ روتی میں چائے کے کچھ بیٹے ہونے آئے تھے۔ آج صبح تک دیکر وہاں نہ تھا۔ نہ باہر کھڑے تھے، اندر لے جاتا ہوا ہوا صبحی کی کتنا تھا شکل بارہر کھڑے کھڑے مانتے کہا ایک رہا تھی کہ کھڑی کھڑی ہوا کھڑی سے طبعی شگفتا۔ اور یہی خانہ ناچدھر کھڑی پائیں جانب بیت الخلا تھا۔

انتہا چھوٹا اور رنگ سا مکان کہ جسے دوسرے مشور میں انسانوں کی ایک ہی کہا جا سکتا تھا۔ دیواروں پر کاجی کا درخت۔ کمرے میں تھم رکھا تو اس کے دل پر ایک چوٹ سی پڑی۔ کراس میں لاش پر ایک مٹی کی بڑی پھٹی تھی۔ اور وہی پر ایک میل کھڑی چادر ایک کونے میں سر کی اور نائے والی ڈھونڈ اور دوسرے کونے میں بان کی ایک کھڑی چادر پائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔

انف کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ کونسا گاہ ہے۔ میری لاش کا لڑخوم میں لگا۔ ٹیلی اور وضع دار پھینکی۔ جو بہت نفاست پسند تھیں۔ جہ جہ تازک طبع تھیں۔ بلکہ جن کو سفالی ستھرائی کا بیٹا تھا۔ وہی مثل تھی کہ آنکھ میں بال آجائے مگر کیا سماں جو کھڑے باہر سے جہ جہ سامنے لگی نظر آجاتا وہ اس سے ٹھیک اور نیکس آگے مھولی سے کورسے کی سال میں میں بلوں میں تھیں۔ وہ جہ کے گھر کے ملازم تھے ان سے کہیں بہتر حالت میں رہتے تھے اور رہتے ہیں۔

آخر یہ سب کیا ہے؟ ایسا کیوں ہے؟ یہ سب کچھ ان کا حال کو کیسے نہیں ہے؟ جب کہ ان کی ذاتی مالی پوزیشن بھی بڑی مستحکم ہے۔ دل پر پڑی چوٹوں کی دھمکتا ہیں اس نے بہت آدردہ کو کر سوجا۔ اپنی لکھی اور عزیز پھوپھو کو اتنی خست و خراب حالت میں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں سرسائی ہی چھینے لگی تھیں۔

شاید ایسی وجہ سے وہ ایک دم ہی اپنے جیسے اور متعجب کو زبان میں دے سکا تھا۔ اس کو نظر کی نما کر سے میں داخل ہو گئے ہی فارغ ہو کر جہ جہ کی طرف بڑھیں۔ اور اسے جلدی سے جہ جہ کرنے پر وہ عند وقت پر بھی ہوتی جاہر آٹھا کر جہ جہ پانی پر پھینا جہ جہ اور پھینا کہ اسفند نے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے وہ جاہم لیتے ہوئے کہا۔

"یہ اتنے نکلنے سے کام لیں۔ یہی ہیں آپ۔ میں تو آرام سے آپ کے ساتھ یہاں بیٹھے فرش پر بیٹھوں گا۔" مگر اس نے تو جہ جہ ہون لگی ہے۔ فرش پر بیٹھنے میں تمہیں تکلیف ہے۔ اعلان لے کر جہ جہ جہ جہ جہ جہ سے ان کی بات کاٹ کر بولا۔

"نہیں پھوپھو تم آپ میری تکلیف کی پروا نہ کریں۔ میں یہاں میں خود کو اپنے جہ جہ کرنے کا جاہی ہوں۔ اسفند نے جاہم کو بولا۔ پر کھٹے ہوئے کہا اور پھر اپنے گیشین پیپ درختوں کا اندازہ کر دیکر پھوپھو کی سوزنی پر بیٹھ گیا۔ دل تو جاہم با تھا کہ ساری باتیں ایک ساتھ جہ جہ ہونے۔

سارے سوالات ایک دم ہی کورسے اور یہی سوچ رہا تھا کہ بات یا سوالات کی ابتدا کیوں کر کرے کہ فارغ نہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

انہوں نے بغل آگیاں گھریں سب خیریت سے ہیں۔ نئی ڈیڈی اور نہیں سب ہی اور چھوٹے آگیاں بعد ان کے نئے طبع و عاقبت نے یہی کہاں کہاں جان بھی اور تازہ تو اپنے گھریں آگیاں زیادہ خوش ہیں کہ انہوں نے اس خوشی میں اپنے گھریں ایک شوکا اٹھا کر لیا۔

پانچویں کو تازہ کے ناظر اور ماں بھی بن گئیں۔ انہوں نے مسرت آمیز تقریر سے پوچھا۔ "جی ہاں۔ ایک عدد مدت ہی تو خیرہ درت اور جہ جہ سے بیٹے شاعر احمد کی۔ اسفند کھٹے سے لے لیے ہیں بولہ۔" اچھا لہنا مارا کہ تم نے کھوئی اور ناظر کو بھی۔ نام بھی سب خوب تر ہے جہ جہ مولود کا۔ خدا اسے عروسے اور اسفند نے

انہوں نے جہ جہ میں گناہ کیا تھا اسے ہی کچھ عزیز تھا۔ "جہ جہ تو انشا اللہ شرم سے بڑی بیاری تھی۔ اب شادی کے بعد خصوصاً ماں بن کر تو اور بھی کھوئی ہوگی۔" اس نے صوبہ جہ جہ میں ایک ہی موضوع پر بات کیے جا رہی ہیں تو ان کی بات کے جواب میں انہوں نے کام لیتا ہوا بولا۔

نئی ماں صاحبہ سے پھوپھو کچھ۔ کھڑی نہیں آگیاں بلکہ کچھ خوب سی بھی ہوئی ہیں ماں بن کر۔ لیکن۔" غراس کے خوب سی ہوئی ہیں کہنے پر تازہ بیگم کے بے ساختگی سے ہنسنے پر اسے لیکن کے آگے مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تازہ خوب ہر جانے کی کچھ خوب ہی کہتے۔ اس کے بیٹے جیسے دلہنا ہے کہ چہین دہن بن کر لڑکی پر سنا ہے۔ ایسی طرح زچگی کا بھی

بہت ہی ہوتے۔ یہ سب دیکر تازہ بولا۔ "جہ جہ نے ہنس لینے کے بعد کہا۔" غراس نے جیسے سنا ہی نہیں۔ اس کا تھیس اس سے انہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تازہ کو اصرار کیا کہ وہ ہنس لینے سے بچے۔

تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔"

تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔"

تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔"

تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔" تازہ نے ہنس لینے سے بچے۔ "میں ان کے گھر سے جہ جہ کیسے چہرے پر ایک سا رسا لکر لے گیا۔"

”جی ہاں وہ قصبہ ہی نہیں کچھ بگم آخر سب کیا ہے۔ یہ چونکہ یکدم ہا ہوں۔ آخر آپ اور پھر بھائی اس کی گمان لگتا ہے۔
کھول کر دیکھ رہے ہیں۔“ کیوں ایسی۔“ کچھ میری گمان میں نظر آ رہے ہیں۔ کہ میرے دل کو دھچکا سا لگا آ رہا ہے اس غلطی سے
اسند مرزا نے جس پر قابو نہ پاسکا تو اس نے پوچھ لیا۔ جراب میں حاضر نے پانڈن کھول کر مٹائی میں سے پان
نکلانے کے بعد کہا۔

”ہاں ضرور دیکھا ہوگا۔ گلاب تو توں کو کہ سارے جسم کی تڑیاں نکل گئی ہیں اب صرف آنکھوں کی موتیاں نکالنی باقی رہا ہے۔
اس کے بعد خدانے چاہا تو قصبہ کے ٹھیک ہو جانے لگا۔“
”جی۔ میں دیکھا نہیں۔“ کچھ بگم ان کا فاورہ اسند کے تھے نہ پڑا تو اس نے قدر سے ایک کر لیا۔
”نہ ہی تو جو تڑپے بیٹے ہوئے کہ جب بچنے کا وقت آئے گا تو خود ہی ساری باتیں بگم میں آجائیں گی۔“
فاخرہ بگم پان پر کھلا اور چونکا گئے ہوئے ایک پڑ مروہ کی سکرابٹ کے ساتھ پولیس جیک اسند کو ان کا پیٹیلین ڈالوان
کا انداز باکل نہ بھایا وہ قدر سے جگ کر لیا۔

”کمال ہے۔“ کچھ بگم آپ نے خود ہی خود پان آنکھوں کی موتیاں کا ڈرکھیرا اور اب خود ہی اس کی وضاحت سے گرد کر رہے ہیں۔
لیکن آپ کی اطلاع کو انتہا ہوا کہ میں ہی آپ کے حالات سے کسی حد تک باخبر ہو چکا ہوں۔“ باشرافت نے بگم سے یہ کہہ
دیا ہے۔“

”ہاں، باشرافت نے تمہیں ایسا کیا تھا یہ ہے جگہ میری تو ان سے کوئی گفتگو ہی نہیں ہوئی تھی ماسواں کے کہ ہم دونوں
پاکستان سے باہر جا رہے تھے اس لیے سلوٹ کو کچھ مرنے کے لیے بھیجے آگے کے پاس کو اپنی بیچ رہے تھے اور میں ہی نے کچھ کا
کے نام ایک خط دے کر بھیجا تھا۔ بلکہ نہیں بلکہ پورا بلا یا اس ہی مقصد سے تھا کہ وہ سلوٹ کو اپنے ساتھ کر لے جائے اور
جاتے ہی ہو کر تمہارے پھر بھی جان سکیں گے زیادہ بات کرنے کے عادی نہیں ہیں اور ان دنوں تو وہ کچھ نفسیاتی دماغ سے
رہے تھے پھر بیلا باشرافت نے کہے۔ وہ بات کرتے کرتے ایک دم ہی خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔

انہوں نے تقریباً کئی گھنٹے تک یہی تھی۔ گلاب تک اشارہ نہیں کیا تھا اور اس بات پرستہ تھی کہ
کونتی میں پرور ہی تھی اب جو اتنی دیر بعد ان کے منہ سے ایک دم ہی سلوٹ کا نام نکلا تو وہ سپر بول کر رہ گیا۔ پوچھا تو یہ کہ
چاہتا تھا۔

کہ آخراں سبھی گئی اور بے شرافتی کی وجہ کیا ہے۔
اور یہ شوہر کی نہیں سے جلا ہے کا سب کیا ہو گیا ہے کہ خود اس نے بھی تو اپنی ماں کو پھر بگم کے خلاف زہر لگنے دیا تھا۔
مگر وہ کچھ بھی نہیں پوچھ سکا۔
بلکہ فاخرہ نے اسے موقع ہی نہیں دیا۔

کیونکہ انہوں نے اپنی سوچ سے نکل کر اس کی سوچ پر ایک زقند سی ماری۔
”اچھا یہ بھی اس کھو ہے تو نے باشرافت سے اتنی ہی بیگم لگانی ہوگی۔“ درہ میں بھی تو کچھوں کہ باشرافت کو ان کا
سے رہا وہ لڑا اچھا کر زرد سے لڑیں جیسے کسی بہت ہی گہرے راز پر سے پردہ اٹھایا ہو۔
”یہ بولو گون سے کچھ بگم۔“ اسند نے پوچھا۔

”اے باشرافت کا نتیجہ ہے نامور۔“ میں لاہور میں ہی رہتا تھا۔ وہاں ہاں الوجود ایک تھرا۔ باشرافت نے یہ خط
کہہ کر کہ اسے ہمارے گھر ملازم رکھا یا تھا۔ درہ سا وقت ماں باپ کے سر پر پوچھ بنا بیٹھتا ہی رہتا تھا۔ اب غلط
الٹی سہی لگائی ہو باشرافت سے اور انہوں نے اس میں تک سرچ لگا کر تم لوگوں سے کیا کہا ہو۔

فاخرہ نے اتنی زبرد پان کا کڑا ہمت میں رکھتے ہوئے کہا جواب تک وہ بات میں ہی لیے ہی تھیں۔
”وہیے باشرافت نے تم لوگوں کو کیا بتلایا ہے۔ انہوں نے پان بیٹے کے بعد اسے ایک طرف کئے میں دیکھا ہوگا۔
”ہاں میں کسلوٹ اپنے مالدار شوہر کو صرف اس وجہ سے چھوڑے تھیں کہ وہ پوچھ رہے ہیں اور شاید انہوں نے
اور بگم پھر لگا تھا جس کی وجہ سے ہمیں اٹھوا بھی کیا گیا تھا۔“ اسند نے بتایا یہ ایک بچہ چلائے کی بات اس نے خود اپنے

”بڑے کچھ تو تیرے استغفار کہاں ہیں۔ یہ باشرافت نے فاخرہ نے کلمے بیٹھے ہوئے کہا۔
پان نے اپنے وقت خود لڑی میں میں کچھ بگم۔“ اسند نے استغزائی سے انداز میں کہا۔

پان وہ تو مجھے ہی معلوم ہے لیکن کچھ نہیں گئے تو میں ان کی لڑی سے زبان کھینچنے بغیر نہ رہوں گی۔ لوجھلا اتنا ہتھیام اس
مطلوبہ پر اور یہ لوگوں کو اتنی ہی رہتا ہے۔ نہ ہی ہوا اس کی کہاں تو مرزا نام ہی نافذہ نہیں۔ فاخرہ جین نہیں کی ہی کیفیت میں پان
مطلوبہ اس سے حاصل ہی کیا ہوگا کچھ بگم۔ اتفاقاً تو ترکش میں پڑے تھروں کی طرح ہوتے ہیں جو کمان سے نکل جائیں تو
پان جا سکتا ہے۔ دراپس ترکش میں ہی ڈالا جا سکتا ہے۔“ اسند استغزائی تندی کی سے بولا۔

پان نے تو تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔ مگر اتنی سے بنیاد ہاں کر کے کسی کو بدنام کرنا وہ بھی ایک نیک اور شریف لڑکی کو
بہرہ ور ہی جائز نہیں اور اب معلوم ہوئے گا۔ وغیرہ سے بھی باشرافت نے کیا کہا ہوگا۔ واقعی بڑی غلطی ہو گئی سلوٹ
ان کے ساتھ لڑی بیچ کر۔ اس سے تو اچھا ختام اسے اپنے ساتھ ہی لے جانے۔“ فاخرہ بگم سے یہ کہنے کی باتوں پر قائل ہو کر

نکلا اور لڑ تو یہ کچھ بگم۔“ اس نے پوچھنے سے کہا۔
”اے نہیں ہے۔“ کس اور لڑ اور اس کے ور لڑ فور۔ وہاں تو الہ آباد جانا ہی وہ ضرور ہا تھا۔ فاخرہ بگم لولیں۔

”پان۔“ گرتے ہی مجھے تو یہ یاد کی یاد پڑا تھا ہاں جانا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں تاکہ قسمت میں جو کچھ لکھی ہو تی ہے وہ بزرگ
مانے آتی ہے کسی وقتوں سے سفر کی صورتیں اٹھانے الہ آباد پہنچے تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ صاحب معاملے کو بگاڑ
پڑے بیٹے کے بیان پر دانش اختیار لگی ہے۔ لہذا واپسی کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا کہ باسورٹ میں بگاڑ لاکھوں
ہوئے۔ جگہ بگم کو کام اور امراد لوٹ رہے تھے کہ قدرت کو خود ہی ہماری حالت زار پر رحم آگیا۔ گھر کے پرانے ملازم نے
بڑی رشتہ کی صاحب کردار کی صاحب کو تار سے دیا تھا۔ جس روز ہم واپسی کے لیے پرول رہے تھے اسی روز رانی تھا
قرآن لگنے۔ اپنی روئند دیکھتے کہتے فاخرہ کو کوئی خیال آیا تو وہ اطمینان ہوئی لولیں۔

”اے سے خلیفہ بننا ناگ لگتی ہے۔ میں ایک منٹ ڈراما میں جا کر چوبلیا آؤں۔“
اتنا کہہ کر وہ اس کو غلطی نہ کرے سے باہر نکلیں۔“ افوہ۔ یہ کچھ بگم تو میرے ضبط کا امتحان لینے پر تلی ہوئی ہیں۔
اب تو گفتگو میں اتنی خواہش اس پر چوبلیا لیا نا بگم لگتی تھا اسند نے ان کے جانے کے بعد سخت ناگوری سے سوچا۔
اے سے وہ چوبلیا بھاگ کر حدی داپس لوٹ آئیں اور آتے ہی لولیں۔

”اے ہاں مجھے باڑی خانے میں جاتے جاتے خیال آیا کہ تم بیلا رانی صاحب کو کیا جانو۔“
”ظاہر ہے میں جان ہی کیسے سکتا ہوں۔“ اسند بولا۔
”ہاں پان ہی تو میں ہی کہہ رہی ہوں۔ اصل میں رانی صاحب ہی سے تو سلوٹ کا کاج ہوا تھا۔ یعنی سلوٹ کے شوہر تھے
ان کا فاخرہ بگم نے یہ کہہ کر گویا رانی صاحب کا اس سے تعارف کر لیا۔

”گرتے ہی کیا مطلب ہے آپ کا۔ کیا میں نہیں۔“ اسند نے لول کہا جسے ان کی بات کی تصحیح کرنا چاہا رہا ہو۔
”ہاں کیا نہیں ہیں۔“ فاخرہ بگم نے کہا اور پھر اسے شروع سے لے کر آخر تک حتیٰ کہ سوسو داپس کا زہر کو طلاق دینا اور
لڑی کی کئی کیفیت پر کھڑے ہو کر ختام لینے کی قسم کھانا اور پھر اس کے بعد کے سارے واقعات سب کچھ ہی اسند
سوا کر لڑنے کے بعد انہوں نے کہا۔

”خیر یہ رانی صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی اتھانہ کارروائی منقطع کی بنا پر ہوئی تھی یعنی سلوٹ کا سوسو داپس
ملاقاتوں سے دور کچھ تعلق نہ تھا بلکہ وہ سوسو داپس کی پھر ہی میں کی سوتلی سوتلی تھی تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ بڑی دیر
نہ صرف کرتے رہے۔ جب ملے تھے تو پڑے آڑے سے ترچھے انداز میں ہی ملے تھے مگر اصل حالات سے باخبر نہ
معلوم ہوا ہی تھی تاصل مدارات کی کہ ہم شرمندہ ہو ہو گئے۔“

فاخرہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئیں تو اسفند نے پہلو بدل کر پوچھا۔
"اچھا تو پھر نتیجہ کیا رہا؟"

"نتیجہ کیا رہتا۔ راقی صاحبہ سلوٹ کو اپنے پاس بلا کر اپنی زیادتیوں کا انزالہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر ہمارا دارا اور ہم سلوٹ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ ہم نے سمجھا کہ وہ سلوٹ کو خراب کر رہی ہے۔ وہ بڑی خود دار اور بڑی طبیعت ہے۔ اس لیے اس نے سات سات کو یہ دیکھ کر سلوٹ کو کسی قیمت پر بھی آپ کے پاس آنا گوارا نہ کرے گی۔ اور اگر آپ اراکین کو اپنے لیے اسے آواز دے دیتے ہیں۔ فاخرہ بیگم پر خاموشی ہوئیں تو اسفند نے جلدی سے پوچھا۔
"اچھا پھر کیا ہوا؟"

"دراستی صاحبہ یہ سن کر خاموشی سے ہو گئیں اور پھر ایسے کہیں غائب ہوئے کہ کئی دن تک نظریں نہ ملے۔ پھر ایک صبح ہی صبح انہوں نے غائب ہو کر پایا۔ اور اطلاق نامے کے ساتھ ہی سلوٹ کے زور زرات کی پوچھ گچھ اس کے خوالے کی اور وہ جو انہوں نے غائب ہو کر کے حصول کی خاطر اسے دھندلے کا پتہ چلا ہوا تھا۔ دارا لاکھ روپے کی چوٹ دی تھی۔ ان روپے صرف بیس لاکھ روپے کی رقم کا مہینہ کر دینے پر آمادہ ہوئے۔ وہ بھی فسطوں میں آوا کر بیگم کے سینے و نشانہ تو خالی تھا۔ بیگم کے ذہنیے سے جو یہیں لاکھوں روپے کی رہتا ہے۔ اب اس بات کو ایک سال کا عرصہ ہوئے گا۔ کیا یہ بیگم کے خلاف سزا چلا کر جلائی جائے۔ اور وہ بیگم کے ہونے کی کسی طرح فسطوں کی ہیں وہ رقم وصول کر لیں اور اس وجہ سے وہ بیگم کو زیادہ کر جاتے ہیں۔ فاخرہ بیگم نے حیرت منانے والا کہا۔
"اچھا تو کیا راقی صاحبہ نے اس سال میرے کمرے میں کچھ بیوی باجی؟ اسفند نے پوچھا۔
"نہیں ایک پانی بھی نہیں پھیلائی تھی۔ البتہ شہر و شہر میں ہی سلوٹ کے نام پانچ لاکھ روپے ضرور دیکھ میں نے لکھا تھا۔"

"مافی کا تو پانچ لاکھ روپے دے دیے تھے انہوں نے اور اس کے باوجود وہی آپ اس تباہ حال گھر میں نہ دیکھی ہیں۔ اسفند نے بیگم سے تعجب سے کہا۔
"مگر وہ پانچ لاکھ کی رقم ہمارے تو نہیں سلوٹ کی امانت ہے۔ اور ویسے بھی سلوٹ کا اتنا خیال کچھ ہی ہے کہ کوئی مزید ہم گناہی کی زندگی بسر کرے۔ اصل میں وہ اجمال ہاتھ دھو کر ہمارے پیسے بڑا گیا تھا۔ اس نے اسلٹوں کے خزانے سے ساڑھن لاکھ روپے سے جو تمہارے پوچھا جان کے جانی دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اس کے کان میں اگر بیگم میں پڑے گا۔ کہ ہمارے ہاتھ میں بیس لاکھ ہے تو وہ پھر اس گروہ کو ہمارے پیسے لگا دے گا۔
فاخرہ کی باتوں سے صاف ظاہر ہوا۔ ہاتھ لگا کر وہ اجمال احمد سے سخت خائف ہیں اور اس کی وجہ سے اتنی بے گناہی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ جب کہ اجمال نے جو کچھ بتایا تھا اس سے تو کسی ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے صرف اجمال کا خالی خالی خزانے میں سے یہ ساڑھن لاکھ لیا تھا۔ دل تو چاہتا ہے کہ اس کو اطمینان دلا دے کہ اب اجمال آپ دونوں کا کچھ نہیں لگا دے گا۔ یہ بھی کراسے اپنے لیے بہت خیریت چاہتا ہے۔ لیکن پھر بھی گھر میں خندے کہہ دے کہ اس کی بات تو چھپائی تھی۔ جو وہاں لکھ لکھا دیتا وہ سر کو پھینک لے گا۔
"کمال ہے یہ بابا شرافت بھی بڑے فتنہ پرور آدمی ہیں معلوم ہی ہے چھپو بیگم انہوں نے وہاں سب کو کیا بنا رکھا ہے؟
"کیا پتہ وہ چوٹ کر رہیں۔
"اب چھوڑیں غلطی تو کھلی ہی گئی ان کی جھوٹی باتوں کی۔ پھر سنیے سے کیا فائدہ؟ اسفند نے گویا ان کے تشنہ کو تپا دیا۔"

"اچھا۔
"فاخرہ ہو۔ یاد نہ ہو کہ تم بناؤ تو کسی کو اس صوفے کے مٹھکے کے چبوتے نے آئینا دیا کہ وہاں ہے۔ اور ہمارا تعلق تمہارے سامنے تھا ہے دوسروں کے سامنے تو نہیں وہ سب تو اس صوفے کے مٹھکے کی باتوں پر ایمان دے لے آئے ہوں گے۔"

فاخرہ بیگم نے ایک منہ بے عالم میں پانچوں کو دور دھکیلتے ہوئے کہا۔
"جو ان کا ظاہر ہے۔ دوسروں کو حقیقت کا کچھ علم ہی تو نہیں ہے۔ ویسے انہوں نے غالباً بتایا تھا کہ آدمی رات کو غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔
"یہ غائب ہو گیا ہے۔ مگر میں کو دے سے اور سلوٹ کو انہوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اسفند نے سسکتے ہوئے کہا۔"

دو دنوں باحتوں میں پہلوں اور گھری چند استعمانی چیزوں کے بیٹھ تمام رکھتے تھے۔ آتے ہی سب سے پہلے ان کی خاطر پڑی۔ تو انہوں نے نزدیک کر دو ٹوک کر بیٹھ جا رہا پانی پر ڈالے اور وہ جو انہیں دیکھتے ہی احتراماً ڈاکھ کر ڈاکھ کر دیکھتے تھے ان سے بیٹھنے کے لئے آج یہ عید کا چاند رہا ہے کہ جیسے میں کیسے نکل آیا۔ ٹھیک ٹھاک تو جو تھیں۔

”جی۔ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں مگر وہ ان سے بیٹھ رہا ہو گا اور اب تو انہوں نے فوراً ہی اس کی بات مان لیا۔

”دیکھو سہی اب شکوے شکایات کا دفتر کھول کر نہ بیٹھ جانا۔ جسے تمہیں اس روز روڈ ٹو کر اس کے ہونے بہت زیادہ سے دیکھا ضرور تھا لیکن تم تو کیا ہمارے تو فرشتوں کے بھی وہ ہم گمان میں۔ نہ تھا کہ تم یوں پیادہ پاؤ گے۔ غلطی پر جاؤ گے۔ تم تو یہی سمجھو کہ میں کسی اور پر تمہارا دھوکا دہا ہے۔ ویسے ہی کہہ چکے کی نسبت غلطی تو نہ ہوگی۔ ہو گئے ہو۔

”جی ہاں یہی میں بھی انہیں بتا رہی تھی کہ آپ ان کو پہچان ہی نہیں سکتے تھے۔ تاخیر نے فوراً ان کی بات کی تائید کیا۔

”جی ہاں مجھے بھی آپ کے یوں چٹھو لوش سے کام لینے پر تعجب ہی نہیں ملا۔ میں ہوا تھا۔ بہر حال اب تو آپ نے مجھے لیا جانا۔ اسفند نے کھڑے کھڑے ہی کہا۔ شائبہ میں اب تک کھڑے تھے۔ دونوں بیٹھ بیٹھ کر کے چار پانچ پر بیٹھنے ہوئے ہوئے۔

”جوڑوں کے درو کی وجہ سے ہیں فرسٹ پر بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ تم میں ہمارے پاس ہیں بیٹھ کر بیٹھنا ہوا نہیں نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔“ اسفند جلدی سے فرسٹ پر بیٹھا ہوا ابولا پھر شائبہ میں اس سے سب کچھ بتا کر پوچھنے لگے اور وہ انہیں بتاتا رہا۔

”جیلو شک ہے خدا کا کبھی فرسٹ و مانیت سے کسی خوشی نہ ملے گی گزار رہے ہیں لیکن وہ ہماری جھولی ہی جوتا رہی کیسی ہیں ان کے بارے میں تو تم نے کچھ بتایا ہی نہیں۔“

”بھوجا کے لیے میں ہی فرسٹ معلوم کرنے کا اشتیاق نمایاں نہیں تھا۔ بلکہ کچھ ایسا سا ترستا جیسے وہ فرسٹ مارا ہے ہوں۔ اسفند کی سٹی ایکس پریسنگ ہو گئی۔

”وہ بھوجا کے لیے ہی کچھ ایسی سوال کیا تھا اور میں بتانا ہی چاہ رہا تھا کہ وقتاً آپ آگئے۔“ اس نے ایک بار پھر شک لگتے ہوئے کہا۔

”لو جیلا انھی تاہم کر رہے ہوا اور اصل بات بتا کر ہی نہیں دے رہے تمہارے اندر سے ابھی جیتا نہیں گیا تاخیر مسکو کر لو میں شائبہ اس کی شکل غور سے دیکھ رہے تھے۔ اسے آخر اصل بات بتائی ہی پڑی۔

”ویسے اب تک وہ ہمارے یہاں رہنے کے آرام سے رہیں لیکن میرے کراچی چھوڑنے سے چار پانچ روزہ تھی اس کو تیار ہے بغیر گھر سے چلی گئی تھی۔ اب بھلا گئے۔“

”ہاں میں یہ کیا کہہ رہے ہو کہہیں مذاق تو نہیں کر رہے۔ لو جیلا سوچنے کی بات ہے وہ بے جا رہی تھیں کو تھلے تھلے کہیں جا سکتی ہے۔“

”اے یہ آپ کو کیا بتائیں گے ہم بتاتے ہیں۔ شائبہ میں نے نہایت ناگوارانہ سے لے لے میں اپنی کوٹ کی بیسیاں باہر ڈالتے ہوئے کہا۔

”ہاں میں آپ بتائیں گے۔ میں بھی نہیں۔ تاخیر نے تجوری پر بل ڈال کر پوچھا۔

”ہاں تم ہی بتائیں گے۔ میں ایک اتفاق ہی تھا یا ہماری خوشی جو قدرت نے خود بخود ہمیں تمام حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ شائبہ میں نے جیب سے ڈاک کا ایک لفافہ نکالتے ہوئے کہا۔

”بھوجا کے لیے میں ہی باہر ڈال کر لفافہ نکالتے ہوئے چوڑے تھاپا اختیار کیا تھا اس نے اس کے ہتس اور غیب کو اپنا

بچا رہا تھا۔ میری خدمت اور نظر میں وہ ہر ایک زبردست تبدیلی دیکھ رہا تھا اس کے لیے نہایت غیر متوقع ہی نہیں بلکہ غیر متوقع ہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اصل ٹھیک اور کم گوستان انسان جو بات کرتے ہیں کچھ ایسے ٹھیک سے کام لیتے تھے جیسے انہیں اپنے خفا کا خزانہ کھنڈن سے بھرا جانے کا فائدہ لاحق ہو۔

اور بات بھی کرتے تھے تو ایسے ریشمے انداز میں کہ غائب کے ملنے کے لیے تک ریت ہی ریت جرحاتی تھی۔ اس پر چٹائی باغیچہ کی سادہ۔

”اب آج تو وہ بالکل ہی نئے انداز میں۔ دوسرے دنوں میں بڑے تھک سے بیٹھے تھے۔

بڑی کائنات کا اظہار کرتے ہوئے فروغ اور اس کی خبریت پوچھتی تھی۔ گویا شکوہ کرنے میں بڑی دریاہلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اب اسے سلوٹ کے ذکر سے پہلو بچاتے دیکھ کر۔ اس پر فٹنہ بھی کر سکتے تھے۔

اور اس سے اس کی تمام تر کوتاہیاں کی طرف ہی تھی۔ کیا یہ وہی سلوٹ کی نمائندگی کی اطلاع مل چکی ہے۔ اگر مل جاتی ہے تو چہرا نہیں اس کے گھر چھوڑ کر ملے جانے کی وجوہات بھی معلوم ہو گئی ہوں گی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا سلوٹ میں نے گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا تھا۔ یہ تو کچھ اچھی بات نہیں ہوگی۔

چہرے پر سراسیمگی کا سا اثر ہے اس نے مجھے کی جو ستانی میں سوچا۔ اس انسان پر شائبہ میں نے غلطی سے غلط نکال چکے تھے۔

”ہوں تو مجھ میں غلط کام تک پہنچ جانا بھی کئی چیز سے سکھ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے پرانے تھے پر بچھا۔

”یہ قدر وہ تو بہت ہی محنت ہو کہ ظہر گھر کے دوسری ٹھک کے ساتھ یہ خط بھی وصول کر لیا تھا۔ پڑھا کھا بھی نہیں ہے میری بی بی معلوم کیسے ہو گی کہ یہ خط ہمارے نام آیا ہے۔“ بھوجا نے خط کھرتے ہوئے کہا۔

”تاخیر ان کی باتوں سے زنجی سی ہو کر لو میں۔

”تاخیر اب تو خواہ تو وہ ہی بات کرنا تھا لیکن وہ دے رہے ہیں۔ آخر یہ کس کا خط ہے اور آپ پڑھو گویا نہیں سنا ہے۔ دیکھو میرے گھر۔ خط پڑھ کر سنانے کی غرض سے ہی نکلا ہے۔ انہوں نے ترش سے لے لے میں کہا اور پھر خط کی عبارت پڑھنے پر زور کر دیا اور پھر گھر سے وقت کے بعد انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔

تبدیلی اور صحابی حمان۔ آداب میں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر وہ شکایت چھوڑنے پر مجبور ہو گئی ہوں میں کا انتخاب آپ نے اپنی مرضی اور علم سے کیا تھا۔ لیکن فکر کی کوئی بات نہیں میں اس وقت جہاں رہ رہی ہوں وہاں۔ مجھے پورا پورا تحفظ مل رہا ہے صرف اس خیال سے کہ میری اچانک گمشدگی آپ کی پریشانیوں میں اضافے کا باعث نہ بنے۔ یہ چند سطور اخلاقیاتم

کراہی ہوں سب خدا کے میرا یہ خط آپ تک پہنچا ہے۔ اور نہ میں ایسا نہ ہو کہ اتنے صبر میں چھوڑنے کے لیے تیار کر لیتے۔ فقط ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ کس خدا کے جھوٹے پر ہی ارسال کر رہی ہوں

بات۔ واسلام۔ جب وہ خط پڑھ رہے تھے۔ تاخیر اچھا گمان کے پاس ہی اکھڑی ہوئی تھیں۔

انہوں نے خط ختم کیا تو ایک گوراساس نے کر لو میں۔

”جیسے سلوٹ نے تو اپنا نام نہیں کھسا کہ شاید پریشانیوں میں بے جا ہمارے بھولتی ہوگی۔ آؤ معلوم ہوتی ہے۔“

”خیر معلوم تو کیا ہمارے ہاتھوں سنا ہی ہوئی ہے اور اگر نام نہیں کھسا تو فرق کیا پڑ گیا۔ اس کی تو خبر میری سے ہم نے لے لی تھی۔“

”اے اس کے پاس تو اتنی بات ہے چار ہی معلوم اس کے در پر پڑی ہوگی اور کن حالات کا سامنا کرنا پڑا ہو گا اسے۔ اس کے پاس تو اتنی ناگہنی ہوگی کہ کیا بالکل ہی خالی ہوا۔“ گئی تھی تمہارے گھر سے۔ تاخیر جیم نے بڑے مزید انداز میں بات کرتے کرتے اسفند کو غائب کر کے پوچھا۔ تو وہ حور سنا بٹھا ستادی زبان سے بولا۔

”نہیں۔ وہ صرف اپنا وہی سوٹ کپس لے کر گئی تھیں جو لاہور سے ساقط لائی تھیں۔“
”میں اس بات کا مستحکم سوچتا ہوں کہ ہر بات کا علم ہوتے ہوئے آپ اب تک ساری باتیں وہاں تک نہیں لے رہے۔“
”مناقب حسن کے ٹپے میں شکایت نہیں ملامت ہی سہی۔ سافند شرمندگی کے بارے کوئی حجاب ہی نہیں دے سکتا۔ اصل میں تو سارا کیا دھرا اس کا تھا۔ اور وہ جو بہت صاف گو اور ہمیشہ سچ بات کہنے کا عادی تھا یہ گھلا کر لگایا گیا ہوا اور اصل بات بتا کر خود کو بوجھ میں لایا اور ہر جہاں کی نظروں سے گرا لے۔“
”بہر حال یہ جو کہہ رہی ہوں ہمارے اعمالوں کی پاداش میں ہی ہوا۔ ہم اس معاملے میں کسی کو درخش نہیں دیں گے کیونکہ ہمارے سامنے آپ تو اس گھر کے انساہم فرور ہیں۔ کیا آپ اس معاملے پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں کہ ایسا کیوں نہ ہو سکتا ہے؟ سافند شرمندہ ہو کر ہمارے دنیا کو گھر سے لے کر ہونا پڑا ہے جو چاہتے ہیں اسے لے کر ہی وہ انہیں اصل بات بتانے کی ہمت نہ کر سکا اور بہت سوچ کر بولا۔“

”خیر روشنی تو کیا ڈالوں گا لیکن یہاں تک مجھے علم ہے نیک نیتی سے یہ سارا ناساد بامناہدافت کی صورت میں ناپاؤ اور نے چھپایا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی سوط کے حقوق بہت غلط اور غلط طریقے میں اور چھپانے کا کوئی طریقہ نہیں۔ اور انہیں یہ سب کے تقویوں سے تنگ اس سوط ہمارا گھر چھڑنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔“
”اسے نہیں یہ ساری آگ اسی نامراد ہوئی نکالی ہوئی ہے ورنہ یا باشرافت کو کوئی اٹھا کر نہیں ہوتا اور وہ جہاں اپنے دل سے گھر دیتے ہیں۔ ناخبرہ تو ہوا ہی بولیں۔“
”خیر خیر جس کی بھی نکالی ہوئی ہے۔ لیکن وہ ایسا کیا باتیں نہیں ہیں کہ جہاں جان وغیرہ یا باشرافت کی زبان پر ایمان لے آئیں۔“

”مناقب حسن نے جن کے پیر سے سے ناگواری ہو رہا تھی پوچھا تو اسفند کے کچھ بولنے سے پہلے ناخبرہ ہی نے اسفند کی زبان پر ساری باتیں شور بھر کے گوش گزار کر دیں۔“
”خیر نیکو کوئی بھی جاہل چوٹ کی مار دیں گے کہ اس کا سارا دکھایا گیا پتلا رہا ہو جائے گا۔ لیکن یہیں تعجب اس بات پر ہے کہ اگر ہمارے دنیا کا گھر نہ بھٹے کا وغیرہ کی نظروں میں مشتبہ ہی ہو گیا تھا تب بھی وہ ان کے پاس ہمارے امانت ہی۔ انہیں کی بھی پتہ تھا اسے گھر سے چلے جانے کے لیے مجبور کر دیتے ہیں۔ مناقب حسن کے لیے میں دعوت سے بھر پور۔“
”ہاں بھلا دیکھو یہ کیسے شقی دل لوگ ہیں۔ کئی گھر سے چلی گئی اور انہوں نے جہاں اطلاع تک نہیں کی۔ جلا جوں ایمان لڑکی کے دم دم پر پڑی ہوئی۔ زمانہ تو یہ ہے ہی اتنا خواب ہے بارے ہم تو اسے تھما لے۔ یہاں سے چھینے ہونے کو ہمارے ہاتھ۔ مجھے معلوم ہے یہ سارا کیا دھرا ہمارے ایمان کا ہوا۔ اس کا دل سے کئی چھٹا نا۔ ہوا ہی جہاں سے لوہا ہر دور کی طرح جاتی اور لوگ اسے سزا کھنوں پر بٹھاتے۔ بارے دولت نے تم کو ان کو ان کا حاکم دیا ہے۔ جس سے انسان کی سچائی ہی چھین لے رہے ہیں۔ مناقب اسٹیشن جا کر میرا گھٹ فریڈ لے۔ میں تو آج ہی کراچی روانہ ہو جاؤں گی اور وہاں پہنچ کر جہاں جان کا گریبان میں کھینچا تو بات نہیں۔“

”ناخبرہ جو خطا سٹنٹ کے بعد دشویر کے پاس جا رہی تھی وہی بیٹھ گئی تھیں۔ ایک دم ہی پھر وہاں کراٹھی ہوئی ہوں۔“
”اس قدر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ناخبرہ ہی کو آپ کیا سمجھتی ہیں کہ ہم انہی آسانی سے کسی کو مجبور نہیں لے رہے ہم تو سب سے پہلے کا کا کریمان پرکھیں گے جاگ رہی ہیں۔ موقع سے مناقب حسن کو گواہ نہیں بٹھانا کہ انے کی کوشش کرتے ہوئے ہوں۔“
”لیکن ڈیڑھی تو آپ سے زیادہ سوط کے لیے پریشان ہیں۔ یہاں اس بارے کام چھوڑ کر لوں۔ پورے دن ملا لیں انہیں رخصت کرتے ہوئے ہیں۔ اسفند باب کی نوزائش صاف کرنے کی کوشش میں ہوں۔“
”لیکن دکھنا آپ نے میں نہ گہری تھی کہ سوط کو گھر سے نکالنے میں جہاں بہن کا ہاتھ ہو گا۔ خیر وہ تمہاری ماں ہیں خیر تم بڑی ماں۔ مگر میں انہیں ایسا مزاج دکھائوں گی کہ ساری عمارت گھر میں لے کر رہے ہیں۔ ان کے علم کے چھوڑو تمہارے باپ کے آفس جانے کے بعد گھر پر توڑ کر لگتی ہیں اور بچنے۔ چاہے کتنا سختی سے بھی انہیں روکنا نہیں ہے۔“

”مناقب حسن نے اسے اپنے سے بڑی عمر کے انسان کے ساتھ جھونک دیا تھا۔ اُن ہر کتنے ظالم اور جاہل ہیں۔ اور ان کے ہاتھ سے ہی وہاں ہمیں لوگوں کی طرح شگفت اور حسین سہی ہی دی تھی مگر ہم نے اس کی بھی قدر نہیں کی۔ اور آج انہیں کسی شخص نے نہ کئے۔ ایک نوجوانی ہی کیفیت میں یہ سب کچھ کہہ رہے تھے۔“

”نہیں۔ وہ صرف اپنا وہی سوٹ کپس لے کر گئی تھیں جو لاہور سے ساقط لائی تھیں۔“
”میں اس بات کا مستحکم سوچتا ہوں کہ ہر بات کا علم ہوتے ہوئے آپ اب تک ساری باتیں وہاں تک نہیں لے رہے۔“
”مناقب حسن کے ٹپے میں شکایت نہیں ملامت ہی سہی۔ سافند شرمندگی کے بارے کوئی حجاب ہی نہیں دے سکتا۔ اصل میں تو سارا کیا دھرا اس کا تھا۔ اور وہ جو بہت صاف گو اور ہمیشہ سچ بات کہنے کا عادی تھا یہ گھلا کر لگایا گیا ہوا اور اصل بات بتا کر خود کو بوجھ میں لایا اور ہر جہاں کی نظروں سے گرا لے۔“
”بہر حال یہ جو کہہ رہی ہوں ہمارے اعمالوں کی پاداش میں ہی ہوا۔ ہم اس معاملے میں کسی کو درخش نہیں دیں گے کیونکہ ہمارے سامنے آپ تو اس گھر کے انساہم فرور ہیں۔ کیا آپ اس معاملے پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں کہ ایسا کیوں نہ ہو سکتا ہے؟ سافند شرمندہ ہو کر ہمارے دنیا کو گھر سے لے کر ہونا پڑا ہے جو چاہتے ہیں اسے لے کر ہی وہ انہیں اصل بات بتانے کی ہمت نہ کر سکا اور بہت سوچ کر بولا۔“

”خیر روشنی تو کیا ڈالوں گا لیکن یہاں تک مجھے علم ہے نیک نیتی سے یہ سارا ناساد بامناہدافت کی صورت میں ناپاؤ اور نے چھپایا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی سوط کے حقوق بہت غلط اور غلط طریقے میں اور چھپانے کا کوئی طریقہ نہیں۔ اور انہیں یہ سب کے تقویوں سے تنگ اس سوط ہمارا گھر چھڑنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔“
”اسے نہیں یہ ساری آگ اسی نامراد ہوئی نکالی ہوئی ہے ورنہ یا باشرافت کو کوئی اٹھا کر نہیں ہوتا اور وہ جہاں اپنے دل سے گھر دیتے ہیں۔ ناخبرہ تو ہوا ہی بولیں۔“
”خیر خیر جس کی بھی نکالی ہوئی ہے۔ لیکن وہ ایسا کیا باتیں نہیں ہیں کہ جہاں جان وغیرہ یا باشرافت کی زبان پر ایمان لے آئیں۔“

”مناقب حسن نے جن کے پیر سے سے ناگواری ہو رہا تھی پوچھا تو اسفند کے کچھ بولنے سے پہلے ناخبرہ ہی نے اسفند کی زبان پر ساری باتیں شور بھر کے گوش گزار کر دیں۔“
”خیر نیکو کوئی بھی جاہل چوٹ کی مار دیں گے کہ اس کا سارا دکھایا گیا پتلا رہا ہو جائے گا۔ لیکن یہیں تعجب اس بات پر ہے کہ اگر ہمارے دنیا کا گھر نہ بھٹے کا وغیرہ کی نظروں میں مشتبہ ہی ہو گیا تھا تب بھی وہ ان کے پاس ہمارے امانت ہی۔ انہیں کی بھی پتہ تھا اسے گھر سے چلے جانے کے لیے مجبور کر دیتے ہیں۔ مناقب حسن کے لیے میں دعوت سے بھر پور۔“
”ہاں بھلا دیکھو یہ کیسے شقی دل لوگ ہیں۔ کئی گھر سے چلی گئی اور انہوں نے جہاں اطلاع تک نہیں کی۔ جلا جوں ایمان لڑکی کے دم دم پر پڑی ہوئی۔ زمانہ تو یہ ہے ہی اتنا خواب ہے بارے ہم تو اسے تھما لے۔ یہاں سے چھینے ہونے کو ہمارے ہاتھ۔ مجھے معلوم ہے یہ سارا کیا دھرا ہمارے ایمان کا ہوا۔ اس کا دل سے کئی چھٹا نا۔ ہوا ہی جہاں سے لوہا ہر دور کی طرح جاتی اور لوگ اسے سزا کھنوں پر بٹھاتے۔ بارے دولت نے تم کو ان کو ان کا حاکم دیا ہے۔ جس سے انسان کی سچائی ہی چھین لے رہے ہیں۔ مناقب اسٹیشن جا کر میرا گھٹ فریڈ لے۔ میں تو آج ہی کراچی روانہ ہو جاؤں گی اور وہاں پہنچ کر جہاں جان کا گریبان میں کھینچا تو بات نہیں۔“

”ناخبرہ جو خطا سٹنٹ کے بعد دشویر کے پاس جا رہی تھی وہی بیٹھ گئی تھیں۔ ایک دم ہی پھر وہاں کراٹھی ہوئی ہوں۔“
”اس قدر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ناخبرہ ہی کو آپ کیا سمجھتی ہیں کہ ہم انہی آسانی سے کسی کو مجبور نہیں لے رہے ہم تو سب سے پہلے کا کا کریمان پرکھیں گے جاگ رہی ہیں۔ موقع سے مناقب حسن کو گواہ نہیں بٹھانا کہ انے کی کوشش کرتے ہوئے ہوں۔“
”لیکن ڈیڑھی تو آپ سے زیادہ سوط کے لیے پریشان ہیں۔ یہاں اس بارے کام چھوڑ کر لوں۔ پورے دن ملا لیں انہیں رخصت کرتے ہوئے ہیں۔ اسفند باب کی نوزائش صاف کرنے کی کوشش میں ہوں۔“
”لیکن دکھنا آپ نے میں نہ گہری تھی کہ سوط کو گھر سے نکالنے میں جہاں بہن کا ہاتھ ہو گا۔ خیر وہ تمہاری ماں ہیں خیر تم بڑی ماں۔ مگر میں انہیں ایسا مزاج دکھائوں گی کہ ساری عمارت گھر میں لے کر رہے ہیں۔ ان کے علم کے چھوڑو تمہارے باپ کے آفس جانے کے بعد گھر پر توڑ کر لگتی ہیں اور بچنے۔ چاہے کتنا سختی سے بھی انہیں روکنا نہیں ہے۔“

”مناقب حسن نے اسے اپنے سے بڑی عمر کے انسان کے ساتھ جھونک دیا تھا۔ اُن ہر کتنے ظالم اور جاہل ہیں۔ اور ان کے ہاتھ سے ہی وہاں ہمیں لوگوں کی طرح شگفت اور حسین سہی ہی دی تھی مگر ہم نے اس کی بھی قدر نہیں کی۔ اور آج انہیں کسی شخص نے نہ کئے۔ ایک نوجوانی ہی کیفیت میں یہ سب کچھ کہہ رہے تھے۔“

کوئی جملی تھی نہ سسلی۔

مگر بند آنکھوں سے نکلتے اشکوں کے موتی ان کے چہرے کو چمک رہے تھے۔

انہوں نے اپنے بات کہتے کہتے ڈک کر زور سے اپنے نچلے ہونٹ کاٹا۔

میاں کو روئے دیکھ کر فخرہ بیچم کا بھی دل جھرا یا۔ اور ان کی آنکھوں میں فی کس تیرنے لگی تھی لیکن اس کے سوا پرائی زیاوتوں کے احساس نے انہیں مذمت اور جھٹکاوے کی کیفیت میں جھٹکا رکھا تھا اس لیے باطل خاموشی سے اس وقت اس قدر وہ تڑپے اسی کم قسم کی کیفیت میں بیٹھا تھا جسے اسے ارد گرد کا ہوش ہی نہ ہو۔

”مگر ہم اس معاملے میں کسی تو تصور وار نہیں ٹھہرا رہی گے کیونکہ یہ ہمارے اپنے اعمالوں کی سزا ہے جو ہمیں اپنے اور مل رہی ہے یہاں کے قانون کا تو کوئی بیرو سا ہی نہیں۔ خیر عاقلی جاسکتا ہے مگر قدرت کا قانون اسے انہوں نے اپنا یوں یوں سے اور ہم اسی قانون کی گرفت میں آئے جوئے ہیں نہ ثابت من نے اتنا کہہ کر ہر صورت اس وقت کیا اور پورے لیکن ہم نے جو کچھ کیا تھا آپ کی محبت میں کیا تھا آپ کی وجہ سے کیا تھا مگر خدا ہمیں معاف کرنے بہت ڈر گیا تھا۔ بلکہ ایک طرح خود ہی ظلم کیا تھا۔ کیونکہ جو درد سرون پر ظلم کرتے ہیں۔ آخرت تو دور کی بات ہے دنیا میں ہی وہ ظلم ظالم پر ہی لوٹ آتا ہے۔ اور یہ ظلم کا فلسفہ قرآن اور سنت کی روشنی میں تو بہت ادا حق اور بہت ہی مفصل ہے یہاں تک کہ آپ اس اتنا کہہ کر خاموشی سے ہو گئے۔ تو فخرہ نے بیچم سے پہلو بدل کر پوچھا۔

”آخر آپ کہتا کیا چاہ رہے ہیں۔ کیسا ظلم اور کس کا ظلم کیا آپ کا مقصد وراثی سے سلوٹا کو کیا وہ دنیا ہے۔ نہیں۔ یہ بالکل بیرو سا معاملہ ہے۔ سب معاملہ ہمیں ہی جیتنا ہے دیتے ہیں تاکہ دل پر سے پڑا لو جو کھٹ جائے نہ ثابت من لوئے تو اس قدر کہ ہم حق کو کوش ہو گیا۔

”آپ کو معلوم نہیں فخرہ ہم تیرے دور کے کسی ہو گا کو کیا وہ یا جو رکھتا ہے بے چارگی اور بے بسی کی کن کن صورتوں سے گزرے ہیں اور یہ ہم نے تو کسی حال میں رہیں وہ واقعی خود پر ہر ظلم کیا ہے۔

شہت غم سے شاید ثابت من کی آواز شروع ہو گئی تھی اس لیے وہ ہر خاموشی ہو گئے۔ فخرہ خود ہی مذمت اور تنبیہ کی اذیت میں مبتلا تھیں اس لیے انہوں نے اپنے دل ہی سے ایسے ایسے اور اس قدر سناؤں کی زد میں آیا تاکہ سنا جاتا تھا۔

”آپ کو یاد ہو گا جب حق پر رپورٹ کے مطالعہ میں آپ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم قرار دی گئی تھی تو پھر یہ نہ ملا اور مالوی کا ساتھ دیکھ کر ہم نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ کسی دوسرے کے بچے کو مقبوض کر لیں لیکن آپ نے نہ ہی سنی سے انکار کر دیا تھا۔ یہ کہہ کر بی بی اولاد پر خواہ آپ کتنی ہی جان ماریں گے وہ کبھی اپنی نہیں ہوگی۔ اور بی بی اولاد کو دینے کے بارے میں آپ کی منشا کبھی نہیں ہوگی۔ بلکہ اولاد کی خواہش ہماری کل زوری میں گئی تھی۔ بلکہ ہم اولاد کی خواہش میں پائل ہو رہے تھے جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے خاندان میں لوہے تو بہت اہمیت دی جاتی ہے یعنی اگر عازد کمال ترین اولاد ہو تو ہم بلا جاتی کی نعمت حاصل کر کے وارث قرار دیے جاتے ہیں وہ بات کرتے کرتے ہر خاموش ہو گئے۔

”مگر آپ کے والد کے پاس اتنی جائیداد تھی ہی کہاں وہ تو سنا تھا کہ اپنا سب کچھ عیاشی میں خرچ کر کے تھے نہ فخرہ نہ جنت جنازہ سکیں۔

”جنس نہیں بہت غلط نظر استعمال کر رہی ہیں آپ۔ شاید یہ بوجھ لگی ہیں کہ وہ ہمارے والد تھے اور ان کے احترام کا اظہار آپ پر بھی ہر سنا ہے۔ یہ ثابت من نے فخرہ سے کہا تھا۔

”ہاں ہاں جو اتنا ہے لیکن جو سنا تھا وہی کہہ دیا۔ فخرہ نے برا مان جانے کے خیال سے فخرہ ہی کہا۔

”ہاں اس کے باوجود وہی باوا جان کے پاس بہت کچھ تھا۔ وہ جو کہتے ہیں تاکہ اسے بھی سنا لکھا کا ہوتا ہے تو کوئی مثل ان پر بھی مساوات آتی تھی۔ بہر کیفیت باوا جان کی پہلی بیوی سے بڑے صاحب اور باجی اماں تھیں۔ دوسری بیوی سے جن ہم اور تیسری بیوی سے سورا و سس علاقہ دار کی بیوی تھیں صرف چار لڑکیاں ہی تھیں۔ بیٹے صاحب کی پہلی بیوی کی اولاد کوئی ہی تھی مگر اس سے ہر مٹا ایک لڑکا ہی تھا۔ اسی لیے باوا جان کی وارثت میں ان کی فخرہ بی بی بڑی شکر کوئی بیوی کے ان کے مقابلے میں ہمارے ہاں اولاد ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور ہمارے ایک بیوی ہی تھی کہ ہم بالکل ہی قوت مند کر چکے تھے۔ اور اور باوا جان ہم پر جان چڑھتے تھے۔ اس پر ہم نے اپنے دل سے ان کی زندگی میں ہی بڑی شکر کوئی بیوی کے ساتھ

ماہرہ تھیں ہو چکے تھے۔ اور شروع سے ہی ان کا رویہ کچھ خود مراد سا تھا۔ یعنی وہ اپنی من مانی کرنے کے عادی تھے۔ اور اسی وجہ سے باوا جان ان سے خوش نہیں رہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ہم ان کی زندگی میں ہی مزاجیادیک عقد کر لیں۔ جبکہ آپ پر سونے والا ہونا ان کے نظریں سے سخت ہی لگتا ہے آپ کے عروقی کے احساس میں امتداد کرنا جن میں کسی قیمت پر بھی گوارا نہ تھا۔ اس لیے ہر بار جی کرتے رہے۔ مگر اور سے نکلتے تھے بڑھے۔ باوا جان ہی کیا چاہا۔ چھپیاں ہر دست احباب بھی مہر ہو گئے کہ بس ذرا غم نظر ہو۔ یہ تیسری شادی رہا جو۔

ات کرتے کرتے کھلا ٹھنک ہو گیا تھا شاید جسے کھٹکا کر صاف کرنے کی غرض سے ثابت من نے جب کر خور اس وقت کو دیکھا۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ بات کرتے کرتے خاموش جانا اس کے فخرہ کو کس قدر کھل رہا ہے جو بار بار بیچم سے بیٹو پر ہنسنے کی باتیں کرتے ہیں۔ اس کے انہیں۔ احساس بھی نہیں رہا تھا کہ اس وقت بھی اس وقت نہیں موجود ہے۔

”ہم تو اس وقت بھی راضی تھے اور سب کو یوں ہی کنا کھٹکا چھوڑ کر لا جو رہے آئے تھے۔ مگر قدرت کے کھیل لڑائے ہی ہوتے ہیں اور باوا جان یوں تو کافی عرصے سے طویل بچے کے تعقیب میں ثابت من خود ایک عارضی ہی ہوتی ہے۔ کہ ایک ہی ہم ان پر ہمارے خاندانی مرض و سنے نے غلبہ کر دیا اور اس کے ساتھ ان پر ڈبل ٹوٹیے کامل ہوا۔ وہ تو زندگی باقی تھی جو قدرت علاج معالجے سے تو نیچے پڑا لو یا گیا۔ اس کی علالت کی وجہ سے وہ صاحب فراش ہو گئے۔ ہم تو ان کی علالت کا بار پختے ہی برداشت ہو گئے تھے۔ وہاں پہلے تو باوا جان کا ہر وہی تھا تھا کہ نور اشادی رہا جو۔ یہ ہماری آخری خواہش ہے اور اور ہمارے لیے ایک شریف خاندان کی لڑکی ہی دیکھی رہی ہے۔ چنانچہ ہم ان کی آخری خواہش کا احترام کرنے پر بااثر ہو کر ہی ہو گئے۔ اور ایک روز نہایت سادگی سے ہمارا نکاح پتین صاحب کی نواسی خیر اساد سے ہو گیا جو مسودا الحسن لکھنوار کے نصابی مدرسوں میں سے کوئی تھیں۔

فخرہ اور خیرہ تو بہت تھیں مگر بی بی اور باوا جان تھیں۔ واضحی سے ظہیر حاصل کی تھی انہوں نے لیکن بڑی سچا اور سلیقہ دار تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر خاصی کلیم کی تھیں کیونکہ غربت کی وجہ سے ان پر کوئی مقبول پیغام ہی نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اپنے مقصد سے بے خبر کسی لحاظ سے بھی بڑی نہیں تھیں۔ مگر ہم ان کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکے تھے کیونکہ ہمارا ایک بی بی کا ہونا اور ایک لہو میں ہونا تھا۔

تیس سال میں وہ تین بچے کے گھرانے تھے۔ وہ بھی چند روز کے لیے۔ اور وہ ہماری صورت ہی نکلتی نہ جاتی تھیں۔ کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتی تھیں نہ ہم نے کبھی انہیں پر تپا تھا کہ ہم کب تک رہیں گے باوا جان کے اور کب لڑنے سے اور انہوں نے کبھی کبھی بھلا تھا۔ حتی کہ جب وہ حاملہ ہوئیں اس وقت بھی نہیں۔ اصل میں اس وقت تو ہماری حالت بچاؤ ہی تھی جیسے کرشمی زوجوں میں کھرسے قریب ہی نظروں کے سامنے پہلے ساحل کو پرانے نظروں سے دیکھ رہے ہوں کہ شاید کوئی نہ رہا نہیں ساحل تک پہنچا کرے جانے۔ کہ وہ تو صرف اور صرف بیٹے کی تھا تھی۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہوتا نہیں تاکہ کوئی غرض نہ ہو تو۔

دوسرے نمون میں ہم نے ساری خواہشوں اور تمناؤں کو داؤں پر لگا رکھا تھا لیکن قدرت کی ستم نظریہ کہہ لیں یا قسمت کھڑا لگا تھی اس امیدوں کے بعد اولاد بھی ہوئی تو ایک لڑکی کی صورت میں نہ ثابت من سب ایک تسلسل سے ہوتے ہوئے لڑتے

نہایت ٹھنک گئے تھے اس لیے خاموشی ہو کر کچھ سوچنے لگے۔

”توئی سلوٹا فخرہ سے ملے بغیر نہ رہا گیا تو انہوں نے یہی کہہ دیا۔

”میں سلوٹا ہی نہ ثابت من نے ملے تھے سے ہے میں کہا۔

”میں سلوٹا تو انہیں نہ تو نہیں تھی جب آپ اسے میرے پاس لانے تھے۔ فخرہ نے کہا۔

”میں نے اس وقت ہی اس کی بی بی سے کہا کہ ہمیں صاف کر کے ہم نے لڑکی پیدا کرنے کی پاداش میں فخرہ کو کھلی اور روحانی بڑی لڑکی دی۔ ہم نے بیٹے کے جانے میں کو ان کے پہلوں پر لڑا دیکھ کر تو لڑا کی اٹھا اور اسے اپنی بی بی کے پاس لے کر آئی تو وہاں سے لڑا لے کر اس وقت کی اور ترقی کی وہ نہیں سمجھنے سلوٹا انہیں نہ لگانا انہیں کب باوا جان کا ہونا پر تھلاں لیے ہم۔ خود ہی اور وہی لڑکیوں کو دے سکے تھے لیکن باوا جان کی آنکھ بند ہو رہی تھی۔ ان کے چالیسویں کے بعد ہم نے انہیں طلاق دے دی۔

اور سوط کو لے کر یہاں چلے آئے۔

انہوں نے بات کرتے کرتے ایک سرراہ عہری اور چیر گویا ہوئے۔

"قدرت نے ضرور بدعورت کو قوام بنا کر اس لیے برقی دی ہے کہ وہ اسے پورا پورا تسلط سے اس کی ضروریات کا خیال رکھے۔ کئے حساسات اور خواہشات کا احترام کے کہ وہ ہر کے متعلقے میں ایک کوزہ اور نارنگ کی شے ہو کہ ہے۔ اس لیے نہیں رکھتا اس پر جب وہ غم کی انتہا کر دے، شوہر ہو تو اسے علوم اور زبردت دیکھے۔ اس کے حقوق یا اعمال کرے اس کے احساسات اور خواہشات کا کھانا کھوت دے اور اچھا سب سے بڑا جیسا کہ تین طلاق کا ضبط بار بار اس پر آئے۔ بلکہ حضور نے حضور صریحاً اپنے حکایت کے ازم میں اسے مرے سے طلاق ہی دے دے۔ جیسے کہ ہم نے وہی حق اور وہ ایک جنت جو کہ صرف شہادت ادا کرنے کے ذرائع تھے، بلا سے ازاروں سے آگاہ ہو کر قصوں سے کا پورا کس کا ستر تنہا لے کر کے ہمارے پاس آئی تھی۔

کس قدر درنی اور گڑ گڑائی تھی وہ نہ سخی کہ ہمارے قدموں میں سر میری رکھ رہا کہ مجھے طلاق نہ دے۔ اگر آپ میری مخالفت میں نہیں کر سکتے تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ میری شکل نہ رکھیں۔ جہاں جا رہی ہیں میری جتنی کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں۔ یہ بدلتے چلے، طلاق نہ دے، میں اپنے ساتھ لے کر آئے۔ اسے تو کھاتی ہوں کہ میں آپ سے کوئی تعلق رکھوں گی تو قطعاً ہی آپ کے پاس ہی بیٹھے بیٹھے زندگی گزاروں گی۔ دیکھیں میرے سر پر میرے باپ کا ساہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہیں تو وہ پر میری اور ہمارا۔ بھانجے بھانجے، جو طلاق یافتہ کو اپنے گھر میں نہیں لے سکتے۔ یہ نہیں۔ دیکھئے نہیں رہی گے۔ یہ وہ دروازہ ہے تو آپ کو میری۔ مگر ہمارے کان تو ہر سے جو گھنٹے تھے اور دل پتھر اور ہمارے ہاتھ میں تو جیسے ساری خدائی تھی کہ ہم اس کے شوہر سے ہمیں تو اس کی باتوں نے کچھ زیادہ ہی بھرا کر یا اور ہم نے مشتعل ہو کر رہیں کھڑے کھڑے اسے طلاق دے دی۔ گلہ اندہ جانے کی وجہ سے ان کی آواز نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ تیری سے امداد ہے ہونے انھوں کو کبھی سے لاکے کے بار جو انھوں کی چند زبان ان کی بیٹیوں سے سہل کر ان کے دامن پر آ گئی۔

"لیکن کیا آپ نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اتنا ظالم ہیں تو میری بیوی نہیں سوچ سکتی تھی کہ وہ خازنہ کے دل میں بدعورت کی بددردی ایک دم ہی اپنی لٹاؤں نے طاقت آمیز بچے میں کہنا چاہا۔ مگر کیا تب میں نے انہیں نفع پورا کرنے کی طاقت نہیں دی۔ اسے ظلم کا شفا کو اس کی سزا بھی تو گنتی ہے۔ اور بجلا ایک ظلم کیا تھا۔ سب سے پہلے تو خدا کی ناکر کے کرب ہوئے تھے۔ کہ لڑکی ہی جی خدانے ہمیں ارادہ سے تو نوازا تھا۔ اور ناکروں کو قدرت مہلت نہیں کرتی۔ اس پر ہم نے فریاد کیا۔ پھر اتنا ظالم بھی تو لڑا کہ انہیں طلاق دے کر اور لڑا پڑا کر مرے کے لیے مجبور کر دیا۔ اور اس سے بڑا ظلم یہ کہ وہ اپنے جگر گوشے کو بھی محبت اور انکسار سے نہ لے سکے۔ اور خود اپنے ہاتھوں اس کی زندگی تباہ کر دی۔ کیا اسے اپنے ہاتھوں سے کسو ہی رہا۔ اب یہیں معلوم ہے قدرت ہمیں اس کی اتنی بڑی سزا سے کی کہ ہم اسے کبھی دیکھ نہ سکیں گے۔ یہ اتنا کراہنے میں چوٹ پھوٹ کر رہنے لگے۔

خازنہ بھی خود پر قابو نہ رکھ سکیں اور اس گریہ بازی میں ان کا ساتھ نہ دینے لگیں۔

"ارے آپ کیوں رو رہی ہیں۔ آپ کی خاطر ہی تو ہم نے یہ سب کچھ کیا تھا کہ ارادہ کی نعت سے محروم ہونے کے باوجود آپ رہیں یہیں سب سے زیادہ عزیز نہیں۔ آپ نے تو اچھے برسے وقت میں کتنا جارا ساتھ دیا ہے آپ نے سوط کی سزا قبول کر کے آپ پر کتنا جارا احسان کیا ہے۔ آپ تو ہماری نفس اور جی میں نہ ناقص ہیں۔ یہی تو کہہ کر میری راز کوئی ڈانٹنا ہو لے۔

"نہیں نہیں خدایا سب کچھ ہوں تو کشتہ سے غفلت کی مار نہیں دیکھے ماقب میں تو پہلے ہی چھٹانے کی آگ میں جلی جا رہی ہوں۔ کس قدر شرمندگی محسوس کر رہی ہوں اپنی کوتاہیوں پر۔ میرا ان تو اس میں کسی اٹھیے پر خود ہی جڑنے کے کہہ دیا ہے۔ میرے ارے تو جتنا کہ بڑے کوچی شرمندہ کر کے رکھو یا ہے۔ ارے بدعورت کا دل ہمتا کے چہرے سے بڑھتا ہے اور میرے دل میں تو یہ جذبہ نما نہیں مارتا تھا بلکہ میں نے بعض شک ان غلط فہمی کی بنا پر اس جذبے کا کھٹوتہ دیا تھا۔ ہم تو آپ کے قصور دار اور خطا کار ہیں تم تو ہماری نہیں رہتے کہ اتنا کہہ کر خازنہ دیکھوں اور دیکھوں سے رہنے لگیں۔

آپ نے اس فریب سے ہمارا انتقام لیا اور قدرت نے ہمارے ظلم اور زیادتیوں کی ایسی سزائی کہ ہماری شاگوی ہم سے نہیں لیا۔ اب ہم شاید کبھی اسے دیکھ سکیں۔ آپ کو کیا معلوم خازنہ بیکر ہمارا سیدہ ختم سے چٹا جا رہا ہے۔ ہم جاگتی کی کیفیت میں کتنا ڈر رہے۔ ہائے آج تو ہم بالکل ہی برباد ہو گئے۔ یہ ناقص میں ہوں ہوں کر کے رہ گئے تھے تو اسفند نے اٹھ کر ان کا خدہ چھینا ہے ہونے کہا۔

"میں کبھی نہیں چھوڑتا۔ آپ کی قسم کی ہے میرا اتنا ہی کافی ہے کہ سوط کا سخط تو آپ تک پہنچ گیا خدانے چاہا تو وہ بھی لگی نہ سمجھتا کہ کب مل جائیں گی۔ بلکہ میں ان کو خود بخود گرا کر لائے گا۔ تک کا چپہ چپہ چھان ماروں گا ان کے لیے۔ یہوں بھی بچ جائیگا۔ نہ خود گئے سے جب خدا مل جاتا ہے تو وہ تو انسان ہیں۔ آپ اس قدر دلوں نہ ہوں۔

"ہاں ہاں بڑا خدا نہیں مگر اسے ہم بے لوث فریاد انجام دے کر گئے تو خدا شکر تو اس کا بیست بڑا اور ہے گا۔ ہماری تو سزا کی انہیں ہی لگتی ہو گئے جو نے ہیں۔ ہم میں اتنی طاقت کہاں کہاں سے تلاش کرتے ہیں۔ خازنہ بیکر خوش ہو کر لولیں۔ یہ نہیں سمجھتے۔ آپ اس طرح غوغا کیا تھا کہ کسے مجھے شرمندہ نہ کریں۔ کیونکہ سوط کی تلاش میں میری اپنی خزن کو کھولیں۔ اس لیے کہ میں بہت پہلے ہی انہیں اپنے لالچ پارٹنر کی حیثیت سے سلیکٹ کر چکا ہوں۔ اور لالچ میں میرے ذہن انداز سے کی وجہ سے وہ کھر چھوڑنے پر مجبور ہوئی تھی۔ اسفند نے بڑی صداقت سے اصل بات بتائی۔

"ہاں میں یہ بھی کہتا ہوں اسفند بیٹھے۔ ماقب میں درنا دھونا ہوں کراہیں پڑے۔ اسے سننے کے کیا میں تو ان کی غیر متوقع آمد سے ہی شک کی تھی کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور سے خازنہ نے افسوس پہنچے ہوئے کہ آری سن آراہیں کہا۔ مگر اسفند نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے ماقب میں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

پھر چھان کیا میں سوط کا خطا دیکھ سکتا ہوں۔

ہاں کیوں نہیں۔ مگر وہ دیکھو کہ یہ آپ تم نے اتنا بوجھ کر کے اسے تلاش کرنے کا وعدہ ہی کر لیا ہے تو پھر

اصل میں تو جو بیوی زبانی سلوٹ کا سارا احوال سن کر وہ محنت دکھ برداشتہ ہو گیا تھا اور ذہنی طور پر بھی بڑی طرح

گورننگ تھا۔
 سالہ کمال اور با فراغت کی زبانی بہت پہلے کی وہ سن بڑھا تھا کہ سلوٹ شاید شرمہ ہے۔ لیکن اب بوجھ کی
 سلوٹ کی ساری دواؤں کا اور یہ جان کر کہ اسے طلاق ہو چکی ہے۔ وہ سلوٹ کی طرف سے بدل سا ہو گیا تھا۔
 بڑھاپے سے اپنے معیار پر بڑی اترتے والی کسی ایسی ذہنی زندگی کی تلاش تھی جو خوبصورت اور جادو ہونے کے ساتھ
 ساتھ خوش خلق اور اچھوتی بھی تھی ہوتی۔ بالکل شگفتہ بانوں میں جھلنے والے تازہ نول کے اس بھول کی طرح جسے کسی انسان
 قریب ہوا جگہ نہ ہو۔
 بیگانہ شہہ - اور اس پر طلاق یا فتنہ بھی۔

جب کہ وہ تو لاعلمی میں سلوٹ کی فلاہری صفات اور خوبیاں پر ہی قریب تر ہوا تھا۔
 اس کی خوبصورتی پر مرعہ ہوا تھا۔

لیکن جذبہ عشق اپنی جگہ۔
 چونکہ زندگی کے ہر معاملے میں حقائق کو سامنے رکھ کر عمل کرنے کا عادی تھا۔ اس لیے یہ حقیقت اس پر بڑی
 زبردستی ہی کبھی نہیں ہوتی تو اس نے اپنے لیے پسند کیا تھا۔

دل و جان سے چاہا تھا۔ اس سچی پر محبت اس کا حق نہیں ہے یا وہ محض اس کی ملکیت نہیں ہے بلکہ اس
 فتنہ اس ملکیت پر بہت پہلے ہی کوئی اور مرد اپنا قبضہ چاہا چکا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہوگا۔
 اور یہی سلوٹ کے بارے میں اس کی ماں اور بہنوں کے خیالات کیا ہیں۔

اور وہ سلوٹ کے ساتھ گھر کی ایک سرور و روز لڑکی کی حیثیت سے ہی پیش آتی رہی ہیں۔ اور پھر سب سے
 بڑھ کر وہ اللہ کی اگلی نورسہ اولاد ہونے کی وجہ سے ان کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز ہے۔

ان کا واحد سہارا ہے۔ لہذا سلوٹ سے شادی کر کے وہ ان کی ساری امیدیں خاک میں ملادے گا۔ ان کے
 اہل خانہ بانی پھر دے گا۔ اور اگر خدا اور سہٹ دھری سے کام لے لیں تو یہ بھی بات بالکل نہیں ہے گی۔
 لہذا سلوٹ کو وہ مقام اور وہ مرتبہ نہیں دے گا جس کی اس کی بیوی یا گھر کی واحد بھو کی حیثیت سے وہ مستحق ہوگی۔
 زندگی سے تو کیا کرے۔ کیا سلوٹ کا خیال بالکل ہی چھوڑ دے۔ پس وہ اسی اوجھڑ میں کبھی روز تک رکھا رہا تھا۔

اور بہت عرصہ غور و خوض کرنے کے بعد یہی آپ تک کسی نتیجے پر نہ پہنچا تھا۔ درہم اسمولہ تو اسے اسی روز سے
 بڑھ چوڑے سلوٹ کو ڈھونڈ لگانے کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ شام کی فلائٹ سے کراچی ٹوٹ جانا پڑا بیٹے تھا کیونکہ
 اس کے دل پر کراچی کی مہربانی ہوتی تھی جس میں سلوٹ نے خطرہ دیکھ کر چھوڑنا شروع کیا تھا۔ مگر وہ پورے رات روز کا عرصہ

سارا لڑکے کو ڈھونڈا رہا رہا تھا۔ اب یہی نہیں تھا کہ اسے سلوٹ چک گئی اپنی زیادتی کا کچھ احساس ہی نہیں تھا۔ بلکہ
 اسے تو اپنے زیادتی پر محنت انہیں تھا۔ رنج تھا۔ بھیتا تھا اور ندامت تھی۔ اس کے خیال میں اس نے سلوٹ کو
 غلطی سے لڑکی پر بڑا ظلم تو کیا تھا۔ ستم تو کیا تھا۔ حق کو اسے تو چھوڑا ہے کیا اپنا وعدہ بھی یاد تھا۔ اور اس نے سلوٹ کو
 زندگی سے کا خیال ہی نہیں چھوڑا تھا۔

بہتر یہ ضرور تھا کہ اب اس کے دل میں وہ لگنے وہ مزاج باقی نہیں رہی تھی۔ جو ایک جا بہت بھرے دل کی کسک
 میں ہوتی ہے۔ اگر سلوٹ کے بارے میں کوئی فکر اسے وامن گیر نہ تھی تو یہ بھی کہ معلوم وہ دن لوگوں میں
 پھیل چکی تھی۔ کیا دن لائٹ پیش آئے ہوں گے اور کیونکر زندگی گزار رہی ہوگی۔

مگر خدا کی عیبوں کو اس نے اپنے خط میں ہی اطمینان دلایا تھا کہ وہ سرسبز سے محفوظ ہے۔ لیکن پھر بھی زیادہ اتنا
 نہیں ہے۔ لیکن یہاں پر اپنی دنوں بڑھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا بلکہ سب اپنا مقاد دیکھتے ہیں اور جس وقت وہ بوس کے
 ان لوگوں میں۔ تو پھر یہاں اس کے غم و غم کی کیا ضمانت ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ تو ایک رواج سے ماحول کی پروردہ
 پر عوامی کسی لڑکی سے ہے۔ جیسے جبر یہ ایک بڑے شخص کے بیٹے یا باندھ دیا گیا تھا۔ تبھی وہ کوئی احتجاج نہیں
 کر سکتی تھی۔

شکوے شکایت اور زخمی کی گئی فٹس ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

نما قبہ حسن نے جب سے لگا کر نکال کر اسے سمجھاتے ہوئے قدر سے پیشانی لگے ہیں کہا اس سلفندہ ان کے بازو
 سے لگا کر نہ کرنا ندر سے خط نکال کر پڑھنے کے بجائے صرف لگا کر دیکھا اور پھر وہاں
 انہیں واپس دیتے ہوئے بولا۔

”ٹھیک ہے آپ اطمینان رکھیں جو بھی جان انشا اللہ میں جلد ہی انہیں ڈھونڈ نکالوں گا لیکن صرف ایک شرط
 کہ انہیں پاپی حویل میں لینے کے بعد آپ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں سمجھادیں گے۔“

”جان باں باں۔ اس طرف سے تو ہم اطمینان رکھو۔ ہم تمہاری یہ شرطوں و جان سے پوری کر لیں گے انشا اللہ۔
 نما قبہ حسن نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے لگن سے لگے ہیں کہا۔ پھر سنواری درمیز ان کے پاس بیٹھ کر وہ ان
 سے جلد ہی آنے کا وعدہ کر کے اپنی عارضی اقامت کا گھر چلا آیا۔

سڑک تو پکی اور ڈرامہ کی ہی تھی جس پر وہ نئے بازو کی لینڈ رو رو برقی رفتار سے اڑا لیے جارہا تھا۔ اب یاد
 باست تھی کہ گزشتہ دو تین بوم سے مسلح ہارٹ ہونے کی وجہ سے سڑک چھٹی اور پھیلواں ہو گئی تھی اور سڑک کے بازو
 اطراف میں بھی کئی نصب ہاتھ تو ہارٹ کے جمع شدہ ہائی وجہ سے کچھ دلہا کا نقشہ ہی پیش کر رہی تھی۔

لیکن وہ - بے خوف و خطر ٹرک سے بڑھاتی اور بے احتیاجی سے اپنے خیالات کی پورا زبانی دہرائی تھی۔
 سے گاڑی کو بند گانے لیے جارہا تھا۔ اس کا رخ سرگودھا شہر کی طرف تھا۔

جہاں پہنچنے کی لمحے انہی جلدی تھی مگر کوئی ایڈیٹو نہیں ہی پڑ گئی تھی جو گھڑی کی جو تھالی تھی سارے نامیلا پاتا
 البتہ لے کر تھیل بائیں سرگودھا آنے کا اتفاق ہوا تھا اور وہ شام پورے سے قبل ہی اپنی منزل پر پہنچتا ہوا تھا جبکہ
 ابھی تو سرسری داخل رہی تھی۔

آسمان کی نیلی ردا کو سبھی بازو کی ہلکی سی تہہ سے ضرور ڈھانپ رکھا تھا مگر مغربی افق پر سمٹ چلنے والی اچھوتی
 آکاش کی دستوں میں دو رنگ ایک شگرفی آجالا سا پھیلا رکھا تھا۔

جو یہ تصور کر لیا جاتا کہ اسے شام کا دھند لگا پھیل جانے کی وجہ سے کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ جب کہ اس کے
 گاڑی چلائے گا انڈاز پڑھیں ظاہر ہوا تھا کہ پاتو اسے کو نظر نہیں آ رہا یا وہ آنکھیں بند کر کے گاڑی چلا رہا ہے۔

یہ پھر اپنے پوٹ میں نہیں ہے۔
 اور حقیقت یہ بھی پڑھیں تھی۔
 وہ دانشی اس سے کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

اس کے خیالات بھٹکے ہوئے تھے۔
 اور بھٹکے ہوئے خیالات کے سامنے ہانسنے میں اس کا ذہن بڑی طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔

نوجہی اچھا لڑکی یہ کیفیت اب اسے نہیں بلکہ اس وقت سے تھی۔ جب ایک بھٹے قبل وہ چھوٹی سے بڑ
 دعوے سے پھر کہہ کر جگان دونوں خیال بڑی کو یہ اطمینان دلانے کا تھا کہ انہیں پریشان یا ہراساں ہونے کی طرف
 ضرورت نہیں ہے۔ سلوٹ کو بے شک اسے کرنے کا وہم دار وہ خود ہی ہے۔ اس لیے وہ نہ صرف سلوٹ کو گھونٹ لگانے کا۔

بلکہ سیدھا ان دونوں کے پاس پہنچا کر ہی دم لے گا۔
 لیکن - اپنی رہائش گاہ پر وہاں اسے نہ کے بند لا پور سے کوچ کر جانا تو کیا اس نے گھر سے باہر بھی قدم نہیں
 نکالا تھا۔

کہاں یہ عالم تھا کہ وہ لا پور سے جہانے کے لیے زمیں تیار رہا تھا۔
 دل پر ایک دلچسپی غلطی رہتی تھی اور اجمال کے گھر میں اسے ایک مزاج رکھنا بھی گوارا نہ ہوا تھا۔

اور کہاں یہ عالم کہ بولا ایک جھٹ کر گیا تھا۔
 اور اس ایک بھٹے کے عینے میں اتنی توفیق بھی نہیں ہوتی تھی کہ ایک باہر ہی سی۔ پھر بھی پھیلنے لگا رہا تھا۔

آہ پر جو کچھ ہوا میری وجہ سے ہوا ہے۔ جس ہی سراسر ڈنڈا اور قصور وار ہوں۔ مگر کراچی آنا بڑا شہر ہے جن میں سڑکوں کی طرح نمونوں کا بھی ایک جہاں سا بنا ہوا ہے۔ پوری ایک جموں جیسا ہے یہ شہر کراچی کے مندرجہ ذیل عین گہرائیوں کی طرح اس میں بھی کوئی شے نہ ہو جائے تو پھر اس کا ملنا عمل ہو جاتا ہے۔ میں جیسا کہ کہاں کہاں ڈھونڈنا چھوڑا گا۔ یہ تو۔ قدرت کا ہی کوئی کرشمہ ہو گا یا پھر حالات اور اتفاقا ت ہی سہی ہوتی ہوں مگر اگر وہ لہیا ہی رخ اختیار کریں جیسا کہ میری یہاں لاہور میں آ کر دیکھا تھا کہ ایک تو ہو بل سے اجمال احمد سے ملنے میں میرا مستقل پھانسا۔

دوسرے بہت اتفاقا یکے بعد دیگرے اتفاقا طور پر بھی جانا شہر ان کی تباہی تمام واقعات کا جیتا پلٹا اور پھر جو تنگ رسائی سے مراد کسی انسان کے بس کا کام تو نہ تھا۔ یہ تو قدرت نے ہی کچھ ایسے حالات پیدا کیے تھے۔

درمیان سے روا بھی کے وقت میرے تو سان و گمان میں بھی ڈھنسا کر لہا ہور پہنچنے کے بعد پھر پھر اور پھر پھر جان سے میری ملاقات ہوگی اور بہت اتفاقا طور پر سلوٹ کا خطا کہے گا جس سے اس کا کچھ اتنا ہی تو مل جاسے نہ گا۔ لہذا صاحب واپس کراچی جاؤں گا تو اسے ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش ضرور کروں گا اور اگر قدرت کو منظور ہو تو میری کوششیں رائے کاں نہیں جائیں گی۔ درمیان۔

میں وہ کچھ ایسے ہی حالات میں غلطیاں اور غلطیاں ایسی ٹکروں میں گھرا تیز رفتاری کا ریکارڈ کرتا مگر ناچاہ رہا تھا۔ یا پھر دوسرے نمونوں میں ملنے ہوش و حواس میں نہ تھا۔ ہوش تو اسی وقت ہی آیا جب سامنے طوائف سمت سے آئے ایک تیز رفتار اور دو قافلت ٹرک کی زد سے اپنی لینڈ روور کو بھلنے کی غرض سے اس نے گاڑی ہائیں سمت کا تھی جہاں ہی گڑھی قسمت سے آگے ٹرک کا بائیں سمت تیز رفتار ٹریفک کی آمد و رفت سے ٹوٹ گیا تھا اس نے رفتار ملنے کے بعد تیز ہی سے اسٹریٹنگ کو بائیں سمت گھمایا تو گاڑی اس کے قابو سے باہر ہو کر تیزی سے دلدلی فٹ پاتھ پر تیزی اور ایک تناور درخت سے جا ٹکرائی۔

ٹکراؤ اس قدر شدید تھا کہ اس کی طرف کا دروازہ جو ہے وہ صفائی میں اس نے لاک بھی نہیں کھلا۔ زور سے کھٹکا اور وہ ایک شدید جھٹکے سے بیٹھے دلدلی زمین پر آگرا۔ اس شدید جھٹکے میں سرری طرح اسٹریٹنگ سے ٹکرا کر پھٹ گیا تھا۔ اور خون کی ایک تھلی سی سر سے بہنے لگی تھی۔

گماں ساری نگاہ سے سبے نیاز وہ بیچ میں لت پت زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ ٹرک اسی تیز رفتاری سے کب کا رن سے اس کے پاس سے نکل کر بہت دور چلا گیا تھا۔ اور وہ ایک کسی سہی کے عالم میں سبے مدھ زمین پر پڑا تھا۔ معلوم ہوتا تھا یا پھر گیا تھا۔ دور دور تک کسی شخص کا پتا نہ تھا۔ جو کم از کم اتنا ہی معلوم کر لیتا کہ وہ کس حال میں ہے۔

کتنی عجیب بات تھی۔ پر دم کراچی کے لیے پڑنے والے کو معلوم کون سی مجبوریاں لاحق ہو گئی تھیں جو وہ اجمال احمد کے گھر میں پہنچ کر کر رہ گیا تھا۔

یا پھر یہ خوشی حادثہ اس کا منتظر تھا۔ وہ پھر جیسا کہ یہاں سے آیا تھا تو اسی معلوم کے ساتھ کہ سب سے پہلی فلائٹ سے وہ کراچی پہنچا ہے گا۔ لیکن اپنی راتیں گاہ پر آ کر اس کے خیالات نے ایک نیا پلٹا کھایا۔ جس کی وجہ سے دل سے وہ ٹانگ اور اسٹگ ہی ختم ہو گئی۔ جس کا اظہار وہ چھوٹی اور پھر جیسا کہ سلسلے کر کے آیا ہے۔

اس کے دو پہر کے کھانے کا وقت تھا۔ مگر اس کی جھوک وہاں سب بیکھرا چلی تھی۔ اس لیے کہ کبھی کبھی سے کھانے کا کچھ نہیں کھا کر چھٹی گیا تھا اور اگلے ہونے زمین اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ معلوم کیا گیا سوچ رہا تھا کہ کبھی وہ پھر وہ رات سے ہو سکتا ہے۔ وہی اور رہا ہے ہونے بھی اسے اٹھ کر دروازہ کھولا پڑا۔

دروازہ کھلنے ہی آفتاب اندر آ گیا۔ اس کے پیچھے اجمال ہی تھا۔ بہت لمبی بات بہت تیز معمولی تھی کہ آفتاب دو پہر کے وقت آیا تھا۔ جب کہ ہمیشہ وہ ڈیوٹی انجام دینے کے بعد شام کو ہی آتا تھا۔ دوسرے اجمال اس کے پیچھے لگا لگا اس طرح بھی ماں کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔ پھر اگلے اس معاملے میں زیادہ متعجب نہیں ہونا پڑا۔

آفتاب نے آتے ہی منے پہنچ چکے رکھتے ہوئے اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کر دی۔ آج غلط معمول میرے اس وقت اچانک ہی ٹپکڑے پڑے پڑے تھے۔ آفتاب نے پوچھا۔ مگر کیا کروں۔ آج ہی کہے۔ میرا ڈسٹر سڑک وہاں کر دیا گیا ہے۔ اس لیے آج میں آف ڈیوٹی تھا۔ سوچا تھا کہ میں جاؤں۔ آج تو بہت بڑی راہ دکھائی۔ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ ایک دم ہی۔ اس نے ایک ہی سانس میں سب کچھ بولا۔

میں وہ ڈرگھونے پہنچا تھا۔ مگر تمہاری روانگی کب تک ہوگی؟ آفتاب سڑک دھما دھما رہا تھا اور وہ اچھی تک نہ کرانے کے کوشش ہی دھڑکنا دینے بیٹھا تھا۔ اس خیال سے اس سے بڑی سکی محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ آج شام کی ٹرین کے عمل آباد جا رہا ہوں۔ ڈسٹر سڑک سے ہی وجر سے تین ایم کی جینی ملی ہے۔ اب اچھی کی طبیعت نما ہے اس لیے یہ پختی گھر پر ہی گزاروں گا اس کے بعد سیدھا سڑک دھما پونج جاؤں گا۔ آفتاب نے ہنسا ہنسا کر گرام زیادہ بگڑ رہی اچھا ہی ہو اگر تم بھی آج ہی روانہ ہو رہے ہو۔ اسفند نے کہا۔ تو آفتاب اس کے مزید کچھ کہنے سے بچنے ہی بولا۔

اچھا تو کیا تم بھی آج شام ہی یہاں سے کوچ کرنے والے ہو۔ وہاں ارادہ تو یہی ہے۔ ابھی بیٹنگ کرانے جلتے ہی والا تھا کہ تم آگے۔ اپنی بات ادب کی رکھنے کی غرض سے ملنے غلطیانی سے کام لے کر بولا۔

تو کیا اگر بیٹنگ بھی کرائی تو شام کی فلائٹ تو تمہیں ملے گی ہی نہیں۔ ایسے کل صبح یا شام کو ہی جاسکو گے۔ آفتاب نے کہا۔ پھر وہاں ملتے دن رحمت دی وہاں ایک رات اور سہی کیوں اجمال صاحب۔ اسفند نے بیٹکی سی مٹا ہٹ کے ساتھ اپنی بات کہہ کر اجمال کو مخاطب کیا۔

راہ وہ بھی خوب رہی۔ سنتے تو یہی آتے ہیں بلکہ کچھ دستور بھی ہے کہ انسان آنا تو اپنی مرضی سے ہے مگر اس کی راہی دوسرے کی مرضی سے ہی ہوتی ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ آپ آفتاب کے بتیں میرے معان کیا۔ اب آپ کی یہ بیٹنگ و بیٹنگ بھی میری مرضی اور اجازت سے ہوگی۔ اجمال نے بڑے خندہ خندے لہذا نہ سڑک کر کہا۔

اور تین اجمال صاحب یا آپ کو ملتے دن رحمت دے دی میں وی کافی ہے۔ یوں بھی اب آفتاب کے ہلکا کے بعد لاہور میں میرے لیے رہ ہی کیا جاسے گا۔ اور میں تو بہت پیٹھے ہی یہاں سے جا رہا تھا۔ مگر آپ خدایا سے پوچھ لیجئے کہ ان کے اصرار پر میں نے یہاں اتنا عرصہ بھی گزار دیا۔ اسفند نے کہا۔ تو آفتاب سے ٹوکھٹے سے بھگت کر بولا۔

کمال سے بارہم تو کچھ۔ کچھ کہیں کسٹ سے ہو گئے ہو۔ یوں بھی تم اسلام آباد جا کر کون سے تار سے توڑ ڈالو گے۔ اگر ایسی سیاحت کا شوق ہے تو چلو میرے ساتھ سڑک دھما چلے چلو۔

لیکن تم تو نہیں آ جاؤ جا رہے ہو اور میں اسفند آباد تو نہیں جا رہا۔ میں تو اب سیدھا کراچی ہی جاؤں گا۔ اسفند نے کہا۔

خبر یہ تو کچھ ہی معلوم ہے کہ کراچی کے علاوہ ہم کسی اور جگہ رہ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ کراچی کی رونق اور آہٹ ہمہ جہت کا دل انسان کا دل کسی اور جگہ تک ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہبسا کہ تمہارا خیال تھا کہ کسی کشش شفا خانے کے ساتھ وہاں کے دروازہ علاقوں میں حکومت بکھر کر لپٹے خدمت خلیق کے جذبہ کو تسکین دے گے تو پھر اس سے

تو یہی بہتر ہے۔ مگر سرگودھا چلے چلو بہت جتن ہے کہ وہاں ہی ایچ این بی میں کوئی معقول آکسی مل جائے۔
آفتاب نے ہات اس کے مطالب کی یہی تھی اس لیے اس کے دل کو لگی۔

ہاں یہ تو تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو مگر اس کا کیا یقین کرو ہاں مجھے کوئی دیکھنی سل ہی جلتے۔
اسفند اس کے شورش پر دل ہی دل میں غور کرتے ہوئے ہوا۔

اس بات سے پہلے پڑھنا پڑھنے کی کوشش تو کرو۔ کیونکہ یہ ایسی کوئی حال یا غیر ممکن بات تو نہیں ہے۔
وہاں ہی ہر جگہ بہت سی ایسی آسامیاں ملتی ہوتی ہیں، ان میں سمیت آزمانی شرط ہے۔ اور کچھ نہیں تو لگے لاغور۔ مگر گودھا
کی ہر جگہ جو جاسے گی۔

آفتاب نے کہا تو اس نے بھی سوچا کہ چلو کیا خرچ ہے۔ اسی بہانے کہ از کم میں ایک نئی ٹیکری لے لوں گا۔ اور
کے ساتھ ہاں کے ماحول کا اندازہ لگاؤں گا کہ کیسا ہے۔ یعنی میری طبیعت سے میل کچھ کھاتا ہے یا نہیں۔ یہی کوئی
اس نے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ اتنا تمہارے میں وہاں بھی قسمت آزمائی کر کے دیکھوں گا نیکون اسٹی تو تم خود بھی وہاں نہیں جیتے
میں تین چار روز جیڑی جاؤ گے۔ اسے میں میں ہی اسلام آباد کا پکڑ لگاؤں گا کیوں ٹیکس نہ ہے۔

اچھو پھر وہی مرے کی ایک ٹانگہ، اسلام آباد جاسے کے لیے کیا کسی حکم یا ڈاکٹرنے مشورہ دلے پھر
تمہارے لیے فرض ہو گیا ہے وہاں جانا۔ ارے جی آرام سے سوئیں لاہور میں ہی بیٹھے رہو۔ یہ اپنا آجی زانجان آنا تو
یا بہت ناک بھی نہیں جس سے تمہیں جان بچانے کا خطرہ لاحق ہو۔ آفتاب پکڑا سچا پکڑا کر بولنا کہ حال تو اچھا لگتا ہے۔
خود اسفند کو بھی یہ سنا خیر نہیں آئی۔

خیر یہ تو تمہاری بولانی عادت ہے۔ اپنی بات کو اسی طرح سناؤ گے جو نیکون میں نے انکار تو نہیں کیا مگر گودھا
سے آج بیرون ہے۔ میں ہنسنے کے روز واپس آؤں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ دوست کے تعلق کے کہ کہ آفرے
بھیڑاڑا سنے ہی پڑے۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ مگر بھیجی لو کہ تم اسلام آباد مگر نہیں جاناؤ گے۔ کیونکہ ایک مرتبہ تم ہاتھ سے نکل گے تو
سے نکلے ہوئے پڑے کی طرح ایسے پھرتے آؤ گے کہ کچھ بھی ہاتھ نہیں آؤ گے۔ آفتاب اٹھتا ہوا ہوا۔

ارے آئی یہ ایک دم ہی کیوں اٹھ کر تھے جو تھے۔ اگر کھانا نہ ہی تو کچھ ٹھنڈا گرم ہی تو۔ اجمال سے اسے ایک
ہی اسٹنٹ دیکھ کر کہا۔

نہیں کچھ کھانے پینے کا موہ چونا تو تم سے پوچھنے ہی کیا ہی لیتا۔ اس وقت تو جہر پھر سوار ہے میں جا کر سانا
چیک کرنا ہے۔ ایک ادھر چہرہ دوسرے کی تو جہر کو لینے آئے گا۔ آفتاب نے کہا۔ اور پھر اچھا لگتا ہے کہ
اسفند ہاتھ لگا کر تھے مگر گودھا پہنچنے کی تاخیر کر کے اسی وقت چلا گیا۔

تو یوں وہ دوست سے کہے دوسرے کو ایسا کرنے کی مہم سے سرگودھا جا رہا تھا۔ ارادہ تو اس کا بڑا ہی
کا تھا مگر اچھا لگنے سے لڑنے کے کھلیت وہ مہم سے چلتے اور کچھ اس مہم سے کہ وہ سنے ماولک کی لہڑیوں اور
کی ملکیت تھی۔ اسے آفتاب کیسے سہانے کے خیال سے اسے ہی مشورہ دیا کہ اگر وہ کار کے ذریعے تو شہر سے
سفر کرے گا تو وقت کی بھی قیمت ہوگی اور سفر ہی آسان ہو جائے گا۔

لیڈر روڑا آفتاب جہ چار سے نے پالی پالی میں کر کے خریدی تھی۔ اور وہ تو راستوں سے ناواقف ہی تھا۔ حال
نے اس کی بہت سے لیے۔ اپنا ایک آدمی جو شاہین آباد اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ گودھا
شاہین آباد سے سرگودھا پہنچنے میں پر واضح ہے اور راستہ بھی سیدھا۔

اس لیے اس شخص کے بہت کچھ سنے کے باوجود وہ اسے سرگودھا ہی پہنچا کر آئے گا۔ اسفند نے اسے
دی گوارا نہ کی۔ اور اسے اس کی منزل پر اتار کر شاہین آباد سے سرگودھا کا رخ کیا۔
کہ یہ حادثہ پیش آ گیا۔

ہنسنے آفتاب کے اصرار نے اسے اس حادثے سے دوچار کیا تھا۔
پہلے سے فنا یہاں تک پہنچی لائی تھی۔ جودہ سرگودھا سے ادھر ہی حادثے کا شکار ہو گیا تھا۔ لڑک والی تو
ہے جانے کے ڈر سے لڑک کو دھکا لگایا تھا۔ اور وہ مشدیت الہی کے رحم و کرم پر لڑک کے کنارے درخت
کے نیچے زمین پر تپتے سے سنبھرا تھا۔

خام کا دھندلکا سب سنا ہیوں میں تیریل ہونے لگا۔ یا آسمانی بر جھالی یا دیوں کی جیسے اندھیرا کچھ زیادہ ہی بڑھ
یا۔ یہی شاہین آباد کی سمیت سے آئی ایک ایسولینس جس میں کسی ہسپتال کا کچھ علائق ڈاکٹر زبیر ہوا تھا۔ اس کے
بہن لڑک کے

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔
بہن لڑک کے ایک آواز آئی۔

اور صبحی ہسپتال کی ایک نوادارہ معمولی ہی زس نے اس کے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کر دیں۔

ڈاکٹر صاحب، امیر خون نبر و غیرہ ہی سے آپ حقا چاہیں میرے جسم سے سنے سکتے ہیں۔

آپ کا خون زبر و غیرہ کا سے مس شان، مگر آپ کو کون سے معلوم ہے، ڈاکٹر کے اسسٹنٹ نے سنا ہوا ہے۔
مجھے معلوم ہے جی تو کھری ہوں، ویسے آپ چاہیں تو میرا خون گیسٹ کر سکتے ہیں، اس شان کے منبر
سنبھرے لیجئے میں کہا۔

”مگر میں مس شان، آپ تو خود ہی بہت نازک ہی ہیں۔ بالخصوص اگر آپ کا خون نبر و غیرہ کا بھی ہے اور جسم سے
بھی لیا تو پھر آپ کے اندر رہے ہی کیا جاسے گا۔“ سرجن انصاری بھی نہیں کر بولے۔ جو بہت ہی خوفناک مارج اور ٹوٹی گوز
ملنے جاتے تھے۔

آپ میری فکر نہ کریں۔ ویسے بھی میں اتنی کمزور نہیں ہوں، آپ پلے زخمی کی جان چکھنے کی کوشش کیجیے۔
مس شان کا لہجہ جتنی سا ہو گیا تھا۔

اس وقت وہاں دو سرجن اور دو ڈاکٹر کھڑے تھے۔ زس کے جذبے سے متاثر ہو کر انہوں نے آپ کو کچھ مشورہ
اور مس شان کو اس کمزور سے ملنے کے جہاں خون ٹیسٹ کیا جاتا تھا۔ خدا اس کا خون ٹیسٹ کیا گیا۔ زس کو
دعویٰ درست ہی ثابت ہوا۔ جتنا پختہ لگے ہی چند لمحوں بعد اس کا خون نیا گیا۔ اور پھر اسے پندرہ میں منٹ کھیلنے
رہنے کی ہدایت کر کے اور جوں و خطرہ بنا کو سب اس روم سے چلے گئے مگر مس شان کو ویسے ڈار ہی نہیں لگتا۔

وہ کبھی اٹھ کر بیٹھتی کسی لیٹ جاتی، جتنی تھوڑی زخمی نوجوان کا پیروں میں جکر چہرہ اور چہرہ پھٹتی موت کی زوری۔
آپ زس کی میز پر سے صدمہ و حرکت پڑا سزا پڑا۔ اور ناک میں غصی آگے تین کی نالی بار بار سامنے آکر اس کے اضطراب میں اضافے کا باعث
بن رہی تھی۔

دل اندر ہی اندر کڑے جو اچار ہوا تھا اور انہوں نے اپنے بہت دعا میں نکل رہی تھیں۔ ”اے زبیر، وہ جو کوئی گئے ہے اس پر
بہتر کر لے زندگی دینے والے سے بچا لے۔ اسے زندگی دے دے۔ میری زندگی میری عمر ہی سے ہی مٹا کر دے۔ جہاں نہیں
جذبے کے تحت لے، اپنا خون دیا ہے پھر اس جذبے کی لالچ رکھ لے۔ اے میرے گولا تو میری لے لے۔ میری لے لے۔“

اسے معلوم تھا کہ زخمی نوجوان کے جسم میں اس کا خون پھیلنے کی تیار کی تیار ہی ہوگی اور اسے یہی اندازہ تھا کہ مرنا ایک
خون کی بوکل جو اس کے جسم سے نکالی گئی ہے کا نیا نہیں ہوگی۔ جب کہ اس سے قبل چڑھائی گئی خون کی چار بوتلیں اس کے نو لگان
پر روا رکھیں۔ اس کا دل جا رہا تھا کہ کھڑے اور آہستہ روم میں نصب ٹیسٹ کے پیچھے سے اندر کا حوالہ معلوم کر لے۔

مگر وہاں ہسپتال کے عملے کے کچھ اور لوگوں کی موجودگی کا بھی امکان تھا۔ اور وہ کسی کے سامنے پڑنا نہیں چاہتی تھی۔
اس نے تو اپنا خون دے کر کسی کی جان بچانے کی کوشش کی تھی۔

ایک انسانی فریضہ انجام دیا تھا۔
کسی کے سامنے جا کر وہ اپنی اس زندگی کو ضائع کرنا نہیں چاہتی تھی۔

بول گئی یہ نفسیاتی اثر تھا۔
یا جسم سے خون کی پوری ایک بوتل نکل جانے کا سبب۔

جو وہ واقعی نقابت سے محسوس کر رہی تھی۔
اٹھ کر ڈیوٹی روم میں آئی تو سر میں ایک گھری آئے کی وجہ سے ڈاکٹر ہی گئی، اتفاق سے ایک سٹیڈی زس سسٹنٹ زس وقت

ڈیوٹی روم میں موجود تھی۔ اس کے ڈاکٹر جانے پر۔ وہ زبردستی اسے پکڑ کر اس سٹیڈی روم میں لے آئی جو رات کو سلاہ تھا۔
وہاں عمومی طبیعت خراب ہونے پر زس اور سسٹنٹ ڈاکٹر کو کیا کرتی تھیں۔ اصل میں تو چونکہ رات کا وقت تھا اور باہر شہر
بودی تھی اس لیے وہ اسے چھٹی ڈاکٹر اس کے گھومنے نہیں کھو سکتی تھی۔ البتہ سسٹنٹ نام نہ نہ جا کر ڈاکٹر کو بتا کر خود رہا
مس شان بہت کمزور ہی محسوس کر رہی ہے۔ لہذا وہ جا کر اس کا معائنہ ضرور کر لے۔

مگر مس شان کا کلو اسٹک روم میں بھی نہیں نکلا۔ سسٹنٹ نام نہ نہ کے جانے کے ٹھوڑی ہی بعد وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ایک بے گلی سی اس پر سلاہ تھی۔

دلدار اس کا وہ جان اس کی ہر بیض کی طرف جا رہا تھا۔

ایک سبزی ایک چیک اپ گئی تھی۔

زس میں، ایک ہی خیال گروش کر رہا تھا اور دل میں خدشات کی ایک روشنی جل رہی تھی۔

زس میں اس کی قربانی رائیگاں نہ چلی جاسے۔

یوں اس زخمی کے بیٹے کے امکانات بہت کم تھے۔

اور سچی عادت نے تو صاف صاف کھروا تھا کہ صرف خون کی ایک بوتل کافی نہیں ہوگی۔ اس لیے مزید دو مین بوتلوں کا
بے انتظام کرنا چاہیے۔ اس پر ایک دوسرے سرجن نے کہا تھا کہ انتظام تو ہم نے کر لیا ہے لیکن اس اتنے خراب موسم میں
زخمی نوجوان فراموش کیا جاسکتا۔ لہذا فی الوقت تو مس شان کے خون سے ہی کام چلانا پڑتا ہے۔ اور سب روم میں بیٹھے بیٹھے
جب اس سے خط نہ ہوگا تو وہ کھڑے کر پیرا پیرا کر ہی یہی معلوم کرنے کے لیے کہ اس کے خون دینے کا پتہ کیا جا رہا۔

مگر یہاں کر دیکھا تو پیریشن روم کا دروازہ بند تھا اور دونوں سرجن اور ڈاکٹر زس کیسٹ اندر ہی سرگرم عمل تھے۔
وہ سٹون کی آڑ میں سٹون کا ہی سہا لیا، بڑی بڑی رنگ آپریشن ٹیبل کے سامنے ہی کھڑی رہی۔
جب قاتل تکلیف دہ انگلار کے بعد آپریشن ٹیبل کا دروازہ کھلا اور دونوں سرجنوں کے ساتھ تین ڈاکٹر اور دو نرس
پر نہیں تو وہ سٹون کی آڑ سے نکل کر بے تاب زبان کی طرف بڑھی۔

”ایچی میڈر سٹوڈنٹ ڈاکٹر، سرجن اس نے اسی بے تابانہ میں پوچھا۔

”ہاں میں۔“ وہاں ہاں زخمی کے جسم میں آپ کا خون چر لیا گیا ہے، ایک ڈاکٹر نے بتایا۔

”تو کیا کوئی امکان ہے اس کے رنج جانے کا؟“ اس نے ڈاکٹر ان کی تم کے ساتھ چلتے ہوئے پھر سوال کیا۔

”خیر امکان تو نہیں کر سکتے البتہ آئینہ نظر ہے، کیونکہ موت وزیست تو خدا کے اختیار میں ہوتی ہے۔ پندرہ تو صرف
پنشن ہی کر سکتا ہے سو ہم اس کی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔“ اس ڈاکٹر نے کہا تو اس کا چہرہ اتر گیا۔

”دینے باقی داوے کیا اس سے آپ کی کچھ رشتے دار ہی ہوتی ہے؟“ اسی ڈاکٹر نے پوچھا۔

”میں سرزنشے دار ہی تو دور کی بات میں تو اسے جانتی ہی نہیں اس نے کہا۔

”پھر تو آپ کا منہ قابل تحسین ہے، لیکن آپ کیسے نکل کر رہیں گی، کوئی ایک نہیں کوئی تکلیف تو محسوس نہیں ہوئی آپ کو
نہ نہ کچھ ڈاکٹر کو اس سے باتیں کرتے کرتے ایک دم ہی خیال آیا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے غامی نظاروں میں اپنا خون
ڈالنے تو اس نے پوچھا۔

”نرس میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ اس نے اتنا ہی کہا اور وہاں سے پلٹ کر ڈیوٹی روم میں چلے آئی کہ ایک معمولی سی نوادارہ زس
نکلے ہوئے اس نے ایک ڈاکٹر سے جتنا بھی پوچھ لیا تھا وہی بہت تھا۔

اس کارڈی ہسپتال کے تقریباً تمام ہی جگہ میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ ڈاکٹر زس سے لے کر چھوٹے درجے کے ملازمین سبھی ٹیکر
ڈاکٹر ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔

انسانی بارش زخمی تھی اور چونکہ مس شان کی ڈیوٹی رات کی تھی اس لیے اور کچھ اس لیے بھی کہ ساری رات وہ بہت سے سکون
پانچ اس کا چاند لینے والی دوسری زس کے آنے سے قبل ہی وہ سسٹنٹ نام نہ نہ سے اجازت لے کر اپنے گھوٹیل آئی تھی۔ اس کا گھریا
ڈاکٹر ہسپتال سے زیادہ دور نہیں تھی۔ بلکہ ہسپتال کی طبی ماؤ ڈاکٹر وال کے پیچھے بڑا ڈاکٹر کے نام سے زسوں کے
موت کے ایک کمرے میں بن تھی۔ جہاں اس کی ہمیشہ دوسری زس بھی اقامت پذیر تھیں۔ پروفیسر، شادیز، حضرت اور سید
موتوں پر کئی تھیں۔

کچھ وقت دن ہی وہ سخت نقابت محسوس کرتی رہی تھی اور اس نے تو اس نقابت کا سبب کسی کو بتایا ہی نہیں تھا مگر
ڈاکٹر نے اسے کہا تھا پھر وہاں تھا۔ اس کی انجانہ جو ایک پیرا پیرا تکلیف میں مددالت بھی تھی اور اس باہر کا نظم و ضبط

چلا رہی تھی۔ سب کا بہت خیال نہ تھی۔ اس نے وزامی طاقت کا اجلاس دیا اور تقریباً سارا لوگ ہی مختلف اوقات میں اسے دیکھا جو اس اور فتویٰ غلامی کی کھلائی تھی اور اس نے اس کے بہت کہنے سنانے کے باوجود اسے شام کو روٹی پر بھی نہیں جانے دیا۔ جب کہ اس کا دھیان باہر ہی تھی مریض کی طرف لگا ہوا تھا۔ یہ ضرور تھا کہ اس نے اسے اپنا خون دیا تھا کیونکہ اسے صرف یہ جاننا پڑا تھا کہ وہ کیسا ہے؟

کیا اس کے ذہنی جانے کے کچھ امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔
آؤ خدا خدا کر کے شام کو روٹین اور وقت و ذکرہ اپنی اپنی ڈیوٹی ٹھیک کر آئیں تو ان کی ذہنی اس نے یہ ضرور سنا کر ہی نقلہ سے بلکہ اس کے زندگی کی طرف لوٹ آنے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں تو اسے خوشی کے اس کی کھینچوں میں اسے آگے اور پیچھے میں لڑائی۔

ذہنی فوج ان موت کے منہ میں جاتے جاتے دائمی زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا۔ جسے جبران کن بات یہ تھی کہ مسلمان کون دینے کے بعد اسے مزید خون چھانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی جب کہ تقریباً سارے سرخرو اور ڈاکو اس کی طرف سے باہر ہو چکے تھے۔ بس اس آئینہ کو جو پرکھ شایان کی کوششیں باہر آ رہی تھیں اور شاید مالک کون و مکان اسے زندگی دے دے وہ اس کی جان بچانے کی کوششیں میں لگے ہوئے تھے۔ مس شان کا خون اس کے جسم میں داخل کرنے کے بعد وہ اس کی ہون سے مطمئن نہ تھے۔ مرن کی بے لوث خدمات، اٹھک کوششیں اور پھر سب سے بڑھ کر جہیز ہر دم اور ہمدردی اس پر ہر دم دوسرے انسان کا اتنا بڑا ایثار و شہدائے سارے سے بے لوث اور بے کھوت عداوت جذبے ہی میں نہانی کو پسند آگئے تھے جو ہر جہیز سے اور صدقوں کا صلہ ضرور دیتا ہے۔

تھی تو اس نے ایسے عداوت اور بے لوث جذبوں کو دیکھتے ہوئے ذہنی فوج ان کی اس کی زندگی کو لادتی تھی اور دوسرے سے لے کر ہر دم تک کوئی جگہ ایسی نہ تھی جو ذہنی نہ ہوئی ہو۔
اس پر والدین، بہنیں اور رشتے دار۔
یعنی اس کے لیے سب کے دل سے دعا میں کرنے والے۔

اس کی حالت نامرور نے اور تڑپنے والوں کے فخر نشوں کو بھی علم نہ تھا کہ وہ کیسے زبردست عداوت کا شکار ہوا ہے۔ اور پھر اچل پھرتے گئے، آہنی اور آٹھان لوگوں کی بے لوث خدمات، کوششوں اور صادق جذبوں کے طفیل موت کو شکست دے کر زندگی کی طرف لوٹ آیا ہے۔

وہ جو کہتے ہیں کہ اس کا کوئی نہیں ہو سکا اس کا خدا جو مانتا ہے۔ اور خدای دو دوسروں کے دلوں میں رحم دہم دی ڈالتا ہے۔ وہی ضربہ المثل کہ خدا مہربان توکل مہربان۔

مگر جہدہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تو اپنی عاجل مدد مہربی اور ناکہری قدرت کی وجہ سے اس پر ایمان کی رحمت سے باہر ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس کی رحمت تو بے پایاں اور بے حساب ہے۔ اس کی رحمت کا تو کوئی ٹکنا نہیں ہے۔
کر رحمت کے سارے باب اس کی طرف سے کھلتے ہیں۔ کرم کی برکھادی پر مانتا ہے۔

یعنی دو تنگ موت و ذلت کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد۔ وہ زندگی کی طرف لوٹ کر آیا تھا تو بڑے حیرت انگیز طور پر دو بصیرت ہو گیا تھا۔ کہ اگر کوئی ذہنی عداوت سے ایک مریض ہی کہتے تھے۔
پورے طرح ہوش میں آئے تھے کہ بعد اس نے سب سے اپنا خراف بھی گواہ کیا تھا اور آفتاب کا تباہ کرنے سے بچا دیا تھا۔ آفتاب بڑی پابندی سے تقریباً روزی اس سے ملنے آتا تھا اور وہاں ہسپتال میں، اس کی ایک بہت ہی اعلیٰ ڈگری یا کہ بولے کہ وہ

تقریباً تمام ڈاکٹروں سے ہی دیکھی ہوئی تھی۔ اور وہاں۔
ایک جہیز کی کرم ہی کہ ہسپتال کی ایک نرس نے اپنا خون دے کر اسے زندگی کی طرف لوٹا دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی کئی

گیا تھا کہ خون کی جگہ تو تیس چھانے کے باوجود ہی چونکہ اس کے جسم میں خون کی کمی پوری نہیں ہو سکی تھی اس لیے پورے پورے خون کی ضرورت تھی جو موسم کی خرابی کی وجہ سے خرابی طور پر دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے جو ڈاکو اس کی درخواست پر اس کا خون نیا کیا تھا، بہر حال دوسروں کے نزدیک یا دوسرے معمول میں ہسپتال کے عملے کے نزدیک یہ کوئی ایسی اجنبی خاص بات نہ تھی۔

یہ نہ تھی۔ امداد کے طور پر ملوٹا ایسی مدد دینی ہی پڑتی ہے۔
مگر خوراک سہلہ کے نزدیک یہ بہت اہم اور بڑی بات تھی۔
وہ اس نرس کو دیکھنا چاہتا تھا جس نے اسے زندگی کے سب سے نازک لمحات میں اپنا خون دیا تھا۔
اس کے خیال میں وہ اس کی محنت تھی اور وہ اس کا شکر دیا کرتا تھا۔ کئی بار اسٹاف کے لوگوں سے بھی اس کے منتقلی

بچا تھا۔
انہی کے ذہنی چکا تھا۔
مگر آؤ وہ آؤ ڈیوٹی مونی یا پھر سب سے وف۔
اور پھر اس کی ذہنی ملوٹا رات کو ہی ملتی تھی۔
گورنٹ کے آؤ تھیکے سے نکلتی تھی مگر جہاں وہ ہمیشہ کئی کئی رہا تھی۔
وہاں اچر۔ وہ اس کے انتظار میں سلیپنگ بلڈ کے اثر سے بڑھ کر ہوا تھا۔
یوں یہ کھم چولی کی روز تک قائم رہی۔

اصل میں اس شان نے واسطے اس سے دوپوشی اختیار کر رکھی تھی۔ وہ درگزرانی سے کام لے رہی تھی۔ کیونکہ اسے یہ گوارا نہ تھا کہ اس نے اسے جا کر اسے خواہ مخواہ ہی احساس منونیت میں مبتلا کر کے گویا اپنی ایک جھوٹی سمی کو بر باد کر دے۔
جب کہ بات ہی کافی بڑی ہو چکی تھی۔
لہذا ہسپتال کے عملے کے نزدیک آئی گئی ہوئی تھی۔

مگر وہ تھا کہ اس کے نزدیک غری سے مل کر اس کا شکر یہ ادا کرنے کے سوا کوئی دوسرا مقصد باقی ہی نہیں رہ گیا تھا۔
اب تک بیوی کی قید میں بیکرا پڑا تھا۔ در خواہ کر کے اس سے ملنے، اس کا شکر یہ ادا کرنے جاتا۔
وہ بار بار آفتاب سے بھی اس بات کا تذکرہ کر چکا تھا۔

مگر آفتاب نے بھی اس کی بات کو اہمیت نہیں دی تھی۔ بلکہ آخر یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ۔
"ابھی چلیکے ہو جو ہوا پھر اس کا شکر یہ ہی ادا کر لینا۔ وہ ہمیں تو ملازمت کرتی ہے۔ کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی۔
کہہ کہ آفتاب کے نزدیک اپنا ہونے کے کسی کی جان بچانی ایک لائق تحسین بات ضرور تھی مگر اسے بھی نہیں جتنا کہ وہ ظاہر ہو رہا تھا

پھر وہاں رہا۔ یوں تو اس کے ذہنی تیزی سے بھر نے شروع ہو گئے تھے۔ پیشانی اسٹریٹک سے نکلتی تھی تو ہموں بری طرح پھٹ گئی تھی اور نصف سر تک سر کی کھال بری طرح رگڑ کھانے کی وجہ سے کٹ کر کھینچوں اور پیشانی پر آؤ تھی جسے دوبارہ اپنی بڑھانے کی غرض سے اٹھا رہا تھکے۔ گئے تھے۔ کھینچے کہنیاں سمی ذہنی ہو گئے تھے اور کھینچنے کی بڑی گزروانی نہیں تو ابھی تک سے کھسک ضرور گئی تھی جسے آپریشن کے ذریعے اس کی جگہ پریٹ کر کے تلوے سے ہندلی تک بلا سرجن ہاؤس کیا تھا جس کی وجہ سے ہسپتال میں اس کا قیام طویل ہو گیا تھا مگر جب سے وہ ہوش میں آیا تھا اپنے سارے اعضا اجات خود اپنی جیب سے ادا کر

بہا تھا وہ پھر اپنی سے اسپیشل وارڈ میں منتقل ہو گیا تھا۔
چہرہ ہی کیا، اس کی لغت و شنید، عادات و اطوار اور رکھ رکھاؤ سبھی کچھ اس کے اعلیٰ طبقے سے ہونے کی نمائندگی کرتے تھے۔
پھر سب کوئی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ایک اعلیٰ ڈگری اور ٹیبلٹ یافتہ انجینئرین ڈاکٹر تھی۔ اسی لیے سب اس کی بہت عزت کرتے تھے اور وہ سب میں سے حد درجہ ملنے ہو گیا تھا۔ اور یہی وہ تھی کہ عام دکتور کے مطابق جو ہسپتالوں کا ایک سٹین سائین گاہ سے اس کے تمام کی طاقت و ڈاکٹروں اور ہسپتال کے عملے کی بے نیازی اور لاپرواہی کا شکار نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے برعکس اسے خصوصی توجہ سے نوازا جاتا تھا۔

پھر ایک۔ پھر وہ دن بھی آگیا جب بیوی سے آزاد ہو کر وہ اس قابل ہو گیا کہ ہسپتال سے ہجرت لے سکے۔ ایک مس شخص کو جس کی تکلیف دہی تھی جس کی وجہ سے اس کے پیڑ میں لنگ سا لگتا تھا۔ اصل میں آفتاب نے اپنے ایک دوست کو جس کا نام جوا تھا اس سے مرگروہا کا ہی سنے والا تھا اس کی کباٹش کا بندوبست کیا تھا اور بعض اس کی خاطر ہی ہمت کھینچنے کی کوشش لے کر آیا تھا۔

383

382

اس کے جاتے ہی آفتاب اس کی طرف گھومنا جو ڈیوٹی روم میں رکھی ٹیبل سے جو قافلے پر اسی سائت اور صحت کی کیفیت

بہتر تھا۔ آفتاب نے اس کے قریب بنا۔ لی آنکھوں کے سامنے پہلے ہاتھ بٹایا۔ پھر اس کی پیشانی چھو کر توشیہ لگا۔ لڑائی میں منہ

بلا اور پھر اس کی گتھیں ٹھونکنے لگا۔ مگر وہ معلوم کیا کہ پہنچا ہوا تھا اس وقت وہ کہ اس نے جنبش کی نہ بلکہ چھپکائی۔

بہتر جب تک آکر آفتاب نے اسے بری عزت چھینڈنا تو اس نے بری عزت آفتاب کو چھڑکا۔ یہ کیا طاقت ہے، آفتاب تم اپنے ہوش میں تو ہو؟

”ہائیں ہوش تو تمہارے گم ہیں اور اٹنا تھکے ہو چھو رہے ہو کہ میں اپنے ہوش میں تو ہوں۔ کمال سے بارہم تم تو اسے

بچھو کر ایسے چہرے ہوئے جیسے اس سے قبل تم نے کوئی سین چہرہ دیکھا ہی نہ ہو۔ جیکو تم کوئی سالانہ انگلینڈ کے رستان میں

نہاڑے آئے ہو۔ جھلا وہ بھی دل میں کیا سوچ رہی ہو گی کہ ڈاکٹر سردار محمد اسفند علی آری بی انظار نظر نہیں بلکہ اظہار

مشق کرنے کی عرض سے آئے تھے حد ہو گئی اس دیوان چن کی بھی آفتاب نے سنا اسے سنا سنا۔ لیکن وہ اپنے حواس میں تھا ہی کیا؟

اس کے ہوش تو وہ گم کر چکی تھی۔ وہ ہی ایک معمولی سی لڑکی مس شان۔ وہ اسی کے خیالوں میں گم تھا۔ اور خود کو ایسی بات کا یقین دلانے میں کو شان تھا کہ اس نے جو صورت ابھی دیکھی ہے وہ اسے سوط کے سوا

کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اور اور آفتاب تھا کہ ایک تسلسل سے بولے جا رہا تھا۔ آخر وہ بہت چھٹکارا بولا۔

”اور تجھی تم تعزیری دیکھنے لیے اپنا منہ بند نہیں کر سکتے بیکار میں ہی میرے کان کھانے جا رہے ہو۔

”میں تو کان ہی کھا رہا ہوں مگر وہ تو تھاری عقل ہی چرگئی ہے۔ کہ آخر بات کیا ہے کچھ تو بتاؤ آفتاب نے

اس کے چہرے کے آثار جڑھاؤ کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا کہ وہ ہنوز ایک خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔

”جب کوئی بات نہیں تو پھر تمہیں کیا بتاؤں۔ چلے آؤ اب چلنے کیوں نہیں یوں توڑی جلت دیکھا رہے تھے۔

وہ آفتاب کی باتوں سے رنج سا ہو کر بولا اور اپنی بات کہتا ہوا ڈیوٹی روم سے باہر نکل آیا۔

”یوں تو مال میں کچھ کالا ضرور ہے جو تم کوئی کتا ہے۔ بڑا آفتاب اس کے ساتھ ڈیوٹی روم سے باہر آتا ہوا

بولا کہ چہرے یا اپنا جو خوف تو نہیں تھا جو اس شان کو دیکھ کر اس کے بچے خودی کے مظاہرے کو چھوڑ سکتا۔

”ارے تمہیں بارہا وہاں میں کچھ کالا ہے نہ ہرا۔ اصل میں، میں تو اب تک ہی کھتا آ رہا تھا کہ وہ بہت ضعیف

اور جب تقریباً سارے ہی ملے کا فکریہ ادا کر کے اور حسی کلمات کہنے کے بعد وہ آفتاب کے ساتھ باہر نکلا۔

لگا تبھی اسے اپنی حسرتی شدت سے باوا لگئی۔ اس نے چلتے چلتے کسی خیال سے رک کر میڈن سٹریٹ پر سٹریٹ سے پوچھا۔

”اس شان کہاں کی سٹریٹس کی سٹریٹس اور اس سوان پر سٹریٹس سے اسے دیکھا اور پھر پوچھا اس کے پاس

”ڈارک روم میں میرے اور اس کے مسکرانے ڈارک روم کہنے پر آفتاب کچھ اور ہی سمجھا۔ اسے ٹھوکا لڑکے ہنستے ہوئے

”پارکوں ایک معمولی سی میز پر اپنی اجڑی شکل کر رہے جو۔ تم سے کھڑا ہو جائیں جا رہا۔ چلو سیدھی لڑکی جیسے پیرا

بیشوٹ مگر جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔

”شا کو غلط کر کے عقیدہ لیجے میں پوچھا۔

”کیا ڈارک روم میں کوئی اور بھی موجود ہوگا میرا مطلب ہے مس شان کو کیا کوشش کر سکو گانا اس کے پاس

کا جواب بھی سٹریٹس سے واپس نکال کر ہی دیا۔

”سر سے شناخت کر لینا کچھ مشکل تو نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب وہ ڈارک روم میں پہنچتی ہے تو وہاں آجلا سا بیٹا جاتا ہے۔

”سروہ بہت خوبصورت ہے۔ وہ دیکھیے۔ وہ سامنے۔ وہ جو ڈیوٹی روم کی طرف جا رہی ہے۔ رن سٹیشن ہے؟

”سٹریٹس کی رہائی اس کا اپنا معلوم کر کے کہ وہ سامنے آئی تو آفتاب کو بھی وہیں چھوڑ کر اس کی طرف بڑھتی

”کمال ہے۔ عجیب شاعرانہ مزاج رکھتی ہے یہ سر سٹریٹس بھی۔ مگر اب تم بھی ذرا دل قائم کر لو ڈارک روم میں قدم رکھنا۔

پہلے ہی چلنے میں لڑکھارے ہو۔ اس کے سن کا جلوہ دیکھ کر کہیں پھسل پڑے تو کہیں پھرنے سے کتنے میں ہلا سڑ پھرنے

پڑے۔ آفتاب بڑے بڑے قدم اٹھاتا اس کے پیچھے چلنا ہوا بولا۔

”میں ہتھاری طرح بے جدیدی کا برہنہ نہیں کڈا کوئی اچھی صورت دیکھی اور ہو گئے جاہلوں فانسے چت۔ اور اس وقت

میں کسی مذاق کے موڑ میں ہوں۔ انسانیت کے اصول کے تحت اس کا فکریہ ادا کرنا نا ممکن ہے۔ اور میں نے وہ آفتاب

کے فرائض فرائض پر قدر سے جیتا ہے۔ بڑے انداز میں بولا۔

اسی آفتاب میں ڈیوٹی روم کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ اس نے ڈیوٹی روم میں قدم رکھا تو آفتاب نے فریفت

تو وہ کس طرح اور کس کے ساتھ آئی۔ اور اسے ہسپتال میں اتنی جلد ملازمت کیسے ملی گئی؟
کیا اس نے پہلے سے زندگی کی ٹریننگ کے رکھی تھی یا کسی کی خاص سفارش پر اسے ہسپتال میں ملازم رکھا

پہلے سے؟
اور وہ سبھی تو کہاں ہے۔؟ کس کے پاس رہتی ہے؟
ان۔ اس قسم کے سینکڑوں سوالات تھے جو اس کے ذہن میں گھبراہٹ پیدا کر رہے تھے۔
وہ سوالات کی ایک بٹاری تھے وہ باگم صدم سا بیٹھا تھا۔ یوں جیسے جیپ میں موجود ہی نہ ہو۔ آفتاب بار بار کھینچنے
سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس نے جیپ کی رفتار دیکھی اور کبھی نہ کبھی تھی۔ ورنہ اس کے دوست اور کوئیگ کیوں احتشام کا گھر چھاؤنی میں
ہی تھا۔

اور چھاؤنی یعنی کینٹ ایریا ہسپتال سے کل چار میل کے فاصلے پر تھا۔ اصل میں تو آفتاب یہ جانا چاہتا
تھا کہ اس کا دوست ایک عام سی تریک کو دیکھ کر اس قدر حواس باختہ کیوں ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی نظرت
زبان تک خوش کردار تھی، بخوبی واقفیت رکھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا دوست آجکل کے چھوٹے نوجوانوں
کی طرح ترقی و ترقی کو دیکھ کر کھپکھپانے کا عادی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بہت سزب و باوقار۔ مستقل مزاج
اور جسر انسان ہے۔ اعلیٰ نسب بھی رکھتا ہے اور حیثیت بھی۔

یہ حال وقت کے تھا اور آفتاب کو ڈوبنے پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ وہ اپنے کپڑے کمانڈر سے جانتے میں ہی طرح
رہی ہو جانتے اسے کہ ان کو ہسپتال سے گھر لے کر آئے کہ اس کا گھر کے ہی میں ٹھکنے کی چھٹی لے سکا تھا۔ اس لیے
کئی احتشام کے بچکے پر اسے اتار کر۔ بلکہ احتشام کے بھائی سے اس کا شمارف کر کے اس کی رہائش کے لیے
مخمس کے گھر سے میں چھوڑ کر اپنی لڑکیوں پر چلا گیا تھا۔

وہ بھی خدا سے ہی چاہتا تھا کہ کسی طرح اسے تنہائی اور کمیونی تعذیب ہو تو وہ سارے معاملات پر۔
تھکڑے دل سے غور کرے۔

اصل میں شہینہ نہیں یہ یقین دلانے کے باوجود بھی کہ اس شان اسل میں سلوظ ہی ہے اسے کلی طور پر
الہان میں جانتا۔ کیونکہ حالات اور کوالنہ بھی یکے ایسے تھے۔

اور پھر وقت کا دارہ دریاں میں حائل ہو رہا تھا۔ وہ تو یہی گواہی دے رہا تھا کہ مل قبضہ وہ سلوظ ہی ہے۔
لیکن داغ دل ان گواہی کی نفی کرتا نظر آ رہا تھا۔ حالات بھی تو کچھ ایسا رخ اختیار کر گئے تھے کہ ان سارے
ذلت کا افسانہ۔ اتفاقات۔ حادثات۔ معجزات اور کرشمات پر ہو کر رہ گیا تھا۔

میں اس کا مزنگ تک آنا اور بیو چھاؤنی سے ملنا تو اتفاقات پر ہی منحصر تھا۔ اور اس کے نزدیک
کوئی ایسا چیزہ یا شکر نہیں تھا کیونکہ دنیا میں آسے دن ایسے ہی واقعات رونما ہوتے ہی رہتے ہیں۔

غور اس کا سرگودھا آئے ہوئے ایک حادثہ سے دوچار ہو جانا اور ایک ایسے ہسپتال میں داخل ہو جانا
جہاں انسان دوستی میں نرس مس شان کا سے نون دینا اور پھر۔ اس کی سلوظ سے اتنی زیادہ مشابہت کہ
ایک کو چھاؤ اور دوسری کو سامنے کر دو۔

پھر دیکھتے والہ اس میں کوئی خامی کوئی فوق تلاش کر سکے۔ وہ تو اکثر تھا اور اس نے پڑھا ہی نہیں سہن
تو پھر بھی کھتا کہ جو ان بچوں میں آپس میں بہت مشابہت ہوتی ہے۔

عین شہینہ اتنی کہ ان کی فطرت علیحدہ تھا۔ صفت کے لیے۔ کوئی نہ کوئی نشانی نشان لگانا پڑتا ہے اور
بہت زیادہ مشابہت صرف جو ان بچوں میں ہی ہوتی ہے۔ اور ہٹنے کے بہن بیبا بوں میں اگر ہوتی بھی ہے تو
تو زیادہ نہیں۔ اور ایسے لوگ جن کا آپس میں کوئی رشتہ ہی نہیں ہوتا۔ جن کی دوستی بھی جدا گانہ ہوتی ہے اور
شک کی۔ ان کی بھی اگر آپس میں مشابہت ہوتی ہے تو اتنی زیادہ نہیں جتنی کہ اس مس شان اور سلوظ میں تھی۔

پہلے سے تو معمول پر لے اور پھر صفائیاں بھی پیش کر لینا۔ آفتاب میں ایک کامیاب تھا۔ اتنا تو کچھ گیا تھا کہ
کچھ بے ضرور کر گیا ہے یہ اسے معلوم نہ تھا۔

”تجارت سے داغ میں تو شیطان نے کھو لست بنا کر رکھا ہے نہیں ایسی باتوں کے سو اور تو جو بھی کامیاب
ہے۔ مگر اب اس ناکم کو کھتی کر دو تو بہتر ہے۔ وہ اتنی بیزاری اور ناگواری سے لولا کہ آفتاب کو ناگوار
ہی ہو نا چاہا۔ اصل میں وہ اسفند کے خیالات میں ہی طرح حارت ہو رہا تھا۔ جو تھی وہ چپ بوا اسفند کے خیالات
میں طرح طرح کے خیالات کی ایک ردی چلنے لگی مس شان کا چہرہ۔ اندازہ۔ تقدیر قامت بلکہ پورا مزا پانچ
وجود کی صورت میں اس کی آنکھوں میں آڑ آیا۔

وہی چہرہ۔ وہی رنگت۔ وہی سراپا۔ وہی جیکسا سا انداز اور وہی آواز جو اس کے دل میں عشق ہو کر رہی تھی۔
کوئی چیز بھی تو اس بات کی نفی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ سلوظ نہیں ہے۔ اور اگر وہ سلوظ سے اتنی زیادہ مشابہت
بھی رکھتی ہے تب بھی یہی کہوں گا کہ وہ سلوظ ہی ہے۔ کیونکہ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں سا تانامان
اور صریح دھوکا میں تو تزاروں میں نہیں لاکھوں میں بھی اسے پہچان سکتا ہوں۔

وہ خواہی روپ اور کسی جسم میں بھی میرے سامنے آئے۔ حد تو یہ ہے کہ اس کی آواز بھی ہو کر رہی ہے۔
ہاں وہ صدقہ سلوظ ہی ہے۔ یہی تو وہ میرے بلانے کے باوجود میرے پاس نہیں آئی میرا سامنا کرنے سے
گریزان رہی۔ کہ کہیں بھی اسے پہچان نہ جاؤں۔ ورنہ اگر وہ مس شان ہی ہوتی تو مجھے دیکھ کر اس قدر جو کچھ لڑا
نہیں۔ یوں جلدی سے کمر اگڑا نکل جاتی۔ نہ ہی اس قدر ناگواری اور ریر کی اختیار ہی کرتی بلکہ شے غلامی اور
خندہ پیشانی سے پیش آتی کیونکہ بوقت رخصت میں اس کا شکر یہ ادا کرتے ہی تو کیا تھا اسے کاٹنے یا چھڑانے کی لڑائی
سے تو نہیں۔

یوں میں یہ عام سی نرسیں بڑی ہیں کلم اور توڑی متوڑی خوشامدی ہی ہوتی ہیں کہ ان کا پیشہ ہی ایسا ہوتا
ہے۔

اپنی طبیعت پر جب کہ کے دوسروں کی دلجوئی اور خدمت کرنا۔ اور ان کا نمر جانا۔ مگر وہ سلوظ ہی ہے۔ لے
معلوم ہے میرے رویے اور الزام تراشی سے اسے خد سے سخت بدظن اور متنفر کر دیا ہے۔ لیکن تعجب ہے اس قدر
متنفر ہونے کے باوجود بھی اس نے اپنا خون دے کر میری جان کیوں بچائی ہے؟

جبکہ میں نے تو اسے ذلیل و خوار کرتے میں کوئی رقیبہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اب یہ کیموں کہ اس نے انجانے
میں جہر دی کے جذبے سے زیر ہو کر اور میری بے بسی اور بے کسی پر ترس کھا کر مجھے اپنا خون دیا تھا تو یہی بورتا
ہی ہو گی۔ اس نے یقیناً رسمی حالت میں دیکھ کر مجھے پہچان لیا ہو گا۔ مگر وہ یہاں سرگودھا آئی تھی ہے کیونکہ
جبکہ لفظ نے تو کراچی کی ہر لگی ہوئی تھی۔

اور پھر دن ہی گتے ہوئے میں اسے اور مجھے گھر سے نکلے۔ ہم دونوں نے تقریباً ایک ساتھ ہی ٹوکر چھوڑا تھا
اور اتنے قلیل ترین عرصے میں وہ یہاں سرگودھا بھی پہنچ گئی اور میرے یہاں پہنچنے سے قبل وہ ملازمت پر ہو گیا
گئی۔

بھیلا یہ کیسے ممکن ہے۔؟
پھر وہ دل ہی دل میں حساب لگانے لگا کہ سلوظ کو اس کا گھر چھوڑے آخر کتنے دن ہونے ہیں۔

اس کے جاننے کے اگلے ہی دن وہ گھر کو خیر باد کہہ کر جوں میں چلا گیا تھا۔ جہاں اس نے پورا ایک ہفتہ گزارا تھا۔
کراچی سے شان اور سلطان سے لاہور میں روز سلوظ گزارے تھے اور میں نے لاہور میں سرگودھا میں قیام کے علاقے
تو پانچویں دن اور اسی چوتیس دن کے عرصے میں وہ طویل فاصلے پہنچا کہ کراچی سے سرگودھا بھی اتنی ہی
دہ گما ہسپتال تک اس کی انٹری سے بہت پیٹھ۔
کیونکہ وہ وہاں پہلے سے ہی ملازمت کر رہی تھی۔

حسب کہ وہ چھو پھانکی زبان کی برہنہی سن چکا تھا کہ ان کی دوسری ہوی کے لیٹن سے شرف اور نہشت سلوٹ کی ٹولہ ہونے لگی۔ گو با اس کا امکان بھی ٹھہر سوا گیا تھا کہ اس کی کوئی دوسری بڑھال بہن بھی ہو سکتی ہے، اس نکتے پر توڑا نہ تھا وہ اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ خود جا کر مس شان سے ملے گا اور پر معلوم کرے گی دم سے لگا کر اصل معاملہ کرے۔ ایک آس اسے یہ بھی بندھ گئی تھی کہ اگر وہ واقعی سلوٹ ہی ہے تو پھر اس کے لیے نہ مستند ہی نہیں رہے گا۔

چینگ نو بہت تھوٹی ہی بات تھی۔ اسٹند کو تو ایک بہتر ازنی ہی تھی کہ نہ اٹھتے ہیں نہ بیٹھتے ہیں بس ایک ہی خیال ایک ہی نکتہ، ایک ہی دھن کہ بس کسی نہ کسی طور پر مس شان کی اعلیت کو در پانت یا دوسرے معنوں میں اس کی اعلیت کا پردہ چاک کر کے سلوٹ کو برآ کر لے۔ گو یا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح مس شان کو سلوٹ ثابت کر کے دکھائے۔ ان دنوں وہ یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ چھو پھان سے وعدہ کر کے آنے کے بعد سلوٹ کی طرف سے اس کا پھر لپٹن نہیں۔ قراب ہوگا تھا باس کے بارے میں کیسے خیالات تھے۔ جن کے پیش نظر وہ سلوٹ کو کھوج نکالنے میں لیت لعل سے کام لے رہا تھا۔

جیسی تو مٹانے پر کراچی کی ہر رکن کو اس خیال سے وہ لا پرواہ سا ہو گیا تھا کہ کراچی جیسے غدار شہر میں جو سمندر کی سرکشیاں ہوں تو طرح چھوٹی بڑی ہر شے کو اپنے اندر سمو لیتا ہے سلوٹ کو آسانی سے ڈھونڈ نکالنا آسان کام نہ تھا۔ البتہ جب وہ کراچی جا پس لوٹے گا تو اسے ڈھونڈنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ اور اس کا اصل سبب یہی تھا کہ اس نے ان سے سلوٹ کے حصول کی لگن جاتی رہی تھی۔ وہ تو حالات کشاں کشاں اسے سرگرم دھالے آئے تھے اور اس نفلان پر وہ صدیقی دل سے کوشش قدرت اور معجزات پر ایمان لے آیا تھا۔

اسے اسپتال سے آخواب کے دوست کے ٹھکانے و روز جو گھنٹے تھے۔ اور جب سے بار بار وہ ان حالات پر غور کر کے واقعات کی کڑیاں جوڑا۔ باہر تھا۔ جس روز وہ کیٹین اہتمام کے گھرا یا اس سے اگلے روز اپنی شدید مصروفیت کن وجہ سے آخواب اس سے ملنے نہیں سکا تھا۔ اس نے فون پر اس سے معذرت بھی کر لی تھی، مگر اس سے اگلے روز بھی اس کے آنے کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ کیونکہ اس کی راہ دیکھتے دیکھتے شام ہو گئی تھی وہ چاہتا تو خود بھی اسپتال جا سکتا تھا۔ مگر اسٹانڈ ہانے کا ایک تو کوئی جواز ہی نہ تھا۔ کیونکہ اس کے ٹھکانے پر جو بیٹریج بندھی ہوئی تھی وہ ٹہنیوں کو آپس میں جوڑنے سے بچنے کی خاطر ہی تھی اور اس کے ٹھکانے یا تبدیل کیے جانے کا کافی الوقت کوئی امکان ہی نہیں تھا۔

جبکہ پہلے پھرتے ہیں اسے کوئی تکلیف یا وقت بھی نہیں ہوتی تھی۔ میں کبھی کبھی بیرون پر نکلتے وقت
کی بجلی ہی جب تک ضرور مسوں ہوتی تھی۔ اور یہ کوئی ایسی قابل توجہ بات نہیں تھی۔

دوسرے وہ آفتاب کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ آفتاب کو نہ صرف بات کرنے کا ٹھکانا تھا بلکہ وہ اپنا
کے گلے سے خاصا نکل بھی گیا تھا۔ لہذا اس کی نظرت ہی کبھی تھی اور اگر وہ من شان کے بارے میں کچھ سوچتا
ہو تو پتہ چلا سکتا تھا تو کسی کے ذریعے پہنچا سکتا تھا۔ بلکہ وہ تو من شان سے ملنے اور اسے دیکھنے کو بھی جا رہا تھا۔
پس ہی ایک اشتیاق ہی ایک آرزو تھی جس نے اسے کشش احتشام کے گھر کے اجنبی سے ماحول میں رہنے پر مجبور
کر رکھا تھا۔ ورنہ وہ تو ایک دن بھی سرگودھا میں رہنے کا ارادہ نہ ہوتا۔

کیونکہ من شان اس کی راہ میں ایک رکاوٹ ہی بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اور وہ اس کا مقصد حل کرنے ہی رہا ہے
جاسکتا تھا۔ یہ حال پورا دن گزار کر کہیں بعد مغرب آفتاب نکل کے آیا تھا اس نے آتے ہی گزشتہ روز ز آفتاب کی
گویا صفائی پیش کی۔

”ویری سوری یاد برسوں ڈوبی پر واپس پہنچے ہی کچھ ایسے اہم کام سر پر ڈال دیے گئے کہ ایک جھپٹائی ہی ہوتی
منہیں ملی یقیناً کروڑوں سے سو رہا ہی نہیں۔ آج میں نئے کے قریب نہیں جا کر فرصت ملی تو اتنا تک گیا تھا کہ
پہنچتے ہی دروی اور جوتوں سمیت ہی پڑ کر سو گیا۔ اب آنکھ کھلی تو میں لباس تبدیل کرنے کے سیدھا تمہارے پاس چلا آیا
اور وہ میں کا موڈ آفتاب کا اظہار کرنے کرتے نہ صرف آف ہو گیا تھا بلکہ اس اعلیٰ ماحول میں تمہاری جیسے بیٹے اور بڑے
کا شکار بھی ہو گیا تھا بیٹے جو نے منہ کے ساتھ نہروٹھے سے انداز میں بولا۔

”جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو کم از کم میرے سامنے تو تمہیں کوئی رصاحت پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ
میں تمہارے فراموشی کی نوعیت سے بخوبی واقف ہوں۔“

”راہب اگر واقعہ ہی ہو تو پھر تمہارے روح روشن پر ہی اتنی سوچی چلی کی تہ کیوں تھی نظر آ رہی ہے اس پر انداز
تکلم میں ایسا جیسے گورے شے میں پتھر بھر کر کوئی اسے ہلکا ہوا ہوا آفتاب نے اسے منہ پھلٹے دیکھ کر پوچھا۔

”چوٹی کی تہ میرے چہرے پر نہیں چھائی انکھوں پر چڑھ گئی ہے تمہیں تو سامان کے اندر کی طرح نہیں بڑی
پرا نظر آ رہا ہے ورنہ میں تو جیسا تھا ویسا ہی ہوں اب تمہیں دیکھ کر ہنسا لگائے سے تو رہا تھا اسفند نے پہلے گئے
کے سے انداز میں کہا۔

”بابا یا یہ مٹھا بھی خوب کہا تم نے۔ گویا تمہیں کے فن پر بھی تمہیں خاصا عبور حاصل ہے۔ واہ کیسے مٹھا
کہا ہے۔ واہ جو اب نہیں اس اور کا بھی آفتاب ایک قبوہ بنگا لہوا۔ اب آفتاب کو اس کی نارا مٹی کا لاس ب
تو معلوم نہ تھا۔ وہ تو چینی بھر رہا تھا کہ اس کی دونوں کی نظر جاہری نے اسے نارا مٹی کر دیا ہے۔ اسفند نے جواب میں
بھی کچھ نہیں کہا۔ میں اس پر ایک مطلق سکتی نظر ڈال کر کہہ گیا۔

”ارے یار جب میری جھوڑی سے واقف ہی ہو تو پھر اتنا تہیما دکھانے کی کیا ضرورت ہے جانتا ہوں کہ اس اجنبی
اور نئے سے ماحول میں تمہارے کرتے میں کوئی وقت اٹھانی ہوگی۔ مگر خراب تو میں فارغ ہوں کل عام تعطیل ہے اور
پرسوں بھی کچھ چھٹی ہی ہوگی اس کے بعد پورا نہیں تو کم از کم آرمی جگہ اور صحتی رات تو تمہارے ساتھ ہی گزارا کرے
گی آفتاب اسے اس قدر چیں چیں دیکھ کر بولا۔

”ہو نہ ہوا وصال اور آدمی رات۔ جیسے میں ساری زندگی میں گزارنے آیا ہوں۔ چنانچہ وہ کوئی ہی نہیں ہوا
تھی جو مجھے بیٹھے بیٹھے یہاں آنے کی سوجھی تھی۔ جہاں آکر ایسا جھنسا کہ آج میں باس روز جو کئے اور کوش
کے باوجود یہاں سے نکل ہی نہ سکا۔ مگر اب ایک دن بھی مزہ مجھے یہاں گزارا گیا اور انہیں میں کل سچ جگہ سال سے
چلا جاؤں گا اسفند بگڑے بگڑے انداز میں بولا۔

”اچھا تو کیا تمہارے نکلنے کی چوٹ ٹھیک ہو گئی ہے آفتاب نے واپس کے لیے اس قدر سنجیدہ دیکھ کر اسے نکلنے
کی تکلیف کا احساس دلایا۔

”نکلنے کی چوٹ کوئی ایسا مشکل یا تشریش ناک نہ ہو نہیں ہے۔ جو تو اپنی جگہ پر جم جائے گی پتہ چلے گی کھول دی
جائے گی اور یہ کام کراچی میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ زیادہ بہتر طور پر ہو سکتا ہے اس نے بڑا کن سے لہجے میں کہا۔
”وہ تو ٹھیک ہے مگر کیا تو تمہارے سر کے ٹانگے بھی خشک نہیں ہوتے تمہیں جانے سے پہلے کم از کم ایک تہ
زلزلہ صاف گور کھارنا چاہیے تھا۔ اور چلنے پھرنے میں تمہارے پیر میں تکلیف تو نہیں ہوتی آفتاب چاہ رہا تھا
کسی سے کسی بیاتے وہ اپنے دوست کو جاننے سے باز رکھے۔

”نہیں اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ سر کے ٹانگے بھی آدھے سے زیادہ خشک ہو کر جھوٹے ہیں اور اگر نہ
بھی چھوٹے ہوتے تب بھی میں یہاں سے جانے کا مقصد ادا کر چکا ہوں اسفند اٹل سے لہجے میں بولا۔

”خیر تمہاری مرضی۔ ورنہ میں نے تو ایک قاعدے کی بات ہی تھی۔ کہ ایک تو تم خرمن زیادہ بہتر جاننے کی وجہ سے
کو رو ہو گئے ہو۔ دوسرے جاننے سے پہلے نہیں کم از کم زلزلہ صاف اور سر میں اٹھاؤ وغیرہ کا شکر یہ تو ادا کرنا چاہیے تھا
جنہوں نے تمہیں جاننے کے لیے اڑی اور چوٹی کا زور لگا دیا تھا بلکہ دوسرے مضمون میں دن کو نیکھا تھا۔ رات کو۔
رات آفتاب نے کہا۔

”قرآن دونوں سر میں رکھا ہی نہیں بلکہ تقریباً پورے ہی گلے کا شکر میں پورے دن سے روا لگی کے وقت ادا کر
چکا ہوں اور جہاں تک میری جان جانے کا سوال ہے تو وہ اللہ تعالیٰ نے ایک نرس کے دل میں بری بھڑدی اور دم ڈال
کر کہاں تھی۔ ویسے ہی موت اور نیست خدائے ہی اختیار میں ہوتی ہے کسی بندے میں اتنی تاب اور جمال نہیں کہ وہ
کسی کو مارا یا جلا سکے اسفند بولا۔

”خیر یہ تو ایک جاہل شخص ہی جانتا ہے کہ موت و زلیست خدا کے اختیار میں ہی ہوتی ہے۔ مگر موت کے منہ سے
نکل کر زندگی کی لذت لے جانے کا فریق بھی خدائے بندے کو ہی سونپا ہے۔ ورنہ ایکسٹنٹ کے بعد جو حالت تمہاری
برگئی تھی اگر ایسی حالت میں تمہیں یو بھی چھوڑ دیا جاتا یعنی فی سول اللہ تو پھر آج تم یوں پتھر پتھر باتیں کرتے نہ نظر آتے۔
ویسے یار ایک بات تو جاؤ۔ کیا تم نے اپنے شوق سے یہ میڈیکل لائن اختیار کی تھی یا عشق اپنے والدین کی ویرینہ
خواہش پر یہ لائن اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے آفتاب اس کی باتوں پر قدرے جھڑسا ہو کر بولا۔

”کیوں نہیں یہ خیال تمہیں کیوں آیا۔ جبکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میرا شروع سے رحمان ہیں اس طرف تھا۔ اور
پھر کسی پریشانی میں آکر وہ بھی جھٹک کا چٹاؤ کرنے میں تو کسی کا بھی وطن پرورش نہیں کر سکتا تھا یوں بھی میں نے
جسٹا پر صلے اپنے شوق سے ہی پڑھا۔ مجھے قدرے چٹک کر بولا۔

”تو میری ہی کیوں لگا کہ تم نے اتنا کچھ پڑھا کہ تم کو علم لگھوں پر ہی لا رہا ہے۔ تمہی تو ڈاکٹر ہو کر تم ایسی باتیں کہتے
جو جو صحت ان پڑھ ہی کر سکتے ہیں۔“

آفتاب نے کہا۔ اور اسفند نے سچا کہا اس نے آفتاب کی اسپتال جانے کی اچھی خاصی تجویز کو رد کر کے صحت عیانت
کا ثبوت دیا ہے ورنہ اتنا اچھا موقع ملا تھا اس شان تک رسائی کا۔ اب بھلا اس سے کیونکر کہے کہ میں تو تمہارا
اظہار میں اپنی طرف سے بیٹھا تھا کہ کب تو آؤ اور کب میں کسی نہ کسی بہانے سے اسپتال چھوڑوں۔

”یار یہ یہ شہابی اور بے مروتی کم از کم تمہارے پیشے سے تو مطالقت نہیں رکھتی تمہیں تو بہت عظیم ہیبت
نفس اور فخر المزاج ہونا چاہیے۔ اسے خاموش دیکھ کر آفتاب گھبرا کر اس نے اپنی باتوں سے اسے قائل کر دیا
ہے۔“

”اوہو بس آؤ تم جاہلے کیا ہو کیا یہی کہ میں کل اپنا جانے کا ارادہ ملتوی کر دوں تو یہ گلے ہی نہیں۔ اس
نے حالت کو سزا چھوڑ کر کہا۔

”خیر گلے اور ناکھن کی بات تو رہتے ہی دو کیونکہ ہمیشہ سے میں دستور رہا ہے کہ انسان اتنا ہی مرضی سے ہے اور
چاہا دوسری کی مرضی سے۔ کیوں میں اب تمہیں روکوں گا نہیں۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ جانے سے پہلے ایک تہ
اپنا ٹھیک اپ ضرور ڈالو آفتاب بولا۔

”مگر اب وقت ہی کہاں رہا ہے چیک اپ کرنے کا۔ صبح میں جا رہا ہوں اور اس وقت رات ہو گئی ہے نہ انداز اس انداز میں کہا جیسے کتاب کی باتوں سے ترقی ہو گیا ہو۔“

”رات ہو گئی ہے تو کون سی امیسی آدمی یا تین ہفتے کی رات ہوئی ہے۔ ماہی تو مغربی افق پر شفق کے دیش بھی نہیں دھندلائے۔ یہ کہو کہ تم جانے کے موڑ میں نہیں ہو۔ آفتاب اس کے اوپر ڈرے پکڑنے پر چڑھ کر اٹھا۔ اور اسے نہیں بار موٹو موٹو دیکھا۔ کہیں نا کہیں تو چلنا ہی ہے تو پھر چلو اسپتال ہی چلے چلنے میں اس نے مزہ اٹکار کر مناسب نہ کیا اور اسپتال جانے کے لیے آمادگی کا اظہار کرنا تو بولا۔“

”او گڑ۔ تو پھر چلو ہی سے تیار ہو جاؤ۔ آفتاب نے اس کی آمادگی پر خرم ہو گیا۔“
”ہیں تیار ہو تا کیا ہے۔ میں کوئی بر دکھوں تو جا نہیں رہا۔ میں اس پینٹ اور شرٹ میں چلا جاتا ہوں۔ بہت تو اس پر کوشش نہیں لوں گا۔“

”ہاں کوٹ ضرور میں تو کچھ کر گھائی جاڑا شروع ہو چکا ہے اور شکلی بھی بڑھ گئی ہے۔ آفتاب نے کہا تو اس نے آٹو کر کوٹ پہنا اور چپ چاپ آفتاب کے ساتھ اس کی جیب میں بیٹھ کر اسپتال کا رخ کیا۔“

وہ بڑھے جلسے میں چڑ گیا تھا یعنی آفتاب کے ساتھ آئے تو نو آگیا تھا۔ لیکن دل کی بات اسے نہیں بتا سکا تھا۔ اور پھر اس نے تو آفتاب پر ظاہر ہی کیا تھا کہ اسے اس وقت اسپتال کی کوئی احتیاج ہے نہ ڈیجی۔ اس کے باوجود بھی وہ چاہ رہا تھا کہ آفتاب کے ذریعے مس شان سے ملے اور اس کی وساطت سے مس شان سے بات کرے۔ مگر ایسا کرنے تو کچھ نہ کرے۔ کیونکہ اسے کسی قیمت پر بھی یہ گوارا نہ تھا کہ سلوٹ سے اپنے تعلق کو بیان کرنا تو بڑی بات وہ سلوٹ کا نام بھی اس کے سامنے لے کر یہ اس کا اور اس کی پھر بھی کافاقی مسئلہ تھا۔ اور آفتاب کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنا وہ اپنے وقار کے شافی سمجھتا تھا۔

وہی بھی جھلا وہ سلوٹ سے متعلق ساری تفصیل کہہ کر بیان کر سکتا تھا۔ آفتاب سے کیسے کہہ سکتا تھا کہ اس کے چھو بھائی ہیں یا پھر صحیح معنوں میں بیٹی کھر چھوڑ کر کہیں رو پش ہو گئی تھی وہ بھی اس کے گھر ہے مگر خورامی نے اسے محسوس نکل جیلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور اس ضمن میں باقی تمام واقعات بھلا وہ کیسے اسے بتا سکا کہ اسے مس شان کی خوشبو پر نہیں مرنا بلکہ یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ کیا وہ سلوٹ ہی ہے اور اس لیے بڑی بے چینی سے تیار انتظار قائم آؤ اور تمہارے ساتھ چل کر مس شان کی اہمیت کا پتا چلاؤں۔ اور اسے جو تیرے بیرون میں بیڑیاں ڈال رہی ہیں۔ یہی حقیقت معلوم کیے بغیر یہاں سے جا ہی نہیں سکتا۔ وہ تو میں تمہاری دودن کی غیر حاضر پریشان کا ایک اظہار تھا۔ درمیرا تو درمیرا کچھ بھی وہی کا ارادہ نہیں ہے۔“

گو محسوس کی کیفیت میں مبتلا ہی سوچے جا رہا تھا کہ آفتاب کو کون الفاظ اور معنوں میں اپنے اسپتال جانے کا مقصد بھائے۔ آخر بہت سوچ و بچار کے بعد اس نے جو موضوع نکالا۔

”یاد لوں تو تقریباً ہر اسپتال کا عمل ہی فرض شناس اور مستعد ہوتا ہے لیکن۔ اس اسپتال کے عمل کے غلوں۔ اپنا نیت اور توجہ سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ اور خاص طور پر نرس شان سے جس نے مجھے اپنا خون دسے کہ زندگی کی طرف لوٹا دیا۔ اصل میں تو شکر ہی مجھے اس کا ادا کرنا چاہیے۔“

”لیکن تم نے اس کا شکر یہ ادا تو کر دیا اب تمہی یاد کرو گے آخر جبکہ وہ تو ایسی بگڑی جیسے تم نے کوئی بے جا بات کہہ دی ہو۔ آفتاب بولا۔“

”لیکن میں نے تو اس کا شکر یہ ادا نہیں کیا تھا۔ وہ تو تم نے ہی بیچ میں کوہ کر نہ جانے کیا انٹ فنٹ بک دیا تھا۔ تمہی تو اس کی تیوری ایک دم ہی چڑھ گئی تھی۔ آفتاب نے کہا۔“

”لوہ اور ہوئی۔ اسے گھاس تو تمہیں نے تینوں ڈالی تھی۔ اس پر اسے دیکھ کر تھری مٹی ہی گم ہو گئی تھی آخر مجھے ہی بیچ میں کوہ کرنا پڑا تھا اور میں نے اس سے کون سا ایسا اظہار ملنے کیا تھا صرف تمہارے آنے کی خوشی و غایت ہی تو بیان کی تھی۔“

”اور اب ہاں یہ تو تم نے چھایا ہی کیا تھا۔ مگر میں خود اپنی زبان سے ایک مرتبہ اور اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے بھول کر وہ ایک معمولی سی فرس بھی ہے تب بھی ہر روز پر محرت کا احترام کرنا واجب ہے۔ خواہ وہ کسی بھی شے سے تعلق رکھتی ہو اور اس نے تو مجھ پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ اسپتال پہنچ کر سب سے پہلے ہی اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آفتاب نے اسے خراجِ پناہ عطا بیان کر ہی دیا۔“

”ہاں اب تو یہ کہو کہ اس کے تیرے نظریے تمہیں کھانا ہی کر کے چھوڑا۔ ویسے وہ جو انگریزی کا ایک مقولہ ہے۔
Love at first sight saves lot of money and time.

پھر تمہی محبت میں پیسے بھی جیتا ہے اور وقت بھی آؤ تمہارے لیے تو یہ بہت سارے مند رہے گا۔ یعنی خیال پڑائیں اسے اس کے کہ وہ لڑکی تمہارے شوق سے مل نہیں سکتی۔“

آفتاب نے مشاعرہ مار کر کہا۔ مگر اس کا بوجھتا سا تھا۔ اور وہ جو نہایت سبر و مہل سے اس کی بکواس سن رہا تھا اس نے اٹنا اس پر غصہ کرتے ہوئے کہا۔

”تمہاری اس ٹوینڈنسی (LOW TENDENCY) سے اس سے زیادہ اور میں کیا کیسپیکٹ۔ (توقع کر سکتا ہوں۔ درمیان تو ایک اطلاق فریضہ ادا کرنا چاہ رہا تھا۔ اندازم ہو کہ اپنی جھکی ہوئی ذہنیت میں بات کو کہاں سے کہاں لے گئے۔“

”اسے کاش میں کہہ سکتا کہ یہ سب بات وہیں تک محدود ہو۔ آفتاب پھر فخر کئے سے باز نہ آیا۔ اسفند نے اس کے اس فقرے کا جواب دینا ضروری نہ کیا۔ کیونکہ وہ اس گفتگو کو طول دینا چاہتا تھا تا بہت ہی۔ یوں ہی ان کے بیچ شروع آفتاب کو پہلے سے پھوڑا کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔ سارا دماغ اس وقت کے وقت وہ ہتھے ساتھ چلنے پر مائل تھے۔ یہی درمیرا سا تمام تھا اور وہ دونوں اسپتال پہنچ گئے۔ اندازمات میں قدم رکھتے ہی فرش سے اپنی نالی اور دو واڈن کی ملی جلی ہونے ان کا سواگت کیا۔“

اسپتال کا داخلہ ہی وہی تھا جو تقریباً سارے اسپتالوں کا ہوتا ہے۔ وہی ریموں کی آمد و رفت۔ وہی ادھر ادھر پرتی فرمیں۔ اسٹریچر اور ڈرائیو رکھنے والے ڈرائیو۔ ادا کاراؤنڈنگ ٹاگے ہونے والا ڈرائیو اور ڈاک گھنٹے بند ہونے والا ڈاک۔ مگر اس پر بھی ایک سونا سونا بات۔ ایک ویرانی سی۔ یوں ہی اس لیے اسپتال میں اتنا رش نہیں تھا۔

زندگی کی تحریک اگر وہاں دواں تھی تو بہت سنے تلے انداز میں ایک تاحہ لے کے ساتھ ایک عجیب سی خاموشی چہاروں مسلط تھی۔

”بازرگونی کی نظر نہیں آ رہا تو سرچین عارف کے روم میں چلے ہیں۔ آفتاب نے ادھر ادھر گھومتی غیر شناسا سورتوں کو بھوکھرا دسے کے چلنے اور چلنے ہونے فرش پر چلنے کو کہے تھا۔“

جبکہ اسے کسی سرچین سے غرض تھی نہ ڈاکٹر سے۔ وہ تو اندر داخل ہوتے ہی ادھر ادھر دیکھ دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ کچھ اس شان میں بھی ہے کہیں ہی تو ملے گی۔ اس کی ڈیوٹی میں بیچ ہو گئی ہو۔ اور رات کے بجائے صبح ہی تبدیل کی گئی ہو۔ یا پھر اندر کسی وارڈ یا روم میں موجود ہو۔ اب بھلا میں اس کی تلاش میں کروں گوا چھاننے سے تو اب آفتاب نے اس سرچین عارف کے روم میں پہنچ کر کہا تو وہ اپنی خیالات میں کھویا کھویا اس کے ساتھ سرچین عارف کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اور جب وہ دونوں ایک طویل راہداری سے گزرے اور ایک نصرت سے زیادہ کوڑے اور عبور کر کے سرچین عارف کے کمرے تک پہنچے تو باہر بیٹھے ہوئے چہرے سے ان کا راستہ روک کر بتایا کہ سرچین عارف اچھانک نہیں آئے اور انکان کے آنے کا کوئی امکان ہی ہے۔ تب آفتاب نے اسفند سے کہا۔

”پلو پلو راجیب چلے ہیں۔“
”ان خواہ خواہ یہاں آکر وقت منافع کیات اسفند بھی بولا کہ اسے مس شان کے چلنے کی بھی کوئی امید نظر نہیں آ رہی۔“
”ان اندر ہی اندر وہ بچہ سا گیا تھا۔ دفعتاً آفتاب نے اسے ٹوکا مارتے ہوئے کہا۔“

"لو سبھی کنواں آج خود گل کی سیاسے کے پاس آ رہا ہے۔ غائبے خوش قسمت ہر قسم اس معاملے میں۔
"بائیں دہاٹ۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ اسفند۔ اس کے بچو کا مارنے کے باوجود بھی نہیں گورنر کا اس کا اشارہ
کس طرف ہے۔

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو وہ دیکھو سامنے۔ وہ تھماری گل اندام اور صریح کا رُخ کر رہی ہیں۔ اور اس کی بات پر
اسفند نے بہت چرنگ کر سامنے دیکھا۔ اصل میں دونوں دوست راہ جاری ہو کر سرچ سے ہوئے اس پر اسفند نے
آگے تھے۔ جہاں میری توتوں کے وار ڈرتے اور سوسے پر ڈیوٹی دم۔ اور میں شان شاید ڈیوٹی سے ہی نکل چکی تھی اس کا رُخ
ان دونوں کی طرف ہی تھا۔ اسے دیکھ کر اسفند کا دل بیوں اچھلنے لگا۔
قدرت اس پر اس قدر مہربان بھی ہو سکتی ہے اسے یقین ہی نہ آیا۔

اصل میں وہ اس قدر غیر متوقع اس وقت نظر آئی تھی جب وہ اس طرف سے ملاؤں سے ہو کر واپس جا رہا تھا۔
وہ خود پر قابو نہ پاسکا۔ اور آفتاب کو نیچے ہی چھوڑ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اور وہ جواسے اپنے طرف
بڑھتا دیکھ کر ہلدی سے دوسری طرف گھوم کر واپس جانے لگی تھی۔ وہ اس کا بچا کرنا ہوا اس کے قریب جا کر اور
"سینے میں شان میں آپ سے تو اس نے کھڑی ہر کوڑک کر اس کی طرف گئے بغیر بڑے درشت نیچے ہی گیا۔
وہیں اس وقت سخت مصروف ہوں آپ بلز میرا نام ویسٹ نہ کیجیے۔ اور اتنا کہہ کر وہ بڑی سرعت سے چلے گیا
وارڈ میں غصے لگی اور وہ اپنا سامنے لینے وہیں کھڑا رہ گیا۔

"معلوم ہوتا ہے میں شان نے گھاس نہیں ٹانی۔ یہی تو تم ریوڑ سے بھڑ جانے والے سینڈے کی طرح ایک دم
بے کسی کا ہتھیار بننے نظر آ رہے ہو۔ مگر خیر بہت نہیں ہارتے۔ دراصل درست آیدے آفتاب نے جو اسے میں شان کی طرف
بڑھتا دیکھ کر اپنی جگہ پر ہی گر گیا تھا۔ اچانک ہی بچھے سے آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو یہی ہر چرنگ
کواس نے اپنے شانے پر رکھا اس کا ہاتھ پٹانے ہوئے بڑے غصے سے کہا۔

"ہو بھی نہیں تو سامنے اول توں بکتے کے کچھ آتا ہی نہیں۔ ورنہ اس کی کیا مجال جو مجھے گھاس نہیں ڈالے ایک بچی
تس۔ باقی فٹہ۔ اس وقت تو نہیں مگر آفتاب کے کہنے پر ہی اسے اپنی اور شان کے درمیان مشیتوں کے فرق لادانی
کے ہاتھوں خواہ ہوئے کا احساس ہوا تھا۔ اس لیے وہ ایک دم ہی بھول اٹھا تھا۔

"ہیں ہیں اننا غصہ ٹھیک نہیں ہے۔ ویسے بات کیا ہوئی کچھ تو بتاؤ۔ آفتاب نے قدرے سفید ہو کر پوچھا۔
"بات کیا ہوتی۔ اسی روز کی طرح غزہ دکھا کر گئی ہے۔ مگر خیر دیکھا جانے گا۔ آؤ اب چلتے ہیں۔ اس سے
پہلے کہ آفتاب سر پر کوئی سوال کرے اسفند نے ہلدی سے باہر کا رُخ کر کے ہوسے کہا۔ پھر وہیں بیٹھے کے بعد ہی
عاموش خاموش سا رہا۔ جبکہ آفتاب بہت کچھ تار لگتا تھا اور بہت کچھ کہنا بھی چاہ رہا تھا۔ مگر وہ اسفند کی طرف سے
بھی کوئی واقعہ تھا کہ اس سے کچھ اگلا نا تو کھلا اس معاملے کو زیادہ کر دینے پر وہ اس سے خطا ہو جانے لگا۔ وہ
اس کا موڈ بچانے کرنے کی غرض سے اسے شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں لے گیا۔ جہاں بیٹھ کر دونوں نے مانگا
کھانا کھایا۔ موصوعہ بولا۔

اور حرا دھر کی باتیں ہوئیں۔
اس کے باوجود بھی اسفند اٹھا اٹھا سا رہا۔
پھر آفتاب اسے اس کی رہائش گاہ پر چھوڑ کر صبح آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ اور وہ شب خوابی کا لباس تبدیل
کیے بغیر۔ بڑی دیر تک بیٹھا۔ اپنے اس حد تک کہ جانے پر کھولتا ہی رہا۔

آخر کچھ کی ضرورت تھی اس قدر بے قابو ہو جانے کی کہ اسے دیکھ کر بلا سوجے سمجھے اس کی طرف دوڑ کر
اور نتیجے میں منہ کی کھائی کی قدر تو لیں ہوا ہوا میں خود اپنے ہاتھوں سے آفتاب بھی کیا سوچتا ہو گا کہ میں کس قدر
گورا انسان ہوں۔ کہ اتنی اعلیٰ حیثیت اور نسب دیکھتے ہوئے میں ایک معمولی سی بڑس کی طرف مہرور تھی پر فریفتہ ہو گیا۔
آخر میں یہ کیوں ہوا گیا تھا کہ میری بھی ایک سنگم اور اعلیٰ شخصیت ہے۔ میں معاشرے میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا

بن۔ اور ذاتی طور میں اور بچا ہوں۔ اب آفتاب کو یہ تو معلوم نہیں ہو گا کہ وہ غیر معمولی حد تک سلوط سے مشابہت کتنی
ہے۔ اور میں یہی معلوم کرنے کی غرض سے اسے اتنی اہمیت دے کر رہا ہوں۔ وہ تو بچی کچھ رہا ہے کہ عمر کے آفتاب نے اور جوانی
خوشی نے مجھے اس کی طرف مائل کر رکھا ہے۔ اور اس کی بیوی کچھ غلط بھی نہیں کہ ظاہری طور پر وہ جو کچھ دیکھ رہا
ہے۔ اگر کوئی اور بھی دیکھتا تو یہی کہتا ہے۔ تو وہ انچی دانست میں وہ مجھے ہوش بندلانے کے لیے جلی کئی ستا تا رہتا
ہے۔ آفتاب نے اسے قید پر اور رعیت ہے اسے نکوج پر۔ اب سلوط خواہ ساری عمر ہی نہ ملے میں تو اس کے پیچھے
زور دینا نہیں کروں گا۔

یہی سب سوچتے ہوئے اس نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا۔ اور انہی خیالات میں اٹھے اٹھے وہ سونے کی غرض سے
بہت اہل گیا۔ چند کہ وہیں ہیں۔ اور سلوط کی تلاش سے بری الذمہ ہونے کے بعد۔ ذہن کو کچھ سکون ملا تو اس نے
ذہن سے ہر سوچنا شروع کیا۔

ذہن۔ دماغ کا ساتھ دے رہا تھا۔ دماغ سے کیے گئے فیصلے کی تائید کر رہا تھا۔ بلکہ اسے سختی سے ڈالتے اور
بندلانے کے باوجود صبح صبح کہہ رہا تھا کہ بلا غصہ میں شان سلوط ہی ہے۔ بڑے شخصوں دلائل پیش کر رہا تھا کہ اگر
میں سلوط نہ ہوں تو میں اس کی بھی یہ خیال نہ ہوتی کہ اتنی حقارت سے اسے نظر انداز کر دے۔ اس کے سلوط ہونے
کے لیے اور پچھلے سارے ثبوت پیش کر رہا تھا۔

اسے سلوط کا رویہ۔ اس سے روگردانی کرنا۔ اس کے سامنے بڑے سے کھانا۔ اور سب سے بڑھ کر اپنا خون دینا
اور ہسپتال سے ریسرچ ہونے کے بعد اس سے سامنا ہونے میں سخت ناگواری اور برہمی کا اظہار کرنا۔ اور بھی چند
فصلے پیش اس کی طرح اسے دھتکار دینا۔ یہ ثبوت ہر دلیں۔ اس کے سلوط ہونے کی تصدیق کرتی تھی۔ اور وہ سچ
بانتا تھا۔ اصل میں اس کی تھی۔

اس نے اگر آفتاب کو آفتاب ہی بتا دیا ہو تاکہ وہ میں شان کی فوری طور پر نہیں مرنا بلکہ اسے ایک ایسی لڑائی تلاش
پر مجبور ہوسے شان کی ہوشیار تھی۔ اور اس سے میں شان پر اس لڑائی کا نتیجہ ہے۔ اور اپنے اس لیے کو یقین میں دینے
پوشش میں وہ میں شان تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں۔ تو پھر بات اتنی نہیں کرتی۔ یا بھر کم از کم آفتاب
اپریش اس کی طرف سے خطاب نہ ہوتا۔

اسے ملان تھا اور صرف اس بات کا آفتاب کے سامنے اس کی پوزیشن میں قدر آور ہو گئی ہے۔

اصل میں تو دل کی پکار پر اس نے یہ قسم۔ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سلوط کو کس شان کے خول سے نکال کر
بہت گا۔ خواہ اس کو شش میں اسے کتنا ہی خوار کیوں نہ ہونا پڑے۔ اور پھر جو کچھ اس نے سوچا تھا اس میں خواہ
کرنے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مگر اس معاملے میں آفتاب کا نفاذ حاصل کیے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔
اور وہ اس شخص و پانچ میں تھا کہ آفتاب سے کیا کہہ کر اسے اس معاملے میں شامل کرے کہ وہ کسی قیمت پر بھی سلوط
کے اتنے آسانی سے ہاتھ آجانے کا موقع گننا نہیں چاہتا تھا۔

گوراب میں شان کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ سلوط ہی ہے
کیوں کہ وہ میں ہی سچے سلوط کی حیثیت ہے اسے کچھ اتنا بے گل سا رکھا تھا کہ اس نے وہ پوری رات کچھ سوکر
انہی بات کر کا تھی۔

لگے دوڑو لگتے سے فارغ ہو کر بیٹھایا تھا کہ آفتاب اسے لینے پہنچا۔ پر گرام تو کوئی خاص نہیں تھا۔ پھر بھی یہ دونوں
فونکے پھرنے کی غرض سے باہر نکل آئے تھے۔ وہ وہاں کچھ دیر گزارا دھر تو کرتے رہے۔ پھر اسفند نے کسی خیال کے تحت
تھکے سے پہنچا۔

پاس وہ تھماری لیٹر روڑ سے اس کا گیا تھا۔
کچھ کھانا۔ آفتاب بولا۔
اور وہ یہی سب۔ گوراب بالکل ہی ناگوار ہو گئی۔ گوہ نامف سے بولا۔

اور جانے والے بالمو لوٹ کے آ لوٹ کے آ

اور میری صاحب جو اسی اثنا عشر میں میلون روز نکل جاتے ہیں۔ ہر باب میں میری سے ہنس لگاتے ہیں۔ جہاں میں شہرا بالمو اہلے وفا

خیر برنگ اہلار کے امراز مختلف ہوتے ہیں۔ اور ابھی تو اجداد ہے۔ یعنی اس نے صرف مصروفیت کا ہی عذر کیا ہے۔ آفتاب

یہ طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔ اور وہ دیکھ کر گرتے تو رینے فغاوش ہنستا ہے۔

میں نے کہا کہ اس کے آگے سے پہلے ہی ہسپتال کے گریٹ بریکر لٹھے جو بچا کر دیا۔ اور چوبی وہ قریب سے گزرتے لگے۔

یہ بڑے بڑے بھری حسرتیں سب کو کئی روز تک ساتھ لانا شروع کرنا کر دیا۔ پھر دیکھا کیا ہوتا ہے۔ یہ آفتاب نے اس

زلفے میں تو میری دستا ہے لگایا۔ اسے بھی اس کا آفتاب مذاق سے زیادہ اس پر طنز کر رہا ہے۔ وہ اپنی جینٹل سٹائے کی غرض

سے ہنستا ہے۔

انہار اور اب میں قصیں مار بیٹوں کا آفتاب ہے۔ میں تو کھرا کھرا تم مجھے کوئی مقبول مشورہ دو گے۔ مگر تم اپنے پیار

بہن اصل بات کہنے کا موقع ہی نہیں دینا۔ میں تم سے کوئی مشورہ طلب نہیں کروں گا۔ اب تو مجھے معاف کر دو۔

میں نے کہا کہ اس کے آگے سے پہلے ہی ہسپتال کے گریٹ بریکر لٹھے جو بچا کر دیا۔ اور چوبی وہ قریب سے گزرتے لگے۔

یہ بڑے بڑے بھری حسرتیں سب کو کئی روز تک ساتھ لانا شروع کرنا کر دیا۔ پھر دیکھا کیا ہوتا ہے۔ یہ آفتاب نے اس

زلفے میں تو میری دستا ہے لگایا۔ اسے بھی اس کا آفتاب مذاق سے زیادہ اس پر طنز کر رہا ہے۔ وہ اپنی جینٹل سٹائے کی غرض

سے ہنستا ہے۔

انہار اور اب میں قصیں مار بیٹوں کا آفتاب ہے۔ میں تو کھرا کھرا تم مجھے کوئی مقبول مشورہ دو گے۔ مگر تم اپنے پیار

بہن اصل بات کہنے کا موقع ہی نہیں دینا۔ میں تم سے کوئی مشورہ طلب نہیں کروں گا۔ اب تو مجھے معاف کر دو۔

میں نے کہا کہ اس کے آگے سے پہلے ہی ہسپتال کے گریٹ بریکر لٹھے جو بچا کر دیا۔ اور چوبی وہ قریب سے گزرتے لگے۔

یہ بڑے بڑے بھری حسرتیں سب کو کئی روز تک ساتھ لانا شروع کرنا کر دیا۔ پھر دیکھا کیا ہوتا ہے۔ یہ آفتاب نے اس

زلفے میں تو میری دستا ہے لگایا۔ اسے بھی اس کا آفتاب مذاق سے زیادہ اس پر طنز کر رہا ہے۔ وہ اپنی جینٹل سٹائے کی غرض

میں خیر اسی ناکارہ تو نہیں ہوئی۔ صرف اجنبی کی باڈی جیک گئی ہے۔ اور باڈی کی دوڑوں سا نڈر زرخشی ڈیزسٹ آیا ہے اور ڈیزس اور ڈس کے اور کاشیش بھی جھانکا چور ہو گیا ہے۔ دیکھتا ہوں اور نڈر خیر۔ سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔

مگر آجکے دن یہ ٹھیک ہونے سے کیا ہو رہا ہے۔ ساری شوق ختم ہو گئی ہے ابھی برا ٹر ٹر جھگڑا کی کی۔ اور انڈر وینڈر ہنسنے لگا ہوا۔

ہاں نقصان تو بہت ہوا ہے۔ غلام سے نئے سے اس کے کی باڈی ہوا ہے۔ ڈیزسٹ بھولنے اور بیٹوں کو بھلا کر لے گیا اور رقم خری ہوئی ہے۔ لیکن ابھی جب سے تو کو نہیں گیا۔ سب پھر انڈر انس والوں سے جھگڑتا ہے۔ انڈر انس کو تم سے لگتا کہ اس نقصان میں

ہو کر ان کا۔ آفتاب نے کہا تو وہ سب سنا کر بھرا۔ یہ تو کچھ سنا دینی چاہیے۔ انڈر انس کا لڑائی کا جتنا نقصان ہوا ہے اسے وہ نہیں

کہیں بھی مس شان کے گرد اب تک کتنے پڑ لگائے ہیں تم نے۔ آفتاب نے اسے خاموش اور گھرا کر کہا یہ سنا کر بھرا۔

میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہیے۔ آفتاب نے کہا۔ اس نے دیکھنے کے انداز میں کہا۔

میں کہیں بند بڈل کے بارے میں تو نہیں ہو گا وہ مشورہ۔

خیر فکر سے تم کچھ ڈھب نہ کرنا۔ اب تم کو ایسے فیاض ہیں کہ دور سے ہی مریض کی مشکل دیکھ کر مرض کی تشخیص کو دیکھتے ہیں۔

آفتاب کی رائے سے صاف ظاہر ہوا ہے تم کا وہ نہایت خیر مشورہ ہو گیا ہے۔

سخت وقت کے باوجود اسقدر خوشی ہو گئی۔ گروہ فوراً ہی سٹیڈ ہو کر رہا۔

ہات اتنی تگے ہر کوئی سے دوست کہ میری سبھی ناکارہ ہو کر رہ گئی۔ اسقدر گریا تپید ہاں میں چاہی۔ مگر آفتاب نے جیک میں

بولی اٹھا۔

وہ تو ظاہر ہے۔ ابھی تم کو تم مس شان کی براگاہ مہا چھوڑ گئے ہو۔ خیر فکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے مہلوں پر بات اس سے

بھی کہیں زیادہ آگے بڑھ جاتی ہے۔

جب تم میں ہاڑے میں کو نہیں جانتا۔ میں نے خواہ مخواہ ہی بعض سے آگے میں بھائی شروع کر دی تھی اسقدر مل کر ہوا۔

یعنی اب ڈاکڑی کا پیشہ چھوڑ کر تمہارا کام ہی رہ گیا ہے۔ کہ جینسن کے آگے میں جاکے میرے ہو۔ یہی صحیح وقت ہے۔ پھر اس

لیکن اسقدر گری تو نہ دکھاؤ۔ نہیں تو مسلم ہو ہی بنے کہیں اور مشورہ من کا ڈاکٹر تبدیل کر کے کو بیٹوں تمہارے اسی سیدی ہوس لیا کرتا

ہوں۔ پھر اس میں اس قدر بیکنے کی کیا بات ہے۔ اور ظاہر ہے میں گراس کی بات پر دل میں خفاں ہو کر اسقدر سے بھی سچا کہ اس کی

"وہ ہیں زمین پر چرچا ہائے وقت ہلکی سی دھڑک چک ہوئی ہے۔ مگر ایسی کوئی خاص بات نہیں۔" اس نے لاپرواہانہ لہجہ میں کہا۔

"اگر خاص بات نہیں تو ابھی تب بھی قیدیں کم از کم رکھا تو دینا پڑے تھا۔" آفتاب نے گویا بازی کرکے اس سے ہنسنا شروع کیا۔

"ابھی تو گویا آج بھی ہسپتال نہیں جاؤ گے۔" آفتاب نے پوچھا۔

"نہیں۔ ضرورت ہی کیا ہے۔ وہاں جانے کی۔" عودہ نے بڑی سی بولا۔

"ابھی۔" عودہ نے تندی سے کہا۔

"میری تو کیا وہ تھاری ہی ہوئی۔ دیکھو پھر وہی باتیں کرنی شروع کر دیں تمہارے۔ عودہ ایک دم ہی مگلا اٹھا۔

"ارے سیدھا ہار۔" اس نے سوچا جب باہری نکلے تو کیوں نہ مس شان سے ملے۔ تمہارے کیا تھا اور بعد میں کوئی بات کا شکر یہ ضرور ادا کرے گا۔ تو پھر کس طرح میں اسے باتوں میں لگا کر نہیں اس کا شکر ادا کرنے کا موقع فراہم کر دوں گا۔" آفتاب نے کہا۔

"بس قدر تو عافیت ہی ہوگی۔" آفتاب نے کہا۔ "بہت سے۔"

"اب سلوٹ کا شکر ادا کرنا ضروری نہیں ہسپتال۔ بس تم نے میری طرف سے کر دیا تھا۔ یہی بہت ہے۔"

"مگر یہ سلوٹ کون ہے۔ کیا مس شان کی طرف سے ماہرین سے جو کہ تمہارے کسی سلوٹ کا سہارا ایسا ہے۔ یا راجہ تو میں بھی جانتا تھا کہ تم اس قدر پاکلیت سے فطرت کے دلکب ہو گے۔" آفتاب نے لہجہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کے لیے جہاں تک ایک حالت ہی نہیں تھی۔"

"ارے نہیں یار میں شان کی ہی بات کر رہا ہوں۔ اس کا اصل نام سلوٹ ہی ہے۔"

"اچھا۔" مگر یہ حلویت تمہارے لیے فراہم نہیں۔" آفتاب نے پوچھا تو اس نے مختصر لفظوں میں اسے سلوٹ کے بارے میں بتایا کہ وہ اس کے پھوپھیا کی سوزیہ بنے اور پھوپھیا اور پھوپھی کے نار و سلوٹ سے دل برداشتہ ہو کر گھر سے بھاگ آئی تھی۔ اور وہ ان کا

تلاش میں نا ہوا آ گیا تھا۔

"مگر تمہیں اپنے پھوپھیا کی سوزیہ بننے سے ایسی کیا نسبت تھی جو تمہیں اس کی تلاش میں بھیجے پھر رہے ہو۔"

"میرے تندرستی سے پھوپھیا کی عزت کا معاملہ ہے۔ تم ہی سچو کوئی زبان جہاں لوہی راتیں چپکے سے گھرتے بھاگ رہے تو۔"

اصغر بولا۔

"تو کیا وہ کسی کے ساتھ گھر سے فرار ہوئی تھی؟" آفتاب نے پوچھا۔

"نہیں جی تو وہ ایسی نہیں ہے۔ وہ تو خدا ہوا رکھتے ہیں تو باہر سے نکل کر آئی ہوئی تھی اور جب سے لایا ہے۔"

"ہتھیاب۔" کچھ نہیں بولا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ دو بچوں ہسپتال کے کپانڈ میں کھڑے تھے۔

وہاں ان کے کمرے کے دروازے پر دو بچوں کے کمرے وہاں اس کے لئے کے امکان زیادہ ہوں گے۔ آفتاب نے اس کے ساتھ ہسپتال

بائبل کی طرف اشارے سے اشارہ کیا۔

"مگر کوئی تعلق تو نہیں کرو وہ ڈیوٹی روم میں تھاپی مل جائے وہاں دوسری زمیں بھی موجود ہوں گی۔ اور وہاں جا کر اگلی چھ ماہی پر مشق

پہنچاؤ ہوگا۔" اسفند نے کہا۔

"ابھی تو پڑھنا ہی شروع کیا ہے۔" عودہ نے کہا۔ "اس سال اس سے اظہار عشق کرنے تو نہیں جا رہے۔ کوئی یہاں کرے گی کھلاں

پڑھنا۔" عودہ نے کہا۔ "اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"ابھی پھر عودہ میں بیٹھے ہیں۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"مگر وہ مسانے ہی لانا تو بڑا بڑا ہے۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"ابھی پھر عودہ میں بیٹھے ہیں۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"مگر وہ مسانے ہی لانا تو بڑا بڑا ہے۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"ابھی پھر عودہ میں بیٹھے ہیں۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"مگر وہ مسانے ہی لانا تو بڑا بڑا ہے۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"ابھی پھر عودہ میں بیٹھے ہیں۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"مگر وہ مسانے ہی لانا تو بڑا بڑا ہے۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"ابھی پھر عودہ میں بیٹھے ہیں۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"مگر وہ مسانے ہی لانا تو بڑا بڑا ہے۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

"ابھی پھر عودہ میں بیٹھے ہیں۔" اسفند نے آٹھ ہونے لگا۔ اس آفتاب اس کی پھوپھیا ہے پڑھ کر بولا۔

چلے۔ آؤ دوست، لغت صحیحہ اور دونوں برادر میرے ساتھ چلو۔ مگر اسفند ایک دم ہی اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوا بلکہ تھوڑی دیر وہاں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس کا ہاتھ اپنے شانے سے جٹا کر چپ چاپ جیب کی طرف بڑھ گیا۔

غصہ کرنا ہی لیے حرام ہے کہ غصے کی حالت میں انسان اپنے پوش و خاک کھو دیتا ہے۔ خدا صوفیوں کو نہیں مانتی۔ یہ جوئی نماز بیچے اور بیچے ہونے تو جان اپنی ہی تو میری عزت و ناموس کے رہنا ہر جگہ زندہ ہوتے ہیں اس سے ہمیں اپنی میں شکر کیا ہوگا ہمیں اس طرح بغیر موقع اور محل دیکھے اس سے بات نہیں کرنا چاہیے غصہ آفتاب تو اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اور بھی بہت کچھ کسا رہا تھا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد اسے صرف ایک بات ہی یاد رہی تھی کہ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ کیا غلطی ہماری نہیں تھی۔ اور وہ یوں ہی ایک گھٹن ہی سوچتا رہا کہ اس نے ایسی کیا غلطی کی تھی۔ نہ کوئی عاصیانہ سا فقرہ ہی جیت گیا تھا۔ اور ذکوئی عشقہ ڈانڈیا ہی بولا تھا۔ پہلے دوسرے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہتا تھا اور آج بھی یہاں وہی تھا البتہ اس نے اسے سلوک نہ کر فرزندِ خاطر کیا تھا۔ اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے مزے سے اپنا اصلی نام نہ کرے گی وہ چڑھی تھی کہ نہ کہ اپنا نام اس کو اس کے چہرے کا تاثر یکدم بدل گیا تھا۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا

ایک لفظ کو اس کے چہرے پر سہم اور گہرا ہٹ کے سے آثار ہو رہا ہونے لگے تھے۔ تبھی تو اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ پھر کہ اس سے کچھ کہا تھا۔

بلکہ غصت اس سے کچھ بڑھ رہی تھی اور اس کے مستقبل پر عمل پانہ جانے کے بجائے اس نے اپنا سلیب چھوڑ بولا تھا۔ پتا نہیں یہ کون کون شخص ہے، وذا کہ مجھے تنگ کرنا ہے۔ نئے نئے نام کے دیکھا تھا ہے۔ ذرا تم ہی اس بات سن لو غصت اور جواب میں غصت سے وہی کیا تھا جو ایک دوست کو کسی بدفماں شخص سے جاننے کے لیے ایک دوست کو قہ ہے۔

کیونکہ ایک تو وہ اچھی طرح سے جانتی تھی۔ اگر سلوک بھی نہیں تھی تب بھی اسے یہ بھی پتہ معلوم تھا کہ وہ ایک ڈاکٹر ہے جسے مرنے کی حالت میں اس نے اپنا خون دیا تھا۔

دوسرے وہ شکل و صورت اور لباس اور جینے، کسی اعتبار سے بھی لوہ نہیں لگتا تھا۔ اب سے کچھ دن پہلے جب وہ ہسپتال میں زیر علاج تھا تو آفتاب سے بھی سب کی شناسائی ہو گئی تھی اور سب اسے بڑے احترام سے کہیں صاف کر کے مخاطب کرتے تھے۔ اور وہاں کا ہاؤس مرجین ڈاکٹر قیوم رضا، آفتاب کا پڑا ناواقف کا تھا تو کیا اس نے میری ہاتھوں ہوتی اپنی تڑیل کا بدلہ اس صورت میں لیا ہے۔ پھر اسے اپنے رویے اور اس اہانت کی جگہ گشتگو کا خیال آیا۔ جو اس نے ماں کے گھاسے با غلط بیانی پر اس سے کی تھی۔

مجھے اس بات کا اعتراض ہے کہ میں نے اس کی اہانت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ حد تو یہ تھی کہ اسے گھر سے نکال باہر کیا تھا۔ مگر جو کچھ بھی کیا تھا کسی شخص پر جس کے سامنے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اس وقت میں اور وہ گھر سے میں تنہا تھے۔

گھر سے تو۔ صرف خود بلکہ غصت سے کہہ کر میری تڑیل کو اپنی تھی۔ وہ مجھی آفتاب کے سلنے۔ پورے منہ پٹنے کے اور وہاں سے گزرتے ہوئے ایک شخص کے سامنے جوڑا کہ تو نہیں تھا مگر اس نے یقیناً اس سے مراد لیا جو کالہ اس پر آفتاب کہتا ہے کہ میں اس کا خیال چھوڑ دوں۔ دوسرے معذور میں گویا اتنی آسانی سے اس کا ٹکایا ہوا ہونہا اپنے سر پہ لوں۔ نہیں نہیں، ایسا تو مگر کبھی مجھے گوارا نہیں۔ اور پھر مجھے چھو بچھا جان سے کیا وہ مجھی تیرا کیا ہے۔ اگر مس شان، سلوک نہ سبھی ہوئی تو مجھی میں اسے سلوک ہی بنا کر کچھ بچھا جان سے کیا وہ ضرور پور کر دوں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے مس شان کو اعزازی کیوں نہ کرنا پڑے۔ مگر نہیں، وہ سلوک ہی ہے۔ سلوک ہی ہے یہ سب سوچتے سوچتے وہ بالکل سا ہوا گیا تھا۔

نہیں گئی۔ اب جیلا اپنے چہرہ چاکھی سوتیلی اور مفرد بہن کی ذات سے تمہیں ایسی کیا دیکھی ہے جو تم اپنی نونہار
دقتار کو براؤں پر لگانا چاہے ہے جو اس کی بات پر آفتاب تلے کٹے انداز میں بولا اور تب اسفند کو ساری بات اس کے گلے
کر دینی پڑی تھی۔

”یوں تو یہ بات ہے وہ نہ میں بھی تو کہوں کہ انشا عرف اور حسب نسب والا دوست اس قدر گراہٹ سے کام
کہیں لے واپس ہے اور وہ تو تمہارے رہے بہت جاتے سے بہت پہلے ہی کچھ گیا تھا کہ وال میں کالا کچھ خرد ہے اس دن
سے تو میں روز تو نہیں جتانے کو میں تم سے کڑوی سی تھی“

”اٹو۔ سید سے چلتے چلتے تو کم کچھ چڑھی سے اتر گئے میں تباہی و ذلت کا سماں تو نہیں لے واپس یہ تو ان کا ہی
کہ اس سے کہاں ملوں اور اصل عقیدت کیسے اگھواؤں کہیوں کہرا ہسپتال میں اس سے ملنا کچھ مناسب نہیں ایسا کہیں
جانے کہ جب وہ ہسپتال سے باہر نکلے تو گھر تک اس کا آفتاب کیا جانے گا اس کا پتا معلوم ہوئے“

”ہائیں اتفاق۔ نا بابا اتنا اتفاق تو میں نے بھی دشمن کا بھی نہیں کیا زیادہ سے زیادہ یہی کہ کچھ لگے ہونے
دشمن کا نشانہ بنا نہ کر گولی داغ دی۔ باقی انشا خیر صلا۔ آفتاب ایک کم ہی بک کر بولا۔ اس کی باتوں سے انداز
سے زیادہ سخر ہلک و پا تھا۔

”تو پھر یہ کہیں گے کہ کسی سے اس کا پتا معلوم کر کے سید سے اس کے گھر ہی پہنچ جائیں گے“
”ہائیں کیا کہا۔ اس کے گھر پر جاؤ گے تمہیں اس کے گھر پر وہ بھی گویا سیدے کا مد سے پر بند وقت کو کہ نہیں
چری تو میں بھی تو ہی شکر کر رہا ہوں کہ اس روز جیتے۔ بیٹے بیچ گیا تھا جانے کون سی بیٹی آؤسے لگی تھی۔ وہ دشمن
کے ساتھ ساتھ تھکن کی طرح تباہے ساتھ میں بھی نہیں کر رہا جانا کیونکہ تباہی تو وہی شکل ہے کہ تو میں نے ستم کو
بھی لے ڈروں گے“ آفتاب نے گویا نہیں نہیں میں ہی اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

”اچھا چھوڑو تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو وہ۔ مگر اتنا تو نہ کہ میرے ساتھ ہسپتال چلے چلے جگ جیپ
سے نارتا۔ مگر جیپ میں بیٹھ کر میرا نظارہ کرو کرنا۔ باقی کام میں خود نشانوں کاٹا اور آفتاب نے خود ہی دیر تک چہرے
کے بعد کہا۔

”اچھا بیٹو یہاں تک تو میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں۔ مگر میں سوچ رہا تھا کہ میں نشانہ میں نہ ہوں تو تمہیں بے
اس کا حصول تباہی و زندگی کا نصب العین بن جائے۔ تم کو تو میں اس سے کہیں بڑھ کر حسین اور خاندانی لڑکی نہاں
لیے فراہم کر سکتا ہوں۔ دیکھو کلامتے کی بات نہیں یہ مضمون میرا ایک غلغلہ ساز ماسٹورہ ہے۔ آفتاب نے اس کے فود
گراتے دیکھ کر جلدی سے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”چلو خیر تمہارا ہسپتال چلو ابھی کوئی احتیاز مشورہ رویند کیونکہ صرف میں ہی سب کچھ نہیں جوتا بلکہ سیرت شرم و حیل کے
بھی بیت جوتا ہے۔ بہت سی خوبیاں جو سلوط میں بدوہا تم موجود ہیں“

”اوکے چیت۔ اینڈ وہ مانی ایلو جیو سیر۔ دل پر ہی پر آئے یا گدی پر۔ دل ہی جوتا ہے جو پر ہوں کی صفات
کہیوں میں بھی وہ صورت لیتا ہے۔ آفتاب آتش کی بات زبان پر لے ہی آیا کہ وہ بہت سلی نظریے والا شخص تھا۔
اگر اس شان سلوط ہی تھی تو اس نے اسے ایک معمولی نرس کے وہ میں دیکھا تھا۔

اس دن وہ سلوط کو خاطر میں ہی نہیں لا واپس اسفند بھی کھڑا تھا اس
پر اس سے کوئی اور بھی دشمن سواد تھا جس لیے اس نے آفتاب کی بات کا جواب دینا یا اسے قائل کرنا ضروری نہ تھا۔

کچھ ہی دیر بعد۔ ہسپتال کی باؤنڈری وال کے باہر جیپ کو گراہٹ سے اترتا اور آفتاب کو جیپ میں ہی
چھو کر ناز دیکھا گیا اور سیدھا ٹوٹی روم میں پہنچا۔ اتفاق سے اس کے سطر ضیا اوکھی دوسری نرسوں کو جیپ سے اترتے
تھیں وہیں موجود تھیں جو اس سے بڑے تپاک سے ملیں۔ اور اس کی خیر خیریت پوچھتی وہیں۔ تب اس نے ہر
اوجھ و کچھ کر سطر ضیا سے پوچھا۔

”کیا میں شان آج آن ڈیوٹی ہیں جو نظر نہیں آ رہی ہیں“

و نہیں۔ ان کی ڈیوٹی تو ناز میٹرٹی وارڈ میں لگی ہوئی ہے اور وہ اوپر آفس میں موجود ہے سطر ضیا نے حسب
بارت اکتار کیا۔ جگاس کے انداز میں سخت خیزی تھی۔

”مادر عجیب اتفاق ہے۔ اس روز بھی آپ کے تباہی میں ان کا لشکرہ اوا کر نے یہاں آیا تھا تو وہ کسی زمین کو اینڈ
زرنے لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس تاثر کو توڑنے کی نرسوں سے جو سطر ضیا نے باز دھا تھا گو یا میں شان کے بارے میں
پہلے ہی وضاحت کی۔

”تھک ہے سر آپ اور جانے کی جانے کی فحمت نہ کریں اُسے میں بوائے تھی ہوں سطر ضیا بولی۔
”نہیں سر سے باس اتنا وقت نہیں ہے ہمیں ابھی واک کی فلائٹ سے واپس جا رہا ہوں۔ اگر آپ کچھ کر سکتی ہیں تو
نہ کیجئے کہ مجھ ان کے گھر کا پتا بتا دیکھیے۔ اگر جو سکا تو میں خط کے ذریعے ان کا لشکرہ اور کروں گا۔

”اے بیٹے تو وہ برابر والے نرسوں کے ہوشل میں وہی ہے مگر آپ ہسپتال کا پتا کچھ نرسوں کے ہوشل کے حوالے
سے اسے خط لکھ سکتے ہیں“
ہوشل کی اختراع اس وقت اتفاق سے آفس میں موجود تھی۔ وہ سیدھا اس کے پاس پہنچا۔ او جاتے ہی مدعا
بان کے بغیر اس نے اس سے پوچھا۔

”میں کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کے ہوشل میں رہائش پذیر نرسوں میں سے کون سا اصل نام کیلین ہے۔ سوال
پے نکلی نہیں بہت ذائقہ اور مشتبہ سا تھا۔ اختراع۔ میڈم ہیرا نے بہت چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس کے
پرس پر ناگوار کی اشارت اٹھرائے۔

”اچھی نہیں مجھے باہل نہیں معلوم۔ اگر معلوم ہی ہوتا تب بھی نہیں بتاتی کیونکہ بارے ہوشل کے اصولوں میں یہ بات
غالب نہیں ہے کہ کسی خرد چرس کو یہاں رہنے والے کسی نرس کے بارے میں کچھ بتایا جائے۔“ میڈم ہیرا نے بڑی
صاف اور ہشت اور وہ میں جواب دیا۔

”لیکن معاملہ کسی خرد چرس کا نہیں میڈم بلکہ جیسا کہ میں نے کہا ہے جس سے میں آپ کو باخبر کر دینا چاہتا ہوں؟
اس کی بات پر وہ متوقفا سا نرم پڑ کر بولی۔

”لیکن مجھے بھی تو معلوم ہو کہ آخر معاملہ کیا ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے معلوم ہے وہ بڑی بے عزتی لڑکی ہے۔
”میں وہ مصیبت زدہ ہے نہ بے یاور مددگار بھی؟

”میں وہ مصیبت زدہ ہے نہ بے یاور مددگار۔ بلکہ اس کے سانسے رشتے دار موجود ہیں اس کے والد ہندوستان
سکا گئے ہیں اور اس کے ایک ہم دم غائب ہو جانے کی وجہ سے سخت غلیل ہیں۔ اسفند نے اس کی معلومات کی توجیہ
لے ہوئے کہا۔

”دیکھیے جناب ہم آپ کی بات پر کیونکر یقین کر سکتے ہیں جبکہ آج سے پہلے ہم نے آپ کو کبھی دیکھا ہی نہیں ہے نہ
پہنچنے سے آگھرا گئی۔

”آپ زیادتی سے کام لے رہی ہیں میڈم۔ ورنہ ہم لوہی توجیہ کی نرسوں سے نہیں آئے جیسا کہ میرے دوست ڈاکٹر
اسفند نے کہا ہے معاملہ واقعی کافی سیر میں ہے۔ اور ہم تو صرف اس کا نام ہی نہ کرنا چاہتے ہیں اس سے رابطہ قائم کرنا
تو نورا اسفند نہیں ہے۔ آفتاب جس کا جیٹس اسفند کو ہوشل میں جاتے دیکھ کر اتنا کو بیچ گیا اس سے برداشت نہ
کرسکا تو وہ بھی جیپ سے اتر کر آفس میں گیا تھا اور وہ کھڑی ہوئی سے سیدھا اس کے پاس آیا تھا اس لیے اتفاق سے
اوری میں ملیں تھا۔

اور اس کی فوجی وروی نے ہی میڈم پر کوجھو دوجھو ہٹا دیا۔ لیکن دوسرے معنوں میں ہمارا کھرا کھرا وہ
پنہ پڑے پڑانے جہر کا انکسا و سیت کر رہی لاجت جہر سے لہجے میں بولی۔

”آپ یقین جانیں سر۔ مجھے اس کا نام باہل معلوم نہیں۔ البتہ اس کے بارے میں مشورہ جاتی ہوں کہ وہ ایک بڑے
دراگیاں راجھی سے آئی ہے۔ بلکہ میری ایک پرانی دوست جو میری طرح ایک پرائیویٹ کلینک میں مدد وافت ہے نے
سٹر ضیا سے کہا ہے۔ میں ایسا کرتی ہوں کہ غلغلہ کا ایڈ میں آپ کو دے دیتی ہوں باقی تفصیل آپ اس سے معلوم کر
سکتے ہیں۔

لیجے گا، میڈیم پریرا کی بات پر دونوں دوستوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر آفتاب نے اسفند سے کہا کہ آہستہ سے اس کے کچھ کہا۔ مگر اسفند نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے میڈیم پریرا کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”نہیں جیوں کسی کا ایڈریس درکار نہیں، جو کچھ معلوم کرنا تھا ہم معلوم کر چکے ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔“
 ”تو کیا آپ اسے اپنے ساتھ لے جانے آئے ہیں؟“ پریرا نے سب سے متفکر سے انداز میں پوچھا۔
 ”نہیں، فی الوقت تو ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ البتہ بعد میں اگر ضرورت پڑی تو ہم مجبور ہوں گے اسفند نے اسے مرحوب دیکھ کر قدرے عورت سے کہا اور وہاں سے جانے لگا تو یہی سے انداز میں میڈیم پریرا کو مخاطب کر کے بولا۔

”آپ اس معاملے کو اگر میڈیم راز میں رکھیں گی تو یہ آپ کے لیے ہی بہتر ہو گا۔ اوکے ہائے اور پھر آفتاب کو ساتھ لے کر آفس سے نکل آیا۔

”وہ عجب بابر مری بات ڈراؤنڈ سے دل سے سنو۔ تم نے جو اس پر غور ڈھا اس کا ازالہ اسی طرح ممکن ہے زمانے سے یہ اگوا لیا کہ وہ سلوٹا ہی ہے۔ اس لیے اسے منانے و نانے کا خیال تو چھوڑی دو تم تو ایسا کرو کہ اگر وہ واقعی سلوٹا ہی ہے تو اپنے گھر چلا آؤ اس کی یہاں موجودگی سے مطلع کرو۔ غائب رہی وہ یہ اطلاع ملتے ہی جھاگے جھاگے یہاں آجائیں گے اور اس طرح ساتھ کے ساتھ تمہارا مسئلہ ہی حل ہو جائے گا کیوں کہ تمہارا ہے تمہارا“

پہلی بار سائیت سمجھ گئی اور مدبرانہ انداز میں اسے مشورہ دیا۔ جسے سن کر وہ سیدک ہی اٹھا۔ اور آفتاب کے جانے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ پوری تفصیل کے ساتھ چھوچھا کو خط لکھ کر رات ہی کہا سے پیر کیس میں ڈال آیا۔ اور پھر چھوچھا کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

اسفند اور آفتاب کے جانے کے بعد مسٹر پریرا کو ایک دم ہی خیال آیا کہ یہ دونوں تو جوان مونا شاہ کے لیے ہی ہیں جو اتنی پوچھ گچھ کر کے گئے ہیں کہیں ہاسٹل سے سیدھے اسپتال پہنچ کر مونا سے اٹھنے سیدھے سمالات نہ کر بیٹھیں اور وہاں سے ڈر کر خود ہی کچھ نہ بک۔ اسے اسی خیال کے تحت مسٹر پریرا نے اسی وقت اسپتال فون کر کے میڈیٹا ڈاکٹر کا فون کیا، اتفاق سے خود مس شاہ نے ہی ریسپونڈ کیا۔ مسٹر پریرا نے جھوٹے ہی پوچھا۔

”ہیلو مونا، تم اس وقت کیا کر رہی ہو؟“
 ”ڈیوٹی انجام دے رہی ہوں، لیکن مسٹر پریرا آج فون کیسے کر لیا آپ نے؟ اس نے اس کے سوال کا جواب اسے کوشش سے چھپے میں پوچھا۔

”اسی ڈیوٹی کر لیا، ویسے تم ڈیوٹی سے کب تک فارغ ہو گی؟ یہ بھی ایک قہر خیز بات تھی کہ مسٹر پریرا معمولاً کب ہاؤس میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس سے ایسا بے تکاسال پوچھ رہی تھی اسے کچھ زیادہ ہی اچھنڈا ہوا۔

”یہی غلام شک مسٹر“
 ”ہاں ہاں، تو مجھے بھی معلوم ہے مگر خیر تم ایسا کرنا کہ ڈیوٹی کے بعد کہیں اور نہیں جانا۔ سیدھی ہاسٹل چلی آنا، اس سے بھی کہیں زیادہ قہر خیز بات تھی جو اب تک اس نے گوی تھی۔ درط حیرت ہی غوطے کھانے لگا ہوا، اس کی اس بات پر اسے تاؤ آ گیا۔

”مگر مسٹر میں جیسا ڈیوٹی کے بعد کہاں جاتی ہوں جو آج ساؤنڈ گی۔ میں تو روز ہی اسپتال سے سیدھی گھڑتی ہوں۔“

”اسے خیر سزا طلب کچھ اور ہے۔ خیر تم جب ڈیوٹی سے واپس آؤ گی تو بتاؤں گی۔ اوکے سولو گنگ۔“ مسٹر نے لہ لہا اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ جبکہ وہ ہیلو ہیلو ہی کرتی رہ گئی۔
 اصل میں مسٹر پریرا نے ایکسٹینشن فون ہونے کی وجہ سے اسے فون پر کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا بلکہ

ایک تو بہت خلافت توقع اور معمول پہلی بار اس نے مس شنان کو فون کیا تھا اور یہی کیا تم کو عجب کی بات تھی اس پر فون جس نوعیت کا تھا اس نے اسے سخت اطمینان میں ڈال دیا تھا۔ آخر یہ کچھ کیا ہے؟ سسٹر پر یہ کون کنی انصاف برتاؤی تھی؟ فون کرنے اور یہ کہنے کی کہ میں میری سبھی باسٹل آؤں اور کہیں نہ جاؤں جیسا کہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اور نہیں جاتی ہی نہیں۔ صرف یہی کھیا مارکیٹ علی جاتی ہوں تو وہ بھی چھٹی کے دن۔

پھر اس نے اسی بات کیوں کہی؟ ظاہر ہے بلا وجہ تو نہیں کہی ہوگی؟ تو پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے یہ کہتے کا؟ کوئی نہ کوئی بات سے ضرور نہیں تو کہہ رہی تھی کہ جب ٹیویٹ سے واپس آؤنگی تو بتاؤں گی۔ یہی سب ہوئی سوچتے اس کا جسٹس انتہا کو پہنچ گیا تھا اور ابھی صرف دن کے گیارہ ہی بچے تھے۔ اور اس نے ٹیویٹ ڈانڈ ڈانڈ پورے ہونے تک تو جسٹس کے مارے اس کی حالت ہی غیر ہو جاتی۔ اس لیے سچ کلام کے خوف ہی بعد اس نے میٹر ٹی ہوم کی وارڈن سے ضرور وکایا نہ کر کے آدھے دن کی چھٹی ماگی اور سیدھی باسٹل علی آئی۔ اور اب سسٹر پر یہی زبانی یہ معلوم ہوا کہ اسٹاف اپنے ایک دوست کے ساتھ اسے لے چکا یا اسکا آ گیا تھا اپنے پیروں تلے زمین ٹھسکتی ہوئی محسوس ہوتی۔

اس میں شک نہیں کہ سسٹر پر یہاں کو ماسوائے اس کے کہ وہ ایک مصیبت زدہ اور بے سہارا لڑکی ہے جسے اس کی ایک بہت ہی عزیز دوست نے کراچی سے اس کے پاس بھیجا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ جیسی کہ اس کا اصل نام بھی نہیں۔ اور اب دو آدمیوں کے اچانک آ جانے اور اس کے بارے میں استفسار کرنے پر وہ اس کی طرف سے خاصی مشکوک ہو گئی تھی۔

اس نے اسے یہ بتانے کے لیکر دو استفسار جن میں ایک فوجی تھا تو نہیں پوچھتے ہوئے آنے پھرا اور کہا اس کا سلو کار ہے تھے۔ ہاؤس نے تمہارے بارے میں جتنا تو دیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تم جیڑس کو تھلے چیکے سے گھر سے جھانک آئی ہو اور تم نے اپنا نام بھی تبدیل کر رکھا ہے۔ تم نے ظاہر کیا ہے کہ تم اس دنیا میں تھو اور وہ یا درود و گار ہو۔ اور ان دونوں کو زبانی معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے سارے رشتے دار موجود ہیں۔ کھانک باب بھی جو حال ہی میں انڈیا سے واپس آئے ہیں۔ سسٹر پر یہاں نے گویا اس کی خبر لینے کے انا زمین کہا۔

"لیکن سسٹر یہ بالکل جھوٹ ہے۔ آپ کہیں مانیں؟ اس نے کہا جانا۔"

"میں اب تمہاری کسی بات پر یقین کر کے کوئی نیا نہیں۔ وہ جس طرح بات کر رہا تھا اسے کسی طرح بھی جھوٹ نہیں سمجھا جاسکتا اور وہ مجھے وارڈن بھی کر گیا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ کسی وقت بھی نہیں لینے آجائے گا۔ وہ کچھ مونا۔ خواہ وہ جھوٹ بول رہا ہو یا تم۔ لیکن کم از کم میں اس معاملے میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔ اگر سچ ہے تو وہ دونوں کی آگے تو قیوم بلا کسی انگریزی اور تصدیق نہیں اس کے حوالے کر دوں گی کیونکہ اس معاملے میں ان دونوں سے _____ کر کے اپنے باسٹل کی رپورٹیں خراب نہیں کروں گی۔ میری مشکل یہ بھی ہے کہ میں تم کو یہاں سے کہیں بھیج بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ تمہیں غائب پا کر وہ دونوں میری گردن ٹا پھینگے۔ البتہ ایک صورت میں تم ان سے خود کو بچا سکتی ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنا پورا تھانہ تاروں کے نام اور خود اپنا اصل نام بتا دو۔ ہم وہاں جاتا کہ انگریزی کرائیں گے اگر تمہاری بات سچ ثابت ہوتی تو پھر کسی کی مجال نہ ہوگی تو تمہارا حصول کے لیے باسٹل میں قدم بھی رکھ سکتے۔"

لیکن وہ بھلا کیسے بتائی اپنا اصل نام۔
جیکہ وہ تو ہمیشہ کے لیے اسٹاف کی زندگی سے نکلنا ہی تھی۔

بلکہ وہ اس کی زندگی میں داخل ہی کی کب ہوئی تھی۔ خود اسٹاف ہی کو باری دوستی اپنے ایک طرف تنہا سے ملو ہو کر دوسرے معنوں میں باختر ہو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا اور کچھ اس طرح بنا تھا کہ وہ بھی مت شرمہ نہ لیتا تھا رہی تھی۔ اور اسے اس بری طرح اپنی محبت میں غرق کر دیکر وہ اسے اپنی حقیقت سے آگاہ کر کے اس کا دل توڑا نہ نہیں چاہتی تھی۔ اور چونکہ بات اتنی زیادہ آگے بڑھ گئی تھی اور اوپر وہ ایک ٹھنڈی ہوئی تھی بلکہ

یک دوسرے مرد کی ملکیت تھی۔ اس لیے اسے یہ گوارا ہی نہیں ہوا تھا کہ اصل بات بتا کر نہ صرف اسٹاف کی نڈوں سے گرجائے بلکہ اس کی نفرتیں بھی سول لے لے۔

اسل میں تو شروع شروع میں وہ بھی — سوچ کر خاموشی سے سب کچھ برداشت کرتی رہی تھی کہ وہ سبک داری کے بھائی اور بھائی نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دونوں زیادہ سے زیادہ چار ماہ بعد اسے واپس لے لیں گے۔ کہ چند مہینے تو وہ صرف ایک ڈیڑھ ماہ قیام کی غرض سے ہی لگے تھے تو اسٹاف اپنے گھر خوش ہے اور وہ اپنے گھر خوش۔ پھر اسٹاف کے معاملے میں نہیں ہی ہو گیا تھا اس کے بھائی بھادرج سے اسے اصل حیلے سے آگاہ کر دیں گے۔ اور اس طرح گویا سنا ہے جی مہرا نے گا اور لاشی بھی نہیں ٹوٹے گی۔ بلکہ لاشی اسٹاف کی بندرہاں اس کے ساتھ ہو جائیں گی۔

لیکن چار سے چھ ماہ جو گئے اور پھر ہر سے ایک سال بلکہ ایک سال سے کہیں اوپر لیکن خرابی تو کیا خود بھائی بھادرج بھی کہ خیر خبر نہیں ملی۔ حد تو یہ تھا کہ انہوں نے خط کے طور پر دو حرفت ہی اسے لکھ کر نہیں بھیجے۔ بھائی لڑکی انجان سمیت ہر طرح سے حسین تر تھی۔

لیکن حیثیت کے لحاظ سے اس کی وہی شکل تھی جیسے سو رنی اپنے بد غایروں کو دکھ کر ناچتے ناچتے روگ جاتے۔

شعبہ منصور کا گھر انا علی لطیف سے تعلق رکھتا تھا۔
ان کے تمام ملاقاتی دوست اصحاب میں تمام کے تمام متمول تھے اور ان سے بھی کہیں زیادہ تھے اور ایسے زلی اپنے سے بھی اونچی حیثیت کی لڑکیاں مانگتے ہیں۔

کیونکہ رگے اسٹیٹس والوں کی لڑکیاں جہیز بھی بہت اونچا لاتی ہیں۔ اور پھر پڑھی تھرت بھرت۔ اسٹافش اور سب مصنفت لڑکیوں کو یہ پسند کیا جاتا ہے جو اصل تعلیم یافتہ بھی ہوں۔ پھر بھلا پیسے والوں کی اس دور میں بڑی دلی رباتی اور ایک در اپنی مشرتی لڑکی کی دل کہاں لگی سکتی تھی۔ ہوں بھی حیثیت اور اسٹیٹس کے سامنے آج کل میں اور شرافت تو فنی وقت ہے کہاں رکھتے ہیں۔ کچھ یہ وجہ تھی اور کچھ اس لیے بھی کہ نہ نیت اور نازش ذمہ جو جی بھی کوئی بہت شمول ٹھوکر کراس کے بارے میں پوچھتا تھا اس سے یہی کہہ دیتی کہ اس کی تو سگنی ہو گی ہے اور پوچھنے والا پھر جب سا دھ لیتا۔ تو اسٹاف ہی تھا جو اس کے لیے جھڑکا کا شاننا بت ہوا تھا اور اس کے لانا بنارے جانے میں تمام تر غلطی اس کی تھی۔

اس نے اگر شروع میں بھی اسٹاف کو حقیقت سے آگاہ کر دیا ہو تا تو بات اس حد تک نہ بگڑتی۔ سچ بات تو یہ تھی کہ خود اسے ہی اسٹاف دل سے پسند تھا کیونکہ درانی سے تو زور تھی اس کے جسم کا سودا ہوا تھا وہ بھی صرف چار لاکھ کے لیے۔ مگر اس کے بعد ہی وہ درانی کے نام پر تو جڑھا دی گئی تھی۔

لیکن اسٹاف ہی وہ پہلی سستی بہن تھی جو اس کے دل میں آسا تھا۔ ایک وہ نہیں سنکر مڑا کر وہ جب بھی اپنے دل میں ہنگامہ کر گیا تھا اسے اپنے دل کے ٹکٹا س پاسٹاف ہی پیش نظر آجاتا۔ جیکہ وہ اسٹاف نے یہ خبر سنی تو اس کی بھی حیثیت رکھتی تھی۔

پھر بڑی دل پر کسے اختیار ہوتا ہے کہ دل اور خیالات دونوں ہی آزاد ہوتے ہیں۔ اور زندگی کے بیشتر اہم اور نازک مسائل میں بہت ہی خیر جانیدارانہ رول ادا کرتے ہیں۔ اور وہ اسے اس شہ کی اتنا زیادہ چاہتے تھے کہ وہ محبت کے جذبے کو بہت پاک اور مقدس سمجھتی تھی۔ اور وہ اس خوش نہیں لگا جھلا تھی کہ جب اسٹاف کو اس پر پہنچتی ہوئی بیدا و کا علم ہو گا تو بھدروی کے ساتھ اس کی جاہت میں مزید اضافہ نہ ہو جائے گا۔ اور اگر درانی نے اسے آزاد کر دیا تو اسٹاف ہی کا سا باقیہ تمام لے گا۔ کیونکہ اسے یہیں اپنی اصل مسلم تھا کہ بھائی اور بھادرج اسے درانی کی قید سے آزاد کرنے کی غرض سے ہی انڈیا لگائے ہیں۔ گو اسے یقین تو نہ تھا کہ ایسا ہو ہی جائے گا لیکن وہی مثل تھی کہ جب تک سانس ہے تب تک آس ہے۔

اور میں اسی امید میں ہوں کہ ہمارے بعض سفند کی شدید چاہت کے بل بوتے پر اس نے اپنے اس کام میں چھپ سار رکھی تھی۔ مگر یہاں تاں ہوا تو پھر اس طرح۔ اور اس سفند کی شدید چاہت کا پلوی بھی کھلا تو پھر کیسے کہ ڈراپ سین اس کی شدید یاد دہانی نہ فرحت پر ہی ہوا کہ اخلاق اور لیاقت تو پڑی تھے اس نے تو رواداری اور مروت کو بھی اٹانے لگا تو رکھ دیا تھا۔ اور جہاں مروت باقی نہ رہے وہاں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ماسوا بربریت اور حیوانیت کے کیونکہ انسانیت کا دوسرا نام مروت ہی ہے۔

ورنہ آپس میں مروت باقی نہ رہے تو انسان یا نورین کرا ایک دوسرے کو کاٹنے پھاڑنے لگے۔ انسانیت میں اخلاق کا درجہ بھی دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ سب سے اصل مروت اور رواداری ہی ہوتی ہے۔ اور اس سفند نے سب کچھ اٹھا کر چھینک دیا تھا۔ اسی کی وجہ سے اس گھر سے بے گھر ہو جانا پڑا تھا۔ اور اس کے گھر سے نکل کر پھر قدم اٹھانے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ اگر ان بڑھتے ہوئے قدموں میں کوئی قدم اس کی عزت پر حرف لائے گا یا باعث بنے تو اس سے پہلے ہی وہ خود کو ختم کر لے گی۔ پھر یہ وہ اس سفند سے کوئی واسطہ رکھنا پسند کرتی۔ بلکہ اسے تو مگر کبھی یہ گوارا نہ تھا۔

اس لیے سسر پر یہ اس کے بڑی قطعیت کے ساتھ جواب دیا۔ وہ نہیں سسر آپ میری بات کا یقین کریں۔ یا تو وہ شخص کسی اور کے دھوکے میں قہر سلو جاگے بیٹھا ہے یا پھر کوئی اور چکر چلا جا چاہا ہے ورنہ میں تو اس اتنی بڑی دنیا میں تنہا ہوں۔ والدین تو کیا میرا کوئی رشتے دار بھی نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے تو آپ سسر فلورا سے معلوم کر لیں۔

”اچھا شک ہے پیر میں فلورا اسے بات کر کے بھی نہیں پرانچوں گی؟“ سسر پر پرائے کہا۔ اس نے کہنے کو تو کہہ دیا تھا کہ ایسا ہی ہے تو آپ سسر فلورا سے اس کی تصدیق کر لیں۔ کیونکہ جب یہ بات ہو رہی تھی اس وقت تو اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ سسر پر پرائے سے پہلے ہی سسر فلورا کو کراچی ٹون کے اسے ساری بات بتا دے گی کیونکہ وہی جہاں اور شفیق ہی ہوتی اس کی راز داراں، بیخبر خواہ اور مدد دہنی تھیں۔ لیکن شام تک اسی کوشش میں ٹون کے ارد گرد منڈلانے کے باوجود وہیں اسے سسر فلورا سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ رات کو سسر فلورا کو ٹون کرنا بیکار ہی تھا کیونکہ فلورا کی ڈیوٹی شام کو ختم ہو جاتی تھی۔ اور اس کا فون پر ملنا ملنا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

بلکہ شام تک تو وہ بھی سوچ سوچ کر اپنا فون خشک کر رہی کہ پرانے ضرور فلورا سے بات کر لے لوگی۔ اور اب وہ کسی وقت بھی مجھے طلب کرے گی۔ اور کسے معلوم کہ میرے ساتھ ساتھ وہ ان دونوں کو بھی طلب کرے اور مجھے زبردستی اس کے ساتھ جانے پر مجبور کرے۔ اس سے میرے دل میں کوئی بات ہو میں خود ہی کیوں نہ بیان سے سبھی جانوں لیکن مشکل یہ تھی کہ اس کے کہنے میں اس سمیت میں نہیں اور رہتی تھیں۔ اور سب ہی اپنی اپنی ڈیوٹی بھنگنا چاہتے تھے۔ ان میں محنت بھی شامل تھی۔

اس لیے ہی فلورا کا تو بڑی بات وہ اچانک وری سا ان بھی بیک نہیں کر سکتی تھی۔ مگر اس نے سوچ دیا تھا کہ سب سوچ جائیں گی اس وقت وہ اٹھ کر چیکے چیکے اپنا سامان باندھ لے گا۔ اور اگلے روز بارہ بجے کے قریب وہ پہنچ جائے گی۔ آفس میں ہوتی ہے اور تیس بجے اپنی ڈیوٹی پڑھو۔ اپنا سوٹ کس نے کر تھی۔ دروازے سے نکل جائے گی۔ اس پر وہ کام کے تحت اس نے یہی کیا جو سوچا تھا۔ وہ نات کے بارہ بجے تک بستر پر خاموش بیٹھی اپنی وہ آسپا کے سوتے کا انتظار کرتی رہی اور جب اسے اچھی طرح اٹھان ہو گیا کہ سب بے سہارہ پڑ کر سو گئی ہیں تو اس نے بہت احتیاط سے آواز بیکار کیے بغیر الماری میں رکھی اپنا کچھ سامان سوٹ میں ڈالا کیونکہ وہ غیرہ تو اس کے سوتے میں ہی رکھے رہتے تھے۔ اسے سوٹ کس کو بھی الماری میں ہی منتقل کر دینی تھی۔ وہ کیونکہ الماری میں منتقل کی گئی۔ پھر حال اس نے اپنا سوٹ کس الماری سے نکال کر اسے اپنے سر باندھنے کی طرف بیکہ کیے جیسے دیا۔ اور اس کام سے خارج ہو کر سوتے کی طرف سے بستر پر لیٹ گئی لیکن کوشش کے باوجود اسے نیند نہیں آئی۔ کہ وہ اس

کا خیال اس دن کے بعد سے میں روزانہ ذہن حالت میں دیکھا تھا اسے بار بار آیا تھا۔ مگر ان خیالات سے کوئی اچھی بار دہانت نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر ہوتی بھی تو صرف تھوڑی دیر کے لیے پھر وہی اس کی اہانت آمیز گفتگو۔ شے سے آگ گولا ہونا اور گھر سے نکال دینا ہی جتنی گفتگو میں گونجتا رہتا تھا۔ اور پھر گھر سے نکلنے کے بعد ہی شو کریں۔ فلورا سے ملاقات اور پھر سرگودھا پہنچنا۔ اور اس وقت بھی اتنے اس بے سرو سامانی اور کیرہی کے عام میں اس سفند کے گھر سے نکل کر جو واقعات پیش آئے تھے ایک ایک کر کے یاد آ رہے تھے بلکہ کسی علم کی زمین کی طرح ایک ایک کر کے اس کی یادداشت کی سطح پر اتر رہے تھے۔

وہ بات کے نوجے کا عمل تھا جب وہ شعیب منصور کے گھر سے نکل تھی۔ شاہراہ فیصل پر ٹریفک اس زور شور سے روانہ تھا جیسے کہ دن کی پہلے گامہ مساتوں میں ہوتا ہے۔ بسوں اور تری بسوں بھی انسانوں کے جوم سے لبریز۔ اسٹاپوں پر ٹھہرتی اپنے اپنے روش پر آ اور جاری تھیں۔ چلی کر شاہراہ کے دونوں اطراف میں فٹ پاتھوں پر بھی ناہ گھروں کی آمدورفت جاری تھی۔ جیسے وہ کوئی ایسی ایڑ اور معصوم و دلنیزہ تو نہیں تھی کہ رات کے شیبہ دھرا سے واقف ہی نہ ہوتی۔

وہ جن لمحات میں گھر سے نکل تھی۔ ان میں ایک جوان لڑکی کے لیے قدم قدم پر خطرات پھیلانے تھے۔ اس لیے اس کی مثال کچھ ایسی ہی تھی جیسے بازوں اور شگروں کے زلزلے میں ایک ننھی سی مگر وری چڑیا ہوتی ہے۔ جسے ان عقاب نظروں سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ بھی نہیں ملتی۔ لیکن حتی الامکان وہ کوشش ہی کرتی ہے کہ یہ عقاب نظروں سے بچے ہی رہے۔ اور اسی کوشش میں اس نے نٹ پاتھ چھوڑ کر جنگوں کی باؤنڈری وال کے ساتھ ساتھ چلتا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ جنگوں کے آس پاس کا ماحول قدرت سنان اور نیم تارک تھا وہ چاہتی تو یہ رات چھوڑ کر سیدھی فٹ پاتھ پر آ جاتی اور کسی بس اسٹاپ پر رک کر بس کا انتظار کرتی۔

مگر اس کی تو کوئی منزل تھی نہ ٹھکانہ۔ سائے سڑک پر رواں رواں بیماریاں ٹریفک کا ایک شور مچا رہا تھا۔ کاروں بسوں، رکشاؤں اور بوڑھے سائیکلوں کی بیٹ لائٹس آنکھوں میں چکا چوند کی پیدا کرتی تھیں۔ مگر اس کے اندر تاریکی اور سناٹے سے آڑے تھے۔ وحشت اور ہشت کے ڈبیرے سے جہاز کے تھے۔ مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چلے تو کہاں جائے؟ کیسے تو لویا کرے؟

مگر اس اتنے غذا اشتہر کراچی کے لاکھوں لاکھ ایسوں میں سے کسی سے بھی تو اس کی واقفیت نہیں۔ کوئی ایک بھی تو اس کی جان پوچھاں والا نہ تھا۔ ماسوا سہیل منصور کے۔ مگر ان لوگوں سے تو ہمیشہ کے لیے بر تعلق قطع کر دینی تھی۔

لاہور میں وہیں نہیں جاسکتی تھی کہ اول تو لاہور میں اس کا تھا ہی کون؟ اور لاہور کی اتانت نے ہی تو اس پر دنیاوی جہنم کے سارے دروازے کھول دیئے تھے۔

بھائی اور بھانجے کا بھی کوئی پتا و نشان نہ تھا۔ اور ادھر رات کے وقت تنہا یوں سڑکیں تھیں جی خود اپنے لیے بڑا درد خدشات اور جذبات پیدا کرنے کے دستاویز تھا۔ اس پر ادھر ادھر گھومتے بیٹھ یا سفت انسانوں کا فون۔

اور وہ لمحے لمحے سے چو کنا انداز میں ادھر ادھر دیکھتی۔ جنگوں کی باؤنڈری وال کے ساتھ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ جنگوں کا سلسلہ ختم ہو کر کرشل ایسا شروع ہو گیا۔ جہاں بہت گہما گہمی تھی۔ پلازہ کنی پر درجن آہرنہ۔ سگریٹ باٹ کی دکان، ایک ایک ایٹا سٹور کی دکانیں تھیں۔ اور اندر ایک سہارا کیت بھی تھی۔ آگے بڑھتے چلے گئے ان دکانوں کے آگے پارک کی ہوئی تھیں۔ حالانکہ یہ ایک سروس نہیں تھی پھر بھی اس پر ایک تسلسل سے کاروبار چلیا اور اسکو ٹرڈ وغیرہ گور رہے تھے۔ اور ادھر ایہ بھی خاص تعداد میں بیٹھے تھے۔ اور وہ بڑی آسانی سے سب کی نظروں میں آ سکتی تھی۔ گو کراچی میں ایک خونی یا خانی رہ گئی ہے کہ عام حالات اور معاملات میں کوئی کسی کی

طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا۔

لیکن جو ان لڑکیوں کی مثالیں دیکھیں انہیں اس کی سب سے بڑی بات ہے جن کی ایک جھلک دیکھتے ہی مردوں کے دل میں اچھلنے لگتی ہے۔ اس لئے ان لڑکیوں کے ہاتھوں کو سوسٹ کیس میں رکھ رکھا رہتا تھا۔ اور وقت میں عادت تھی کہ لڑکیوں کے ہاتھوں کو سوسٹ میں رکھ رکھا رہتا تھا۔ اس پر بعض لوگ اس کی طرف توجہ بھی ہو گئے تھے۔ گویا یہ نظروں میں آئے ان کے سر پر منڈلانے کا عمل کرنا اور اس سے پہلے کہ کوئی اس کے نزدیک آکر اس سے کچھ پوچھے۔ یا اسے تنہا دیکھ کر کوئی مذہب حرکت کرے۔ کہ عورت کی بے پروا توجہ میں بند آجدار سوئی کی طرح ہوتی ہے جس سے کوئی انسان یا جانور اس میں کھل کر رہتا تو اس کی فریبی اور آب و تاب ماند پڑ جاتی ہے اسے ڈرنا تو بس اسی بات کا اور نہ جان کی کسے پر دانتھی۔ اس لیے ایسے حالات میں جن سے وہ دوچار تھی کوئی اور چارہ کار نہ دیکھ کر وہ جلدی سرس میں پانچ کر کے ڈٹ پاتا۔ پھر بس اس میں اسٹیپ پڑا کھڑی ہوئی۔ پھر کئی ہی لمبیں تھیں اور سفروں کو اتارا اور چلنا چلا کر گھر آیا۔ مگر وہ جب چاہے کھڑی ہی رہی۔ حتیٰ کہ اس اسٹیپ پر بیٹھ کے کچھ ایک بیچ بھی پڑا تھا اور اتفاق سے خالی تھا۔ مگر وہ اس بیچ پر بیٹھ ہی نہیں بیٹھی۔ کیونکہ منہ تو بڑی چیز اسے تو کسی سمت کا اچھی اندازہ ہی نہ تھا۔ پھر جھلسا کس میں بیٹھنے سے فائدہ ہی کیا ہوتا۔ بڑے ہی مصلحتی شخص تھا اس لیے۔

کہہ دیجئے جو راستہ چھوڑ کر تھی اس پر پلٹ کر جانا ممکن تھا نہ آگے جانے کی کوئی راہ نظر آ رہی تھی۔ کسی بے بسی اور سہمی کے لحاظ تھے کہ سوچ بھی ناکارہ ہو گئی تھی اور رماٹ بھی جواب دیتا تھا۔ اور وہ سرگ پر چلتے ہوئے ڈر لیکر برابر ہاتھوں میں رکھ کر دیکھے۔ نامعلوم کس خیلوں میں گھر ہی تھی بلانے پر بلکے سے دباؤ کے ساتھ ہی ایک غیر مانوس مگر نرم سہی آواز نے اس کی بند باندھی کیفیت کو یک لخت مستزسا کر دیا۔

”کہاں جانا ہے نہیں؟ اس سوال پر اس نے گردن موڑ کر بائیں سمت دیکھا۔ شلو اسرٹ میں ملیں، ہوا کا اور ڈھنکی تو ماتھے پر بالوں کی آخری حد تک ڈھانچے اور گردے کے چولانی روٹ کو بہت دیکھے چھوڑ آنے والے جھول کھائے ہوئے چہرے کی وہ ایک مہر سی خاتون تھی۔ جس کے چہرے پر عمارت کے عظیم ہونے کی کئی کئی نشانیاں یا آثار موجود تھے۔ لیکن اس کی آنکھیں۔

قد سے چھوٹی اور جتن سے ہی آنکھوں میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جس نے اس کے خون کو کسی حد تک زائل کر دیا تھا۔ لیکن وہ جواب میں کچھ بھی نہیں کہہ سکی۔ کہ کہنے کو تھا ہی کیا۔

”کیا تو مدار ہو کیا؟ اس نے پھر سوال دہرایا۔ اور اسے جھوٹ پوچھتے ہی جی۔

”جی؟ اس نے بہت سہی آواز میں کہا۔

”اچھا مگر کہاں سے آئی ہو۔“

”لاہور سے“

”کب آئی ہو؟“

”۱۸ بجی“

”دیکھا تمہارا ہو۔“

”جی“

”اور سے تمہارا ہی ہو تو۔ جن کے یہاں آئی ہو کیا وہ لوگ تمہیں لینے اسٹیشن بھی نہیں آتے؟“

”نہیں کیونکہ میرا یہاں کوئی رشتہ دار ہے نہ واقف کار۔“

”اور تو پھر تمہیں یہاں کس ملازمت کے سلسلے میں آئی ہوگی؟“ خاتون نے سر ہلا کر پھر اس انداز میں کہا جس سے وہ تنہا اس کی کراچی آمد کا عقیدہ کچھ بھی نہ ہو۔

”جی نہیں میں ملازمت کے سلسلے میں بھی نہیں آئی۔ اسے مزید جھوٹ ہوانا گوارا نہ ہوا۔

”تو پھر کیا گھر سے بھاگ کر آئی ہو؟ عورت نے ایک دم ہی مشکوک ہو کر پوچھا۔

”نہیں۔ میں گھر سے بھاگ کر آئی نہیں کیونکہ میرا تو یہاں نہ وہاں کوئی رشتہ دار ہی نہیں ہے۔ میں تو اس بوری میں ہی باہر آئی ہوں۔ اس نے پہلے بار کھل کر بات کی۔

”اچھا اگر باہر آئی ہو تو اب تک کیا درختوں اور پھولوں میں زندگی گزارا ہے؟“

”اب تک“ سوال سچو تک بہت غیر اچھا تھا اس لیے اس نے سرگ دکھتے ہوئے سوچا۔ اگر اس خاتون کو اب یہ سچے بات نہ بتائی تو زمین ممکن ہے کہ پھر میری طرف سے مشکوک ہو کر میرے لیے کوئی نئی مشکل کھڑی کرے۔ یہاں کے ایک عزیز کے یہاں رہ رہی تھی؟ اس نے بتایا ہی تو کچھ اس طرح جیسے دل سے گھڑ کر تباہی ہو۔ یہ خاتون سچے سچے اس کی طرف سے مشکوک ہی ہو گئی اور اسے قائل یا شرمندہ کرنے کی غرض سے آنکھیں مشکا کر بولی۔

”تو اس نے پھر وہی کہیں کہیں اس بوری دنیا میں میرا کوئی ہے ہی نہیں پھر یہ یہاں ایک دم ہی کہاں سے پیدا ہو گئی؟ کوئی اور وقت یعنی وہ اتنے حدیثات میں نہ گھر ہی ہو تو اس خاتون کو بوری طرح انداز ہی کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے اور اس کی ذاتیات میں دخل نہ دے۔ مگر اس نے تو عرصہ حیات، جن اس پر تنگ ہو رہا تھا، مگر یہ وہ خاتون کے اس سوال کا کیا جواب دینی کہہ کر اسے اپنے نئی معاطات سے آگاہ کر دی۔ یا اتنا ہی کہہ دینی کہ جن لوگوں کے ساتھ وہ رہی تھی انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ بخیر، ان دنوں میرے سوجھنے کے بعد بولی۔

”مگر تمہیں آپ مجھے غلط نہ سمجھیں میں کسی کے یہاں ڈاکہ ڈال کر آئی ہوں نہ کسی کے ساتھ بھاگ کر ہی بلکہ میں ذاتی ایک مصیبت زدہ لڑکی ہوں۔“

”مشکوک ہے اگر تم مصیبت زدہ ہی ہو تو آخر کہاں رہی ہو کون سے روٹ کی میں پکڑنا چاہتی ہو جو آج کل کے گھنے سے یہاں کھڑی ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ آدھے گھنے سے تو میں تو یہاں کھڑا رہی ہوں نہ؟“

”اصل میں تو میں لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لیے یہاں آکر کھڑی ہو گئی تھی اور نہ خود مجھے بھی معلوم نہیں کہ مجھے کہاں جانا ہے تو پھر کوئی میں پکڑنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہونا ہے۔“ اس نے کہا تو خاتون نے بڑی ہنسی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کمال سے بظاہر تو تم پوری جوان اور سیاہی ہو مگر یا تو باتیں بچوں کی ہی کر رہی ہو یا پھر مجھے باتوں میں اڑانا چاہ رہی ہو۔ میں تم کوئی ہو کہ تم میں لاہور سے یہاں آ رہی ہو۔ تو جب تمہارا کوئی نصیحتکار نہ ہی نہ تھا تو اسٹیشن کے ریلنگ ڈیم میں میں کیوں نہ گئی۔ یہاں۔۔۔ ہانا کھڑے ہو کر اپنی آبرو کو راز۔ پر لگانے کیوں آگئیں۔ دیکھو میں خفیہ پولیس کی ایک کارندہ ہوں اور تمہارے جوٹ بول کر نہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہ تو آہستہ بولی رہی تھی مگر وہ خاتون اتنی اور کچھ آواز میں بات کر رہی تھی کہ اور کہہ کر اسے لوگ ان کی طرف توجہ ہو گئے تھے۔ اس بار وہ تنہا ہی تھی کہ وہ ضعیف پولیس کے عینک سے تعلق رکھتی تھی۔ اس صورت حال سے ہم کو اس نے سچے سچے میں کہا۔

”خدا کے لیے مجھے غلط نہ سمجھے اور ڈرا آہستہ پوچھے۔ آپ اگر پولیس کے عینک سے تعلق رکھتی ہیں تو خدا را بھروسہ ہے کہ تم نے ایسے نادقت اس گھر سے نکل آئے ہیں اپنی بہتری سمجھ کر سخت حماقت کی ہے۔ بہر حال سب کے لینے اپنے حالات اور جمہوریاں ہوتی ہیں اور تمہاری بھی یہ کوئی جمہوری ہوگی۔ لیکن میں اس وقت تو تمہیں کسی ایسے لڑکے کے نہیں چننا سکتی البتہ میں تمہیں اپنے گھر لیے ملتی ہوں جہاں تم آرام سے رات گزار لینا پھر میں کل کسی اللہ مان کے بعد بولی۔

کا پتا معلوم کر کے تمہیں رہاں چھوڑاؤں گی۔

گدھا توں کی اس بندرہ نہ پیشکش کو غنیمت سمجھنے کے بجائے وہ بدکھی اٹھی۔ کہ کس اعلیٰ اور اعلیٰ جانور کے ساتھ لیونین جلا سوچے کیجے جا بھی کیسے سکتی تھی۔ چنانچہ وہ نون ہو کر کہیں ہو۔ اسے ساتھ لے جا کر اس پر قبضہ کر کے کہیں کسی کے ہاتھ اسے بیچ دیا تو جو وہ دین کی رپے کی گڑھیاں۔ اسی حدشے کے منتاس سے کہا۔
"میں میں آپ کے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی۔ آپ میں اگر تھوڑی سی بھی بھڑکی ہے تو میں نے کسی اسیار سے اپنا پتا بتا دین میں خود ہی وہاں پہنچ جاؤں گی یہ خاتون نے جب سنی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔
"تم خاصگی کھرا معلوم ہوتی ہو اور مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی امید تھی۔ تم جو ہر راعنا رہیں ہر کار میں تو نہیں ہاں وہ غلطی ہے یہ کیونکہ آج کل تو اپنوں پر بھی منظر کی ہی سے استوار کیا جا سکتا ہے۔ تم اگر میرے ساتھ جانا ہے تو میرا نہیں ہو تو آرمیر سے ساتھ چلو گی نہیں رہتا رہے اس ٹھکانے پر چھوڑ دوں وہاں سے تم آتی ہو۔
"نہیں نہیں رہاں اب ہر پلٹ کر جانا ہے کہیں گوارا نہیں کہ وہ پہلے سے اغاڑ میں بولی۔
"تو کیا رہاں سڑک کے کنارے کھڑے رہ کر خود اپنے آپ کی خطرات کو دعوت دو گی۔ دیکھو میں تم سے ہر تو نہیں کہوں گی کہ تم پر اعتماد کرو۔ کیونکہ ایسا کہنا نہ ہی حماقت ہے۔ یہ ہو گا کہ میں تمہارے لیے ایک اعلیٰ جانور اور میری عورت ہوں۔ اہمیت اتنا اطمینان ضرور دلا سکتی ہوں کہ وہ جو اور پہنچا اپنے بندوں کی ہر آنھی اور در بات پر نظر رکھتا ہے۔ وہ میری نیت اور ارادوں سے اچھی طرح باخبر ہے اس لیے میری نیت اور ارادوں کی کسی تھوڑی دخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تم اس ذات برحق پر ایمان رکھتی ہو تو میرے ساتھ چلی جاؤ اور نہ ہی مر جتی ہیں تمہیں چھوڑ نہیں کر دوں گی۔ تو دوسرے منٹوں میں اس خاتون نے اپنے ٹیک اداوں اور ٹیک لگتی کاغذ کو

گواہ بنا لیا تھا اور اسی بات پر گونئی خام بندہ بھی کہہ سکتا ہے تو اسی وقت جب اس کا دل فوراً جان سے توڑی اس لیے بھی سوچا کہ اب مزید اتکار اس کی راست گونئی کی تو بہن ہو گا۔ اس لیے اس نے گویا ہتھار ڈالتے ہوئے کہہ دیا۔
"اچھا چلیے مگر برائے ہر بان۔ حسب وعدہ مجھے کل کسی ادارے میں ضرور چھوڑ دینے کا وعدہ ہے۔ یہی باتیں کر بولی۔

"میں نے وعدہ تو نہیں کیا تھا لیکن اگر تم اسے وعدہ ہی سمجھ رہی ہو تو میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی کہ کل بیچ کو کسی دارالمان میں پہنچاؤں گا۔ اس بات پر کہ اس نے قرب سے گرا دی ہوئی موٹر رکشا کو ہاتھ لے اشارے سے رکھا اور پھر اس کے ساتھ رکشا کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔
"یوں تو تمہارا میں بس یہی ستر کرتی ہوں مگر اب مزید بس کے انتظار میں کھڑا رہنا مناسب نہیں۔ اس لیے رکشا میں ہی چلنے ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ رکشا میں بیٹھ کر اس نے رکشا ڈالنے سے کہا۔
"مارا دن روڈے چلے اور پھر شاہراہ فیصل پر اپنی پلٹ کر ایک موٹر ملے کے بعد ناک کی سیدھی ہو کر رکشا نے ڈراما بھر تو سڑک شیطان کی مانند بن گئی۔ جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ اور راستہ بھی کہیں بہت روشن تھا اور کہیں نیم تاریک مگر ٹریفک تھا کہ جاؤں طرف سے آئے پڑا رہا تھا۔
اصل میں وہ چھبہ بکت روڈ تھی جو شاہراہ فیصل سے شروع ہو کر تیل کے آخری سرے تک ختم ہوتی ہے۔ اور یہی بائیں ہاتھ تو ماراں کو کارڈ کا علاقہ تھا۔ خاتون تمام راستے ایک لفظ نہیں بولی تھی۔
جہاں تک اس نے محسوس کیا وہ تمام راستے ڈرلے کچھ بڑھتی رہی تھی۔ رکشا والے نے اس کے بتانے پر اندازہ لگ کر وہ گلی میں کولہڑوں میں ایک کولہڑے کے آگے رکشا رکھی۔ خاتون نے پہلے اسے اتارا پھر خود اڑ کر بیٹھ جاکر کرایہ او اکیلا۔ اور سامنے بنے ایک چھوٹے سے گاڑی کی طرف بڑھتی ہوئی اس سے بولی۔
"آؤ ہم اٹھ۔ اندر چلو۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے پر پہنچ کر کندھے میں پرے بڑھے سے تلے کو کھولا اور خود ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو کر تیل کا سونچ دیا دیا۔
درختی ہو جانے کی وجہ سے کمرے کی پرستہ داغ ہو گئی۔

میں ایک پلنگ۔ ایک چوکور میز اور کرسیوں۔ دو صندوق اور چراغی کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ بلکہ فرش پر ایک فرش نما سا عالیہ میز اور چھایا ہوا تھا۔ مگر چیزوں کی سنگ کھانے قرینے سے کی گئی تھی کہ کھانے کے ساتھ ساتھ تو سٹیل کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ ایک منہ اس طرح ڈھلنے کی صورت اس کی آنکھیں ہی تھوڑی سی تھلی نظر آ رہی تھیں دروازے کے آگے کچھ بکھری تھی۔ خاتون نے دروازے کا اندر سے کھٹکا لگاتے ہوئے اس سے کہا۔

"بہن! آرام سے میرے پلنگ پر بیٹھ جاؤ۔ اطمینان رکھو یہاں کوئی مرد تو کیا عورت بھی نہیں آئے گی۔ تم یہ نگر ہو کہ پناہ چاہو وہ بھی میرے سے بناؤ۔ سو دو تھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دو۔ اصل میں رہنے کو جانے کی وجہ سے میں اچھی تک منشا کی نماز بھی نہیں پڑھ سکتی ہوں۔ بس ڈاکا زبردتہ لوں پھر تم سے دل کھول کر باتیں کروں گی۔ سلووا پر گویا پلاہریشن ہی اس کی پرہیزگاری کا پڑا تھا۔ اس کے دل میں جو شک و شبہات باقی رہ گئے تھے وہ بھی دور ہو گئے۔ عورت درسا اور وہ کھول کر باہر محسوس نہیں ہو سکتے تھے۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد۔ انھوں نے تھوڑے سے اندر آئی اس کی طرف کوئی توجہ دینے بغیر ہاتھ پیرا کر نماز ادا کرنے لگی اور سلووا نے آواز نہ پہلے اور سرے کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھا تھا۔

باہر سے ایک تنگ سا محسوس نظر آیا جس کے بائیں طرف باوجودی خانہ۔ فسطاط اور بیت الخلاء بنا ہوا تھا۔ باہر محسوس میں بھی یاد کا باب مل رہا تھا اس لیے ہر چیز واضح اور صاف نظر آ رہی تھی۔ باہر محسوس میں بائیں سٹاٹا بڑا صاف بھی سلووا نے اس کے پلنگ کی طرف چلنے سے پہلے دوسرے دروازے کی بھی اندر سے چھٹی لگائی اور اپنی چادڑ اتار کر اور دوپٹے کو قرینے سے اڑھ کر اس کے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

پھر تھوڑی دیر نہیں بلکہ خاصی دیر اسے انتظار کرنا پڑا تا تب کہیں جا کر وہ خاتون نماز سے فارغ ہوئی اور جاننا تازہ کر کے اسے مستحق پر رکھ کر بولی۔

"پہلے میں کھا گا کمر کے کے لاق ہوں۔ آج تو صبح سے کچھ کھا یا ہی نہیں کام ہی کچھ اتنا بڑھ گیا تھا کہ سناٹا نے کی بھی مہنت نہیں ملی۔ تمہیں بھی تو صوبک لگ رہی ہو گی۔
"نہیں میں تو کھانا کھانے کے بعد ہی رہاں سے نکلی تھی۔ میں آپ ضرور کھا لیں آپ نے ویسے بھی صبح سے کچھ نہیں کھا یا۔ سلووا بولی۔

"ہاں ہاں بہن! میں تو صبر رکھاؤں گی میں صوبک کے معاملے میں ویسے بھی کچھ ہوں۔ یوں میں میں بڑھ چاہے میں انسان صرف کھانے کے سہارے جیسا ہے۔ کیونکہ جوانی میں تو پانی میں اسے خون نہ کر گھٹا ہے۔ اصل میں عمر کا فرق ہوتا ہے نا۔ خاتون نے کہا اور پھر چھٹی کھول کر باہر نکل گئی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں کچھ تھی جس میں بڑی نفاس سے کھانا تھا ہوا تھا۔

ایک تھوڑی عورت سے نقیضیہ جالے میں تھوڑی سی وال تھی۔
ایک میں سامان۔ اچھا کی بوتلی۔ ایک بیٹ میں وہی اور باقی سے سبب شیشے کا گلاس۔ جبکہ شے میں ایک سفید چنگ شے کا تھوڑا سا بچھا تھا۔ شے کو اس نے ایک چھوٹی سی چوکور میز پر رکھا اور کرسی گھسیٹ کر اس کے آگے بن بیٹھ گئی۔ سلووا نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کی نظریں بار بار اس کے چہرے کا طواف کر رہی ہیں۔ اس کے دل میں پھر شک و شبہات سر اٹھانے لگے تھے۔ کہیں یہ عین ایک دکھاوا ہی نہ ہو۔ پارسی کا ڈھنگ ہی نہ ہو۔ چھوٹا سا بھی مگر کولہڑے کے اس کمرے میں وہ جتنا تو ہرگز نہیں رہتی ہو گی۔ یہی سب سوچ سوچ کر وہ دل کی مال میں ہوتی رہی۔

لوحہ وہ خاتون بڑی باتوں ثابت ہوتی تھی اور ٹیپ کی طرح مسلسل جیسے ہی ہماری تھی۔
لہذا دار کھانا شاہ کتبا ہی عمدہ کیوں نہ ہو مگر مجھے تو اپنے ہاتھ لایا یا ہوا کھانا ہی مزاد دیتا ہے۔ اس لیے میں سچ تراز کے اٹھ کر نماز اور گھر کی جھاڑ بونچھ سے فارغ ہونے کے بعد اپنا کھانا تیار کر کے جاتی ہوں۔
گھبراہٹ اس لیے نہیں ہے جانی کہ ایک تو فرست ہی مشکل سے ملے ہے دوسرے ٹھنڈا کھانا ہے ہضم نہیں ہو جاتا چاہے

کب ملے تھے۔ وہ تو کسی دارالامان میں چلے جاتے تھے۔
 "جی ہاں تھکی ہوئی ضرور ہوں مگر اب اتنی ہی تندرست نہیں آ رہی۔ اور کم از کم آپ کی داستان سننے کے قبل تو بالکل نہیں آئے گی۔ اس نے شکر اکر کہا۔
 "ارے بھئی دنیا میں ایسا کون ہو گا جس کے ساتھ کوئی نہ کوئی داستان کوئی نہ کوئی المیہ نہ لگا ہوگا۔ جبکہ میں تو ایک بہت ہی معمولی بہت ہی حقیر شخص ہوں۔ خیر تمہیں اس قدر اشتیاق ہی ہے میری داستان سننے کا تو سنو۔ اس نے اپنی بات کہہ کر قدرے توقف کیا اور پھر بولی۔
 "میں اپنی داستان تو تمہیں بعد میں سنائوں گی لیکن پہلے میں تم سے ایک جھوٹ بات کہنے پر معذرت کر لوں گا۔

"جھوٹ بات؟ سوطا قے چرنک کر پوچھا۔
 "ہاں میں نے خود کو پوچھ لیا کالائڈ کا کارندہ ظاہر کر کے جھوٹ ہی بولا تھا۔ اصل میں اس وقت کچھ کوشش ہی کی تھی کہ سہولتاً مجھے غلط بیانی سے ہی کام لینا پڑا تھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ اگر تم کوئی ایسی ویسی لڑائی بولیں تو میرے نفس ذوقی استفسارات پر کہیں اٹھا لے گی پھینسا دو کہ آج کے کوٹے اور مغلہی زمانے میں ایسا ہی ہو تا ہے کبھی کبھی کسی کی ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں اٹھتی آتیں گلے پڑ جاتی ہیں۔ خاتون نے کہا تو سوطا بولی۔
 "لیکن جنہیں جانیں اتنی ہی تک آپ کو پوچھ لیں گے گلے سے متعلق سمجھ کر بھی بالکل مرعوب نہیں ہوتی تھی کیونکہ میرا ضمیر خرم نہیں تھا۔"

"ہاں ہاں میں تو چند سوالات کے بعد ہی سمجھ گئی تھی کہ تم بہت راست گو اور بے قصور ہو۔ لیکن میرا اخلاقی فرض تھا کہ میں تم سے اپنی دروغ گوئی کی معذرت کر لوں۔ بہر حال اس وقت مات کے گیارہ بج چکے ہیں تم اگر چاہو تو سو سکتی ہو ورنہ۔"
 "لیکن نہیں آپ اپنی داستان سنائیے۔ سوطا مغلہی سے بولی۔ حالانکہ اس نے عموماً کر لیا تھا کہ اتنی تلوار کو سخت نیندا آ رہی ہے۔ وہ بار بار جانتا تھا کہ میں نے یہی کہا تھا اور ان کی آنکھیں بھی بند ہو رہی ہیں۔ مگر اس کا خود ارادہ نہیں تھا۔ وہ سارے کلاہ و ساری رات جاگ کر گزار دیتا چاہتی تھی۔ خاتون نے پہلی بار تلوار سے متناہی پھر دیا اور ان دنوں مرگ کر غائب سے ٹیک لگائی۔

"میرے والد گورڈ مکینیز ہیں۔ انگریز کشتہ کے اردنی تھے۔ بہت اچھی تنخواہ تھی اور تنخواہ کے علاوہ ٹپ وغیرہ بھی بہت مل جاتی تھی۔ اس پر ان کے پاس چند بچے زمین بھی تھی اور ذاتی مکان بھی تھی کوئی مالی مسئلہ درپیش نہ تھا۔ لیکن کوئی بھوتی تھی کچھ معلوم ہی نہ تھا کہ کہاں سے آتا ہے اور کیسے آتا ہے۔
 مرغن کھانے۔ کیک پیسٹریاں، بسکٹ، جاکٹ، ٹافیاں، بیکل اور میوے کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو کھانے کو نہ ملتی۔ کوہیم تین بوسانی اور دو بیسویں تھیں۔ بڑا جانی ربانی زمین کی دیگر جہاں کرتا تھا جو شہر سے باہر ایک قریبی گاؤں کی تھی اور جی میں ایک باگڈاتی آیا بانی مکان بھی تھا جس میں بڑا جانی رہتا تھا۔ ہم باقی نہیں جانی اور والدین اباکو گلے کی طرف سے ملے سرکاری کوارٹرز میں رہتے تھے۔ بڑے سے چھوٹی آپ بھینسا اور اس سے چھوٹے جانی کو آیا نے ایک میٹری اسکول میں داخل کر رکھا تھا۔ اس جانی سے چھوٹی بہن تھی اور میرے بعد چھوٹا جانی۔ اتنے بھوکھ میں سے زندگی گزار رہی تھی کہ آج کل کے زمانے میں کوئی چاہے بھی تو نہیں گزارا سکتا۔ میری عمر اس وقت مشکل سے سات سال کی تھی اور میں کچھ بہت ہی لاچار دکھانڈی واقع ہوئی تھی۔ کچھ بوش ہی تھا کہ گھر میں اور گھر سے باہر کا ہو رہا ہے۔ یوں ہی گھر میں، میں کتنی ہی کب تھی۔ ہمارے بڑوں میں ایک تھی خیر آبادی تھا۔ انہیں پھر اور داخل کر سوتو، ان کے بھی کئی بچے تھے۔ میں سارا سال ان دنوں ان کے گھر میں کھسی ان کے بچوں سے کھیلتی رہتی تھی کبھی کبھی انماں سے اسی بات پر بہت بچی میں تھی کہ میں گھر میں تک کر کیوں نہیں جیتی مگر اتنی باکیلا بھستہ تھی پٹنے سے بجا لیتی تھیں۔

ان کے اور اماں کے درمیان بہت گہری دوستی تھی۔ آبا جو کچھ بھی کشتہ صاحب کے یہاں سے بچا کھلاتے اماں

مجھے بہت مرعوب ہیں مگر چاول کھانے سے میرے پیٹ میں ایسا ہوتا ہے جوڑوں میں بھی درد ہوتا ہے
 ہے اس لیے مرعوب ہونے میں چاول کھانے چوڑی دیے ہیں۔ اصل میں یہ کراچی کی ہوا بہت مرعوب ہوتی ہے تا اس لیے ہادی چیزیں مجھے بہت نقصان دیتی ہیں؟
 ان اور اس کی جان پر بڑی تھی اور دوسرے نہایت غیر متعلقہ اور فضولی سے باہر سننے کو مل رہی تھی اور پھر وہ دوسرے معنی میں خاتون کو یہ احساس ہی نہیں تھا کہ وہ کسی خوش وقت میں اس کے یہاں نہیں آئی ہے۔ پھر وہ داستان ایسی بائیں کر کے اسے پشیمان ناچا رہی تھی۔ مارے کوٹ کے سوطا کا پر حال زور با تھا۔ لیکن نہ کیا نہ کرنا کے معذرت وہ بڑے صبر و تحمل سے اس کی لڑائی کو برداشت کر رہی تھی۔
 آخر کھانے کے اختتام پر وہ خاتون خود ہی خاموش ہو گئی۔ اٹھ کر خاموشی سے ٹسے اٹھائی اور باہر نکل گئی۔

اسی وقت کچھ زیادہ ہی دیر لگا کر آئی۔ مگر آئی تو ایک چھوٹی سی شیشی میں چائے کے دو کپ لے کر آئی۔
 "یوں تو خاموشی کر رہی پڑ رہی ہے۔ مگر ہم کراچی والے تو حدی حدی سہانے کے دریا ہوتے ہی اس لیے ہی تمہارے لیے یہ گرم گرم چائے بنا کر لائی ہوں جبکہ چائے تو تھا کوئی ٹھنڈی چیز یا مشروب یہ پیش کرنا۔ مگر وہ غریب کے پاس فرج ہے نہ با زار سے کوئی برت لانے والا۔۔۔ میں تو بڑی دیر کے لیے یہ کچھ تو کیسا سا زور دیا۔ آگ۔ اب یہاں تمہیں برف میں کاٹھنڈا پانی ہی نہیں مل سکے گا۔"
 "لیجئے۔ میں ایسی کون سی برف کی عادی ہوں میں جیسا مل جاتا ہے وہی کھا لی جیتی ہوں۔ اصل میں میں نے خود کو ہر طرح کا عادی بنا رکھا ہے۔" سوطا بولی۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے سچی۔ کیونکہ اس درجہ کا انسان بڑے سے بڑے حالات کا سامنا کر سکتا ہے۔ ہاں اب بتاؤ کہ تمہاری بھالی کے رکھنے داروں نے تمہارے ساتھ ایسی کیا بد سلوکی کی تھی جو تمہیں ان کے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ پھر خاتون نے گویا اب اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔
 "یہ بڑی طویل داستان ہے حالہ جان۔ میں اتنا سمجھ رہی تھی کہ کچھ ایسی ہی لوہا لگتی تھی جو میں نے ان کے گھر سے نکل کر اپنی عورت پر بنانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ معاف کیجئے گا میں نے آپ کو فالہ جان کر دیا۔ سوطا نے گویا کہہ کر بڑی خوبصورتی سے اپنے معاملات پر پردہ ڈالا۔

"خیر خاتون جان یہی کیا تم مجھے اتنا جان ہی کہہ سکتی ہو۔ لیکن اگر اتنی تلوار کہو تو زیادہ بہرگانہ خاتون مسکا کر لولی۔
 "آئی تلوار۔ لیکن آپ تو سہانہ ہیں ابھی مشاوری خانہ پر چڑھ رہی تھیں۔ سوطا نے سخت متوجہ ہو کر کہا۔
 "ہاں الحمد للہ میں سہانہ ہی ہوں۔ لیکن تمہاری طرح میری داستان بھی بہت طویل ہے۔ اگر سوطا کا پھر کبھی سناروں کی۔ اس وقت تو تم اپنی سناؤ خاتون نے بدستور مشکراتے ہوئے کہا۔
 "تمہیں پہلے آپ اپنی داستان سنائیے۔ ورنہ میری حادث ہے کہ جس کے عالم میں کوئی بات ہی نہیں کہہ سکتی۔
 "اچھا پہلے تم جانے لوئی لو۔ ٹھنڈی ہو جانے کی تو کیا خاک مزاد سے کی۔ لیکن اس نے ساتھ ساتھ کہہ دئی تو دل چائے یا پانی وغیرہ میں بھرتی کی کوئی دو ملا دیتے ہیں۔ کہیں ان اتنی تلوار نہ بھی کوئی ایسی حرکت نہ کی ہو جو یہ چاہنے کی کرید میں لگے پھٹنا پڑے۔

"اب اتنی محبت سے میرے لیے چائے بنا کر لائی ہیں اس لیے انکار کرنے ہونے شرم آ رہی ہے۔ ورنہ یقین جان میں صبح ناشتے کے سوا نکل چائے نہیں پیتی۔ اور رات کو بیٹے سے تو میری نیندا ڈھالتی ہے۔ خیر یوں کی مگر وہ اشتیاقی ہو جائے اس نے خود اسے سے شامل کے بعد گویا بہت خوبصورتی سے چائے پیئے سے انکار کیا تو اتنی تلوار نے اس کے آگے سے پانی اٹھاتے ہوئے کہا۔
 "اگر نیندا آ جاتی ہے تو گھر پر نہ پڑنا۔ یوں ہی بہت مشکل کھلی کی لگ رہی ہو۔ تمہارے چاند سے کھرا ہے پر جو یہ استعمال سا نظر آ رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کئی راتوں سے نہیں سوئیں۔ میرے خیال میں تو اب تم آنا م سے پڑ کر سو جاؤ باقی باتیں ہم کل کسی وقت کر لیں گے اور اس نے سوچا کہ کل بائیں کرنے کا موقع ہی

کر دیے گئے تھے۔ اور چھ شتی دل کو دیکھو کہ میں ہمیشہ کے لیے انہوں سے بچو جانے پر روتی چلائی نہ تپائی۔ البتہ
گنگہ سی بوکر رہی تھی۔

آنٹی کے ہٹے ملنے والوں اور دوستوں کے بچے آتے تو میں بہت غریب انہیں اپنا کوارٹر دکھا کر کہتی۔

دیکھو یہ میرا کوارٹر تھا۔ اس میں میں میرے والدین اور بھائی بہن رہتے تھے مگر چند دنوں اور سکولوں نے

سب کو مار ڈالا۔ اب میں ہی بچی ہوں۔ میں نے یہ کہہ کر تمہیں میں ہٹے لگتی اور کبھی رونے لگتی۔

آنٹی نے مجھے اپنے یہاں پناہ دی تھی اور سب سے چھپا کر رکھا تھا۔ مگر وہ سروں پر یہ راز جملہ ہی فاش ہو

گیا کہ تمام علی کی چھوٹی بچی کو مسٹر کوشنفر نے اپنے یہاں چھپا رکھا ہے۔

مسلمانوں کے خون کے پیاسے کتے ابھی تک مسلمانوں کی بوسٹو گتے پھر رہے تھے انہیں معلوم ہوا تو آنٹی پر

درد ہو ڈرے۔ اور مجھے ان کے حوالے کرنے کا ہلاک کرنے لگے۔ اٹکل کوشنفر نے بھی کہا کہ ہاں اس مسلمان لڑکی

کو ان لوگوں کے حوالے کر دو مگر آنٹی یا مسلمانوں کو زبردستی ہی نہیں۔

وہ مجھ سے فریاد کو پٹی بیچے۔ بنا یا ہے۔ اور اسے کڑھیں بنا کر اس کا نام نور ادرکہ دیا ہے ہم اس کو ہرگز ہرگز

تم لوگوں کے حوالے نہیں کرے گا۔ آنٹی بھی اپنے عوقت پر اڑی گئیں ماسلم میں تو میری زندگی باقی تھی اس پر قدرت

کی مسامتہ کچھ بھی تھی کہ اس نے آنٹی یا مسلمان کے دل میں میری محبت ڈال دی تھی جو ان دنوں نہ محبت و حسن لوگوں

نے زیادہ میں دل و جنت نہیں کی اور مجھے آنٹی کے پاس چھڑنے کے لیے راستی ہو گئے۔

پھر میری پرورش آنٹی کے یہاں ہونے لگی۔ انہوں نے مجھے کڑھ کھینچنے کے واحد مشنری اسکول میں داخل

کارایا اور خود بھی مجھے میسافا مذہب کی تعلیم دینے لگیں۔ ہر اتوار کو وہ مجھے گرجا بھی لے جاتی تھیں۔ اور حضرت

مسیح علیہ السلام کے بت کے سامنے وہ مجھے گھٹنے ٹیکنے اور سر جھکانے کو کہتیں۔ وہ مجھے بائبل کے کویشن پڑھنے

کو کہتیں تو میں وہ بھی پڑھ لیتی لیکن جب مقدس بائیبل سے کوڈ میں تو میں انکار کر دیتی۔

اور جب بھی وہ مجھے سیموں کے قصوں اشارے کر اس بنا تے تو کہتیں تو اس بنا تے ہوئے میرے منہ

سے آپ کو آپ کلمہ طیبہ جاری ہو جاتا۔ اور اس پر وہ بھی کبھی آنٹی خفا ہوئیں کہ مجھے مارنے بیٹھے سے بھی دریغ

نہ کرتیں۔

اور کبھی مجھے یہ ڈر ادا توئی کہ اگر تم نے ہمارے کہنے کے مطابق نہیں کیا تو ہندو اور سکھ لوگ تم کو پکڑ کر لے

ہائیں گے اور پھر تمہیں قتل کر دیں گے۔

لیکن اس وقت مجھے موت کا مفہوم معلوم ہی نہ تھا البتہ میں کھلا ولا کاٹ۔ دینے کے خیال سے بہت

ڈرتی تھی۔

اسل میں میرے لاشعور میں ان کی بھائیوں اور بہنوں کو دیکھتی اور ان کا سختی سے صوم و صلوة کا پابند

ہونا کرتوں سے اس قدر پر سرور کرنا کہ اس مضبوطی سے تم کو بچھڑ گیا تھا کہ آنٹی کا کوئی بڑے سے بڑا ڈراوا بھی

مجھے متاثر نہیں کرتا تھا۔ اور اس بات کا احساس تو مجھے بہت بعد میں ہوا اس وقت تو مجھے کوئی معلوم ہی نہ تھا۔

اسل میں جو انسان پیدا کرتی مسلمان ہوتے وہ ہر مذہم تک مسلمان ہی رہتا ہے خواہ اس کی پرورش اور تربیت کیسے

ہی ہوتی ہیں کیوں نہ ہو وہ مسلمان ہی رہتا ہے کیونکہ اسے اندری اندر نہیں طور پر وادیت تھی رہتی ہے۔ یہ یہ افانی تجربہ

ہے۔

پھر اس سبب ماحول میں گویا چھوٹی سے بڑی ہوئی یعنی پورے پچھ سال تک آنٹی اور ان کی بیٹی کے ساتھ رہی۔

انہوں میں سے میں آنٹی اور اسل سے ہر مکتب طریقے سے مجھ پر زور ڈال کر میں ان کا مذہب اپنانا مگر جب میں آمادہ نہ ہوئی تو

آنٹی نے میری طرف سے مایوسی ہو کر بھے خشنی ایک دن کے ساتھ ہی پاکستان جا رہی تھی۔ لہذا ہر مکتب دیا۔ لاہور بھی مجھے پرکاشی

مذاہب الگ تھیں تو پھر سختی بھی کی گئی۔ گورنری ناپا میں نہ بدل سکی۔ اصل میں آنٹی یا مسلمانوں کو وقت رخصت کر کے

ماننے ہی اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ میری دلی خواہش تو یہی ہے کہ یہ میرا مذہب اختیار کر لے لیکن اگر یہ آپ کے بھلنے

لگے تو اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دینے کا اصل میں میں نہیں چاہتی تھی کہ اس پر کوئی زبردستی کی جائے کیونکہ اس

اس میں سے آنٹی یا مسلمان کا حق نہ ہو اور یہ نکال کر رکھ لیتی تھیں۔ مگر خود ان کے ہاتھ کا ناکا یا ہوا یا بھینجا ہوا کسی

نہ نکالتی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے کتے بال رکھے تھے جو ان کے ہاتھوں اور کپڑوں کو سختی سے کبھی کبھی منہ کو چھو چاؤ

لیا کرتے تھے مگر وہ کبھی ہاتھ یا منہ نہیں دھوتی تھیں۔ جبکہ اس نچ وقت نمازی اور یہ سب کار تھیں۔ اور ان

بھی ہمارے مذہب میں کتے کی رال ناپاک ہوتی ہے جس گھر میں کتنا ہوتا ہے اس میں کتے کے فرشتے بھی آتے

اور ہم کتے کو انتہائی طبع سمجھتے ہیں۔ خیر آنٹی یا مسلمان کی اس بات کا ذرا بھی بگاڑنا ہی مانتی تھیں۔ بلکہ ان

کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی کتوں سے پرہیز کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسل میں ان کا بہت خیال رخصت تھیں۔

مجھے تو میں یاد ہے کہ ایسی دن تو اس انہیں پورا پورا دکھا بھیج دیا کرتی تھیں۔ اٹکل کوشنفر کو بڑے دوستانہ

آدی تھے ان کے بچوں کی ان سے جان لگتی تھی لیکن میرے ساتھ وہ بڑی نرمی اور شفقت سے پیش آتا کرتے تھے۔

بیس دن بار انہوں نے آگے سے کہا تھا کہ مجھے اسکول میں داخل کرادیں۔

مگر چونکہ سرکاری اسکول ہمارے کوارٹر سے بہت دور تھا اور مشنری اسکول میں بھائی کو بھی مشکل سے داخل

ملا تھا شاید اس لیے ابا نے مجھے اسکول میں داخل نہیں کرایا تھا آنٹی یا مسلمان بھی انگریزی کا قاعدہ پڑھا یا

کرتی تھیں کیونکہ اور وہ پڑھی اور کھتی انہیں آتی ہی نہیں تھی۔

بہر حال۔ جانے ایک دم ہی بیٹھے جٹانے سب کو کیا ہو گیا تھا کہ ابانے بڑے بھائی کو بھی اپنے ملا لیا تھا اور

ہم سب کو لے کر کوارٹر میں بند ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ دن کو بند ہو کر بیٹھے تھے یا رات کو لیکن آنا سفر

یاد ہے کہ وہ جھپٹے کا وقت تھا بہن شاہہ گھر کی بندش سے ہی گھبرا کر گھر سے باہر نکل گئی تھی حالانکہ ان کا مجھے

آواز ہی ہی دیتی رہتی تھی مگر میں بھاگ کر باہر والے آنٹی کے کوارٹر میں جا کر چھپ گئی تھی۔ یہ معلوم کیا ہوا تھا یہی

آنٹی کے اس چھوٹے سے استون میں کب تک اور کتنی دیر تک چھپی رہی تھی۔

لیکن باہر نکل تو رات ہو چکی تھی اور کچھ ایسا مل گیا ہوا تھا کہ انوں کے پورے بیٹھے محسوس ہو رہے تھے نہیں

تھا میں کی آواز میں سے بند اور ست سری المال کے فہرے اور لوگوں کی چیخ و کبار۔

ظاہر تھا میں ایک کھنکھناتی آنٹی تھی اس لیے ان ڈراؤنی آوازوں اور شور سے خوفزدہ ہی ہو گئی تھی۔ اس کے

باوجود وہ میرا جتنی استہوا کو پہنچ گیا تھا میں یہ دیکھنے کے لیے اسٹور سے نکل کر سیدھی باہر بھاگی کہ باہر کیا ہوا ہے

تو میں نے بھاگ کر مجھے بیٹھے سے دروازہ لیا میں نے درشت زور ہو کر اس کی طرف مڑکھا تو وہ آنٹی تھیں جنہوں نے منہ

پر اٹکل دھکر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کی اور یوں میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

”باہر نہیں جاؤ۔ باہر نہ جاؤ اور اپنے بہت کھتر اور خطرہ ہے۔ آؤ ہم تم کو اپنا بار والا کھولی میں چھپاؤں۔ آؤ پورا کلا

آنٹی جملہ ہاتھ سے مجھے اسٹور روم میں گھسیٹ کر لپیوں۔

وہ بہت خوفزدہ لگ رہی تھیں اور ہر طرف کا شہ ری تھیں۔ اس لیے شاید میں بھی ڈرتی تھی۔ ورنہ ان دنوں

مجھے خطرے کا مفہوم ہی معلوم نہیں تھا۔

پھر آنٹی مجھے اپنے بچوں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی تھیں کہ میں ہی ایک چھوٹی سی کوشنفری میں لے نہیں جس میں

کاٹ کیا کبھی ہوا تھا اور اس قدر اصرار تھا کہ ہاتھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔

”دیکھو مجھے یہ نہ لوگ کے ناکہ دھاتوں اور آرام سے بیٹھو۔ ہم ابھی ستر ڈاؤر پیدا کر تھیں اور ہر حال

لے گا۔ دیکھو اگر تم باہر یا تو اور یہ پورے نقصان لوگ چاکو سے کھانا لگا کاٹ دے گا۔ آنٹی نے بہت محنت

میں مجھے تاکید کی اور پھر سناگ کر اندر چلی گئیں۔ اور مجھے دیکھو۔ میں ابھی کھولی کے فرش پر ستر ڈاؤں ہی جگہ بنا کر

بیٹھی اور پکڑ کر کے سدھ سوئی گئی۔ اپنی داستان یا ہندو مذہب کے قانون کو شاید کسی دھڑکاش یا دے خاموش ہونے

پر آمادہ کیا۔ مگر پھر کبھی دیر نہ۔ وہ اپنی آنکھوں کو گڑھنے کے بعد بولی۔

”اور جب میری آنکھ کھلی تو میرے ہونے لگی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میرا سب کچھ ٹپ چکا تھا۔ تباہ ہو چکا تھا۔

ماں باپ بہن بھائی اور گھر سے بندوں اور سکولوں سے جلا ڈالا تھا۔ کبھی تو باقی نہیں رہا تھا ماسوائے میری ہی ذات

کے ورنہ بڑا بھائی اگر گاؤں سے بلا یا جاتا تو اس کے کہنے کے تو اسکا ناتا ہو سکتے تھے۔ مگر وہاں تو سب ہی شہ

کے لئے تو ابھی رات سے کام کر رہی تھی۔ تم ایسا کرو کہ ایک دو گھنٹے اور آرام کو لو پھر کلینک جاتے وقت میں تمہیں جنگا
دول گی۔ فلورانسے نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا۔ اس کا سر بھی بھامی ہو رہا تھا۔ اس لیے وہ بلا جواب ویسے خاموشی
سے چنگ پڑی تھی۔

آج کل کروڑوں سے کلینک میں ڈاکٹر صاحب سے علاج کرائے ایک سویشن درکار آتی ہیں۔ میں ان سے آج مزدوری
رکھی ایسے ادارے کے بارے میں معلوم کروں گی جہاں تم عزت کے ساتھ رہ سکو۔ فلورانسے اس قدر خاموش دیکھ کر
تو اطمینان دلایا۔

آپ کا بچہ بہت بڑا احسان ہو گا۔ کیا آپ ایسا نہیں کر سکتیں کہ مجھے بھی اپنے ساتھ کلینک لے جائیں۔ ویسے بھی میں
یہاں تیارہ کر کے وقت گزاروں گی۔ سلوٹلے مجھے سے سراٹھا کر پوچھا۔

ہیں۔ اچھا تم بھی چلنا۔ اصل میں ڈاکٹر صاحب نے خود مانع ہیں۔ مگر خیر میں اس کا بھی کوئی ذکوئی بندوبست
کروں گی۔ فلورانسے اسے ساتھ لے جاتے برآمدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ شب وہ تھوڑی دیر تک لے سو گئی۔

بہرسات جگے کے قریب فلورانسے اسے چنگایا اور چائے کے ساتھ اسے ٹک چمکی کر کے چائے لے تیار ہو جانے کو کہا۔
زورہ جلد نشا کر کے اس کے ساتھ کلینک روانہ ہو گئی۔ کلینک تک کا سفر اس نے سب سے کیا جو زری میں واقع تھا۔

مگر چینی کو اس کی خواہش تھی اور فلورا کا خیال تھا کہ وہ اس کو مشل و دیگر مرض سے کسی وارالان جیسے ادارے کا
پتا چلائے گی تو اس روز وہ مشل و دیگر چینی نہیں آئی۔ فلورانسے دوسری زسوں وغیرہ سے بھی پوچھا لیکن تقریباً سب ہی سے

بہنی لائی کا اظہار کیا اور تین روز گزر گئے۔ فلورانسے کہا تھا کہ چینی کے دن وہ خود جا کر معلوم کرے گی۔ مگر چوں کہ اس
روز جس کے ننگ دن عام تعطیل کا دن تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ کلینک لے گئی تو اتفاق سے فلورانی ایک مگر کی دوسرے

ٹپلا جولا پور سے آئی ہوئی تھی۔ اس سے ملنے لگئی۔ وہ اب تک اس ہسپتال میں کام کر رہی تھی جس میں فلورا عرصے تک
ملازمت کرتی رہی تھی۔ وہ بول رہی محبت اور گرم جوشی سے ملین اور بڑی دیر تک بات کر رہی تھیں مگر ڈولی کا سوال تھا۔

اور وہ کلینک میں بیٹھ کر اپنے آرام سے باتیں نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے ڈولی ختم ہونے سے دو گھنٹے پہلے ہی وہ ڈاکٹر سے
اجازت لے کر نکلنے کے لیے آئی۔ شیل چاہ رہی تھی کہ فلورا اس کے ساتھ لے ہو جائے اور اپنی پرانی ملازمت سنبھال لے۔

لیکن فلورا کسی طرح آمادہ ہی نہیں ہوئی۔ رتبہ معاسے سلوٹلے کا خیال آیا تو اس سے شیل سے پوچھا۔
اسے ہل شیل! تم اس کو ناکارہ بنائے ساتھ کیوں نہیں لے جاؤ گے۔ تمہارے پاس تو اسے رکھنے کے لیے جگہ بھی بہت

ہے۔ اور پھر تم اسے رنگ کے کام پر لگا دو۔ تو اس سے پہلے کہ شیل بھئی سلوٹلے کہا۔
لیکن میں تو پورے روز نہیں جاؤں گی آئی فلورا! ہاں البتہ مجھے کسی اور جگہ لگو اور میں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

اور فلورانسے اس کے پور جانے سے انکار کر دینے کو جبر معلوم تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔
مگر وہ سب کچھ سمجھتی نہیں۔ کیوں شیل پڑی یا کسی اور شہر میں کوئی ایسا رنگ جو تمہیں جہاں کس سے تمہاری قیمت

پر کوئی ناکو رنگ کی رنگ بھی تو نہیں پڑے گی۔ شیلانے پہلے تو فنی میں گردن لادی پھر کچھ یاد کر کے بولی۔
اسے ہال۔ وہ اپنی وٹی سے نا۔ وہی دفعہ فریو پو پو۔

ہال ہال۔ فلورانسے ہل سے کہا۔
وہ آج کل سرگودھا میں زسوں کے پوسٹل کی اپنی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ تم اس سے بات کرو نا۔

اب میں کہا بات کروں تم لے ہو رہی۔ زبانی ہو تم خود ہی اس سے رابطہ قائم کر کے پوچھ لو۔ بلکہ ایسا کرو کہ مونا کو اپنے ساتھ
لا کر لے جاؤ۔ پھر وٹی سے بات کر کے اسے سرگودھا بھیج دینا۔ شیل پہلے تو راضی نہیں ہوئی پھر کچھ سوچ کر اس نے آمادگی کا اظہار

کے لئے کہا۔
اپنا جولو ٹیک سے بہ تم بھی وٹی سے بات کرو۔ میرے زیادہ تمہاری اس سے گاڑی جھنکی تھی۔ وہ تمہاری بات ماننے
گئیں۔ تیار ہو چکی ہیں میں دیکھتی ہوں۔ شاید میری پاگل گاڑی میں اس کا تیر بھی موجود ہو۔ شیلانے ننگلے کھتے اپنا ہل
کھلی کر اس میں جھانکا اور پھر ٹھوڑی دیر اسے ٹولنے کے بعد ایک چھوٹی سی گاڑی پر کھلے نکال کر اس میں درج وئی کا تیر لٹائی

کے لئے کہا۔

کہ ان کے بچہ بہت سارے احسانات ہیں۔ اور بچے اپنی اولاد کی طرح عزیز ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے ننگ
اکر بچے ایک ریس خاتون کے یہاں ملازم رکھا دیا جو بیرون سے معذور تھی اور میری خوش قسمت سے مسلمان تھی۔ اس
نے میری بیٹا سنی تو بچہ پر ایسی مہربان ہوئی کہ اس سے۔ اپنی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے تعلیم بھی دوائی اور
اس طرح گھر میں ہی ایک استانی سے بڑھ کر نے چاندیوں کے اندر انڈینز کا استقامت دے دیا۔ مگر میری فریسی ہی تھی
کہ عظیم صاحب پر ایک رات فانی گرا۔ اور وہ چند منڈی میں چٹ پٹے ہو کر رہ گیا۔ میرے ساتھ ایک ٹولہ دلکھوں اس کے پاس
بھی تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے شوہر کے بھتیجوں نے ان کے گھر اور املاک بے قیمت کر لیا۔ اور یوں انیس سال کی
عمر میں مجھے ان کے گھر سے نکال دیا۔ مگر اس دوران میں اس نرس سے جو ان کی تیار داری کرنے پر مقرر کی گئی تھی۔ میری ہی
خاصی واقفیت ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے رنگ اسکول میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔ بلکہ خود میرا دخلہ کر دیا تھا۔
میرے پاس خاصی رقم جمع ہو گئی تھی۔ جس سے میں نے رنگ کورس کیا اور پھر جلد ہی مجھے ایک ہسپتال میں ڈوکی لگ گئی
اور وہ دن اور آج کل ان میں اس پیشے پر لگتی ہوئی ہوں۔ البتہ ان پور میں تھی اور اب لاپتہ آگئی ہوں۔ خاتون نے گویا اپنی
دستان ختم کرتے ہوئے کہا۔
لیکن آپ سہنے اپنا نام کیوں نہیں بدلا؟ سلوٹلے پوچھا۔

اسے سنی نام بدلنے سے بھی کیا فرق پڑتا۔ بول بھی اگر نام کے پورا خواتین ہوتے ہیں تو فرید نام میرے لیے بہت
منوں ثابت ہوا تھا کیونکہ اس نام نے میرا سب کچھ جین لیا تھا اور میرے فلوراکہ مجھے شروع ہی سے عادت پڑ گئی تھی اس
بد آئی یا سب سے میرے یہ نام داتا تھا اور پھر سے رخصت ہونے وقت وہ جس طرح بیک بیک کر رہی تھیں۔ میرا دل
نہیں چاہتا کہ ان کے دینے ہوئے نام کو بدل دوں۔ فلورانسے مجھے بتایا اور پھر ایک طویل سنی جانی لے کر بولی۔
اور پھر ایک نچ رہا ہے۔ جی تو مجھے اتنی محنت پڑنا آ رہی ہے۔ دیکھتی ہیں سنی کی اذان کے وقت ننگ کی عادی
ہوں۔ رات میں زیادہ سے زیادہ وہ بیک بیک تک سو جاتی ہوں مگر اب تو خدا ہی سے جو اتنے سویرے اٹھ کر کھیلے تیرا پ
قریبیں بنگ بڑو سوجا۔ زمین بچے غلطی پر سوجا ولی اور خود ننگ کر دو نول دروازوں کے کھیلے چپک کر دیکھیں۔ مگر
کہ رنگ و شہادت میں تمام رات جاگتی رہو۔

آؤہ! آئی فلوراد کی بات کیسے ٹھہرائی ہیں۔ اس نے شرفہ ہو کر دل میں سوچا اور جلدی سے بولی۔
نہیں غلطی پر تو میں سوئوں گی۔ آپ اپنے بنگ بڑو سوجے اور طرہ و جہی میری خاطر اپنے آرام میں خلل نہ ڈالیے۔
مگر فلورانسے اس کی بات نہیں مانی اور غلطی پر ہی سوئی۔

فلورا تو کچھ ہی دیر بعد غلطی پر لیٹ کر سوتی رہی۔ مگر اسے بالکل نیند نہیں آئی۔ اس نے اٹھ کر پیلے دروازوں
کے کھیلے چپک کیے۔ پھر بنگ بڑو سوجے کو اس سے بارے میں سوچی رہی کہ آیا اس کی باتوں میں کچھ صداقت بھی ہے۔ یا نہیں
اور یہی سب سوچتے سوچتے جگاتے رہنے کی ہزار کوشش کے باوجود رات کے کھیلے پیراس کی آنکھ لگ گئی۔

اور جب کھلی تو یہ دیکھ کر کہ کسے کا ٹیل بل رہا ہے اور جس کی طرف کھٹنے والا دروازہ چوٹ کھلا ہے اور فلورانی
کر سے سے غائب ہے۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ باہر بھی گہری تاریکی تھی۔ کہیں وہ میرے سوئے سے قارہ
ننگا کر کسی کو لے نہ تو نہیں گئی۔ یا پھر مجھ اس مکان میں آ گیا پھر ڈر کر کہیں چھپت رہی ہوگی۔ اس خیال کے لیے دھاک
رکھ دیا کیوں دروازے کا اندر سے کھٹکا ننگا کر بیٹھ جاؤں۔ اس طرح کم از کم وہ کسی کا ننگ لے نہ تو کامیاب
رہو جیسے گی۔ اس صورت حال سے کھٹنے کے لیے فی الوقت اسے ہی قریب نظر آئی۔ مگر ابھی اس نے اٹھنے کی غرض سے
اپنے پیر فریش پر جانے ہی تھے کہ وہ کھٹے دروازے سے اندر آ گئی۔

اسے تم بھی جاگ گئیں۔ چلو اچھا ہوا۔ جلدی سے جا کر منوکر ڈ۔ اذان ہوئے کافی دیر ہو چکی ہیں اس نے کمرے میں
قدم رکھتے ہی اسے جاگتا ہوا دیکھ کر کہا۔ تو سلوٹلے نے دل ہی دل میں خود کو ملامت کی۔ اتنی بے اعتمادی بھی اچھی نہیں
ہوتی سلوٹلے دیکھ کر کافی انجان ہے اور بدگمانی بہت بڑا گناہ ہے۔
پھر حال۔ اس نے بعض اس پر یہ جملے کی خاطر وہ اس کی طرف سے بدگمان نہیں ہوئی ہے۔ اٹھ کر منوکر دیا اور پھر
کمرے میں آ کر نماز پڑھا۔

ہم ہیں۔ پہلی اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ اسے ہوش میں آئے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے میں اس کے دم میں کوئی موجود تھا اس نے دم میں آکر ایک ٹوکھی صفحہ دکھا۔ جلدی سے لاری کھولی کر بیٹا سوٹ کس اٹھا یا اور پھر دم سے نکل کر صفحہ اپنے کارنچ کیا اور رخ سے محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھتی رہتی تھی جیسی کہیں نہ کھول کر یا ٹائل سے باہر نکل آئی۔ فلور اسکے پاس پائے کے سوا اس کا اور کوئی ٹھکانہ تھا نہ کوئی راستہ ہی نظر آتا تھا۔ اس لیے اس نے ایک درکنسے کر سبھا اسٹین کا رخ کیا۔

اور گڈ لک۔ بد دیکھو اس کا مہر بھی مل گیا۔ جلواب اسے کسی کا بی پرواہ نہ کرو اور پھر فلور اسے آگے کر ایک کاغذ پر لائی کا نہیں لکھا گیا۔
 میں اس کے دھیرے کی گاڑی سے لاہور واپس جا رہی ہوں۔ اگر کوئی کوہ سے ساہنے بھیجنا ہی ہے تو پھر براؤننگ کے ساتھ اس کا لٹھ اور فلوئو لوزر کلاں مچھتی ہے تا وہ شام کو ٹیلا گھٹ خریدنے جاتے گا اور اسے اس کے ساتھ لے کر آئے۔ پھر اسے دیکھتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے اور فلور نے ان کے امی ایڈیٹیو سلووا سے پیسے ہی مانگے۔ بلکہ وہ کہو پونچھتی اور قدر سے ٹوختے ہوئے بی بی۔

میں اب اسے منہ لے کر ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے دن پر دکان سے مانت کر دوں گی۔ اور اگر اس نے اسے کہیں ملازم رکھو لے کر آئی پھر تو فوراً اسے سرگودھا لے کر جاؤں گی۔ وہ ہے منہ لے کر لے کر آئی۔ اور لوں صرف دس روز کے اندر آنا۔ پھر اس کے ساتھ سرگودھا پہنچی گئی، فلورا واقعی اس کے لیے ڈیڑھا رحمت ثابت ہوئی تھی۔ اس کے سلووا کی پوری داستان اس کی کر کے اس نے فلورا کو یہ بتایا تھا کہ وہ اصل دکانی اس کے پیچھے چلا ہوا ہے اور چونکہ اس کا نام ہیجنا ہے اس لیے اسے وہاں سے لوگوں کے بہاؤ میں جا کر وہ اس سے چھپی ہوئی۔ اس لیے اس سے ساریا کر کے اس کا پتہ دیا گیا۔ اس لیے اسے وہاں سے بھاگنا پڑا تھا اور وہی کہانی اس کے ٹیبل نظر مصلوفا فلور اسے اسے نام تبدیل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔ بلکہ اس کا نام بونار کو بھلا بہرحال ہو گا اور اس کے ہوش میں جگہ دینے کے ساتھ ساتھ ڈیڑھ مہینے میں اسے قریبی رہنے والی میں رہنے کے طور پر کام پڑا دیا تھا۔ تاکہ نہ کسی کی نکیلی اسے زورنگ کا تجربہ بھی حاصل ہونا رہے اور خواہ ہی مٹی رہے اور خواہ ہی غربت میں رہے مگر وہ پہلے ہی سرگودھا اسے کے بعد اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بالخصوص اپنی خیر معلوم رتی کی وجہ سے۔ پونجی وہ ایک تھوٹی سی تھی۔ اور ان کے حرض و ہوس کے زمانے میں کسی سے محبت اور بے زاری کوئی عذر نہ ہو سکتا تھا اور وہی کہہ جاتی ہے اور ایسے انسان کو خود اپنی حفاظت کے لیے بہت دلیر اور سخت بننا پڑتا ہے۔ اب ہر اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ اپنی ڈیڑھ پڑھا چھٹی دہائی اور دارنصر کی عورت سے اس کی حفاظت کا ذمہ رکھا تھا۔ اور یہی سے چھوٹے ہوتے سب سے بڑے ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ ہسپتال کے ایڈمنسٹریٹو ہیں۔ ان کے ہسپتال میں کچھ قدم ہی چلے گئے۔ مگر اس سے ہسپتال میں کام کرنے اور باہر سے بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ سب اس کے لیے بہت سی مشکلات کھڑی کر دیتے۔ وہاں اس کے ہسپتال پر کیا وہ لو اس دن کو کوئی تھی جس روز اس نے ہمدردی میں آکر اس کے خون بہا تھا۔ اس کا ہیک بیب یہ تھا کہ اسے معلوم تھا کہ اس کا ہیکہ بہت ہی زبردست اور ہلاک ہے۔ اور یہ بہت ہی مسرور اور سوسل منسور کے بہانے بھی مرتب ہسپتال میں ہی بنائیاں ہیں۔

اس لیے اسے ہر طور پر ڈھرنانا چاہیے۔ اس لیے اسے جان دینا تو غرض ہی نہ تھا۔
 حالانکہ میڈیکل سوسائٹی اس سے ملنے آیا تھا۔ تو اس نے اس کی کوئی شے کی بھی وہ شہرہ منہ لے کر کھارے۔
 مہینے وہ ہرگز بر سر سلووا نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہ اسے بڑھاتا نہیں ہوا تھا اور تمہرے کہنا تھا کہ وہ اس کے ہوش نکت ہیج گیا تھا اور وہی کوٹھڑی ہو جاتا تو یہ غضب ہو گیا تھا۔ وہ تو بال کی کھال کھینچنے کی عادی تھی اور انسان کو کھر سے جاکری اس کا کھپا چھوڑتی تھی جبکہ وہ اپنے ہوش کی رہو ٹھن خراب ہونے سے بھی ڈرتی تھی کہ اس طرح اس کی بدنامی ہوئی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اب اساتے سے اس کا کھپا نہیں چھوڑے گی۔ بلکہ وہ اپنے ڈھول اسے ان لوگوں کے حوالے کر کے رہے گی۔ اس صورت حال کے سنی نظر اس نے ہوش سے چپ چاپ نکل جانا اسے کی پوری تیار کر لی تھی۔ اور اگلے دن اس ہسپتال سے کسی کو معلوم نہ ہو کہ وہ ہوش کو تھر پیسے والی ہے وہ سب سمول۔ تاہم چونکہ وہی پوری پوری تیار تھی، اس لیے وہی وقت ہوتا تھا۔ اس میں اسٹانا ہونے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس کے پاس ہی اپنی ڈیڑھ بڑی ہوتی جاتی تھیں اور وہی بھی اس وقت لیٹے آٹھ میں ہوتی تھی۔ صرف چوکیدار اور بعد ازشم کے لوگ ہی گھنٹے اور ادھر ادھر کی کانٹھن نظر آتے تھے۔ اور اس نے صفحہ سمت کا چھوٹا سا دروازہ دروازہ سے رت بڑھاتا تھا۔ بلکہ پہلے تو رہتی رہتا تھا کیوں کہ وہ دروازہ اور وقت کے لیے اسٹین لی نہیں ہوتا تھا۔

گونا ہی ہوتے تھا باہر نکل جاسے گا۔
 ٹھیک روز بھانے میں اسے کہ ایسے کام سوچنے گئے تھے کہ تمام وقت زوں کے ساتھ کھوٹی ہوئی رہی۔ پھر وہی ہی تھی جس جاگرتے غرضت ملی تو اس نے وہ ڈنکوں کا نام سب نہیں کھا۔ سب کی نظر بھی کر چکے تھے ہسپتال سے نکل کر چلے اپنے

مرد متین گھنٹے کیوں چھوڑا جان گیا آپ کا آج ہی واپسی کا ارادہ ہے، اسفند نے ان کی بات پر سب سے ساہو کر پوچھا۔
 نہیں۔ ارادہ تو نہیں ہے لیکن ہم زبردستی لے کر جان لینے کے قائل نہیں۔ یہاں کے کسی ہوٹل میں قیام کریں گے، ثاقب بن

بولے۔
 ”واہ تو مزار حضرت ہوئی چھوڑا جان کر ہمارا گھر موجود ہوتے ہوئے آپ ہوٹل میں قیام کریں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ
 خود آپ کو رات در سنا پسند نہ ہو کہ آرام بری اپنا نینت کا اظہار کرتا ہوں۔“
 ”اچھا بیٹھے۔ اب آپ اپنا نیت کو کچھ میں سے آئے میں تو پھر ہم سب سے کہیں کہا کرنا چاہیے۔ ثاقب حسن سٹاس
 کی اپنا نیت سے متاثر ہو کر نکلنے بیٹھے میں کہا۔ اسفند کا دل چاہا کہے کہ کھنڈی تکلف آپ ان لوگوں سے کہاں برتے ہو گئے
 یہ تو بہت سادہ لوح اور مخلص ہیں۔ مگر اس نے بات ماننے کی عرض سے کہا۔
 ”اچھا آئے۔ آپ اندر تو چلیے چھوڑا جان۔ آپ کے قیام کا مسئلہ بعد میں حل ہو جائے گا۔ ثاقب حسن شاید خود بھی یہی
 چاہ رہے تھے۔ خوب چاہ اس کے ساتھ ہو لیے۔
 ”آپ نے یہاں پہنچنے میں بڑی دیر لگا دی۔ چھوڑا جان اور ادھر میں آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا، اسفند نے کہہ
 دیں آکر نہیں بٹھانے ہوئے کہا۔

”کمال ہے جو نے تو بالکل دیر نہیں لگائی کہ غنیش تیار لفظ اور آج ہم آگئے۔ ثاقب حسن بولے۔
 ”لیکن میں نے تو آپ کو بھر کئی رات ہی وہ خطرہ یاد کروا تھا جو میرے انداز سے کچھ ملانی جہالت کی شام تک آپ کو مل
 جانا چاہیے تھا۔ اور آپ کہہ رہے ہیں وہ کل بھر کی رات آپ کو ملا تھا، اسفند تو ان اور گھڑوں کا حساب لگاتا ہوا ہوا۔
 ”اسے چھٹی تم نے خط ہی بھیجا تھا کوئی ٹیلیگرام تو نہیں۔ اور پھر محمد کر رہا تھا کہ اسے کل ہم کو بھیج کر تمہارا خطرہ لگنا مگر ان
 جملہ کو تو عام خط لیا ہوتی ہے۔ پھر اسے جہالت کو ہی ملا ہو گا اور اسے جہالت سے چھپانے کی ضرورت سے محمد کو ہی ملنا ثاقب حسن نے قہر
 ہی حساب لگاتے ہوئے اپنی غلطی کی تصحیح کی پھر بولے۔

”خیر چلو۔ اب تو ہم آ ہی گئے۔ مگر جس کارخانے اس کا تو تم نے اب تک کوئی ذکر ہی نہیں کیا جب کہ یہ پوزیشن سے بھی کچھ
 کھیلنے سے کچھ ٹیکسی میں جا رہے ہیں اسی میں تمہیں ہٹا کر سیدھے بیٹا کے پاس پہنچیں گے اور پھر اسی ٹیکسی میں بیٹا کو لے کر
 اسٹیشن کا رخ کریں گے۔ اسی لیے تو ہم نے تمہارے میزبان سے کہہ دیا تھا کہ تمہارا بہت مختصر قیام ہو گا۔ اور چھوڑا جان اس
 ماڈرن پر دل ہی دل میں وہ خوب ملتا۔

”لیکن چھوڑا جان۔ آپ نے حالات کا جائزہ لے لے بیٹھے سے ہی یہ پروگرام کیسے مرتب کر لیا۔ میرا مطلب ہے پہلے
 چل کر تو معلوم کریں کہ آیا آپ کی بیٹی آپ کو بھی اتنی ہی ہیں۔ انہیں ساتھ لے جانے کا سوال تو بعد میں ہی آسکتا۔ اسفند نے کہا۔
 ”ہائیں کیا مطلب۔ کیا تمہیں یقین نہیں کہ وہ نرس سلوٹ ہی ہے۔ پھر تو تم نے فراہ بخود ہی ہمارا وقت کھوایا کیا۔ اور پھر
 وہ تیار ہی چھوڑا جان۔ ثاقب حسن بہت جگہ کہہ رہے تو اس نے ان کی بات قطع کر کے کہا۔

”نہیں چھوڑا جان۔ میرا مطلب ہرگز نہیں۔ یہی ایسا حق یا عقل سے بدل ہوں کہ سلوٹ کے بارے میں پوری معلومات
 حاصل کرنے کے بغیر صرف دھوکے اور بے خبری کے بنا پر کسی دوسری روٹی پر سلوٹ کا گمان کرنا۔ بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ وہ اس قدر بڑے
 اور خطرناک آئی ہیں کہ ہمیں میری طرح آپ کو بھی بچانے سے انکار پڑو۔ اسفند نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”خیر خیر اب تو ہم آ ہی گئے ہیں۔ اور صورت حال تو اب کسی ہی کیوں نہ ہو ہم ان سے ملے بغیر چاہیں گے ہی نہیں۔ لہذا اب
 اب تمہاری رات صاف کرنے کے بجائے اسی اور اسی وقت ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ ثاقب حسن اپنی بیٹی کو دکھانے کے لیے
 آئی۔ ہی جی ان ضرور میں خود بھی ایک لمحہ صانع نہیں کرنا چاہتا۔ میں ابھی ملازم سے ٹیکسی منگوا تا ہوں، اسفند لٹھا
 ہوا اور ادھر فوراً ہی باہر نکل گیا۔ اور پھر ہی دیر بعد واپس آیا تو ثاقب حسن سے بولا۔

”پہلے چھوڑا جان۔“
 ”ہائیں۔ کیا یہاں گھر سے ہی آؤد دینے پر ٹیکسی آجاتی ہے، ثاقب حسن نے اٹھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔
 ”نہیں۔ وہ اسل میں نہیں ہے ملازم کو ٹیکسی منگوانے کے لیے بلوایا تو آرام لے کہا کہ آپ میری کار لے جائیں۔“

چھوڑا جان کو خط بھیجے دو روز ہو گئے تھے۔ اور تیسرے روز بھی ان کے آنے کے آثار دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے
 ادھر جو تک چھوڑا جان کے کمر کا پتا معلوم نہیں تھا اس لیے اسفند نے جمال کے ملازم شہر محمد عرف شراک معرفت انہیں وہ خط
 بھیجا تھا۔ وہ بھی اجمال کے بیٹے پر۔ اول تو اسے یہ یقین نہ تھا کہ اس کا خط وقت پہنچ ہی گیا ہو گا۔ کیونکہ حکم ڈاک کی
 ناقص کارکردگی سے وہ بخوبی واقف تھا کہ بعض خطوط دوسرے روز ہی پہنچ جاتے ہیں اور بعض محکمہ ڈاک کے بھی کھلتے
 ہیں تو لاپرواہ رہتے ہیں اور بیٹھے عشرے سے بھی زیادہ مدت میں بیٹھتے ہیں۔ دوسرے بالفرض اگر وقت سے پہلے ہی گیا
 ہو گا تو شہر لے لینے تمام کام لٹانے کے بعد شام کو ہی وہ خط چھوڑا جان کی بیٹی یا ہو گا اور یہی ممکن ہے کہ اگلے روز پہنچا ہو۔
 یا پھر شہر لے لے کر خط سب سے ملا تھا نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو پھر تو سہل کام ہی ہو گا۔ بجز یہ جانتے کہ یہی سب سوج کر اس نے شہر لے
 کو توں کرنے کی ضمانتی تھی کہ اسے اجمال کا لون بڑ معلوم تھا اور یہی معلوم تھا کہ اجمال یا تو کہیں باہر گیا ہو گا یا پھر گھر ہی
 ہو گا تو سو رہا ہو گا۔ کیونکہ وہ دن کے بارہ بجے اٹھنے کا عادی تھا۔

اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے اور شام کے پچھانے کے اگلاں کی کار میں علی فون آفس جا رہا تھا کہ تبھی چھوڑا
 جان کی ٹیکسی گیسٹ کے آگے آکر ٹکی تو وہ کار سے اتر کر اس کی طرف نکلا۔ اسی آواز میں ثاقب حسن بھی ٹیکسی سے اتر چکے تھے۔ اس
 نے انہیں سلام کر کے جیب سے ڈکڑے کا نوٹ نکال کر ٹیکسی ولسے وکچرا یا اور چھوڑا جان کو لے کر اندر آ گیا۔ آرام بھی کار سے
 اتر کر باہر گھوم گیا تھا۔ اس نے اس کے پاس آتے ہی چھوڑا جان اس سے تعارف کرا یا اور پھر مندر فی الجبے میں بولا۔

”سانڈ ڈیکرنا رہن کی نماطوں کرنے جا رہا تھا وہ خود ہی آچکے ہیں۔“
 ”ارے نہیں ڈاکڑ صاحب۔ بھلا مانڈ ڈکڑے کی اس میں کیا بات ہے۔ بلکہ یہ تو غرضی کی بات ہے کہ ہمارے گھر میں
 ایک مہان کا اور اضافہ ہو گیا۔ آرام نہایت خوشدلی سے بولا۔
 ”ارے نہیں صاحبزادے۔ مہمان کی حیثیت سے آپ کو رحمت دینے یہاں نہیں آتے بلکہ ہمارا مہمان قیام بہت
 مختصر ہو گا۔ شاید دو تین گھنٹے۔ ثاقب حسن نے سہل کر کہا۔

اسفند نے مسکرا کر کہا۔

حقیقت سے روگردانی کرنے کی غرض سے ہی مانگی تھی۔ مگر ایک منٹ کا وقفہ بھی اسفند کو ہیبت شائق گزارا تھا۔ اگلے دنوں کو میوں کے جاتے ہی وہ تودری چڑھا کر بولا۔

”میں آپ کے کسی جسم کی معلومات فراہم کرنے نہیں آیا۔ بلکہ مس شان سے لٹے آیا ہوں۔ براہ کرم آپ انہیں یہاں بلاویں، اس بات پر براہین جھانسیں جھانسیں ہوتی ہوں۔“

”لیکن سر وہ تو اس وقت پوئلہ میں موجود نہیں ہے بلکہ“

”وہ کہیں زیادہ اسرارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے ابھی طرح معلوم ہے کہ وہ شام کو ٹیوی پر جاتی ہیں اور دن کے وقت پوئلہ میں ہی رہتی ہیں۔ اسفند اس کی بات کا تکرر کر رہے ہیں۔“

”لیکن ڈیوٹی پر پہنچ ہی ہوئی۔ تم ہی ہیں سر آج کل تو اس کی ڈیوٹی دن ہی کو کتنی ہے لیکن اگر یہی گنتی تو“

”افوہ۔ میں یہ سن کر اور ننگی کوششیں جانتا ہوں تو اس شان سے لٹے آیا ہوں۔ اور ان کے والدین۔ اب آپ سیدھی طرح انہیں بلا دیجئے۔ اس کے نہیں ہیں کہ یہ اسفند کو کچھ یاد آ گیا۔ اس نے بڑے سخت اور کشت لہجے میں کہا۔“

اور اس کے منہ سے والد کا لفظ سن کر پرانی کسی ہی تم ہو گئی، وہ ایک دم ہی نرم پڑ کر بولی۔

”پلیز سر۔ آپ پہلے پوری بات تو سن لیں۔“

”مناشیے، کیا سنا چاہتی ہیں آپ؟“ ناقص حن نے پہلی بار لب کشائی کی۔ مگر اسفند ہی کو مخاطب کر کے بولی۔

”اس شان تو آپ کے آنے کے دوسرے روز ہی پوئلہ چھوڑ کر چلی گئی تھی اور جہاں تک مجھے یقین ہے آپ کی رہے ہی“

”یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ میڈم، کیا ہم آپ کو بہت ہی بے وقوف نظر آ رہے ہیں لیکن بھلا یہاں شہر چھوڑا آپ نے؟“ ناقص حن بڑھ کر بولی۔

”نہیں، شہر نہیں ہے سر۔ بلکہ حقیقت ہے۔ اگر آپ کو میری بات کا یقین نہیں آ رہا تو آپ یہاں پوئلہ میں بلکہ ہسپتال میں کسی سے بھی پوچھ کر اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔ پر ناقص حن کے گلوے سے تودر بھوک کر رہی طرح گھر آئی۔“

”خیر آپ کے اس مفروضے پر پوئلہ اور پوئلہ کے لوگ تو ایمان لا سکتے ہیں مگر میں آپ کی بات کسی قیمت پر ماننے کو نہیں ہوں۔ اسفند بھی بڑے کڑے طور سے بولا اور ناقص حن سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔“

”یہ کلاستانی انہی عموں کی ہی ہے۔ اصل میں انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں سلوٹو کو واپس لے جانے کی غرض سے ضرور آؤں گا اور اسی لیے اس روز انہوں نے مجھ سے پوچھا ہی تھا کہ کیا آپ اسے اپنے ساتھ لے جانے کی غرض سے آئے ہیں۔ تو یہی اسی وقت گھٹکا تھا اور سب سے اچھ بات یہ کہ میں نے ان کو بڑی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ میرے آنے کی غرض و نہایت کو دراز ہی میں رکھیں۔ لیکن انہوں نے یہ معلوم کرنا اور منہ میں سلوٹو کو سب کچھ بتا کر باہر چلا گیا اور یہی کونسی چپکے سے پوئلہ چھوڑ کر جا سکتا ہے؟“

”اس سے میان ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ سلوٹو خود اپنی مرضی سے پوئلہ چھوڑ کر گئی ہے یا انہوں نے اسے کہیں جھپٹا رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ معاملہ بہت نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ بنا چاہے اس معاملے کے خلاف قانونی بارہ جوتی کیے بغیر کوئی کام ہی نہیں بنے گا۔ ہوں گے تین روز ہو گئے ہیں اس کی مشدیدی کو۔ میں اب یہاں ذہنت براد کرنے کے بجائے فوری طور پر پولیس اسٹیشن چلنا چاہیے۔“ ناقص حن نے دھمکی نہیں دی تھی بلکہ وہ تھا جانے کے لیے بہت سنجیدہ تھے۔ یوں بھی نہیں کے چا گیا کہ لکھو جانے پر ان کا چہرہ دھواں دھواں سا ہوا تھا۔“

”ہی ہاں علیٰ ذالقیاس چو چھا جان۔ ذہنت کھوٹا کرنے سے فائدہ۔ ہم اس ملانے کے پولیس اسٹیشن ہی چلے ہیں۔“

اسفند کو بھی اس ملنے کو عمل کرنے کی یہی ترکیب نظر آئی۔“

”چلو“ ناقص حن نے کہا۔ دونوں جاتے گئے تو سر پرانے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بڑے ملتی ہوئے ہیں انہیں ہلکا مارا

”ستینے پلیز میری صرف ایک بات اور دیکھیے“ اسفند نے تو اس کی بات سنی ان سنی کر دی لیکن ناقص حن نے ہلٹ کر دیا۔

”ابھاسائے مزید کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ؟“ ان کی بات پر پرانے نے جھجک کر مزید دراز سے ایک چھوٹی سی جھلک

”اچھا۔ یہ یو بہت ہی اچھا ہوا۔ کم از کم پرائیویٹ سواری میں یہ تو آسانی رہتی ہے کہ انسان اسے اپنی مرضی سے جہاں اور جتنی دیر چاہے لے جا سکتا ہے۔ ناقص حن نے اس کے ساتھ کار کار کر کے ہوتے کہا۔ اس نے بھی ملنے کے خیال سے ان کا دل نہیں کھلا جا رہا تھا۔

بلکہ وہ جماعتی زیادہ باتیں کر رہے تھے اور اس قدر شکستہ مود میں نظر آ رہے تھے تو یہی سے لٹنے کی خوشی میں ہنسنے آ رہے تھے۔“

پھر دونوں کار میں بیٹھ کر پوئلہ روانہ ہوئے۔ تب بھی پوئلہ پہنچنے تک ناقص حن مسلسل بولتے ہی رہے جب کہ نظر آ کر اور روکھے چپکے سے انسان تصور کیے جاتے تھے۔ اسفند بھی ان کے اس وقت کے جذبات کو کھلنا تھا اس لیے اسے ان کے آنے سے زیادہ چپکے بولنے نہیں ہوا۔

پھر کوئی آدھارون ٹھٹھے کا ناقص حن کے اسفند نے پوئلہ سے گریٹ کے قریب ہی کار روکی اور اسے لاک کر کے کیڑوں میں داخل ہونے لگا تو وہاں موجود وہاں نے اس کا راستہ روکا کیوں کہ پوئلہ میں ہر کس و ناس کے جاننے کی اجازت نہیں تھی۔

دور درنگ بھی جب اسفند پوئلہ آیا تھا تو کوئی دوسرا وہاں موجود تھا جس نے بہت دیر وقفہ کے بعد اسے اندر جانے کی اجازت دی تھی۔ اور اس روز بھی اسفند کو ایسی ہی صورت حال کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ پھر حال اس نے ہی کہا کہ وہ لاکڑ ہے اور پوئلہ کی اجازت سٹیبل سے ملنے آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جب سے اپنا کارڈ بھی اسے نکال کر دکھا یا جب کہ وہ ان پر چڑھی تھا تب کہیں جا کر وہاں نے ان دونوں کو اندر جانے کی اجازت دی۔

وہ چھو چپکے کے ساتھ سیدھا سسر پیرا کے آفس میں پہنچا۔ سسر پیرا کی آفس ٹیبل کے گرد اس سے دو اشخاص بیٹھے تھے جن سے وہ باتیں کر رہی تھی۔ اسے آفس میں داخل ہونے کو کچھ دیر کے لیے تو بات ہی کرنا بھول گئی اور اندر ہی اندر ایک ٹھہری سی بھی آئی کیونکہ وہ اسفند کے آنے کی نوعیت سے واقف تھی۔ مگر غرض یہی ہی مقصود وقت ارادوں کی مالک اور بڑی دیگت قسم کی عورت۔ اس نے دوسرے ہلکے خود پر تالا پالیا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئی۔ اسفند سیدھا اس کی طرف ہی پڑھتا چلا آیا۔

”گڈ مارننگ سسر پیرا“ اسفند نے مستقیم سے انداز میں کہا۔

”گڈ مارننگ سسر پیرا“ اسے پوئلہ سے باتیں کرتے کرتے چرک کر یوں اس کے سلام کا جواب دیا جیسے وہ اس کے آفس میں آ جانے سے لاعلم ہو چکا اس انداز میں اس کی طرف دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو اب آپ اس غرض سے آئے ہیں۔ اسفند بھی اس کی ہی چند راہٹ کو کچھ گیا تھا۔ مسکرا کر بولی۔

”میرے خیال میں اپنا تعارف پیش کرنے کی مجھے ضرورت تو نہیں کیونکہ تین روز قبل ہی یہ کہیں آفتاب کے ساتھ یہاں آچکا ہوں۔“

”ہی ہاں“ مجھے ابھی طرح یاد ہے۔ پر پرانے نے تو ملنے اپن سے کہا۔

”پھر تو آپ کو میرے یہاں آنے کی غرض و نہایت کا بھی ابھی طرح علم ہو گا۔ اسفند نے جتانے کے سے انداز میں ہنستا مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہی ہاں۔ بخوبی۔ وہ قدر سے رطونت سے بولی۔“

”تو پھر آپ سے اتنا س ہے کہ آپ“ اسفند نے اپنا مدعا بیان کرنا چاہا تو سر پرانے اس کی بات کاٹ کر بولی۔

”لیکن سراسر مدعا ہے جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ میں آپ کو بتا ہی چکی ہوں۔ اچھا ایک منٹ ٹھاننا تاکہ کر گویا اس نے ایک منٹ کی اجازت مانگی۔ اور پھر ان دونوں آدمیوں سے جو اب تک میز کے گرد بیٹھے تھے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اچھا۔ آپ ایسا کر رہی کر گئی آفس آؤر میں کسی وقت میرے پاس آ جاؤں۔ اس وقت تو میں بہت بڑی ہوں۔ اس لیے وہ بظاہر جتنی تر دھاسی نظر آ رہی تھی اندر ہی اندر راتی ہی خوف زدہ تھی۔ اس کی بہت نہیں پڑی تھی اسفند کو بتانے کی کہ سلوٹو پوئلہ چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ بلکہ ایسا سخت اندر دکھا پھینکا کہ وہ چاہ رہی تھی کسی طرح اسفند کو میرے

مال دے۔ اور یہ ایک منٹ کی اجازت اس نے صرف ان دونوں آدمیوں کو مٹانے کی غرض سے نہیں مانگی تھی بلکہ اصل

”خیر خیر۔ وہ تو جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ اب آپ بتادیں لاٹھاقب حسن نے انتہا کو کھینچے ہوئے تجھس کے سبب اس کی بات چاہت کر کیا۔“

”اصل میں اسے میری ایک بہت ہی پرانی دوست جو کبھی میری کو لیک بھی روہنگی تھی کراچی سے اپنے ساتھ بیان لاتی تھی اور اپنی بھانجی کی حیثیت سے اس نے مونا کا کچھ سے تعارف کرایا تھا۔ اور اس کے بارے میں جو اسٹوری سناٹی تھی وہ کچھ یوں تھی کہ اس کا سوتیلہ باپ اس کی شادی ایک نیا مس اور ریس بندھے سے کر رہا تھا جس کے برابر لاتی مونا کی عمر کے تھے مونا کی ماں سے یہ سب گونا گونا ہوا تو اس نے چلکے سے مونا کو اس کے پاس بھیج دیا۔ مونا غزال کے پاس رہنے میں مونا کو نظر لاتی تھا اس لیے وہ اسے گروہا نے لاتی تھی تاکہ میری لگائی میں ہو سکیں۔ وہ کہے اور ساتھ ساتھ سروس بھی کرتی رہے۔ بس یہی تھی اس کی اسٹوری۔“

”وہ تو خیر حالات کے تحت بناٹی پڑی ہوئی گروہا آپ کی دوست آخرہ ہی کہاں ہیں؟ اسفند نے قدر سے بڑیاری کا حکم چاہو کرتے ہوئے پوچھا۔“

”کراچی میں ہی عرصے سے اس نے سکونت اختیار کر رکھی ہے شہر پرانے بتایا۔“

”تو کھان کا اتنا چاہی تو برنگا آپ کے پاس نہ ٹھاقب حسن نے پوچھا۔“

”جی، گھر کا ایڈریس تو مجھے معلوم نہیں البتہ حسن کلینک میں وہ کام کرتی ہے اس کا عنوان معلوم ہے بلکہ نون پڑھی ہے پھر تو کئی اور کچھ پوچھ۔“ لائے جلدی سے کلینک کا ایڈریس پھر نون پڑھی بتا کر دیکھئے ”ٹھاقب حسن نے کافی سے بولے تو فلور نے دروازہ کھول کر بتایا کہ یہاں سے نکالا اور پھر میں کھول کر ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور فلور کے کلینک کا پتہ لکھ کر دیا۔“

”اس کے ساتھ ڈائری کا کلمہ بھی لکھا اس پر درج کیا اور ٹھاقب حسن کی طرف جھانکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔“

”اس کے ساتھ آئی ڈس نے لڈ لڈ لڈ۔ کہہ کر مجھے یقین سے کہنا فلورا کے پاس ہی گئی ہوگی۔“

”فلورا۔“ کیا آپ کی دوست کا نام فلورا ہے؟“ اسفند نے متعجب سے انداز میں پوچھا۔“

”جی ہاں۔ اور وہ اس کلینک میں ڈسٹنٹ ملڈ انفکٹنگی ہوئی ہے گریجویٹ میں ٹیک خاتون سے سب سے پہلے تو تونازمی اور پھر پھر گار اور اس بھری دنیا میں باکل تنہا ہے۔ شہر پرانے شہر سے انداز میں فلورا کے بارے میں تفصیل بتائی۔ دو فون سے اس کا شمارہ اور کہا اور اسے خدا حافظ کہہ کر پوسٹل سے باہر نکل آئے۔ دلہنی میں ٹاقب حسن جب سے ٹھاکر رہے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی طرف انہیں بھی سلوٹ کی طرف سے ریفین نہیں ہے کہ وہ کراچی میں انہیں مل جائے گی اور وہ جو سب گری اور مشہور طبیعت رکھتے ہیں آج کی ناگہانی پردار سے کتنے ٹوٹ پھوٹ رہے ہوں گے۔ ان کا وہ بیان دیکھنے کی غرض سے اسفند نے غمگن کی ابتدائی۔“

”میرے خیال میں تو میں آج ہی کراچی دروازہ ہوجا چاہیے۔ کیوں چھوٹا جان۔“

”ہاں بالکل۔ ہم خود ہی وقت ملائج کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ٹھاقب حسن نے جواباً کہا کچھ دیر تک ہی موشی چھالی رہی پھر ٹاقب حسن نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔“

”کیا تمام تھا پوسٹل کی انجان کا اس کے۔“

”سسٹر پیرا۔ اسفند نے ان کے مزید کہنے سے پہلے نام پتہ بتایا۔“

”ان سسٹر پیرا کے بیان کے مطابق تو اب تک سلوٹ کراچی پڑھی ہوگی کیونکہ ٹرین سے سفر کیا ہوگا اس نے۔“

”کراچی تو وہ پرسوں شام کو کراچی ہوئی ہوگی چھوٹا جان۔ کوہلو انہوں نے بدھ کو پوسٹل چھوڑا تھا۔ ظاہر ہے سیدھا پیشہ کار ہے کی کیا جوگا کہ یہاں تو ان کو کوئی اور واقعہ بھی نہیں ہے۔ لیکن بشرطیکہ وہ کراچی ہی گئی ہوں۔ اسفند نے اپنے دل کی بات کھانوں میں ڈھالنا۔“

”لیکن بقول تمہارے اس کا ساں نہیں تو کہیں بھی کوئی واقف کار نہیں ہے۔ ورنہ وہ آدھ کا رخ ہی کیوں کرتی۔ اب خدا جانتے کن حالات میں فلورا سے عمر لائی ہو۔ نیز میں اس کی فطرت سے کچھ لاتی واقف ہوں۔ وہ اس معاملے میں کوئی قدر تک یونٹا گوارا نہیں کر سکتی۔ ٹھاقب حسن نے اپنا خیال ظاہر کیا۔“

”ہاں خدا کرے ایسا ہی ہو۔ ورنہ انہیں ڈھونڈنے میں بڑی مشغلات دو پیشہ آجائیں گی۔“ اسفند ایک گہرا ماتن سے کہہ بولا۔“

”کتاب نکالی اور پھر اس پر ماتہ رکھ کر کھڑے ہوئی۔“

”دیکھیں اگر آپ مسلمان ہیں تو میرا کچھ دین دایاں سے اور میں اس مقدس بائبل پر ماتہ رکھ کر قسم کھاتی ہوں کہ مونا اپنے پڑے پر صرف اپنا رینڈیشن ایڈریس چھوڑ کر گئی ہے ورنہ میں نے اسے کہیں تو کیا ہے۔ چھپنے کی تلقین کی ہے اور نہ مجھے معلوم ہے کہ وہ یہاں سے کب گئی اور کہاں گئی ہے۔“ پیرا نے صرف صرف ہی نہیں اٹھایا تھا بلکہ اس کی آواز میں بھی صداقت اور کوراجی سے لہے لہے ہی جھلک رہی تھی جیسے ایک سچی بات کو چھوڑنا ثابت کر دینے پر سچے انسان برطاری ہوتی ہے۔ دو فون کراچی کی باتوں یقین کر لیتا ہر پڑا دو فون نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اسفند نے اس کی مزید سے نزدیک آئے ہوئے کہا۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ یہیں آپ کی باتوں کا یقین آ گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی میں آپ کو محدود الزام ٹھہراؤں گا کہ مونا اگر آپ میرے آئے کی غرض و غایت سے انہیں آگاہ نہ کر میں تو مایوس کن صورت حال کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے بڑی شان کی گفتگو کی ذمہ دار آپ ہیں صرف آپ۔“

”اوہ۔ نوٹ۔ دیکھیں آپ مجھے الزام نہیں دیں۔ بلکہ اس میں میرا کوئی قصور ہی نہیں۔“

”پیرا نے اسفند سے کہہ کر پھر ٹاقب حسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔“

”دیکھیں آپ ہی انصاف سے کام لے کر سوچیں کہ گوارا کہ میں اس پوسٹل کی انجان ہوں۔ یہ آپ کے نتیجے صاحب ایک روز اچانک ہی میرے پاس ایک ایسی اسٹوری نے کر کے جسے سن کر میں بڑے غم سے ڈھنگی کیونکہ مونا کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا گیا تھا وہ کچھ اور ہی تھا اور پھر۔ ایک تو میرے بھوکے کے اصول اور قوانین بہت سخت ہیں دوسرے میں یہاں کی انجانگی اور یہ میری ذمہ داری جتنی تھی کہیں مونا سے اصل حقیقت کے بارے میں استفسار کروں۔ اور سچ بات ہے کہ کتنے کل کے نکلنے کی رفتار دیکھتے ہوئے مجھے ڈاکٹر صاحب کی باتوں کا یقین ہی نہیں آیا تھا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ان حالات میں میں ان کو کڑی سزا کی باتوں کی مونا سے تصدیق کرنے کے سوا اور کیا کر سکتی تھی۔“

”وہ تو ٹھیک ہے میڈم۔ لیکن مجھے اس بات پر غجب ہے کہ جب آپ کے پوسٹل کے قوانین اتنے ہی سخت ہیں تو آپ کی ناچا علم میں لائے بغیر ہمارا مطلب ہے آپ کی اجازت کے بغیر کسی ڈاکٹر کا پوسٹل سے نکل جانا کیا معنی رکھتا ہے۔“ ٹھاقب حسن نے بولے۔“

”ارے یہ جو قوانین پھوپھی ہاں۔ یہ قوانین اور اصول سب دکھاوے اور پوسٹل کی باتیں اور ڈاٹے اور ایسے اور اسے شخص پھر گمانے کی غرض سے جو کچھ کہتی ہے اس کے عادی ہوتے ہیں۔ لوگ جن میں بہتے ہیں ہی طرح نکل جاتے ہیں۔ اسفند جیلے کئے سے انداز میں ہلا ”مگر یہ تو ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ تو کیا تو تلاش کرنے کا ہے۔ ان کی نشاندہی کرنے کا ہے۔ کہ وقت ہی میری سے بیٹتا بنا رہے۔ اگر میری پڑھی تو پھر تو ہم ہمیشہ کے لیے ان سے محروم ہوجائیں گے۔ جو مجھے ٹاقب حسن نے بڑے جذباتی سے انداز میں بگنی بھی کسی رفت کے ساتھ کہے۔ اور شاید وہی جہلوں سے متاثر ہو کر اسفند کو مونا کے خیال آیا۔“

”دیکھئے باقی داؤد سے سزا پیرا۔ بڑی شان میں طرح چیکے سے یہاں سے گئی ہیں ظاہر ہے بلا آپ کی اجازت اور لاعلمی میں تو یہاں نہیں آئی ہوں گی۔ میرا مطلب ہے کوئی تو ان کو یہاں لایا ہوگا یا پھر وہ خود ہی آئی ہوں گی۔“

”او۔۔۔ بس۔ ناڈیو ہو سکے تو ڈاؤنٹ۔ ہم سے غلطی ہوئی ورنہ میں یہ سوال بہت پہلے ہی کر لیتا چاہیے تھا۔ ٹھاقب حسن خوش ہو کر بولے۔“

”او۔۔۔ بس۔ میرا بھی یہی اور چینیں (خیال) ہے۔ پیرا جو اسفند کے جیلے کئے سے انداز میں سوالی کہنے پر کسی سوچ میں پڑ گئی تھی اتنی دیر میں پہلی بار تھوڑا سا مسکرا کر بولی۔“

”یعنی یہی کہ آپ کو بہت پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔ اسفند اس پر مسلسل طنز کر رہا تھا۔“

”جی ہاں۔ لیکن آپ کے سوال سے قدر سے غلط میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر مجھ سے آئے ہی یہ بات پوچھ لیتے تو بات اتنی نہ پڑتی۔ پیرا بولی۔“

”لیکن یہ فرض تو آپ کا تھا کہ آپ خود ہی میں بتا دیتیں۔ اسفند پھر بھی اس پر مسلسل طنز کر کے سے باز نہ آیا۔“

”دیکھیں میں اس کی طرح انسان ہی ہوں۔ اور مونا کے معاملے میں میں آپ سے زیادہ پریشان بھی کیونکہ اس کے ایک دم غائب ہوجانے کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہی آئی تھی۔ اور پھر آپ نے آئے ہی مجھ سے کراس لیکچر میں کرنا شروع کیا تو میں ناگہانی ہولکھائی۔ ورنہ۔“

کوئی دروازہ مجاہد ہے مگر اس وقت کون آسکتا ہے بھلا۔ " اور اس کی بات کا جواب سلوٹ لے دیا۔
"یہ میں بھی سوچ رہی ہوں، کہیں برابر والی کلٹوم خانہ میں۔"
"جی نہیں، کلٹوم کے دروازے کھٹکھٹانے کا اندازہ نہیں ہوتا۔ وہ نوروز سے کو تو دینے کے سے انداز میں بجاتی ہے۔
نور اس کے ساتھ ساتھ نور زور سے ہوتی جی جاتی ہے۔"

"پھر کون ہو سکتا ہے آخر۔" سلوٹ نے سہمے سے سے انداز میں کہا۔
"اب یہ تو پتہ چھپے پر ہی معلوم ہوگا۔" فلورا برلی۔

"میرے خیال میں تو جواب ہی نہیں دیکھے۔" معلوم کون ہو اور کس مقصد سے آیا ہو۔" سلوٹ نے مشورہ دیا۔
"نیک ہی یہی مناسب نہیں کہ میں سر سے جواب ہی نہ دوں۔ تم اطمینان رکھو۔ میں بلانا جانے پر بھی ہرگز دروازہ
میں کھولوں گی۔ پہلے پوچھ لیتی ہوں تو کون آیا ہے اس کے بعد ہی۔" تجھی میسر ہی بار پھر دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ وہ جی تو د
زور سے۔ فلورا جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی اور پتھی سے منہ دنگا کر پوچھا۔

"مہنگون صاحب میں بھی۔" اس کے لیے سے خلا سے صاف نمایاں تھی۔ جواب میرا ہر سے ایک نسوالی آواز آئی۔
"میں خانہ جوں سلوٹ کی بھائی مسٹر فلورا۔ آپ میرے مہربانی دروازہ تو کھولیں۔" ناخروہ کی آواز آتی
صاف اور اونچی تھی کہ اپنے بستر کے قریب کھڑی سلوٹ نے بھی سن لی تھی۔ فلورا نے مڑ کر سلوٹ کی طرف دیکھا اور اٹھو کے
اشارے سے پوچھا کہ کیا کرے۔ کیا وہ دروازہ کھولے یا اسے دانی کو باہر سے ہی دلپس کر دے۔ مگر سلوٹ ہم سے کھڑی
ہی رہی۔

"سنیں مسٹر فلورا اگر سلوٹ یہاں موجود ہیں تو آپ ان سے پوچھ لیں۔ وہ بگے اچھی طرح جانتی ہیں۔" اندر سے جواب
دیا کہ ناخروہ نے دروازے کو کھٹکھٹا کر پتھی کہا۔ تو فلورا نے "اچھا ٹھہرے گا، مگر دروازہ کھول دیا۔
"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" ناخروہ نے باہر ہی کھڑے کھڑے پوچھا۔
"جی ہاں۔ بعد شوق۔" فلورا نے بڑبڑا کر کہا۔ تو ناخروہ اندر آگئیں۔ وہ سامنے ہی کھڑی تھی۔
نظر میں جھکا سنے اسی گم سے کیفیت میں۔

اس پر نظر پڑے ہی دونوں ہاتھ پھیلا کر ناخروہ اس کی طرف دیکھیں۔
"اُسے سلوٹ میری جی میری جان۔ تم نے تو میں اپنی صورت کو ہی ترسا دیا۔" ناخروہ نے اس کے نزدیک پہنچ کر اسے اپنے
سینے سے لگا لیا۔ سینوں وہ پوچھی آئی آئی اس کی بل کوئی تاثر دینے کھڑی رہی۔

"ٹھکر ٹھکا کر تم لگتی ہیں ورنہ تمہاری گمشدگی نے تو ہماری نیندیں حرام کر دی تھیں تمہاری پریشانی میں تو ہماری ہموک و
پیاس تلک مت کر رہی تھی بیٹا۔" بڑی جذباتی سی کیفیت میں یہ جگہ کہتے کہتے ناخروہ کا گلہ بندھ گیا۔ تو سلوٹ متاثر ہونے
کے بجائے ان سے الگ ہو کر مٹی بنگواری سے بولی۔

"میری طرف سے تو شرم ہے ہی سے آپ پریشانی اٹھائی آ رہی ہیں۔ اب میں آپ کی زندگی سے نکل آئی ہوں تو آپ نے
میری وجہ سے جو کو بلکان کیوں کیلے بلور اس جواب پر ناخروہ اچھا سا منہ لے کر دیکھیں۔ اور قدرے توقف کے بعد بڑی
جینے لگی سے بولیں۔

"اب میں تمہارے اس سوال کا کیا جواب دوں۔ جھکاتا منہ میں نہیں رکھتی۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ ہم جو کچھ کرنا چاہ
رہے تھے۔ تمہارے ساتھ لگتی جی زیادتیوں کے اڑانے کے طور پر ہی کرنا چاہ رہے تھے۔ اور تم بھی اس بات سے لاعلم نہیں تھیں
اب یہ ہماری بد قسمت کہ میں اتنی دیر ہو گئی۔ اور ادھر تھیں سارا جھگڑنا بھگتتا بیٹا۔ اب میں یہاں کھڑے کھڑے اپنی ساری
بزرگشت تمہیں کیسے سناؤں۔ جیسا طینان سے بیٹھو تو تمہیں سناؤں گی۔ ناخروہ بولیں۔ وہ جو میرے منہ سے نکلتی رہا اور
نہیں۔ اس وقت کس عاجزی سے بات کر رہی تھیں۔ اسے تعجب مزید ہوا کہ وہ ان کی لالک پدیشکی باتوں سے ذرا بھی
متاثر نہیں ہوتی بلکہ بہت ہی دلچسپی سے بولی۔

"نیک ہی کچھ سننے کا حقوق ہے میں اس کی ضرورت ہی سمجھتی ہوں کہ ہو کہ ہو کہ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ میں اس کا
کا کو دوش دیتی ہوں نہ ذمہ دار ٹھہراتی ہوں۔ بلکہ نوشہہ تقدیر سمجھ کر گھبرا کر لہے سے بیٹھے۔"

خیر، ہر اچھی طرف سے کوئی آئینہ نہ لے کر جلا رہے ہیں باقی معاملہ خدا کو سونپنا ہی ہماری مدد کرے گا۔"
"جی ہاں آئینہ پر ہی دیکھا کرتے ہیں۔ لیکن پتہ پتہ جان اگر آپ یہاں سے براہ راست کراچی جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر
کیا پتہ پتہ ہو جائے گا۔ لاہور میں تمہارا نہیں رہا۔ جی ہاں کی کہہ کر کے معلوم کر لیا جی میں آپ کا قیام تک سبک ہو۔" اس قدر
ایک بہت ہی اہم بات کی طرف ان کی توجہ دلائی۔ تو انہوں نے ہنس کر کہا۔

"تاؤ اور سنے دماغ کی یہی خوبی ہوتی ہے۔ کہ وہ اچھی اور کامیابی میں سوچتا ہے۔ ویسے بگے اس بات کی خوشی
سے کہ تو بہت تمہارے اندر گوشت کو کھڑی ہے۔ اس پر تم بہت حساس ہیں یہ ہمارے معیار کی نسوالی پر سو فیصد پورے
آؤ گے ہو۔"

"نیک بات پتہ پتہ لگ کر ہی پور ہی تھی میری ذہانت کی نہیں، ان کی بات میں جو معنویت تھی۔ اُسے مجھے ہونے اس قدر
لے بھی ہنس کر کہا۔
"ویسے تم نے ایک اہم بات کی طرف ہماری توجہ دلائی۔ تمہارا شکریہ دیکھ کر ہم بھی اپنی شریک حیات کی طرف سے اتنے
لاہور۔ میں نہ ہاں سے براہ راست کراچی جانے کا ارادہ ہی رکھتے ہیں۔ بلکہ ابھی دوپہر کی فلائٹ سے سیدھے لاہور پہنچ
گے۔ اور پھر شام ہی فلائٹ سے آپ کی پیسہ بیک کے ہوا کر لیا۔" ثاقب حسن نے اپنا پتہ پتہ گرام بتایا۔

"اچھا تو کیا آپ اپنے گھر کو منتقل کر کے جی ہاں کے پیسہ پتہ پتہ۔" میرا مطلب ہے کہ آپ کے جانے کے بعد وہ محفوظ ہی
رہ سکتے گا۔" اس قدر نے پوچھا۔
"جہاں تک محفوظ رہنے کا سوال ہے تو اس میں چند معمولی رتوں، منگولوں اور چار پائیوں کے کچھ ہوگا ہی نہیں۔
اور منتقل اس لیے کر کے جائیں گے وہ ہمارا ذاتی گھر ہے۔ اگر کہیں۔ کوئی اچھا لگا کلب مل گیا تو اسے تو وقت ہی کریں گے
کیونکہ اب ہم لاہور کی رہائش ترک کرنے کا سہم ارادہ کر چکے ہیں۔ اور کراچی میں ہی سکونت اختیار کریں گے۔"

"اور یہ تو جی خوشی کی بات ہے پیسہ پتہ پتہ۔" پیسہ بیک ایک عرصے سے ہم سب سے دور ہی ہیں۔ اس طرح کم از کم سب
اپنی سہ قریب تو ہو جائیں گی۔" اس قدر نے اپنی ولی سہرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"اچھی پتہ پتہ کے طور پر ہی ہر کے ہمت ہیں وہ ہم سے ہی قریب نہیں ہویں تو آپ سب سے کیا ہوں گی۔" ثاقب نے ہکا مانا
تہنہ لگا کر کہا تو اس قدر ہی بیٹھے نگاہیں باہر کرتے ہوئے وہ احتشام کے بیٹھے پہنچ گئے۔

"اب تو سب سے سلوٹ کا یہ پروگرام بڑی سلیس کا انتظام کر لو۔" ثاقب حسن نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔
"دہ کوئی مسئلہ نہیں پیسہ پتہ پتہ۔" سینے پہلے تمام اجراء انکلام۔" بات کے اختتام پر اس قدر بیٹھے نگاہ۔
"میں ہی ہاتھ منہ کی ٹرائی۔ جلیو خیر اس کی اجازت ہے۔" ثاقب حسن نے بھی گفتگو پتہ پتہ میں جواب دیا۔ پھر مقتدا انہیں اپنے
رہائشی گھر میں لے آیا۔

دھب دھب دھب۔" رات کے منہ سے کوچہ کی روشنی کی آواز آئی تو بلینگ پر لپٹی کسی رسالے کا مطالعہ کرتی۔
سلوٹ بڑا کراٹھ بیٹھی۔ اس نے پہلے بند دروازے کی طرف دیکھا اور پھر جاننا غار پر غشائی نما ڈاڈا کرتی فلورا کی طرف۔
اس وقت جھلا کون ہاں آسکتا ہے؟
نکمن سے کوئی پڑوسی یا محلے دانہ ہو۔

یا پھر کسی کس کے مسئلے میں کوئی آیا ہو۔
مگر نہیں۔ آج تک تو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی اتنے بے وقت آکر دروازہ کھٹکھٹائے۔ فلورا کو غلام میں
مشغول دیکھ کر وہ سرا سہیگی کے عالم میں سوچنے لگی۔ کھڑی رہا دیر بعد وہ بارہ دروازے پر دستک ہوئی۔
جو پہلے کی نسبت قدرے زور سے دتی تھی تھی۔

گھر میں اوپر نہیں بلکہ اونچی کوئی ہے۔ مگر کون۔" اس کا دل بری طرح دھک دھک کرنے لگا۔ اس آواز میں فلورا
نے جلد جلد اشیائے بڑھ کر سلام پیرا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کوئی دعا دہی۔ اور پھر انہوں کو پچھنے پر پھیلنے کے بعد۔
جاننا جیتے ہوئے اس نے خود گلہ کی سے سے انداز میں کہا۔

اب نہ اس قدر خطا ہو کہ بات تک سننے کی روداد نہیں تو میں موصاف اس کے تہمت اور کیا کہہ سکتی ہوں۔ گویا موصاف کر دیا تھا بھی اپنے بندوں کی غلطیوں کو موصاف کر دیتا ہے۔ گویا اور وقت بہتا تو سبھی سے اس قدر غبار کھٹکا کہ مصلوٹا ڈیڑھ سانس سے بلے ہوش ہو جاتی۔ مگر اس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ فخر کے منہ سے نکلی ہوئی بھی بات اسے تازہ نہیں کر سکتی۔

وہ دیکھیں بھائی جان۔ آپ یہ جیسے پٹے عام سے مکملے نہ بولیں۔ گویا گھر سے نزدیک آپ جیسی بلند وبالا سنی کا اپنے مقام سے نیچے اتر کر بات کرتا ہے فخر مندہ اور ذلیل کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ بڑے کہاں سے ملی جاتیں۔ جیسے اپنی زندگی کا پونیا راستہ ہے۔ اس پر اطمینان سے مجھے چلنے دیں۔ میرا سکون اور آرام غارت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ وہ ان کی باتوں سے متاثر ہونے کے بجائے اٹھان پر برس برس سے بڑی۔ نلو اور اجا تھی رر سے ٹھوٹے فاسٹے پر غاموش کھڑی آئی دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ مصلوٹا کی باتوں پر اس نے آئے ٹوٹنے کے سے انداز میں کہا۔

”باتیں مائیں مونا بھئی۔ یہ تیر کیا کہہ رہی ہو۔ کیا کہا ہے دل میں اپنے بڑوں کا ذرا سا بھی احترام نہیں۔ اور پھر فخر سے بول۔“
”آپ تشریف تو رکھیں بیگم صاحبہ۔ جب سے آئی ہیں کھڑی ہی ہیں۔ اصل میں آپ مونا سے باتوں میں ایسی گویاں کر میں۔“

”مگر میں بھی آپ سے دعا سلام کر سکی۔ آپ سے تعارف ہی حاصل کر سکی۔ لیکن غائبانہ طور پر ضرور آپ کو جانتی ہوں۔“
فخر نے اس کا باقی ماندہ فقرہ پون پورا کیا تو وہ ہنس کر بولی۔
”جی رہ میری خوش نصیبی ہی ہے کہ آپ غائبانہ طور پر مجھ سے واقف ہیں۔ اچھا آپ تشریف تو رکھیں۔“
”نہیں اس وقت میں بیٹھ نہیں سکتی گویا گھر سے قہر باہر کار میں بیٹھے میرا انتظار کر رہے ہیں۔“ فخر نے نہ بیٹھنے کا عندیہ پیش کیا۔

”اور پھر تو آپ انہیں اپنے ساتھ اندر کون نہ لیتی آئیں۔ خیر اب بیٹھیں۔ یوں باہر کار میں ان کا بیٹھنا کچھ مناسب نہیں۔“ فخر نے کہا۔ تو مصلوٹا بڑے برہم سے انداز میں بولی۔
”تیس کوئی ضرورت نہیں کسی کو اٹھانے کی؟“ مٹی میں سے مل لیں میرے لیے یہی بہت ہے۔“
”مونا۔“ فخر نے اسے جیسے قہقہے میں انداز میں مخاطب کیا۔

”اگر دشمن بھی ملے آئے تو اس کے ساتھ بھی مروت اور اخلاق کے ساتھ پیش آئے گا۔ موصاف اور کیا گیا ہے جبکہ تو تمہارے لیے بھائی کا دماغ سے جو تمہارے لیے بزرگ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے تمہاری ان اذیتوں کا احساس ہے جو ان لوگوں کے گھونٹے تم نے چھیلی ہیں۔ مگر جی سگے رشتے آپس میں اس طرح کھتے جوئے ہوتے ہیں جیسے نائن کوشت سے۔ اور اگر نائن گل یا ٹوٹے بھی غائب تو وہ جانگ آ ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی کوشش ہی کرے تو سگے رشتوں کو توڑ نہیں سکتا گویا کہ ان کا تعلق خون سے جتنا ہے۔ کیونکہ یہ خون ہی جو رشتوں کی شناخت کرتا ہے۔“

”جو کچھ بھی سہی آئی۔ لیکن میرا اعتماد ہر رشتے سے اٹھ چکا ہے۔ میں سارے رشتے توڑ چکی ہوں۔“ مٹی نے کہا۔
”ابھی یہاں سے بھی جائیں اور آئندہ بھی ادھر کارٹ نہ کریں۔ وہ دن یہاں سے کہیں اور چلی جاؤ گی و مصلوٹا کے لیے یہاں بڑاری اور نا کواری ہی نہیں بلکہ تنفر بھی تھا۔ جسے محسوس کر کے فخر اور مٹی کھڑی رہ گئی۔

”واہ کیسے چلی جاؤ گی بیٹا۔ جب تک ہر زندہ ہیں اور ہمارے دم میں دم ہے ہم تمہیں اسی رشتے کو جوڑنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔“ تائب حسن نے انداز سے ہنسنے کہا۔ اصل میں وہ فخر کے حکم کے انتظار میں بیٹھے تو فخر ہی میں تھے۔ لیکن یہ فخر وہ دواپس میں در ہو گئی تو ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ مٹی سے منہ کے لیے پیٹے ہی جیاب جوڑتے تھے۔ اسی نے اتر کر دروازے کے قریب تر کھڑے ہوئے تھے۔ چھوٹا سا لکڑی کا ہی تھا۔ سب کی آواز میں ہمت واضح طور پر باہر آ رہی تھی۔ انہوں نے مصلوٹا کی بات بھی سن لی تھی۔ اور بلا اجازت اندر آئے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مگر آتے ہی انہوں نے فخر سے معذرت کی۔

”موصاف کیسے گامیہ گامیہ ہمیں اپنی بیٹی کی محبت سے آپ کی اجازت کے بغیر اندر آئے پر مجبور کر دیا۔“
”کوئی بات نہیں برادر محترم۔ میں نے ابھی کچھ دیر قبل ہی آپ کو اندر آنے کی اجازت سے دی تھی۔“ فخر نے فخر سے کہا۔

مصلوٹا ساٹھی کھڑی تھی۔ جیڑھ کے فاصلے پر۔ اور ان کے اچانک اندر آجانے پر حسب عادت سہمی گئی تھی۔ کہ وہ شروع سے ان سے بہت ڈرتی تھی۔ اور دیکھیں ہی سے ان سے کچھ نہ کہنے کے بعد ان کا خوف کچھ ایسا دل میں بیٹھا تھا کہ ان کی نگاہت اور الفت بھی اس خوف کے اندر داخل ہو کر رہ جاتا تھا اور اس سے اپنی آنکھوں میں ٹپٹپٹے اور گھبراہٹ کی چنگاریاں بھرتے ہیں انداز میں وہ فخر سے باتیں کر رہی تھی بھائی کو دیکھ کر وہ لکڑیں آپ ہی تائب تک گئیں۔ تائب حسن قدم بڑھا کر اس کے قریب جا کھڑے ہوئے اور فخر سے کہا تھی انداز میں بولے۔

”ہم تمہاری نظر میں مزار قصور وار سمی۔ لاکھ معذرت ہمیں لیکن بیٹا ہم نے تمہیں آداب و اخلاق سے کبھی جاری نہیں رکھا۔ جو ہم میں آداب و سلامت کرنا بیوقوف نہیں۔ اور وہ جس کا دل ان کے اتنے قریب آجانے پر خوف سے بری طرح دھڑکا تھا۔ اس پر اچانک غصے اور بیچتا وے کی آگ غالب آ گئی۔ اور وہ دن کڑا کر کے بڑی بے مروتی سے بولی۔

”جب میں پر تعلق قطع کر چکی ہوں۔ خود پر تیبی بر بات۔ اپنا ماضی حتیٰ کہ خود اپنا آپ کھلا بھی ہوں تو پھر ان تعلقات اور دکھاوت کی باتوں سے کیا حاصل؟“
”سے سے مونا یہ تم کیا کہہ رہی ہو مٹی۔ کم از کم میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم اس قدر بے مروت اور بدلیلا بدستخ ہو گی۔“ فخر اس کے گستاخانہ انداز کو برداشت نہ کر سکی تو اس نے فوراً ہی اسے علامت کی۔

”نہیں ہمیشہ آپ ہماری جیسا کہ بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کریں۔ انہوں نے جو کچھ بھی کہا ہے اور جو مصلوٹا کر رہی ہیں۔ ہم اس سے بچیں۔“ کہیں زیادہ سخت سست اور بدسلوکی کے مستحق ہیں۔ اصل غلطی ہماری ہی ہے جو ہم اتنے بے مروت آئے اور ان کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی ایک غلطیان میں مبتلا کر دیا۔ تائب حسن خصوصاً جو بیٹی کے سامنے بیٹی کے ہاتھوں خوار ہوئے پر اپنی شرمندگی کو منہ کی عرض سے بولے۔

”نہیں بھائی صاحب۔ غلطیان میں مبتلا ہونا کیا مجھے تو آپ دونوں کی آمد سے ولی منزلت ہوئی ہے۔ لیکن آپ تشریف تو رکھیں۔ آپ بھی بیٹھ جائیں نا بیگم صاحبہ۔ اب تو آپ کے شوہر بھی تشریف لے آئے ہیں۔“ فخر اہبت بجا حلق بکھیرے میں بولی۔

”تیس خیر ہمیشہ۔ ہم اب چلیں گے۔ یوں بھی ہم نے بے وقت آکر آپ کے آرام میں خلل ڈالا۔“ فخر نے کہا۔ تائب حسن جلدی سے بولے۔ اور پھر انہوں نے مصلوٹا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
”بچھا مٹی۔ جو لاکھ برسے سہی۔ اور لاکھ تم ہم سے سارے رشتے توڑ لو۔ لیکن ہمیشہ کے بتول۔ خون کا رشتہ تو اب تک قائم رہے گا۔ اور اسی خون کے رشتے کے برتے ہیں تمہارے درخواست کرنے ہیں کہ تم خواہ ہمارے ساتھ چلو۔ لیکن ہماری غلطیاں ضرور معاف کر دو۔ اچھا خدا حافظ آنا کہہ کر انہوں نے فخر کو چیلنا کا اشارہ کیا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ واپس کے لیے قدم اٹھائیں تائب حسن۔ تیزی سے دہلیز بڑا کر کے گھر سے باہر آئے۔ مونا اور انہیں دروازے سے چھوڑنے آئی لیکن۔ دونوں میں سے کسی نے بھی مٹی کو اس کی طرف نہیں دیکھا۔

مصلوٹا کے بدسلوکی اور گستاخانہ رویہ پر فخر اور وہ گھٹکے آ رہا تھا۔ وہ دروازے کا کھٹکا لگا کر اپنے بستر پر اپنی توہمت کرنی تو کیا اس کا دل مصلوٹا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کو بھی نہ چاہا۔ اور مٹی نے فخر کی نظر بڑھ چکی تھی اور مٹی کی گھبراہٹ اور ڈھانچنے کا ہی وقت ہونا تھا جیسا سے بات کرنے کی فرصت ہوتی تھی۔ ورنہ۔ اس کے گھر سے ٹھیک کافی دور تھا۔ اور پھر وہ اس کے ذمے ٹھیک جاتی تھی اسی لیے سارا سے سات تھے جمع ہی کر کے نکل جاتی تھی اور پھر سات بجے شام کو بھی ٹھیک ٹھیک کے واپس آتی تھی۔ اور اگر کوئی سہی نہیں کس آجاتا تھا تو وہیں میں اسے دس بھی بچے جاتے تھے۔ اس سے رات کے توج بچے تھے۔ اور مصلوٹا کی طرف سے دل میں کبھی محسوس کرتے ہوتے اس نے فوری طور پر سوچا ہے

کا فیصلہ کرنا تھا۔ اسی لیے دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے کمرے کی لائٹ بجھا لی اور پچھلے اپنے پیٹنگ پر جو وہ سلاطین کے اعلان کی وجہ سے تیار کیا گیا تھا لٹیکہ لگا دی۔ جبکہ سلاطین ابھی تک کھڑی ہی تھی اور ہیبت نے دردی سے پناہ نامن چھلای ہی تھی۔ اصل میں وہ سوچ رہی تھی کہ اب فلورا اس کے بری طرح نشہ لے گی۔

اسے سچا سچا بجھائے گی اور قائل کہنے کی کوشش کرے گی۔
مگر اس کی باتوں کے ردعمل میں اس نے خاموشی اختیار کی۔
بلکہ غصگی کا اظہار کیا اور جی ہی بھیجا دی۔
سلاطین کا دل تو پہلے ہی پھرا چلا آ رہا تھا۔

فلورہ کی ناراضگی نے اسے مزید بے پروا ہی اور جھڑپ اسکی آنکھوں سے اشکوں کا ایک سین راون ہو گیا اور وہ اندھیرے میں اپنے پیٹنگ پر بیٹھ کر آنسو بہانے لگی۔ اس کی شوشوں شوشوں۔ اور ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز اتنی واضح تھی کہ فلورہ نے بھی سنی۔ لیکن ایک تو وہ اس سے کہہ رہی تھی دوسرے سارا دن ڈیوٹی انجام دینے کی وجہ سے بہت تھک گئی تھی اور اسے سخت نیند آ رہی تھی۔ اسی لیے وہ اسے بڑھتی رہنا بلانگتا چھوڑ کر کچھ ہی دیر پہلے بڑھ گئی تھی۔

انگے مرد زخمیہ معمول صحیح کر کے ہی بیدار ہوئی تو دیکھا سلاطین نماز ہی نماز نماز آ کر ہی ہے۔ معلوم وہ رات کو سوئی تھی بھی یا نہائی رہی اور وہ بولی ہی تھی۔ فلورہ کے دل میں یہ خیال ضرور آیا کہ مگر اس نے سلاطین کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جلدی جلدی وہ ٹھوکر کے نماز پڑھی۔ اور وضو کرنے سے قبل اس نے ہانک تھکی جوجائے بنانے کی غرض سے پہلے بر رکھی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اس میں چائے دم کی۔ اور یہ مانی میں اپنے لیے چائے بنا کر وہیں کھڑے کھڑے گہرے گہرے سے آنکھال کر پلنگ چلا کر بیٹھنے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک دو ٹھوکر چائے کے بھی پتی رہی۔ پھر آنکھوں کے منہ کے بعد اس نے باقی ماندہ پلنگے کی کریمائی دھوئی اور بیٹھنے لگا۔ اس نے رات کا لال سا پورا قہیر دھویا اور سالے اور کھئی سمیت پٹیلی میں ڈال کر بے پردہ چھا دیا۔ اور دوسرے سوچنے کو سلاطین کو اسے دے کر بیٹھ گیا اور کونے سے وہ سے پڑے تو ڈر کھٹکی کی پرات پر لٹکے لگی۔

سلاطین بھی اس دوران میں تھوڑے اور تھک سے باورچی خانے کے کھلے در پر آکر وہی جوتی تھی مگر اس نے اب تک۔ فلورہ کو سلام کیا تھا نہ ایک لفظ کہا تھا۔ بیکسر گودھا سے والیں آتے ہی یہ سارے کام اس نے بہتے بہتے بدھتے ہی کے اپنے ذمے لے رکھے تھے مگر اس روز فلورا دو کام خود انجام دے رہی تھی۔

اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس سے سخت شقاق میں آئی کہ بولنے کی، کی رواد اور نہیں مگر اس کی شگفتگی کی وجہ سلاطین کی کچھ نہیں آ رہی تھی بلکہ وہ تو یہ سیرج سیرج اور صبر ان جوتی تھی کہ وہ میرا اور بھائی جان کا ذاتی معاملہ ہے۔ انہوں نے مجھ پر زیادتیاں ہی نہیں کی تھیں بلکہ ظلم توڑا تھا۔ مجھے بر باد اور بے ٹھکانہ کرنے میں ان کا بھی ہاتھ تھا۔ اور آج ہی ان ساری باتوں سے لاعلم نہیں ہیں۔ باتیں بھی معلوم ہے کہ میں نے کتنے دکھ اٹھائے ہیں کتنی اذیتیں جھیلی ہیں۔ اور کیسے کیسے زخم کھائے ہیں۔ گو میری شخصیت ہی بڑھ رہی ہے جو کہہ کہی ہے۔ سمجھ کر مجھے اپنی ذات تک پر بھی اعتماد نہیں رہا۔ اور میں نے اپنی ان اذیتوں اپنے ان دکھوں کو خود ہی تو سہا ہے۔ کسی نے میرے دکھ نہیں ہائے۔ کسی نے اذیتوں جھیلنے میں میرا ساتھ نہیں دیا۔ میں خود ہی باسکل تباہ اور بے بارود دگر ٹونفانی ہوئی کی زندگی آئے تھے کی طرح اور آہو اڑتی پوری ہوں اور اب میں لگتا ہوا ایک ٹھکانہ بنا یا ہے۔ اپنے لیے ایک نئے راستے کا تعین کیلئے۔ تو میرا بھائی اور بھائی جان اس نئے راستے میں نکال دیکھ کر کیسے آگئے۔ تو اور اس خوش قسمتی میں آئے تھے کہ میں اب بھی وہی۔ سبھی وہی دل و بائی اور بے زبان سی سلاطین ہیں۔ جسے انہوں نے اپنے خفا کی جھینٹ پڑھا دیا تھا اور وہ کبھی نہیں بولی تھی۔ حتیٰ کہ اشاروں اور کتابوں میں بھی بولی تھیں اور یہی نا پسندیدگی کو زبان نہیں دے سکتی تھی۔ اور درتو یہ تھی کہ جب لائٹ پر گاہوں آئی تھی۔ تب ہی ان کے اشاروں پر تپتی رہی تھی۔ انہوں کی مرضی کو مقدم سمجھتی تھی۔

انہوں نے بہت پہلے پھل پھلا اور سربازوں دکھا کر کہا کہ میرے برابر نسبتی کے بہانے کراچی میں جاؤ وہ لوگ بہت ہی شریف ہیں اور بڑا اعلیٰ طبقہ رکھتے ہیں۔ تم کو سزا سنیں پر بڑھائیں گے۔ اور پھر صرف ڈیڑھ دو گھنٹہ کا معاملہ ہی تو ہے۔ ہم واپس

آتے ہی تمہیں اپنے پاس بلا لیں گے۔ اسے ہر تہاوری خاطر ہی تو انہیں جاننا چاہیے۔ تاکہ اس شخصیت کی قید سے تمہیں رہائی دیاں جیتنے کے لیے۔ اور تب میں نے بھی بھائی جان کی کچھ دیر گھنگورے آگے گھٹنے ٹیک دیے تھے۔ اور نہ پانے ہوتے بھی

کراچی، جتنی تھی۔ مگر کراچی بھائی جان کے زور کا اثر دیکھ کر انہوں کو بھی دکھانے اور ان ساری باتوں کے ذمہ دار صرف اور صرف بھائی جان میں۔ جو بھائی جان کو کئی کئی برسوں کی کھتے کھتے کہ ان کی کوئی بہن بھی نہیں ہے اس اتنی بڑی پرہیزگار دنیا میں۔ مگر بھائی جان نے مجھے بہن ہی کہہ کر بھائی جان کی نظر میں دنیا کی سب سے بھاری اور فالتو تھے رہی ہوں۔ گھنٹا ایک ہی بھائی کی ایک بہن ہوتی ہے تو وہ اس کے گھٹنے تازہ اور کھٹے اٹھا تا ہے۔ کس قدر لاڈ کرتا ہے۔ اور کتنا فوٹو کراہتا ہے۔ مگر وہاں تو لاڈ باریاں تازہ کھٹے اٹھا تا اور ڈوٹے کراہتا تو بڑی بات ایک نگاہ آنکھوں کو ہی یہ چھوٹی بہن ترستی تھی۔ تب سب مگنا بھائی ایسا بے حس تھا تو پھر بھائی کو کیا دوس دینا۔

تبی تو گر شہ شب بھے ان کی تشریں کھلائی اور اتنی زیادہ پرگنا گتہ ذرا بھی مٹانے کو کسی دست بھرتی۔ کیونکہ ان کو ساری باتوں کا کھو کھلنا ہی نہیں ہے کسی کو کیا تھا۔ ان کی گفتگو سے تصنع اور بناوٹ کی بو آ رہی تھی۔ ہونہر۔ اب انہیں کیا معلوم کہ زندگی کی گھٹنا پھول اور تلخ تجرباات سے سلاطین کو کچھ معلوم بل والا ہے۔ انہیں کیا تجربہ سلاطین اب پہلے عیسوی دنیوی دنیا ہے زیادہ بلکہ سے مزارکی سلاطین نہیں رہی ہے مگر ہاں۔ میری کراچی گفتا سے۔ انہوں نے کچھ تو اعزاز لگا بھی لیا ہوگا۔

جائے کتنی زبردستی وہ باورچی خانے کے کھلے در پر کھڑی ہی جوتی رہی تھی۔ وقت کے گورنے کا احساس تو اس وقت سے ہوا جب تو سے کہو جو بھے ہر سے انار کر کے لے کر کھانے کی آواز ان کی سماعت سے بھلائی۔ تو اس نے بڑی تلخ جو تک پر فلورہ کی طرف دیکھی۔ جو تو انکھانے کے بعد دست بھنے سے پھلے پھلے کھڑی تھی۔ کی پٹیلی کا دھکا ہٹا کھول رہی تھی۔ گواس کی عادت نہیں تھی کسی بات پر استفسار کرنے یا بولنے کی۔

بڑی سے بڑی بات اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتی۔ اس کے ساتھ ہوتی مگر وہ چہچہائی جوتی تھی حتیٰ کہ بڑی سنسنی پیدا ہوئی اور بڑی بھائی تب بھی حریف شکایت زبان پر نہ لائی تھی۔ نہ وہ پھوڑی لڑائیوں کی طرح پلٹ پلٹ کر بولنے، تہیسی مذاق کرنے اور ہر بات کی ٹوہ میں کھینچنے کی جی جاتی تھی۔

اس کے بارے میں پر ہداری تھی اور نظر تاجھی باپ کی طرح کم گو تھی۔ بات بھی کرتی تو مزوڑتا۔ سنہتی بھی تو لڑتا۔ سہی اس کا پتلا ایک انداز تھا۔ ایک امثال تھا۔ جس سے اس کے اندر ایک وقار سا پیدا کر دیا تھا کسی اور کا معاملہ ہوتا تو وہ پلٹتی ہی نہیں۔ مگر یہ فلورا کا معاملہ تھا جس کے اس پر بہت سارے احسانات تھے۔ جس نے اسے بنا ہی نہیں دی تھی بلکہ سہارا بھی دیا تھا۔ محفوظ دیا تھا اور سب سے بڑھ کر اپنی بے لوث۔ پناہوں سے نوازا تھا۔ اور نئی زبان سے لوت چاہتیں غفور و نہ سہی گرفتار ہو کر رہ گئی ہیں۔ اور پھر بے لوث پناہوں کا متعلق تو یہ کہ پناہ دیا گیا تھا جو اصوا بھی ہو کر جاتا ہے۔ کہ یہ پناہ نہیں گڑھتی ہیں تو ایل پائی کے پھد کی تھی ہیں۔

جیسے کہ سلاطین کو فلورا سے ملی تھیں۔ پھر جھلا دکھائے اس کی ناراضگی پر داشتت کراستی تھی۔ دل کو مستحق کر دھو فلورہ اس کے جوتی اور پھر قدر سے شگفتہ ہے یہی اسے سلام کیا۔

اسلام علیکم آئیے!
وعلیکم السلام، جو اب بہت دھیمی آواز میں ملا۔
اور اسے آپ کیا کہتے کھڑی ہو گئیں آئی ۱۹۹ اس نے فلورہ کے قریب ہو کر پوچھا۔
ہیں، یہ میرے کوسنے کے کام میں، اس لیے کہ رہی ہوں، فلورہ کو دیکھنے دوڑنے انداز میں بولی۔
لیکن یہ کام تو آپ سے مجھے سوچا دیکھنے آئی اور پھیلے تو بعد میں توالتی ہوں میں، آپ نے آج پہلے گوال پھیلے، خیراب جیتنے میں قریبوں دون، سلاطین اس کے ہاتھ سے کھینچ لینے کی کوشش میں ہوئی۔
نہیں بھیجی، میری عادتیں نہ بگاڑو، ہتھارے تو کچھ کھینک نہیں کر سکتے ہیں، جہاں جلی جاؤ۔ بعد میں سن آسانی کی عادت

مجھے بہت تکلیف دے گی۔ غلور اسے بدستور روک دیتے ہوں گے انداز میں کہا۔

اور اتنا ہی میری اس بات پر زہر سے خفا ہو گئی ہیں۔ سلوٹ اسے دل میں سوچا اور پھر جیسے جیسے انداز میں

بولی۔

”وہ تو میں نے بھائی بران سے اس لیے کہا دیا تھا، تاکہ وہ آئندہ یہاں نہ آئیں“

لیکن اگر وہ یہاں آئیں تو پھر تو تم یقیناً یہاں سے چلی ہی جاؤ گی نا۔ غلور اب بولنے کی طرف مڑ کر کے
بتیلی میں گفت کر چلا رہی تھی۔ اس کے ایک باہر بھی گھوم کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ مگر یہ سوال اس نے غم کو
اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، لیکن اس کے سوال کا کافی انصاف کوئی جواب نہ دینا سکا وہ توقع کے بعد کچھ سوچ
کر بولی۔

”نہیں۔ میں اہلکاروں کا جائلنگی بلکہ جاسوسی ہوں؟“

”نہیں یعنی تمہارا کوئی بیروں میں نہیں، بس حیرت انگیز نہیں ہو۔ آرام اور بے تکلیفی سے رہو، ان کاموں کا کیا ہے
یہ تو زندگی کے روزمرہ میں سے ہیں، اور میں تو شروع ہی سے انہیں انجام دینے کی عادی ہوں، انہیں تم کو یاد میں رکھنا
دوں میرے لیے ایک ہی بات ہے۔“ غلور پھر بولنے کی طرف گھوم کر بتیلی میں کچھ جملے لگتی

کمال ہے آئی نا آپ اتنی ہی بات پر اس قدر ناراض ہو گئیں، اہلکاروں کو چھوڑ کر کہیں جاسکے گا تو
کر سکتی ہوں۔“ سلوٹ اس کی خشکی سے عاجز ہو کر بولی۔

”کیوں میرے اندر کوئی بے شرفیاب کے پڑے ہوئے ہیں، میرا تو تم سے کوئی رشتہ ہو تاکہ نہ واقفیت، جب تم
اپنے گئے اور ترقی رشتوں کو توڑ سکتی ہو تو میری اہلکار کیا بساط اور اوقات، غلور اسے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تڑپتی
پہلے ڈال کر کہا۔

”نہیں آئی، میرا آپ سے خلوص کا رشتہ ہے، سبے لوٹ بھارت کا رشتہ ہے اور سب سے بڑھ کر اسلامی رشتہ
ہے جو سب کے اور ترقی رشتوں سے کہیں زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے کیونکہ یہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی محبت میں ٹکڑا ہوا ہوتا ہے۔ سلوٹ قدرے جو تھپتھپانے انداز میں بولی۔

”ہاں اس میں شک نہیں کہ اسلام کا رشتہ بہت مضبوط اور قوی ہوتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق حق باری تعالیٰ
کی نواہ اور حبیب پاک سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حق و باطل کے درمیان محرم لڑائی ہوتی ہے تو دنیا باپ کے
اور باپ بیٹے کے سامنے شمشیر زن ہوتا تھا۔“

”ہاں تو پھر اسلام کا رشتہ سب کے رشتوں سے بڑھ کر ہونا۔“ سلوٹ نے صبری سے اس کی بات کاٹ کر کہا۔
”ہاں، بے شک ہوتا ہے، لیکن۔ اس رشتے میں ورتوں کی تقسیم نہیں رکھی گئی، یعنی ایک مسلمان کی جان نجات
اور مال و زر کا حق اس کی زندگی یا وفات کے بعد دوسرے مسلمان کو نہیں دیا گیا بلکہ یہ رعایت باقی رہے اور
خوبی رشتوں کو بھی دوہرا کیا گیا ہے، جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ ہم بیٹے میں ہی بیٹے کے رشتوں کا
تعمیر کر دیتے ہیں اور پھر نسل باپ ہی سے چلتی ہے، خون باپ کا ہی مانا جاتا ہے بلکہ انسان کی شناخت ہی
باپ کے خون سے ہوتی ہے۔ لہذا تم ان رشتوں کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتیں، غلور اسے قائل کرنے
کی مہنت سے بڑے خوش دلائل دینے لگی۔

”لیکن میں نے ان رشتوں کی حقیقت سے کب انکار کیا ہے آئی، میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں ہر رشتہ توڑ سکتی
ہوں، کیونکہ رشتہ توڑنے کا تو مجھے کماؤ مجھے اتنا ہوتا تھا۔“ وہ غلور کی باتوں سے تڑپ کر بولی۔

”اچھا اگر تمہیں اتنا ہی اختیار ہے تو پھر اپنے جسم سے یہ گوشت بھی توجہ کر لینا، دو اور یہ خون بہتا رہا
رگوں میں دوڑ رہا ہے اسے بھی نکال بیٹھو، تمہارے دادا سے تمہارے باپ کی رگوں میں منتقل ہوا ہے،
اور باپ سے تمہاری رگوں میں ہے۔“ غلور اسے سمجھاتے سمجھاتے تنگ آگئی تھی۔ وہ ایک ڈھپیلی میں آکر
بولی۔ وہ بھی پھٹنا سہی ہو گئی تھی۔ غلور اسے سلنے دینا نہیں چاہتا کہ اسے روکھی سی ہو کر بولی۔

”میں نے اپنے سے اپنی کوئی بات چھپائی ہی ہے نہ جھوٹ ہی بولا ہے بلکہ جتنا بھی بتایا ہے، میرے ساتھ جتنا
کہہ چکا ہے اس کے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ پھر کپ بڑی تباہیہ کریں، اہلکاروں کے ساتھ دوبارہ
رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔“

”خیر، تم باپ یا بوجھو، یہ رابطہ تو قائم ہی رہے گا، کیوں کہ خون کے رابطے مرنے کے بعد بھی نہیں ٹوٹتے اور
میں جانتی ہوں کہ تمہارے بھائی بھابھوں سے تم پر زیادتیوں ہی نہیں بلکہ تم سے مفاد منگوانے میں لیکن تمہاری
بد بادی کے وجود اور وہ نہیں تمہاری قسمت ہے، کیونکہ دروزوں کے رشتے عرض برٹے کے جاتے ہیں، اور
خوش بران کا جنوک ہوتا ہے۔ وہ بھی موت کی طرح ایک عظیم وقت پر۔ تمہاری۔ تمہارے بھائی یا کسی کی
ہی طاقت نہیں جو قدرت کے فیصلوں میں دخل دے، تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ تمہارا مقدر تھا اور باقی
یہ حالات اور واقعات پیش آنے یا پیدا کئے گئے، ان کے وجود اور وجود اور تمہارے بھائی ہی ہیں، لیکن انہیں
تم سے معافی تو مانگ لی ہے۔“ غلور اسے اس کی کسی بھی تامل یا انداز کو تسلیم نہیں کیا اور اس کو قائل کرنے کی کوشش
کی۔ اب سلوٹ اس مسئلے میں مزید کیا کہتی کہ وہ تو اس کی کوئی بات کوئی دلیل ملنے پر تیار ہی نظر نہ آتی تھی۔

”تمہارے بھائی جان تم سے ملنے نہ آئے ہیں کہ اگر تمہاری بھائی خود سے کہیں کہ باہر کار میں ان کے ساتھ بران کا
انتظار کر رہے ہیں، تو میں یہی کہتی وہ تمہارے باپ میں گھرنا بھائی بھی باپ کے سامنے ہوتا ہے، اس پر بھی ان پر
شاباش ہے کہ تمہارے لئے اہانت آمیز سلوک اور باتوں کے باوجود ان کی توری پر بل تک نہیں آیا۔ اور وہ تم
سے معافی مانگ کر گئے اور معافی تو تمہاری بھائی سے بھی مانگی تھی اور جس طرح وہ تمہاری خوشامد کر رہی تھی، میں
نے آج تک کسی بڑی بھائی کو زندگی منت سماجت کر کے نہیں دیکھا، اسے خاموش دیکھ کر غلور اسے پھر کہا۔

سلوٹ نے بھائی اور بھابھوں کے ساتھ ہنسی تو کی تھی۔ اور اس کے خیالات بھی ان کی طرف سے بے باعیاں
تھے، مگر دل ہی دل میں اپنے اس ناروا سلوک پر وہ چوری چوری تڑپتی تھی، اس کا ضمیر برابر اسے سلامت کر رہا تھا
اب جو غلور اسے ایک طرح اس کے لئے تھے تو اسے رونا لگ گیا۔ غلور اسے اس کی آسوں کی طرف خرابی توجہ
نہیں دیا۔

”ارے بھئی، بھائی بہن اور رشتے دار بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں، ارے ہم سے بوجھو، ہم تو ان رشتوں کو توڑ
سکتے ہیں، جہاں سونہ پیر کو دیکھو کہ وہاں کہتے گھر سے نہ ختم کئے ہیں، ہماری تو ساری طبیعت فسادات کی جینٹل چڑھ
گئی تھی، دونوں بھائی بہن اور ماں باپ کوئی بھی تو نہیں بچا تھا، ایک طرف میں دکھائی سب کے غم کو لا چھو
دیکھنے کے لیے رہ گئی تھی، ارے ماں جانے کی بات ہی کچھ اور ہی ہوتی ہے، تم خواہ کہیں بھی رہو کسی ہی
مناظرت میں رہو مگر ہمیشہ خود کو غیر محفوظ ہی محسوس کرو گی، کیونکہ انہوں کے ہوتے دوسروں کے مہار سے زندگی
گزارنے والے ہی شناخت کھو دیتے ہیں، ان کی شخصیت کھو چھلی ہو کر رہ جاتی ہے۔ غلور اسے ایک اور پوکھا لگایا
نور دیتے دے پونہ

”تو پھر آپ ہی بتائے کہ میں کیا کروں۔ میرا دل ان لوگوں سے کٹا ہو گیا ہے، میری طبیعت یہ گوارا نہیں کرتی۔
کہہ ان لوگوں کے پاس واپس لوٹ جاؤں۔ اور۔ اور اب تو اس کی بھی گناہیں نہیں رہی، رات کے
سلوک کے بعد تو میں خود بھی اندرونی کومنہ دکھانے کے قابل نہیں رہی، اپنی بات بڑی بے بسی سے کہہ کر
وہ پھر روئے تھی۔ غلور کو اس پر حس آگیا، اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

”واہ کیوں قابل نہیں رہیں، تمہارے بھائی بڑے شریف اور فطنت سے مزاج کے معلوم ہوتے ہیں، ان کی طبیعت
کا اس سے اندازہ لگا لو کہ تمہارے آستے اہانت آمیز رویے اور گفتگو کے باوجود بھی کہ جسے سن کر میں خود پر قابو
نہیں کر سکتی، انہوں نے نہ صرف اپنی زیادتیوں کا اعتراف کیا بلکہ تم سے معافی بھی مانگ لی، جیسے یقین ہے کہ وہ
تمہیں نور آسمان کر دیں گے، تو اس نے اپنے آسوں پوکھ کر کہا۔

”لیکن میں تو ہرگز ان سے معافی نہیں مانگوں گی کیونکہ انہوں نے سب سے کراہ تک ہمیشہ سب کے سلنے ہی
نور کو کھنا یا ہے، میں ہی سب کی لڑائی کیسی بنائیت صبر و سکون سے برداشت کرتی آئی ہوں لیکن اب میرے

اندر روداشت کا مادہ صم ہو چکا ہے۔ ہاں البتہ۔ سولو ہو کہتے کہتے رکی تو غورا سے فوراً ہی پوچھا۔
ہاں ہاں کہو۔

البتہ اگر جھائی جانے سے مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار کیا تو شاید میں ہی جاؤں۔ آخری فخر سولو نے
جرتی ولی زبان سے کہا۔

یہ شاید کیوں کہا کرتے۔ میں چلی ہی جاتا تو کہہ اکی میں تمہارے لیے بہتری ہے لیکن اب نہیں اس وقت کا
انتظار کرنے کے لیے گا۔ جب تمہارے بھائی اور صاحب کو رٹ کر رہے۔

غور راکھ باتوں سے سولو طہری کہی کہ وہ اسے اپنے گھر میں رکھنا نہیں چاہ رہی وہ چپ سی بوکڑھی سمجھنے لگی کہ جھائی
تو اب شاید ہی اور کار کرج کرے۔ پھر وہ مجال سے بولا کہاں جائے گی۔

فلاط باؤں کو دل میں چڑھ دو نہاٹا مجھے تمہاری بہتری کے لیے گھر سے زیادہ عزیز ہے۔ ورنہ تمہارے اگھانے کی وجہ
سے دسرا بہت تو نصیب ہوئی۔ میں نے نہیں اٹھا نہیں بنایا ہے۔ حتیٰ کہ تمہارا نام بھی تبدیل کر دیا ہے۔ پھر گھی میں دل
سے یہی چاہتی ہوں کہ تم اپنے بھائی کے پاس پہلی جاؤ۔ اور جو۔ آج تو بڑی دیر ہو گئی۔ اچھا چلو جلدی سے لٹن میں
میرا کھانا رکھ دو۔ اور اب تم بھی ناشتہ کرو۔ میں تو اب دوپہر کو کھانا کھاؤں گی۔ تو میں نے تو اتنی تک پڑے ہی نہیں
ہوئے۔ غورا کو باتیں کرتے کرتے ایک دم ہی وقت گزر جانے کا خیال آیا تو وہ اسے ہر باتیں دینی اسی دم ہلکے سے بولنے
اندر چلی گئی۔ اور سولو لٹن کھ کمال کی جلدی سے اسی ہی قید پھر سے لگی۔

یہ شام ہو گئی اور ادھر شام قید میں نے جب سے کراچی لہور پورٹ پر قدم رکھا تھا مسلسل سولو کے نام کی ملا جیب سے نکلے۔
ان کا میں نہیں چیل رہا تھا کہ لہور پورٹ سے سیدھے اس کے پاس پہنچ جائیں مگر عملی مسئلہ کلیٹک سٹائل کر کے غورا کھٹ مافی
موصول کرنے کا تھا اور پولیس کے کہنے میں آتے ہی تاقب من نے سولو کے پاس جمانے کی جو رٹ دکھائی تھی تو اسفند نے
بھی انہیں سمیٹ گیا یا تھا کہ اس کا کام کو اب وہ آئندہ روز بریکوڑ کریں۔ اس وقت تو شام ہو گئی ہے کلیٹک کو کھل ہوا
ہو گا مگر اس وقت وہاں جمانا کسی طور پر ناممکن نہیں لیکن ناقب من کا کہنا تھا کہ وہ آج کا کام مل کر پھر پڑنے کے عادی
نہیں۔ (Then) اور (There) کے قابل میں داخل ہیں انہیں روضہ لائق تھا کہ کہیں پڑے۔ غورا کو ڈون کر کے ڈرا ورا
زور سے اور وہ سولو کو کہیں اور بھجوا دے۔

بیرجال ناقب من کی ضد کے پیش نظر اسفند انہیں کا میں جو اس نے اپنے ایک وقت کار اڈا کے پاس رکھا
دی تھی۔ کوئی سات بجے کے قریب فخرہ بیگم سمیٹ کلیٹک کا رٹ لیا گیا تھے دھو نہڑنے میں کم و بیش آدھا گھنٹہ صرف
ہو گیا اور جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ نداد اعف لٹو کچھ درجن ہی لٹی لٹی لٹی انجام دے کر لپٹے گھر جا چکی ہے۔ تب اسی
کلیٹک کی کئی زبوں سے اس کے کمر کا پتا دریا منت کیا مگر سب سے پہلی لٹنی کا اظہار کیا جس میں اتفاق سے وہ ڈاکٹر آ
گیا جو یہ کلیٹک چلا رہا تھا۔ اس نے غورا کا پتا پایا۔

اسی بگ دو دو میں رات کے سات بجے ملاحظہ ہوئے تھے۔ ناقب من نے اسی وقت جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسفند
جو ان کے ساتھ وہاں جانا نہیں چاہتا تھا اس نے فخرہ کو آہستہ سے بتایا کہ وہ اس وقت ان دونوں کے ساتھ غورا کے
گھر جانا مناسب نہیں سمجھتا لیکن اگر چاہے۔ جانے کا تہیہ ہی کر چکے ہیں تو پھر وہ کہیں راستے میں ہی اتر جائے۔ گھر نہ لے تو کل
ڈرا ورا کرنے کا ہے اور اسی وقت کو کوئی ایسا بڑی سیل ڈرا ورا ہر ہی نہیں ملے گا تو فخرہ بولیں۔

اے۔۔۔ تو کیا تمہارے خیال میں تمہارے چھوٹا جان کو کار چلائی نہیں آتی۔ اے۔۔۔ وہ تو ایک سپرٹ ہیں ایک سپرٹ۔
اب کچھ نہیں ہیں مگر جب پھر چلے تو ان کے پاس پانچ پانچ کا ڈیزاں گھنٹوں پانچ پانچ۔

پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ میں اپنے پوئل پرا تھانوں کا اور پھر پوچھا جان تو دکھار کر دیکھ کر کہے۔ اسفند بول اور
پہر راستے میں ہی اتر گیا لیکن اترنے سے پہلے اس نے نہیں مارن روڈ کا راستہ اور محل وقوع ضرور بتا دیا پھر یوں تو پھر کراچی
میں کسی کا گھر نہ ہونے کا مسئلہ باقی رہا یہ ہے جیسے حدیوں سے مدھوں کوئی خدائے موہوڑ نا کہ اس میں ہی مسئلہ نشی کے
باقتر میں خزانے کا نقشہ ہوتا ہے اور یہاں بھی نمونہ لٹنے والے کے ہاتھ میں گھر کا پتا ہو تا ہے اور وہاں کا پتا پاس ہوتا ہے تو
انسان اس علاقے کی حدود میں ہی پہنچ جاگے حتیٰ کہ گھٹے میں بھی۔ گھر کے بہت قریب یا آس پاس۔ اس کے باوجود بھی
اپنی غلامی لٹنی کا اظہار کرتے ہیں۔

اور اگر شامت اعلیٰ راستے میں کسی راہ گیر یاد کا نادر سے پتا لہ جائے تو وہ کہتا ہے کہ یہ جو سامنے میں روڈ جاری
سے اس کے سر پر چلے جائیں اور وہاں سے بائیں یا دائیں نکالیں منکر پر درجائیں۔ میں تو خڑا آگے جا کر آپ کو اپنی مطلوبہ
جگہ مل جائے گی۔ اور اب جو اس میں روڈ ہو چکے تو وہ شیطان کی امت کی طرح کھینچ کر لٹی ہو جائے کہ کسی طرح ختم
ہوئے میں نہیں آتی اور جب تاک کی سودھ میں چلنے چلنے اس شکر کے سر سے پڑھتے ہیں تو وہاں یا بائیں پھر دی ہی منکر کو
کا جان۔ قسمت سے ہی کسی کو صحیح پتہ پڑتا نہیں ہوتا ہے۔

مگر اسفند جیل کے سپر مشینرنت کا جو آخری ڈائریکٹو تھا وہی انہیں چھوڑ کر کار سے اترتا اور اسی طرح کہا
دیا تھا کہ جیل کی چار دیواری سے آخری سرے کے مقابل میں جو کوڑا ڈیڑھے ہونے ہیں وہ مارن روڈ کے ہی ہیں۔ اور آپ
وہاں سے کوڑا ڈیڑھے کے تہ نشمار کرتے ہوئے جلدی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔ حالانکہ ناقب من اس بات پر بحث کرنا
لٹنے کو اسفند کو ان کے ساتھ چلنے میں کیا عار ہے ڈاکٹروں سے کہہ نہیں سکتے۔ ان کی طلب صادق تھی۔ اور لی کو لگی ہوئی
تھی۔ اس لیے غورا کا پتا تلاش کر کے میں انہیں وقت نہیں اتفاق ہوئی۔ جب کہ کوڑا ڈیڑھے کے درمیان ہی تنگ
کی کلیوں کا وہاں ہی ایک جال سا پھا تھا۔ اور انہیں کافی اندر جان لڑنا تھا مگر یہ پتہ ہونے بلکہ نہروں کی قریب
کے مطابق چل رہے تھے اس لیے کچھ ہی درجہ انہیں غور کے گھر کا بہتر مل گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے پہلے فخرہ کو صحیح دیا تھا
ہر کیف، ایک مقامی میگزین کے ذریعے ہوئی کا پتا ڈاکٹر کے بعد کہہ کرانے اور کہے ہر قبضہ جمانے

تاکہ اگر کسی غلط کواریز پر لگے ہوں تو ایسے ناوقت ایک قانون کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر کوئی اعتراض نہ کرے۔
 ہر حال یہ ان کی اپنی کوئی مصدقات تھی تو بیچے تو بیچے بگڑ رہتے، فائزہ کے دستک دینے پر وہ ابھکوں، دیا گیا تھا اور
 وہ اندھلی گئی تھی، اس سے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شیک پنٹر پر بیٹھیں، مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا، وہ فائزہ کے
 سلسلے میں ہوا تھا، ان کے دل، جذبات اور احساسات پر جو بھی گزری تھی اس سے بھی فائزہ لاعلم نہیں تھیں، جسے چارے غلیرا
 کے گھر کا رخ کرنے کے دوران راستے میں کیسے منسوبیے بتاتے رہے۔

”میں اب تم تین یا چار روز کے اندر اندر ہی یہاں کے کسی معزز علاقے میں ایک مکان خریدیں گے، کیونکہ جوان علی
 کا زیادہ عرصہ ہوئی ہے، یہاں شیک پنٹیں، اب یہ تو اس قدر مبالغہ ہی جانتے ہوں گے کہ ہمارے قیام کے لیے یہاں کا کون
 سا علاقہ موزوں رہے گا۔“

”یہاں کراچی میں کوئی بھی علاقہ کسی خاص طبقے کے لیے مخصوص نہیں ہے، میرا مطلب ہے جن علاقوں میں شرفاء اور معزز
 رہتے ہیں یا جو علاقے معزز کہلانے جاتے ہیں، ان میں بھی ایسے اور بڑے ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں، اصل میں ان علاقوں کی
 بیشتر آبادی نوو و لیتروں پر مشتمل ہے جن میں اچھے طبقوں کے لوگ بھی ہوتے ہیں، ان کے طبقوں کے بھی، اس قدر سے کہا۔
 ”خیر خیر، ایسی صورت حال تو نظر نہ پائے پاکستان کے ہر شہر میں ہے، لیکن ہم کسی ایسے علاقے میں مکان خریدنا چاہتے
 ہیں جو کسی معزز علاقے اور شہر کے وسط میں ہو مگر بہت گنجان نہ ہو اور اب مکان کی خریداری کا معاملہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں؟“
 ثاقب حسن نے کہا تو اس قدر جلدی سے بولا۔

”مگر یہاں تو اس فیملی میں بالکل کوئی گھرا ہوا ہے۔ مجھے مکانات وغیرہ کی خرید و فروخت کا بالکل پتہ نہیں
 اور کراچی میں بیٹوں کی اسٹیٹس اور کمپنیاں ہیں۔ گوئی کسی سے واقف تو نہیں مگر کسی اسٹیٹس بروکر سے آپ کو ملوانا چاہئے؟“
 ”اسے سچی باتیں، کسی بروکر کے ذریعے مکان خریدنا میں بالکل گوارا نہیں، ایک نویر بروکر قسم کے لوگ ہر شے لینے فارے
 کو نظر رکھتے ہیں، دوسرے کمیشن بھی بہت زیادہ لیتے ہیں، اب نامعلوم یہاں مکانات وغیرہ کی کمیشن کی شرح کیا ہو۔
 ظاہر ہے پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے خود اپنی ذات میں چھوٹا پاکستان۔“
 ”انہو ادبھی شکل ہے کہ عیسائوں اور مسلمانوں کے اصولوں اور فائدوں پر چلنا پڑے
 گا، پہلے یہ جان لیجئے کہ خدا کرے تو اس میں بھی جائیں، فائزہ نے ان کی بے موقع گفتگو سے انکار کر کہا،
 ”اے علی، میں کیوں نہیں، پھیلا ہوا ہے تو اسے صاف جھڑکے، ارمان اور آرزوئیں لے کر ان سے ملنے جا رہے ہیں، ان کے
 دل سے کا کیا سالی، ”مذہب جن جڑیائی چوکوڑے تھے گلاب والہی میں سلووا اگر چہ مل بھی گئی۔ تو اس نے ان کے لئے
 صاف چٹا ٹول اور آرزوئیں پرانی ہے مہر اور گستاخانہ ذہب سے باقی پھیر دیا تھا، ساری خوشی، سارے صاف
 جھڑے سارے ارمان اور آرزوئیں سب کچھ پامال ہو گئے تھے، فائزہ کو تنگدستی سے احساس تھا کہ اس کے شوہر کے دل
 جذبات اور احساسات کا کیا عالم رہا ہوگا۔“

”نہ نون۔ فون کی گھنٹی ایک سلسلے سے بج رہی تھی۔ بات کے سارے گیارہ بج چکے تھے اور زینت اور شعیب
 منصور کچھ در فیل ہی ٹھک ہا کر اپنے بستر پر بیٹھے تھے۔ اصل میں شعیب منصور نے چند کاروباری اہم ہستیوں کو ڈنڈا دیا تھا، سارا
 ان زینت گھر کی شینگ اور کھانا کچھ اسے میں تھی، یہی تھیں اس لیے ٹھک کر چھوڑ دی تھیں، ان کے سر میں درد بھی پورا ہوا تھا
 وہ ابھی سوئی نہیں تھیں، مگر گھنٹی کی ہمت ہی نہیں پوری تھی، وہ چاہ رہی تھیں کہ شعیب منصور خود اسے کھانہ کھانے اور
 کون بھی کسی وجہ سے سر ہانے سے احتیاط کرے کہ دوسرے کو نہ میں رکھ دیا جاتا تھا کہ رات بے رات ایک دم ہی وہ
 اٹھنے تو نیند میں خلل واقع نہ ہو، کیونکہ اکثر و بیشتر رات میں کھانے والی کالیں رات گئی ہوئی تھیں، لہذا زینت شوہر
 کے اٹھنے کے انتظار میں ہی پڑی رہیں مگر جب کال بچھی سے کٹ کر فون کی گھنٹی پہن شروع ہوئی تو طوفان اور کربا
 زینت کی کواٹھ کر فون دیکھ کر ناپڑا۔

”زینت، کون بول رہا ہے؟“ انہوں نے پھنکائی کوئی آواز میں پوچھا۔
 ”کیا آپ شعیب منصور، صاحب کے گھر سے بول رہی ہیں؟“ اوہ سے فائزہ نے پوچھا۔
 ”جی ہاں میں، بیگم شعیب بول رہی ہوں، مگر آپ کی تعریف کا انہوں نے قدر سے ترش لہجے میں پوچھا۔
 ”اوہ آپ میں گلاب جہاں جان اور اچھے اکا کو تو بلا دیں، فائزہ نے کہا تو کچھ دیر کو تو جیسے زینت کو سانس ہو گیا
 گیا، چھوڑ دیکھو، یہاں میں کھانے اس کا نام گنہگار نہیں، نہم برصا کہ بہت کے قریب آگئیں اور اٹھنا نہیں رہا تھا، رکھ کر بیٹھے، دوسرے دوپہے
 باؤ سے شعیب منصور کا بڑھاکر آہستہ سے پوچھا۔
 ”مسٹر شعیب، شاید فائزہ بی کا فون ہے، او شعیب منصور جو ہاٹک رہے تھے بیٹھے بیٹھے ہی بولے۔
 ”شاید سے آپ کا کیا مطلب ہے کیا آپ نے ان سے پوچھا انہیں یا آپ انہیں پوچھا انہیں؟“
 ”انہو۔ اگر چہ انہیں فون لیا دل سے گھبر کر رہی ہوں، وہی ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہا، جی میں نے زینت

تھے قدر سے جھٹاکر کہا۔

"اوہ۔ خدا خیر کرے رات کے پونے بارہ بجے ناخزہ بیٹے نے مجھے کہیں فون کیا ہے۔ اچھا لائے رسیور مجھے دیکھیے۔
شعبیہ منصور گھر آکر بیٹھنے ہوئے ہوئے۔ زینت نے کوٹنے میں رکھا فون ان کے سر ہاتے لاکر رکھا اور پھر رسیور
ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

"ہیلو شعبیہ اسپیکنگ۔" شعبیہ منصور نے رسیور کان سے لگا کر کہا۔

"ادریو۔ آداب عرض کیجئے اگا۔ شکر ہے آپ نے بات تو کی۔ وہ نہ جہاں جان تو میری آواز سن کر ایسی خاموشی
ہوئی تھیں کہ میں سمجھی میری یہ کال ہی نتائج جاننے کی نہ فاخرہ نے جیتنے سے بچے میں کہا۔

"میں نہیں اصل میں تمہاری جہاں جان اتنے نا وقت اور غیر متوقع تمہاری آواز سن کر مجرمت میں غوطے کھانے
لگی تھیں۔ خیر تم تباؤ لگوانے سے بول رہی ہو۔ باہر کہیں سے یاں ہو رہے۔" شعبیہ منصور نے پوچھا۔

"نہیں میں باہر کہیں سے بول رہی ہوں نہ یاں ہو رہے بلکہ آپ کے شہر کراچی سے ہی بول رہی ہوں۔" فاخرہ نے
بتایا تو شعبیہ منصور ان کی کراچی میں موجودگی کا سن کر اچھل سے ہڑے۔

"اچھا۔ انہوں نے اچھا کو بہت جھاکر کہا۔

"مگر کراچی پہنچ گئی ہو تو یہ تو بتاؤ کہ اس وقت کہاں ہو۔ اسٹیشن پر یا ایئر پورٹ پر تاکہ میں تمہیں اپنی کار بھیج دوں۔"
"نہیں بڑی ٹولاز میں بیٹھے اگا۔ کار بھیجنے کی رحمت نہ کریں کیونکہ ہم دونوں میں ایک جوٹل میں ٹھہرے ہوئے
ہیں نہ فاخرہ نے مزید ایک چمکا دینے والا اکتشاف کیا تو شعبیہ منصور کچھ پریشان سے ہو گئے۔

"کمال ہے ہوٹل میں کیوں ٹھہریں کیا میں سے گھر کا بتایا نہیں رہا تھا یا پھر سے یہاں ٹھہرنا اگوارا نہیں کیا تھا۔
اس قدر فریٹ برتنے کی کیا ضرورت تھی جیتو۔ خیر یہ بتاؤ کہ کس جوٹل میں قیام ہے تمہارا۔" شعبیہ منصور نے لگایا
کہتے ہوئے پوچھا۔

"جوٹل کا نام تو مجھے معلوم نہیں کیجئے اگا البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ یہ جوٹل کینٹ اسٹیشن کے علاقے میں ہی
واقع ہے۔" فاخرہ کی بات سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جوٹل کا نام نہیں بتانا چاہا رہیں۔

"عجب ہے تمہیں جوٹل کا نام تک معلوم نہیں۔ یہ کہو کہ تم بتانا نہیں چاہا رہیں۔" شعبیہ منصور برا مان جانے کے
سے اٹھا رہے ہوئے۔

"لیکن کیجئے اگا جوٹل کا نام معلوم کر کے آپ کیا کریں گے۔ جبکہ۔" تو شعبیہ منصور ان کی بات کاٹ کر بولے۔
"واہ یہ یہ تم نے خوب کہا کہ کیا کریں گے معلوم کر کے۔ ارے سہی میں تمہارا پتا معلوم کر کے کم از کم تمہیں لینے تو
آجاؤں گا۔ کیونکہ میں تو یہ گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ اپنا گھر ہوتے ہوئے تم جوٹل میں قیام کرو۔"

"لیکن جہاز سے نزدیک بیابان یا آپ کے بیابان رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیجئے اگا۔ آپ تو یہ بتائے کہ سب
خیریت سے تو ہیں نا اور وہ جہاز بیٹھا ہے۔" فاخرہ نے اپنے بچے کی بات کو لگے سب کی خیریت پوچھنے کے
ساتھ ساتھ سلوٹو کا حال احوال پوچھا تو شعبیہ منصور سمجھے کہ وہ ناز پرور کی خیریت پوچھ رہی ہیں۔ خوش ہو کر بولے۔

"بس خدا کے فضل سے بڑے مزے میں ہیں۔ پچھلے بھی بڑا صحت مند اور پیارا پیارا سا ہے ان کا۔ اور وہیں بہت
یاد کرتی ہیں۔ عرصہ بھی تو ہو گیا تم سے ملے۔"

"ہاں خدا سب کو خوش ہی رکھے لیکن میں سلوٹو کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ تین ماہ کا کہہ گئے تھے مگر پورے
سال کا عرصہ لگ گیا ہے۔" جہاز ہی تھی تو جیسے روپیٹ کر بیٹھ گئی۔ ہوئی۔" شعبیہ منصور تو فاخرہ کی آواز
سن کر بہت گھبرائے تھے کہ اب وہ سلوٹو کو ضرور پوچھیں گی۔ اور وہی ہوا بھی۔ انہوں نے سٹیٹنگ زینت کی طرف دیکھا
جو نہایت بیزاری کے عالم میں ان کے قریب ہی تھی آنکھوں کو پینٹا کر اور جمانا لے کر اپنی نیند اور غصے کا اظہار
کر رہی تھیں۔ شعبیہ منصور نے ہاتھ نہیں کر پڑا ہاتھ لگا کر کہہ سکتے تھے ان سے کہا۔

"سلوٹو کو پوچھ رہی ہیں۔ اب میں ان سے کیا کہوں۔ اور زینت جن کے کان ان کی گفتگو پر لگے ہوتے تھے۔ وہ
شوہر کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔ کہ کہیں بھی کیا۔" فاخرہ کی آواز سن کر تو خود ان کی سنی گم ہو گئی تھی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ کیجئے اگا۔ اپنے سوال کے جواب میں۔۔۔ جہاں کو خاموش دیکھ کر فاخرہ نے ہیلو بولو کیا تو شعبیہ
منصور جلدی سے بولے۔

"ہاں ہاں ہیلو۔ سلوٹو بھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔"

"اچھا تو ذرا اس کو بلائیے تو۔ کم از کم میں اپنی جہاں موجودگی کی خوشخبری تو اسے سنا دوں۔ فاخرہ نے بڑا اشتیاق
دکھاتے ہوئے کہا۔ اور ان کی اس بات پر شعبیہ منصور بالکل ہی بوجھل گئے۔ شوک نکل کر بولے۔

"سلوٹو کو اس وقت بلوائوں۔ وقت بھی معلوم ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ بارہ بج چکے ہیں بارہ۔ اور اس وقت
وہ اپنے کمرے میں پڑی گہری نیند سو رہی ہیں۔ جہلا ان کی نیند میں خلل ڈالنا میں کوئی مقولیت ہوگی۔"

"نہیں کیجئے اگا اب اس کی نیند میں خلل پڑے یا وہ بے آرام ہو۔ آپ اسے بلوائیں بیٹھے۔ گھیس اس سے ایک بہت
ہی اہم بات بھی پوچھنی ہے۔" فاخرہ نے بیٹھے سے بچے میں کہا تو شعبیہ منصور پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر جوی سے بولے

"بیٹھے اب تو ابھی کئی بھاری شامت۔" فاخرہ کی سلوٹو سے فون پر بات کرنا چاہ رہی ہیں۔
"تو تمہیں کیا کہوں میری تو خود بھی کچھ کچھ نہیں آ رہا۔ زینت بیزاری سے بولیں۔

"ارے سہی تو ابھی جلدی کیا سے۔ کوئی اہم بات بھی کرنی ہے تو کل۔۔۔ یہاں آکر کہہ لینا اس وقت آدھی رات
کو یہ بچوں کی سی منڈک کے کیوں خواہ مخواہ اس غریب کو پریشان کرنا چاہا رہی ہو۔" شعبیہ منصور نے زینت کی پوری
بات سنی نہیں تھی اور خود ہی بات بنادی۔

"کیجئے اگا کم از کم میں تو آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی جیسے کہ آپ نظر آ رہے ہیں۔ مجھے تو آپ کی غلط بیانی پر افسوس
ہی نہیں ہو رہا بلکہ رو نا بھی آ رہا ہے۔" فاخرہ نے ایک دم بے ہوشانہ لہجہ میں پوچھ دیکھے شعبیہ منصور

بظنیں جھانکنے لگے۔ اصل میں تو ان کی کچھ میں ہی نہیں آیا تھا کہ فاخرہ سلوٹو کی گمشدگی کو جتا رہی ہیں یا پھر اس کو بولنے
پر اصرار کر رہی ہیں۔ وہ بھلا کر بولے۔

"م۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ آخر تم کو کیا چاہ رہی ہو۔"

"میں کیا کہنا چاہوں گی کیجئے اگا۔ آپ نے تو مجھے کس تاہل ہی نہیں رکھا۔ بڑے مان سے آپ پر ہر دو ساگر کے بلکہ
اماقتاس کی کو آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اور جہلا میں بھی پوری تفصیل سے آپ کو اپنے حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ یہ تک
کہہ دیا تھا کہ اندامیاسے واپس رہنا آپ کا سارا حساب چکا دوں گی۔ اس کے باوجود بھی آپ نے اسے بوجھل کہا۔ اور اسے گھر
سے نکال باہر کیا کیا تھا تھا آخر آپ کو کون نے اسے لاوارث یا ذرا خرید۔"

"ارے ارے ذرا مجھے ہی تو کچھ کہنے کا موقع دو۔ میں تو خود تم سے اس قدر شرمندہ ہوں کہ تمہیں اپنی شکل دکھانے کی
بھی بہت نہیں رکھتا۔" شعبیہ منصور نے بہن کی بات کاٹ کر گویا اپنی صفائی میں کہنا چاہا۔ مگر فاخرہ خیر بچے میں بولیں۔

"جھوڑا کیجئے اگا۔ شرمندگی اور شرمندگی کو سلوٹو کی گمشدگی اتنی معمول بات نہیں کہ صرف شرمندگی کا اظہار کرتے
سے وصل جانے بلکہ تو اس کی عزت اور جان کا معاملہ ہے۔ آپ نے اسے گھر سے نکالنے وقت نہ نہیں سوچا کہ آخر
وہ جانے گی تو کہاں جائے گی۔ اور کچھ نہیں تو اپنے بیٹھوٹی کی ہی خاطر کیا کر لیا ہوتا۔ وہ تو کس طرح قابو میں ہی نہیں آ رہے۔
میری تو جان مٹتی میں کہ بھی ہے انہوں نے مگر کچھ لفظ تو نہیں کر بھی۔ جہلا غضب خدا کا ان کی جہان تھی کو آپ نے کہیں
غائب کر دیا تو پھر وہ اپنا سارا غصہ پھر پھر گرائیں گے آپ پر تو نہیں۔ آپ تو بڑی آسانی سے شرمندگی کا اظہار کر کے
بڑی اذتہ ہو گئے۔" بہن کی کھری کھری سناتے پر شعبیہ منصور قہقہے سے ہنسا کر بولے۔

"ہاں ہاں تم ہر بات کہتے ہیں حق بجا ہے ہو جیتو مگر وہ آگاہ ہے کہ میں نے سلوٹو کو بھی اپنی بیٹیوں سے کم نہیں
سمجھا۔ اور مجھے تو اصلاً یہ چیز نہ تھی کہ وہ کب گھر سے گئی تھی۔ وہ تو دو دو سے دن تک تمہاری جہاں کی زبانی ہی علم
ہوا تھا کہ وہ گمشدہ رات سے غائب ہے۔"

"کیوں کیا آپ راتوں کو گھر سے غائب رہتے ہیں جو آپ کو صبح کو معلوم ہوا تھا وہ بھی جہاں جان کی زبانی کیجئے اگا
عجب ہے اس عمر میں آپ اس قدر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔"

"نہیں سہی غلط بیانی نہیں۔ جبکہ۔"

” غلط بیانی ایسی کہ ابھی کچھ دیر پہلے جب مجھے آپ سے سلوٹ کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ مجھے حقیقت سے آگاہ کرنے کے بجائے اوپر ڈارے بڑھتے رہے یا دوسرے معنوں میں مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے رہے کیا یہ غلط بیانی نہیں ہوئی؟“ ناخزہ نے حذر سے صاف کوئی سے کام لے کر گویا بھائی کو قائل ہی نہیں شرمندہ کرنے کی غرض سے کہا۔

” ارے نہیں جتنو غلط بیانی نہیں۔ اصل میں میرا ہوا ڈوبی نہیں پڑا رہتا تھا تب میں اصل بات بتانے کا بجلا چھڑنے ہی تم سے کہنے سے کہہ کر دیتا کہ“

” جی ہاں جی ہاں واقعی بہت مشکل کام ہوتا ہے سچ بولنا۔ ہوا تو کیسے پڑا سکتا تھا۔ جبکہ آپ نے خود ہی اس غریب کو دیکھ کے دسے کہ گھر سے نکال لے۔ ورنہ اتنا تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ کے سامنے کسی کی مجال نہیں ہو سکتی تھی یہی نظر سے اس کی طرف دیکھنے کی گھر سے نکالنا تو بڑی بات“

” آخوہ۔ اب میں نہیں کسی طرح یقین دلاؤں جتنو۔ میں حلف اٹھانے کی کسرہ گئی ہے تو میں حلف ہی کیا ہوں کہ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کب اور کس وقت میرا سے گئی تھی تب میں تو معلوم ہی ہے کہ میں سچ کھانا شام کو گھر آتا ہوں۔ یہ تمہاری بھائی جان ہی گھر میں رہتی ہیں۔ مگر انہیں بھی اگلے روز صبح کو ہی“

” ہاں تو آپ کو گھر پہنچا اور سے کوئی دیکھی ہے نہ کسی بات کی پرواہ۔ اور آپ کی اس شفقت سے فائدہ اٹھا کر بھائی جان نے میری ساری کسر اس غریب سے نکالی ہوگی۔ یہ سارا کیا دھرا اصل میں اتنی کا ہے“

” نہیں نہیں یہ معنی تمہارا خیال ہے۔ ورنہ انہیں تم سے ایسی کیا محاسمت تھی جو وہ تمہاری سادی کسر اس غریب سے نکالیں؟“ شعیب منصور نے جوی کی طرف سے ان کا دل صاف کرنا چاہا۔

” اے بس مجھے آکا۔ اب میرا نہ دکھلوانے۔ بھائی جان نے تو ہمیشہ اور ہر معاملے میں میری کاٹ ہی کی ہے۔ آپ کے سامنے وہ مندر بھی لٹی ہی رہتی ہیں مگر دوسرے کے سامنے تو میرے لیے زہر الکھتی ہیں وہ سب تو گھر مندر پہنچ جاتا ہے۔ اور تو اور میری بڑائی کرنے میں میرے میاں کو بھی نہیں بخشا انہوں نے۔ جب بھی انہیں میرے میاں سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے ہمیشہ انہیں ہی شورہ دیا کہ عقد تانی کر لیں۔ تاکہ آپ کا بھی کوئی وارث پیدا ہو جائے جو آپ کی نسل بھی چلا سکے اور آپ کی جائیداد کو بھی بچا سکے۔ جبکہ جائیداد کے نام کی ایک اینٹ بھی نہیں ہے

حسن کے پاس۔ مگر وہ کسی میں چنگاری ڈالتا دیکھیں وہ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ ان کے آگے بھی بیٹیاں ہیں اگر دوسرے پر ظلم کریں گی ان کے آگے بھی آئے گا۔ زینت کے ذکر پر تو ناخزہ بھوک ہی اٹھیں۔

” سیر تم میری بیٹیوں کا ذکر تو درمیان میں نہ لاؤ۔ کیونکہ ان بے چاری بچوں کو تو کوئی واسطہ ہی نہیں کسی بات سے الٹہ جہاں تک میری بیوی کا سوال ہے تو تم بڑے شوق سے انہیں جتنا چاہو برا کہہ سکتی ہو۔ شعیب منصور نے ناخزہ کی بات کو کوٹھڑے پر حمل کرتے ہوئے اندر ہی اندر ہم کر کہا۔ تو زینت جن کے کان ان کی گفتگو سنے ہوئے تھے تڑخ کر بولیں۔

” ارے واہ وہی مثل ہے کہ غریب کی جو رو سے کبھی بھائی۔ یعنی میں اتنی گوری ہوں کہ چھوٹی مند جوی چاہے مجھے کہہ لے“ مگر ناخزہ نے شعیب منصور کو ان کی بات کا جواب دینے کا بھی موقع نہیں دیا۔

” کلیں میں ان کو کیوں برا کہوں؟ سلوٹ کے معاملے میں تو میں آپ کو منصور وار کہتی ہوں۔ کیونکہ آپ کی عظمت اور دل بڑائی کے نتیجے میں ہی یہ کچھ ہوا ہے۔ مجھے معلوم ہے آپ اسے اپنی بیوی اور بیٹیوں کے زخم کو کم پر چھڑ کر اس کی طرف سے یا اکل ہی بری اللہ ہو گئے ہوں گے۔ اور بھائی جان کی بی بی ہوگی۔ میں سب جانتی ہوں۔ انہیں تو اگر میرے گھر کا یا تو کتنا ہی مل جائے تو وہ اسے زہر کھلا کر مار ڈالیں۔ خیر مجھے آکا۔ مجھے اور سنی سے کوئی غرض نہیں۔ میں تو صرف آپ کو جانتی ہوں۔ اب آپ ہی کو اسے تماشہ کر کے دینا ہوگا۔ ورنہ یہ کچھ

یہی ہے کہ میں اپنے نام کی ایک ہوں۔ اگر سلوٹ نہ ملے تو میں اپنی اور سب کی جان ایک کر کے دکھ دوں گی۔ ارے آپ نے اتنا بھی نہ سوچا کہ مجھ کو کھانے اولاد سے خردی کے سبب اتنی اذیتیں برداشت کر کے یہ

تینیس برس کا میں باس کا ہے۔ کیونکہ اپنا دامن بچا بچا کر اپنی ازواجی زندگی کے پتے ہوئے حواسے گرا رہی

رہی ہوں۔ اس پر سنی کچھ معلوم ہے آپ کو کہ میرے میاں عقد تانی کر کے ہی رہے۔ ارے میرے بھائی کبھی آپ نے پٹت کر میری خبر لی ہے کبھی یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ میری بہن کیسا عذاب جگمگت رہی ہے اپنی ایک خردی اور طافی کا۔ نہیں نہیں کون کس کو پوچھتا ہے۔ پرانے گھر جا کر لڑکی ہی پرائی ہو جاتی ہے نا اس سے سارے رشتے ناسے ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور آپ کی کو سنی آٹھ دس بہنیں تھیں۔ صرف ایک بہن ہی تو تھی۔ مگر۔ مگر۔ مگر۔ سے آگے اشک ان کی آواز پر غالب آگئے۔ اور وہ روٹنے لگیں۔ بہن کی باہنیں سن کر شعیب منصور ان کی بے بسی پر تپ سے اٹھے۔

” نہیں نہیں تم رُو نہ نہیں جتنو۔ دیکھو مجھے صرف بوٹن کا نام بتا دو تاکہ مجھے کم از کم تمہارے میاں سے تو مدد ملے کرنے کا موقع ملے۔ مگر ناخزہ نے جواب دینے کے بجائے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور شعیب منصور ہلو ہلو ہی کہتے رہ گئے۔

” تو بھوہ احق لڑکی سے بتا نے کے بجائے فون ہی ڈسکلیٹ کر کے رکھ دیا۔ انہوں نے بڑے کوفت کے عالم میں ریسور کو کرڈیل میں پھٹتے ہوئے کہا۔ زینت تو ان کی بات پر پہلے ہی جلی بیٹھی تھیں۔ طنز یہ سے انہاڑ میں ہنس کر بولیں۔

” واہ لڑکی بھی خوب کہا آپ نے۔ اب ذرا صحتی ہوئی عروں کی عورتیں بھی آپ کی نظر میں لڑکیاں ہونے لگیں؟“ کلیں بہانہ معاملہ عروں کا نہیں صرف ناخزہ کا ہے۔ وہ میری جھوٹی بہن ہے بوڑھی بھی ہو جائے گی تو میری نظر میں جھوٹی ہی رہے گی۔ کلیں تم اتنی تھیں کیوں ہو رہی ہو تم تو میری عمر میں اس سے دس گیارہ برس بڑی ہو۔

شعیب منصور نے ان کے طنز کا جواب طنز ہی سے دیتے ہوئے کہا۔

” ہاں میں تو آپ کی نظر میں سراسر بری ہوں۔ بوڑھی ہوں۔ جاہل ہوں۔ بد صورت ہوں۔ ساری خامیاں بھر ہی ہیں ہیں۔ تو بھلا اب میری گرو کو بھی جتنا جانے گا۔ اے اگر بچہ میں اتنے عیب تھے تو گھر آپ نے قد سے نکالی ہی کیوں کی تھی؟“ شوہر کے عمر جتنے پر زینت تھلا ہی اٹھیں۔

” بس غلطی سے کر لی تھی۔ مگر تم تو میرے لیے سانپ کی گھونڈ رہی ثابت ہوئیں جو نکلتے ہیں نہ اگلتے؟“ شعیب منصور نے جن کا دل ناخزہ کی باتوں سے دکھ سا رہا تھا نہایت ناگوار ہی سے کہا۔ اور ان کے چھوڑ نہر کی مثال دینے پر تو زینت سلف ہی اٹھیں۔

” آخوہ چھوڑ۔ یعنی اب میں آپ کی نظر میں چھوڑ نہر ہو گئی؟“ غصے میں وہ صرف یہی کہہ سکیں۔

” ہاں میں نے تو صرف چھوڑ نہر ہی کہا ہے جبکہ تم تو اس سے بھی زیادہ سننے کی مستحق ہو۔ وہ بزدلوں کی اصطلاح میں اوجر ادھر لگائی بھائی کہنے۔ دونوں میں نفاق ڈالنے اور جھگڑے کرانے والیوں کے لیے جو ایک مفلا استعمال کیا جاتا ہے۔ جتنے اسے اسے ثانی کی صورتوں کو بھی مات کر دیا ہے۔

” میں اتنی آپ کا مطلب ہے کہ میں کتنی بھی ہوں کتنی؟“ زینت نے اتنی بڑی بات کہہ جانے پر انکھیں پھاڑ کر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ جبکہ ان کے لیے میں فصد اور کھیسات بھی شامل تھی۔

” اب تم خود اپنی زبان سے کہہ رہی ہو تو میرے کیا کیا کہہ سکتا ہوں؟“ شعیب منصور نے گویا یہ کہہ کر ان کے دل پر ایک اور چرکا لگا دیا۔

” اچھا اچھا۔ میں کتنی ہوں چھوڑ نہر ہوں۔ گو با سارے عیب جہ میں ہی ہیں۔ واہ واہ یہ صلہ دیا ہے آپ نے وفا واری اور جانفشانی کا یہ علم غصے کی زیادتی سے زینت کی آنکھیں جھلک اٹھیں۔

” ہاں میں۔ مجھے زیادہ غصہ ڈلاؤ۔ اور نہ ڈرا مجھے ڈرانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ عورت کا آخری حربہ ہوتا ہے کہ جب اس کی اعلیت کھل کر سامنے آتی ہے تو اپنے دفاع کے طور پر اسی طرح شوے بہانے لگتی ہے جیسے کہ اس وقت تم بہا رہی ہو۔ مگر میرا دماغ اس وقت باطل ٹھکانے نہیں سکتا ہے۔ میرے بہترین بڑا کا کہ خاموشی سے پڑ کر سوجاؤں میاں نے ان کی گریزاری کی بھی پرواہ نہیں کی تھی بلکہ ایک طرح انہیں ڈانٹ دیا تھا۔ زینت اپنے آنسو پوچھ کر کچھ زیادہ ہی پیش میں آکر بولیں۔

خاصوش بڑی بڑی تڑکی سے آسہو بہاتی رہیں۔

جانے کتنی دیر اور تک۔ شعیب منصور تو کچھ دیر کے بعد معلوم کیا کہ سوچنے کے بعد بڑے سو گئے تھے۔ پھوپھا اور پھوپھی کو اپنی کارسوچنے کے بعد اترنے میں ہی ایک جگہ کار سے اتر کر اسٹند کا دل تو بچا چاہ رہا تھا کہ۔ سیدھا اسی بوتل میں بی بی بیج جیسے جہاں پھوپھا اور پھوپھی کو تھہرا یا ستے اور وہاں بیجہ کران کا واپسی کا انتظار کر کے سوط کو پھوپھا کی بی بی کے روپ میں دیکھنے کا اسٹند کو بہت شوق ہو رہا تھا۔ یوں بھی دل تھا کہ لے دیکھنے کو مچھا جا رہا تھا۔ مڑ پھا جا رہا تھا۔

مگر پھر اس نے سوچا کہ پھوپھا کے انتظار میں بیٹے سے بیٹوں میں جا کر بیٹھ جانا کچھ مناسب نہیں۔ بجلا پھوپھا اور پھوپھی کیا سوچیں گے کہ میں سوط کو دیکھنے کے لیے اتنا دیوانہ ہو رہا ہوں۔ اور پھر خود سوط بھی مجھے دیکھ کر معلوم کیسا رویہ اختیار کرے۔ کہیں پھوپھا جان کے سامنے ہی ایسی کوئی بات نہ کہہ دے جس سے مجھے ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔ یا جس سے بیکار ثابت ہو۔

بسن کی سب سے پہلے کہ وہ جذباتی کو بڑی سختی سے دل کے اندر ہی گھونٹ کر۔ اسی بوتل کے کمرے میں واپس آ گیا۔ جس میں وہ تھرا ہوا تھا۔

تھے ہی کو لے گا کی کار کو دیا۔ اور پھر لڑکی پر چلنے والی ایک لیٹ ٹائٹ انگلش موٹی دیکھنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ غم کو کھتا رہا پھر لڑکی کو اس سے مل گیا۔ اور بستر پر لیٹ گیا۔ اس روز تقریباً تمام دن وہ گھومتا پھرتا رہا تھا۔ اس لیے بہت تھک گیا تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی بڑی دیر تک لے لے لے رہا نہیں کی تھی۔

وہ سارا دن سوط کے بارے میں ہی سوچتا رہا تھا۔

کہ پھوپھا اور پھوپھی کی غیر متوقع آمد سے سے تعجب تو بہت ہوا ہو گا۔ اور وہ کس طرح بک کر ان کے گلے لگا ہو گا۔

ردنی بھی ہو گی اور خوش بھی ہوتی ہو گی۔

اور جب یہ معلوم ہوا ہو گا کہ وہ پھوپھا کی بہن نہیں بیٹھی ہے تو اس کی خوشی کا کھانڈ ز رہا ہو گا۔

پھر سوط کے سینے کے چھوٹے سے چھوٹے دھبے رنگ سے آنکھوں میں جھلکتے نظر آنے لگے۔

وہ بڑی دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کے تصور میں کیا ہو رہا۔ اس کے خیالوں پر غراہوں پر سوط کی بھائی رہی۔ حتیٰ کہ اس کی ہند آنکھوں کے اندر بھی اس کی شبہ پھیرتی رہی۔ دیر سے سوچتا تھا پھر بھی بہت سویرے اس کی آنکھ کھل گئی۔ جانتے کیسے ہے کل تھی، وہ تو شاید سوچا ہی ہے کل ہے کل سا تھا۔ پڑ نہیں کیسے تو بیکہ کا کاؤت کا تھا۔ حالانکہ تیار تو تھا جیسے ہے ہی ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر یہی سوچ کر کہ ابھی تو پھوپھا پھوپھا۔ اتھے بھی نہیں ہوں گے۔ وہ تو بیکہ کا کاؤت کی تھلی پر پڑھا رہا تھا۔ یوں بھی ہو گا کہ اس کی کار پھوپھا کے پاس تھی۔ اس لیے باہر نکلی کر نئے سواری بھی پکڑنی تھی۔ اور اس کے خیال میں سواری پکڑنے میں بھی کچھ وقت گنتا تھا۔ اس لیے فوبک ہونے سے گلے کاؤت اس نے مناسب سمجھا تھا۔

پھر وہ بیس پڑ کر بوتل بیچا تو فائز نے بڑے عجیب سے تاثرات کے ساتھ دیوانہ کھلا اور اس کے سلام کے جواب میں پونٹوں پر انگلی رکھ کر آہستہ سے پونٹوں۔

آہستہ بولو اسٹند۔ تیار سے پھوپھا جان سو رہے ہیں۔ اور اس سے پہلے کہ وہ آہستہ سے ہی ان سے کچھ پوچھتا، انہوں نے دروازے کے آگے ہی کمرے کے کھٹے پڑ کر سوتے ہوئے شوہر پر ایک نظر ڈالی اور پھر جیسے سے پونٹوں۔ ڈاؤ ایسا کر کے ہیں کہ بوتل کی لالی یا لالائی میں چل کر بیٹھے ہیں۔ پونٹوں میں سے اب تک یہ بوتل دکھائی نہیں۔ اور اسٹند کا دلچا پنا ہے کہ آپ کو اس بوتل میں آئے بھی پورا ایک دن بھی نہیں ہوا۔ اور پھر یہ بوتل اتنا بڑا دیکھنے اور دکھانے کے قابل بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی کوئی لالی تک نہیں ہے مگر وہ خاموش ہی رہا اور اس کی خاموشی سے ان کے ساتھ باہر نکل آیا ان کے عجیب و غریب رویے اور باتوں سے اپنے نہیں اس نے ہی انداز لگا دیا کہ شاید سوط نے انہیں کچھ کر دیا ہو گا کہ مجھے کمرے میں نہ آئے دیا جائے۔ یوں بھی اس کے سوا اور کیا وجہ ہو سکتی تھی۔ بہر حال بوتل میں ایک پھوپھا سا

”نہیں میں آپ کی دیکھوں نہ حکم کی بندی۔ جو آپ کے اشاروں پر ناچوں گی۔ میں تو خاموش رہوں گی نہ سوں ٹی۔ بلکہ آپ کے عاید کردہ رنگ الزامات کا آپ سے جواب طلب کر کے ہی دم لوں گی“ تب عاید زندگی میں پہلی بار شعیب منصور بھی شمس میں آگئے۔ مابھی تک تو وہ ان کے قریب ہی بیٹھے تھے مگر اب غصے میں تھرا کے ہو کر بولے۔

”دیکھو زینت! امانے کہا تا کہ اس وقت میرا مدعا ٹھکانے نہیں ہے۔ مگر آپ کا باپ بھی مجھ سے اس وقت کوئی جہاں طلب کرے گا تو میں اس سے بھی ہی ہوں گا جو تمہارے کہہ رہا ہوں۔ ویسے بھی اپنی عزت اپنے ہاتھ ہوتی ہے۔ اور اب تک تو میں تمہاری عزت کو تار پا ہوں۔“

یہ کہہ کر تو انہوں نے زینت کے تن بدن میں آگ ہی دکا دی تھی۔ لیکن ایک تو وہ کبھی اس قدر شمس میں نہیں آئے تھے۔ نہ ایسی امانت آ میر زمان ہی بولی تھی۔ دوسرے کسی کا باپ پس پردہ انہوں نے انہی کے باپ کو کہا تھا۔ دوسرے عزت کو برقرار رکھنے کی تنبیہ بھی کی تھی۔ اس لیے عزت غصے کے باوجود زینت کو خاموش ہی ہونا پڑا۔ کیوں کہ وہ کوئی قانونی اعتبار نہیں ہوتا بلکہ شوہر کے موٹا کا۔

جو احساس برتری میں ڈوب کر بعض اوقات عورت پر تشدد کرنے سے بھی نہیں ہٹتا۔ اور پھر اس کے پاس چار حروف پر مشتمل الفاظ کا وہ سب سے خطرناک اور تباہ کن ہتھیار بھی ہوتا ہے جو بیل کے بل میں ایک لٹے اچھ مضبوط اور پائیدار رشتے کو یوں کاٹ کر کھو کر دیتا ہے جیسے گڈ لے کے ایک طرف کسی پیر کی شان کو اس کے جڑاٹھ سے کاٹ دیتے ہیں اور ایک عزت دار اور وفادار عورت خواہ شوہر پر کتنی ہی عادی کیوں نہ ہو ایسے ہی اسی بات سے تو ڈرتا ہے لیکن زینت ایسا اتنی بھی ہے قصور نہیں بلکہ نوان کا اپنا ضمیر بھی مجرم تھا۔

اسل میں تو سوط کو گھر سے نکلوانے میں ان کا اپنی ہاتھ تھا۔

اس پر انہوں نے سوط کے ساتھ کچھ ایسا سوچ کر دیا تھا جیسا کہ عموں گھر کی پروردہ لڑکیوں سے رکھا جاتا ہے۔

جیکو فائزہ اور ان کے درمیان ہمیشہ سے ہی ایک پینٹلش ہی قائم تھی۔

نیاں سوط کو ناپسند کرنے کا سبب فائزہ سے کہیں نہیں بلکہ سوط کا فن ہے مثال تھا۔ وہ ضیق اور کونکھا، وہ ساؤٹی اور آٹسار تھا جو ان کی بیٹھوں میں مفقود تھا اور پھر یہ قسمی سے بالکل ہی بے مایہ اور بے اثر تھی بلکہ زینت جیہت کی تیار تھیں۔ ان کے عقائد اصحاب میں صرف اور صرف متولی طبقہ شامل تھا اور وہ خود بھی متولی اور نوکر تھیں۔ بس سوط ایسا معاملے میں ان سے مات کھا گئی تھی۔ اور اس کی اسی کڑوری کی وجہ سے وہ اس پر حاوی ہو گئی تھیں۔ لیکن جہاں تک اسٹند کی شادی کا سوال تھا۔ تو وہی کیا، کوئی اور ماں بھی ہوتی تو اپنے اکھوتے بیٹے کی شادی ایک ایسی لڑکی سے کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوتی جس کے بارے میں اس سے بہت ماری غلط بائیس سنی ہوتیں اور جو کسی دوسرے مرد کی ملکیت ہوتی۔ سب تک تو ٹھیک تھا لیکن ان سے یہ غلطی ہو گئی کہ انہوں نے اپنے سدا اور جن میں بہت ہی غلط انداز میں بلکہ دوسرے معنوں میں اسٹند کو اس کے خلاف بھرا گیا اور رکھا یا تھا۔ ورنہ یہی باتیں وہ رسائی سے لے کر کھانچا کر کہتیں تو ایسی فوسٹ کبھی نہ آتی جواب آگئی تھی۔

بہر حال شوہر کی دھم پر وہ خاموش تو ہو گئی تھیں۔ مگر منہ ہی منہ میں برا بر بڑے جارحی تھیں۔ حتیٰ کہ بیٹے کے جد بھی بڑھتی رہیں۔

”بڑھتا رہتا ہے تکی کہ نہیں لومڑی یا نہ بونی کی عادت ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنا منہ نہ نہیں کر سکتیں تو پھر نوگہ دم میں جا کر سوجھا تاہوں۔ واہ۔ یہ تو وہی مشق ہوتی کہ پھر کا دوسرے ڈور کا۔ کوئی ایک بات بھی تو ایسی نہیں پھوڑی کہ جس میں ناطق کی قبضی نہیں چلائی ہو آپ سنئے۔ حتیٰ کہ ہرگز نہیں کے خلاف میرے بہنوئی کو بھی وہ نکلنے سے۔ نہیں پھوڑیں آپ۔ اور پھر اس نے چار کی بٹی سے جیسا سوچ کر وار کیا۔ اس سے بھی میں بے خبر نہیں ہوں۔ لے آپ سے ہی سنی کو بھڑکا کر گھر سے نکلا دیا ہے۔ بڑا بے فائزہ ہی تو آئی گئی ہیں۔ ان کے اور آپ کی جوان جوان اولادوں کے سامنے آپ کی شخصیت پڑھے دیا جاوے گا کہ فوجیوت پرست آرمی کے تو سب خود ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ آپ کسی قدر شائستگی کی مالک ہیں۔ پھوپھی کو منہ کے شعیب منصور خود بھی بڑھانے کے سے انداز میں کہتے ہے مگر زینت نے ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔“

لاؤغٹھزور دینا۔ اور اتفاق سے اس وقت خالی پڑا تھا۔ بس اگلو کا کسمترہ اور میرے ہی وہاں سے آ جا رہے تھے غنہ
وہیں ایک کوچ پر بیٹھ گئیں اور اسے ہمیں اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

" بڑی مشکل میں پھنسا رہا ہے تم لوگوں نے سوط کو اپنے گھر سے نکال کر۔ یہ تو کوہ کو ہر وقت غنہ پر ہوا جو وہ
مل گئی لیکن اس کے لئے کاغذ وہ کیا ہوا۔ بلکہ انہی میری شامت آ گئی۔ اب تمہارے بھوجانہ تو کون کا شکلیں تک
دیکھنے کے روادار نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذقم کسی سے ملو گی نہ میں ملوں گا۔ اسقند کو بھی سختی سے منع کر دو کہ
وہ یہاں نہ آئے۔ ورنہ میں ایسا کروں گا کہ تمہیں بھی اس کے ساتھ رانا تو لوں گا۔" چھو بھی کی ان بے ربط اور بے تکی باتوں
سے بھی اس نے سینہ انڈا کیا کہ فرور سوط نے ہی سب کے خلاف شکایت کی ہوگی۔ جو چھو بھانسنے فیصلہ صادر کیلئے۔

بہت کچھ سمجھنے کے باوجود بھی اس نے پوچھا۔
"میں سمجھتا ہوں چھو بھگم کہ آخراپ کتنا کیا چاہ رہی ہیں اور چھو بھانسنے ان کے اس کے بارے میں جو سب کا ہاتھ
کرنا چاہتے ہیں جبکہ اب تو آپ سوط کی طرف سے بھی کوئی پریشانی نہیں رہی ہے تب کاغذ نہ لے سوط کے ان کے ساتھ
آئے سے انکار کر دینے بلکہ اس کے ذمے اور گفتگو کے بارے میں تفصیل سے سب کچھ بتا دو۔ حتیٰ کہ اپنے شوہر کے خیالات
اور فیصلے کے بارے میں بھی لے آگاہ کر دیا اور چھو کی زبانی یہ ساری تفصیل سن کر اسقند کو یوں لگا جیسے وہ جیتی ہوئی
بانڈی بنا گیا ہو۔ اس سے جواب میں ایک لفظ بھی نہ آا۔ تھوڑی دیر گم سم سنا تھا رہا پھر چھو بھی کے پاس سے اٹھتا ہوا
ہوا۔

"اچھا اب آپ اپنے روم میں چلیے چھو بھگم، یوں بھی یہ عام گزر گیا ہے اور یہاں بیٹھنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا!
اور خاخرہ بھی جیسے وہاں سے اٹھنا ہی چاہ رہی تھیں اس کے کہنے پہ آگے کھڑی ہوئیں۔ پھر وہ انہیں ان کے کمرے کے
دروازے پر چھوڑ کر لوٹ ان سے رخصت ہوا جیسے اپنا سب کچھ ہار کر جا رہا ہو۔

وہ خاخرہ کو خدا صاف فرما کہ کہ کیرے حیا ان آرنے لگا تو غصے کے نہیں بلکہ شمت کو نشت کے عالم میں مبتلا تھا۔ کیونکہ وہ یہاں نکلتی

کی کھڑکی نہیں آئی تھی۔
یہ تو اسے معلوم تھا کہ چھو بھگم کی طرف سے ہر جہت سے شک و خوج نہ کر گیا اور وہ جسے قسم کے نشان ہیں اور ان کے بارے میں یہ بات یمن
سنی ہی نہیں تھی بلکہ اس کا مشا وہ بھی کہہ سکتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ چھو بھگم کے اس بھرے بھرے سے مزاج میں ایک خوش گواہ قسم کی
تہ تی تہ ہر وقت سوط کی وجہ سے آئی تھی کہ انتہائی یوں کن حالات میں سوط کے گل جاسنے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ ورنہ کہاں وہ اور
کہاں اس قدر بختہ اندازہ گفتگو اور چیکنا اور اب سوط نے اس کے ساتھ آئے سے انکار کر دیا تھا تو اس کے پاس کے گھر والوں
کی وجہ سے تو نہیں کیا تھا خاخرہ کا بیانی اور حیا کی زیادتیوں اور کوتاہیوں سے حد درجہ دل برداشتہ اور بڑھ کر یہی کیا تھا۔
لیکن وہ سارا قصور بھانسنے سر تقویٰ رہے ہی نہ جتنی کہ خفاق تک قطع کرنے پر تھے ہوئے ہیں۔ انہیں شاید معلوم ہیں کہ آجکل
تو اپنے سنگھی بے گناہ تھے جوئے ہیں۔ کوئی کسی کو تعلق قطع کرنے کی دھمکی دینا ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ جولوگ لانا نہیں
پڑھتے تو نہ ہی تم پہنے گھر خوش اور ہم اپنے گھر خوش گویا کسی کی کسی کو پر وادی نہیں ہوتی۔ خصوصاً کہاں میں تو یہ سب تباہی نام
ہے کہ ٹپ ہوئے عرصہ ہی گزر جائے تو اپنی اپنی مصروفیات میں ایک دوسرے کو بھٹ کر پڑھا اپنی نہیں جانا تو تاکہ سب اپنی اپنی
دنیا میں گم رہنے ہیں۔ اور سب نے تو ان ان برا احسان کیلئے۔

سوط کو ڈھونڈ کر دیکھ۔
ان سے ملوا لیسے۔

اس کے باوجود بھی چھو بھانسنے نے فرور اے۔ وہ بیچے انکر سواری کے نظار میں کھڑا ہوا تھا۔ گرہنے ان کے خیالات
میں ایسا سمجھا کہ چھو بھگم کیا تھا کہ کیوں کھڑا ہے جب کہ خالی سواریاں اس کے سامنے سے گزرتی ہیں اور وہ اس وقت
سوج سکا تھا کہ کبھی ایک گاڑی کے آتے قریب آکر گی کہ اگر وہ اچھل کر بیچے کے سامنے جانا تو یقیناً اس کا یہ کارے اگلے
پلٹے کے بیچے آ جائے۔ ایک دم دل کو دھچکا بھی لگا تھا اور ظاہر تھا اسے کہ ان کے والے کی اس بے ہودگی پر سخت غصہ بھی
آیا تھا اس بدلتی پڑا دل بھول ہو کر اس نے جو بھی جلدی والے کی طرف دیکھا۔ تو یوں لگا جیسے ماستر بچ ہیں اسے ایک کہ
گیا تو کیونکہ ڈاؤنگٹ سیٹ پر چھو بھانسنے کسی مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کی وہی اصل ہو گئی کہ جہاں سے

رضی نہ پاسے ماندن۔ کہ زمان سے چھپ سکتا تھا وہاں سے بھاگ سکتا تھا۔ زمین نے ہی جیسے قدم پکڑ لیے تھے اور
وہیں ہر دم کر رہ گیا تھا۔ یوں جیسے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔

حد تو یہی کہ باپ کو سلام تک کرنا بھول گیا تھا۔ شریب منصور خود ہی دروازہ کھول کر باہر اترے اور اس
کے نزدیک آ کر بولے۔

ہیلو مانی سن: چلو اچھا ہی ہوا کہ تم مل گئے ورنہ مجھے نہ جانتے اور کہتے ہو ملوں کی خاک چھانی پڑتی کیونکہ خاخرہ
نے غصے میں کہہ جتا یا نہیں تھا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے تم اپنی شے سے آسے پورہ باپ کی باتوں سے اسے یہ تو
اندازہ ہو گیا تھا کہ چھو بھی نے ان تک لوں کے درپے ہی سہی مانی حاصل کر لی ہے۔ وہ کچھ لکھے سے انداز میں بولا۔

یہی لہن گمرا یا ہوں نہیں آیا تھا فوڈری۔"

"خیر خیر ایک ہی بات ہے کہ وہ دونوں میں کس روم میں۔ چلو آؤ مجھے کم از کم ان کے کمرے تک تو پہنچاؤ۔
شریب منصور یہ سننے کی تھوڑی سی بے تالی دکھانے پھوٹے ہوئے۔

نہیں ٹوڈری: آپ ان سے نہ ہی ملیں تو ہر سہ کیونکہ چھو بھانسنے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ بہت سے کوئی
تعلق رکھتا نہیں چاہتے۔ دوسرے سمنوں میں وہ ہنسی گھڑی دیکھنے کے بھی ردا دار نہیں ہیں تو ان حالات میں آپ کا ان
کے پاس جانا۔۔۔۔۔ آپ کے وقار کے منافی ہی ہوگا۔ اسقند نے انہیں اصل صورت حال سے آگاہ کوئے
ہوئے تھا۔

خیر اگر وہ ردا دار نہیں تو میں اور پھر جس اپنی بہن سے ملنے آیا ہوں۔ میرے ملتے ان کی بحال
نہیں ہو سکتی کہ لکھے اپنی بہن سے ملنے سے روکیں۔ ارے بیٹا! اگر ایک نالاقی ہو تو فروری نہیں کر دو اور یہی ہو جاسے۔ چلو

تم مجھے کسی طرح ان کے پاس لے چلو۔ شریب منصور بیچے کی باتوں کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔

۔ نہیں تو بدی: اصل میں آپ کو معلوم نہیں کہ حالات کتنی سنگینی اختیار کر چکے ہیں۔ سوط ٹپ ہی ہیں تو انہوں نے
کیونکہ ہاتھان کے ساتھ اس سے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ وہ تو کسی رشتے کی اہمیت کو گردان ہی نہیں رہیں۔"

ناگن۔ وہاں تو دو بوجہ ہیں: خیر آؤ کا شریب کیم کہات کر۔ یہاں اب سڑک اور وہ بھی ایک سیکل نہیں
ہر کمرے ہو کہ بات کرنا مناسب نہیں۔ شریب منصور نے سوط کا ذکر کر کے جلدی سے اس کے لیے فرنیٹ
سیٹ کا دروازہ کھولا اور نہ چاہتے ہوئے ہی اسے ان کا میں بیٹھنا پڑا۔ شریب منصور کی جلدی سے آکر ڈاؤنگٹ
سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"اب اب بتاؤ کیا کہہ رہے تھے تم؟ انہوں نے ایک نظراس برڈال کر پوچھا۔ تب اس نے اپنی وہ۔ ساری باتیں
بتا دیں جو سوط کے متعلق خاخرہ کے من گھڑی کر یا تھا اور یہی کہ اسے شریف میں پھونکا ہے جسے ہی ہر تعلق قطع کر چکے ہیں۔

" لیکن یہ کہنے نہیں بتا کہ سوط اپنی ہی کیلئے جاو رہا ہے یہاں کیسے آئے اور ان تمہاری ان سے کیونکر ملاقات
ہوئی۔ جب کہ کہیں سے تو یہ کہہ کر کے کہنے کہ تم انان جا رہے ہو۔ چھو بھانسنے نے انہوں کو ہمارے سون پر سلامت لکھے
ان کے خط سے معلوم ہو گیا تھا کہ تم یہاں سے لندن نہیں ملتان گئے تھے۔ ہا ہی نے ایک ساتھ کئی سوالات کر ڈالے
اور وہ جوان بڑھاپہ نہیں کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ لفظ ہر کو اصرار دہر گھونٹے پھر سے ہی نکلا تھا تم اس کا اصل مقصد
سوط کی تلاش کرنا تھا اور یہ مقدار اس پر اس وقت واضح ہوا تھا تب شرف لکھ کر زبانی اسے معلوم ہوا تھا کہ اس کے
چھو بھانسنے ہی موجود ہیں۔ اس نے باپ کو بھی بتایا کہ ان پور کے ہول سے جس دوست کے کان شا منتقل ہوا تھا۔
وہ اتفاق سے وہی مکان تھا جس کے پھونٹنگ شا بھی ہو چھا۔ یہ کہہ کر اسے لگے گھر پھر اندر پاسے واپسی پر اسون سے تجوڑہ
میں سکونت اختیار کر لیں گی ادا کی گھر میں وہ بیٹھ کے درپے ہی چھوٹے شے لکھا اور خود اس نے ہی ان میں سوئے
اجا تک اپنا ہونہنے کے بارے میں بتایا تھا اور ان کے اس سوال کے جواب میں سوط چھو بھانسنے سے مل گئی تھی۔ اس نے
یہی کہا تھا کہ سوط نے خود خط لکھے دیئے انہیں اپنا بتانا تھا۔ اپنی کان اور مٹوں کا ذکر وہ گونجی کر گیا تھا۔
۔۔۔۔۔ اور یہ تو وہی اچھا ہر کہ سوط اپنی ہی تھی۔ پھر وہ کس بات کا تھیا ہیں دیکھا رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ وہ خاخرہ

نی سے ہی کسی بات کا بذلہ لے رہے ہوں گے۔ خرچ میرے ساتھ تو چلو۔
 دیکھیں میں جا کر کیا کروں گا ڈیڑھی۔ ایتر آپ کو ان کا درم تاسے دیتا ہوں۔ اسفند کو یا ان کے ساتھ جانے سے انکار
 کرنا ہوا بولا۔

خیر کلو تہی سی۔ لیکن مجھے ان کے روم میں چھوڑ کر تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ میں بہت کرنی آواہ کر دی کہ معلوم بھی ہے۔
 کہ تمہارے چپکے سے چلے جانے پر تمہاری مٹی سے اہٹا کیا ہوا ہے بتا دیتے۔ اگر اپنے باپ کا نہیں تو کم از کم اس کو کسی ماں کا تو خیال
 کرو۔ شیب منصور سے آگے سے پہلے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

تغیب ہے میرے چلے آگے تو مٹی کی حالت خیر تو رہی ہے اور انہوں نے جو ایک جوان لڑکی کو گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا
 تھا اس پر انہیں بخورنا سا بھی ملنا نہیں ہوا۔ اسفند نے ایک زہر خن سے کہا۔

میں ہوں یا کیوں نہیں بلکہ بہت ہوا ہے لیکن وہ شرمندگی کی وجہ سے اس کا اخبار نہیں کرتی اور سخی بیٹے میں مانا ہوں
 کہ انہوں نے برا غلط طریقہ اختیار کیا تھا۔ شیبیں تمہاری خدمت سے باز رکھنے کے لیے۔ لیکن اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو
 وہ بھی غلطی پر نہیں تھیں۔ کیونکہ وہی کیا دیکھی کوئی ماں بھی یہ پسند نہیں کرتی کہ اس کا اکلوتا بیٹا ایک ایسی لڑکی کے ساتھ شادی
 کیسے کر سکتی ہے جس کا تعلق ہی ہو۔ مگر یہاں بھی ایسی شادی جائز ہی نہیں۔ شیب منصور ماں کی طرف سے اس کا دل صاف کرنے
 کی طرف سے بولے لیکن پھر غلطی نہیں ہوئے۔ اور وہ بھی یہ سوچ کر کہ ساری غلطی اور زہر یا توئی ایسی کی تھی، اس معاملے میں کچھ
 نہیں بولا۔

تغیب نے خیال میں یہ بات تو تم کو بھی معلوم ہوگی۔ شیب منصور سے لے کر خاموش دیکھ کر کہا۔
 سخی ماں۔ سراج کو ہے لیکن سلوٹ کے واسطے کچھ معلوم نہ تھا۔ مگر تیرا آپ تو انہیں غلط بھی نہ لگتی ہے۔ جو بیٹا جان اور
 پھوپھی پر بھی فیصلہ کرانے تو آئے پاسکتے تھے۔ لیکن وہ شخص کسی طرح راضی ہی نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو بیٹا جان کو وہ ایسی ہی
 آئی نہ ہو سکتی تھی لیکن جو بیٹا جان سے درپور کی پروا نہیں کی۔ اور نہ صرف غلطی دلوانی بلکہ انہوں کے زیورات جو درویش
 طرف سے سلوٹ کو شادی کے موقع پر پریشے تھے اور باج لاکھ نقد مہر کے وصول کر کے ہی نہ تھے۔ پھر بھی جو بیٹا جان کا ہون لاکھ
 روپہ وہ شخص سلوٹ کر گیا۔ بڑی بار بار شیب سخی ماں کے ساتھ۔ مہر کی رقم اور زیورات کی بات اسفند نے صحن باہر کی نظروں
 میں سلوٹ کی اہمیت پر غور کی تھی اس کے برعکس سخی ماں اور باج لاکھ نقد اور نصف کروڑ کے بارے میں اس کو شیب منصور بھی مہربان
 ہونے پر تڑپ نہ تھی۔

اور وہی ایترنگ اہمیت خوب تھی۔ انہوں نے حد وجہ متاثر ہو کر کہا
 سخی ماں اور اس سے زیادہ ایترنگ ہے کہ سلوٹ جو بیٹا جان کی بہن نہیں بلکہ بیٹی ہیں۔ اس نے حضور اسامہ کو دیکھا یا تو
 شیب منصور سچ سچ اچھل پڑے۔
 یہاں آ کر بڑے رنگ اور مذاق تو نہیں کر رہے، انہوں نے بڑے سہمت اچھٹے کی بیٹھوس میں آ کر پوچھا کہ تم نے اتفاقاً میں
 ہی اسفند نے انہیں شیبیں کی زبانی سنا ہوا اسرافت سنا تو شیب منصور کو خانہ کی اس بات پر یقین کہ لینا بڑا بڑا بھلا ہوا
 نے ثابت ہے جس کے عقیدت نانی کر سکتے کے بارے میں سخی ماں تھی۔ دروازہ کھلو وہ بھی کچھ دیکھنے کے گراہی ایک بہت بڑی گروہ کی وجہ
 سے خانہ میاں کی طرف سے شک و شبہات کا شکار ہو گئی ہیں۔
 درویش باپ بیٹے اب تک کار بار رنگ میں کوڑی کاری میں بیٹھے تھے اور انہوں کو دیکھ کر کچھ کچھ کھڑے ہو گیا
 تھا۔ اور شیب منصور بیٹے کی زبانی سنے سنے اگشت فاطمہ کی کہ کچھ سوچنے لگے تھے۔
 تو ڈیڑھی پہنچا اوقات انسان کی قسمت کچھ اتنے حیرت انگیز طور پر پڑنا کھاتی ہے کہ عقل و رنگ ہو کر جاتی ہے؟ غالباً
 اسفند نے یہ بات باپ کے آرو کھنگھنے کہنے کے جواب میں کہی تھی۔ مگر شیب منصور نے شاید سنی نہیں۔ اپنی سوچ سے
 نکل کر بولے۔

لیکن یہ سلوٹ آخر کس کے یہاں ٹھہری ہوئی ہے کیا تم بھی وہاں گئے ہو؟
 نہیں تو یہ باتیں کیا لیکن ان کا پتہ اور درجہ نامہ ہوں۔ اصل میں وہ کوئی مذہب ہے جو نرسی کے ایک گھونٹک میں کام
 کرتی ہے۔ وہی کے یہاں رہ رہی ہیں وہ آج کل۔ اسفند نے کہا۔ تو شیب منصور نے اپنی طرف کا دروازہ بند کر کے کار کو

دیوارک دیتے ہوئے کہا۔

انہا تمہیں سلوٹ کا پتا معلوم ہے تو ان حالات میں پھر سے یہ بہتر یہی ہوگا کہ خانہ کھو جائے۔ اس نے کمرے کے سامنے سلوٹ کے
 پاس چلیں۔

داؤلہ تو ڈیڑھی پہلا اور باں جانا کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہے۔ اسفند نے یوں ایک کو بولے جیسے کار کو بیک لگانا چاہتا ہوں۔
 کیوں نہ کیوں مناسب نہیں؟ شیب منصور نے کار کا رخ میں درویش کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔
 کیونکہ جب وہ چھو بیٹا جان اور پھوپھی کچھ کچھ خاطر میں نہیں لائیں تو۔ تو ڈیڑھی آپ کا وہاں جانا بھی ضرور بھی مناسب نہیں
 کم از کم یہ تو بالکل گوارا نہیں کروں گا کہ آپ وہاں جائیں۔ اسفند باپ کو سلوٹ کے پاس جانے سے باز رکھنے کی کوشش میں پگڑھے
 کیسے سے انداز میں بولا۔

میں سخی بیٹے! اس وقت مصلحت کا تقاضا ضروری ہے کہ میں خود جا کر سلوٹ سے ملوں۔ آخر میری وجہ سے ہی تو اس سے چاروی
 اتنی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ قصور دار شیباقب یا تم نہیں بلکہ میں ہوں میں کیوں کہ میری غفلت اور بے توجہی کی وجہ
 سے ہی یہ سارا فتنہ اور ضارہ پھڑ پھڑا ہے۔ شیب منصور کو یہاں پھوپھی کے پاس رہنے سے باز رکھنے کی کوشش میں پگڑھے
 کا رخ کیا۔

اور پوڈی آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں؟ اسفند نے مزہ زما ہو کر کہنا چاہا۔
 میں سب سمجھتا ہوں بیٹے! اور میری اپنی بھی کچھ عزت و وقار ہے۔ لیکن سماعا اصل میں میری بہن کی زندگی کا ہے نہیں

اپنی ازدواجی زندگی کا بڑے نہیں ہے۔ غلام کی شہتوں کے واقف ہی ہو کر سنا کچھ یوں کہ جب شیباقب سے سخی کے شخص سے ہم سب
 سے اتفاق قطع کر لیا ہے تو تمہاری پھوپھی سے اتفاق قطع کر لینا کچھ مشکل تو نہ ہوگا۔ یوں بھی خانہ کی کھلتی ہوئی رنگ ان کے ہاتھ
 میں ہے۔ اور جب وہ اولاد حاصل کرنے کی خاطر عقیدت نانی کرے سے بھی نہیں بڑکے تو سلوٹ تو ان کی اکلوتی اولاد ہے اور
 اس کے ساتھ بڑھاپا اور نانا دعوتی ہوئی ہے۔ اس کی ساری سہروہ خانہ ہی سے ہی نکال سکتے ہیں۔ بیٹیں ایسا ہی اپنے وقار
 کا خیال ہے تو تم نہیں جانا گھر لے کر فرور جانے و وارا اس کا پتا بتا دو۔

باپ سے تمام اندیشوں اور نراکتوں کو سامنے رکھ کر بیٹے کو بھیا یا۔ وہ چپ سا ہو کر بولا۔
 شیباقب سے ڈیڑھی میں آپ کو ان کو بتا دیتے دیتا ہوں مگر آپ مجھے راستے میں کہیں ڈراپ کر دیں۔

ہاں، یہ شیباقب کے گھر یہ تمہاری کار کہاں ہے جو تم کو لے کر ساری میں پھرتے پھرتے ہو۔ شیب منصور نے اس کی
 بات سے اتفاق کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ چھوٹا چھوٹا کے پاس ہے۔ سلوٹ کے یہاں رہنے کی غرض سے رات کو اتنی ہی تھی۔ مگر اس وقت ان سے جہاں لینا چھوٹی
 گیا۔ یوں ہی ان حالات میں جہاں واپس لینے کا اتفاق کرنا کونسا مناسب نہیں لگتا بیٹے نے بتایا تو شیب منصور صراحتے ہوئے
 بولے۔

ہاں وہ تو تم سے پچھاری کیا معلوم ہے۔ جب درواہوں جاتا ہے تو کچھ کیوں کیوں اختیار کر لیتا ہے اور چھوٹی
 سی بات بھی بڑے بڑے کرتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ کم از کم میں ایسا بدھینستہ درویش میں سے نہیں ہوں۔ اور جو اب میں وہ خانہ کی
 ہی رہا وہ فون بائیں کرتے کرتے بیچر کس کی طرف اگتے تھے۔ اسفند نے باپ کو بہت سمجھا کہا کہ سلوٹ کا پتا کیا دیا اور پھر دوسر
 اور پھر دیکھ کر بولے۔

ڈیڑھی آپ مجھے میں ڈراپ کر دیں کیونکہ آگے نہیں چیکے کہ طرف جانا ہوگا۔
 اچھا ڈراپ تو کیے دیتا ہوں لیکن میں نہیں بلکہ تمہارے لوجہ وہ لگے لگے بڑی ڈراپ کروں گا۔ اب تم مجھے یہ
 بتاؤ کہ تمہیں کہاں آنا ہے۔ تاکہ وہاں ہی میں نہیں وہاں سے پک کر لوں۔ شیب منصور نے کار کی خار کھلی کر کے
 کہا۔ تب بہت مجبور ہو کر اسفند کو کسی چوٹی کا نام اپنا ہی پڑا جس میں رہ رہا تھا۔

اور پھر کسے تاج مل چوٹل کے سامنے والے راؤنڈ اباؤٹ سے شیب منصور نے پھر کار کو واپس موڑ لیا۔
 طاقت اور اتفاقاً سخی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں۔ اب تم خانہ ہو کر گھر سے اس لیے نکلے گئے کہیں
 نے سلوٹ کو گھر واپس لائے کہ تمہیں گرا لیا تھا۔ اور اب تم خود ہی گھر سے پیچھے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ویسے تمہارا جذبہ واقعی بہت

صادق تھا۔ غریب منصور بات کے اختتام پر ہنسنے لگے۔

اب آپ مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش تو نہ کریں کرلی۔ ورنہ میں آپ کی اس بات پر ناراض ہو کر نہیں سلووا کر دوں گا۔ میری طرف سے یہ نکلنا اب یہ اور بات ہے کہ جہاں ہمیں اتنے فرحمنوں طریقے سے انسان کے ذہن میں موجود وہی ہیں کہ میں کا احساس انسان کو بہت بدمعاش ہوتا ہے۔ جیسے کہ مجھے ہوا ہے۔ اس وقت سے جن الفاظ میں سلووا کو تلاش کرنے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

غریب منصور نے لہجہ گہرا کر پڑی ہے ساختی سے ایک تہہ نکلیا۔ پھر اس وقت کے ساتھ ہونے والی کے بارگاہ میں کاروبار کے جہاں وہ شہر تھا۔ کچھ دیر تک اسے کچھ کھاتے رہے اور پھر اس سے جلد ہی واپس آنے کا کہہ کر سلووا کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب یہ تو دن چڑھا۔ بدھ پڑی پڑی اور کچھ گری کا احساس۔ جس نے سلووا کو گہری نیند سے جگا دیا تھا۔ آکھیں کھول کر دیکھا تو کچھ دیر سے اسے نظر آئے۔ صبح کے مقابل کی دیوار پر دھوپ چمک رہی تھی۔

کیا میں آج اتنی دیر تک سوئی رہی ہوں؟

اس خیال کے آتے ہی اس نے سر ہلنے دیوار میں نصب ریگسٹ پر رکھی ٹائم ٹیبل پر نظر ڈالی تو دیکھ چکے تھے۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور دیکھنے کی پوری کوشش کی۔ اسے اتنے ہی اس کی نظر اس وقت کے پڑی تو دیکھا فرش پر لٹائی جیسا کہ سر پہیہ کی مانند غورا پانا نہیں کیوں اس میں کچھ تلاش کر رہی ہے۔ اسے غلاب کو قریب گویا و پھر کراؤ بھی اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ فلورا اپنی بااصل تھی اور ایک وقت پر جاتی تھی اور پونے آٹھ بجے ہی گھر سے نکل جاتی تھی۔ کرب دس بج چکے تھے۔ اس نے کمر پڑھتے ہی سب سے پہلے اسے ہی مخاطب کر کے پوچھا۔

آج آپ ٹوٹی پڑ نہیں گئیں؟

نہیں۔ فلورا نے غریب سے پوچھا۔

کیوں آئی؟ اس نے دلی دہائی سے پوچھا۔

جس طرح تمام رات تم جاگ رہی ہو۔ اسی طرح رات کا بیشتر حصہ میں نے بھی جاگ گزارا ہے۔ پھر ہی معمول کے مطابق اپنے وقت پر میری آنکھ کھل گئی تھی۔ لیکن سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔ بدن بھی ٹوٹ مارا تھا۔ اس لیے میری بہت ہی نہیں ہوئی۔ ٹوٹی ہوئی ہو جانے کی۔ گو فلورا نے اتنی کوئی بات نہیں کہی تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ اپنے ڈیوٹی پر نہ جانے کا ذکر دائرہ اسے ظہور پڑی ہے۔ مگر سلووا ہی گھی اور نہ رات بھر سے پیچھے میں ہوں۔

اصل میں میری وجہ سے آپ کو بڑی تکلیف آگئی ہے۔ خیر ایسے سر میں درد ہو رہا ہے۔ تو میں آپ کے سر میں ٹیک لٹاؤں گا۔ کیونکہ ماضی کے دنوں میں درد بہت کم ہوا تھا۔

ارے نہیں۔ کچھ دوا ہی ہوتی ہو۔ تو جیلا سزا پھر دھویا نہ پاتا گیا اور چلی رہا تھا۔ کیونکہ میں سر ہونے اور ماضی کے دنوں کی عادی نہیں ہوں۔ میں معمولی سا درد ہے گوئی کھانی ہے۔ ابھی جا رہا ہے گا۔ فلورا نے اپنے کپس کا ڈھکن کھانک کر مٹی ہوتی ہوئی۔

ابھی اگر آپ عادی نہیں ہیں تو خیر۔ مگر آپ نے مجھے جگا کیوں نہ دیا۔ کم از کم آپ کو چاہئے اور ناشتا ہی بنا کر دینی۔ سلووا بے سٹورنا ڈیم سے لہجے میں بولی۔

میں کیا میرے ہاتھ پاؤں نہیں تھے جو میں ناشتا نہ کرنے کے لیے تمہیں جگا دینی۔ ساری رات تو تم جاگتی رہی تھی۔ اس پائی گہری نیند سو رہی تھیں کہ تمہارے آرام میں خلل نہ پائے گا۔ اگر نہیں ہو اور فلورا نے جس سا دل سے اپنے غلبوں کا اظہار کیا۔ سلووا کا دل آشوب کے جذبات سے لبریز سا ہو گیا۔ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

اس کا مطلب ہے کہ درد کا تو کھٹن بھانڈ ہے۔ ورنہ آپ میرے ہونے کی وجہ سے آج ٹوٹی پڑ نہیں گئیں؟ چلو یہی کچھ۔ یوں بھی اب روز روز تو تم کو لینے سا تو کھینک نہیں ہے جا سکتی۔ تم کچھ نہیں بتا رہی ہو تو میرا سامرا دھیان تیار کر لو۔ کیونکہ جو ان لوگوں کی ذمہ داری لینا آسان نہیں ہوتا۔ اور آج تو تم نے سہ پڑی سو رہی تھیں پھر تمہیں ہاتھ پیر پڑی سونا پھوڑ کر لینے چاہی جانی۔ فلورا نے بھی اصل بات بتادی۔

وہ تو ٹھیک لیکن غریب تک آپ میرا بوجھ اٹھائیں گی۔ آپ مجھے کسی دارا امان میں داخل کیوں نہیں کر دیتیں۔ وہاں تو لوگوں کو پورا پورا تحفظ ملتا ہے۔ اگر وہ اپنے جیسے کا سوال ہے تو میرے پاس کھڑی نظر کر اور چند زیورات تو جو وہ ہیں جنہیں کچھ کیسے کے اخراجات پورے کیے جاسکتے ہیں۔ سلووا یوں بولی جیسے اس زندگی کے عاجز آگئی ہو جو وہ گزار رہی تھی۔ غلاب کھلی، غلاب تیار ہے۔ اس کا تمام زیورات کیوں نہ ہوں۔ میں تمہارے داروں کے ہونے ہونے کوئی ایسا کام کرنا نہیں چاہتی جس سے بعد میں میری گردن لٹائی جاسے۔ فلورا نے اس کے دھکے پر ہاتھ ٹیک کر اٹھتی ہوئی توبہ بیزار سے بولی۔

لیکن میں نے تو پہلے ہی کہنی بار آپ سے کہا ہے کہ میں کسی کو بھی اپنا وارث نہیں سمجھتی۔ میں باخ اور خود مختار ہوں اپنی مرضی سے جو چاہوں کر لکھتی ہوں۔ پھر آپ سے بھلا کون جواب طلب کر سکتا ہے۔ سلووا نے قہر سے بولی۔

مخ خود کو فریاد۔ کچھ بھی کہا۔ اور کچھ لور لیکن وارث وارث ہوتا ہے اور تمہارا وارث تو اپنے بچے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کہاں سے چاری ایک معمولی کیڑا۔ کچھ تو یہ ہے کہ میں اب زیادہ عرصے تیار ہی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتی اور تمہارے بارے میں کچھ بھی طرح پر چاہتی ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔ جو آزاد اور خود مختار رہتے ہی بڑے بڑے نکال پھینچے ہیں اور مردوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کوئی ہیں۔ میں اب اس کی تم سے کہتی ہوں کہ تم اپنے اہل خانہ کے پاس چل جاؤ۔ کیونکہ اس میں تمہاری عزت اور سیرتی ہے۔ آخر میں چھڑی جان کب تک تمہاری صفائی کر سکتی گی۔ جب کہ میں تو خود اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ فلورا کا باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اب وہ مزید اسے پناہ اور تحفظ دینے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ یوں ہی بیشتر کی طرح آج اس کے اٹھتے ہی اسے ناشتا کرنے سے کیے بھی نہیں کہا تھا۔ اس پر اسے صاف اندر واضح الفاظ میں اپنے گھر سے چلے جانے کو بھی کہا رہی تھی۔ اس کے باوجود سلووا نے چمک کر کہا۔

نہیں نہیں آئی اہم یوں بڑے بڑے بھائی جان کے پاس نہیں جاناں گی۔ آپ کو معلوم نہیں آئی، اگر کہیں سے لے کر اب تک میں سب کے سامنے کھجکتی رہی ہوں۔ سب کے سامنے ہنسنے اور زیادتیاں پہنچ رہی ہوں۔ مگر اب میں اتنی تاب سے دستک۔ میں کو اب کچھ نہیں دیکھنا چاہتی ہوں اور پھر میں اس کی عزت بھری درخواست کو کتنی عزت سے ٹھکرا رہا ہے۔ اس میں ان کے پاس کیا شکل کے کراواؤں کی۔

توبہ ہے۔ وہ تیار سے گئے بھائی ہیں کوئی غیر نہیں۔ جو تم ان کے بارے میں اتنی غلط باتیں سوچ رہی ہو۔ اسے وہ تو نہیں دیکھ کر اتنا خوش ہو جائیں گے۔ فلورا نے کہا۔

نہیں، آپ ان لوگوں کو نہیں جانتیں۔ وہ میرے لیے غریبوں سے ہی بدتر ہیں۔ خیر اب فکر نہ کریں۔ میں خود ہی اپنے لیے کوئی دوسرا بندوبست کر لوں گی۔ بولے بھی آخر مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔ کوئی ساری عمر آپ کے اوپر بوجھوں کو تو نہیں رہ سکتی۔ سلووا اس کی باتوں پر تڑخ ہو کر بولی۔

نہیں بندوبست کیسا۔ میں تو نہیں گھر سے نکلنے کی اجازت بھی نہیں دوں گی۔ آخر میں نے تمہاری ذمہ داری ہے۔ یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔ فلورا ایک دم ہی بڑھ کر بولی۔ پھر قدر سے توقف کے بعد اس نے قدر سے نرم پڑ کر کہا۔

دیکھو بیٹی، اگر تم خود چل کر جانا پانے کے خلاف سمجھتی ہو تو میں چل جاناں گی۔ تمہارے بھائی جان کے پاس، کچھ دوسرا نظام کر کے کر میری آمد سے تم لالچ ہو۔ پھر میں اپنی طرف سے اپنی کھانا کی کردہ کسی طرح خود کر نہیں لے جاسی۔ ورنہ تمہاری چھٹی کو بھیج دیں۔ پھر تو نہیں ان کے ساتھ جاتے ہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ فلورا نے آخری فقرے کو سوال کی شکل میں دئی تو سلووا کچھ پر سر ہینے کے بعد آہستہ سے بولی۔

تھیک ہے، آپ یہ کوشش بھی کر لے کر دیکھیں، اپنے کا مقصد جو بھی تھا فلورا نے اس پر غور کرتے ہی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ اس جواب کو بہت کافی سمجھا۔

ابھی اب مزہ پاتے دھو کر ناشتا کر لو۔ جگہ بہتر ہوتا کہ شاد دھو کر کوئی اچھا سا لباس پہن لیتیں لیکن یہاں تو روز ہی پائی کی قلت رہتی ہے۔ خیر بلاشبہ ہے ہی بدل لو، اصل میں آج جو کچھ میں چھٹی پر ہوں اس لیے میں سے تو سنا کہ آج ہی تمہارے بھائی جان کے پاس ہو آؤں۔ ہاں، ٹیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ یوں بھی آج کا کام کل پر چھوڑنے کی

عادت نہیں ہے مجھے۔" فلورا نے کہا۔

"لیکن کیا آپ کو چھائی جان کا پتا معلوم ہے؟" سولط نے پوچھا۔

"ظاہر ہے وہ تنہا ہی چھائی کے بھائی کے یہاں تھہرتی ہوں گے، اور وہ پتا تو خود تم نے مجھے بتا رکھا ہے، فلورا نے جواب میں کہا تو سولط چپ چاپ منہ دھونے چل دیا۔

فلورا کے کہنے کے باوجود اگر سولط کے کپڑے میلے اور مسٹے بیٹھے نہ ہوتے تو وہ کبھی لباس تبدیل نہیں کرتی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فلورانے اس لیے اسے لباس تبدیل کرنے کی تاکید کی ہے کہ اس کے خیال میں اگر کوئی اسے لپٹے یا تو اسے چھینے وقت کے وقت کپڑے تبدیل کرنے نہ پڑیں۔ جبکہ دل ہی دل میں وہ فلورا کی اس خوش نہیں پر نہیں رہی تھی کہ وہ اس کی چھائی بھانڈ کو اپنے گھر لانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

منہ ہاتھ دھونے کے بعد لباس تبدیل کر کے وہ باورچی خانے میں آئی تو وہ پیر کا کھانا تیار رکھا۔ فلورا کا معمول تھا کہ وہ ناشتے کے ساتھ ہی دوپیر کا کھانا تیار کر لیتی تھی۔ کیونکہ وہ دوپیر کا کھانا اپنے ساتھ کلینک کے لیے لے جاتی تھی۔ مگر اس روز سولط نے یہی سمجھا کہ اس نے کھانا تیار کیا تو گویا پینے سے ہی اس کے بھائی کے پاس جانے کی تیاری کر چکی ہے۔

بہر حال لینے لیے جانے والی گھینٹے سے وہ اپنے نکال کر ان سے ناشتہ کیا اور بھائی کی تینوں دھوکہ باز باورچی تھی دروازے پر پہلی پہلی سٹ کٹ کٹ کی آواز آئی تو فلورانے جو اسی چٹائی پر بیٹھی اپنی چوٹی کو گھمائی تھی اس نے سولط سے کہا۔

"اسے ڈرا دیکھنا تو تو نا۔ کہیں وہ وارڈ بولے عظمت میری غیرت معلوم کرنے نہ آیا ہو۔" بے چارا بچہ میرا ڈرا خیال رکھتا ہے۔" تو سولط نے دروازے تک جانے میں تھوڑا سا تاہل کیا کیونکہ فلورانے اس کو سنتی سے ممانعت کر چکی تھی کہ وہ کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولے۔ اسی وجہ سے وہ دروازہ کھولتے ہوئے چپکاپ رہی تھی تبھی فلورا کو احساس ہوا تو اٹھی ہوئی بولنا۔

"نہیں، تم تھوڑی دیکھتی ہوں کہ کون آیا ہے؟" اور پھر اس نے کون ہے کہتے ہوئے دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک سوڈا بٹل اور بہت سی ماریفٹاؤں کو کھڑا دیکھ کر تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئی۔ کیونکہ اس نے دروازہ کھولتے ہی کسی قیمتی خوشبو کا ایک بھرا ہوا گلاس کی آگے میں گھس آیا تھا۔

"کیا سسٹر فلورا بیہوش رہتی ہیں؟" آئے والے نے پوچھا۔

"جی۔ جی ہاں؟"

"اوہ، تو میں ٹھیک جگہ پر پہنچا ہوں؟" آئے والے نے کہا۔

"لیکن آپ کو کیا اپنا اندازہ ہے؟" فلورا نے قدرے درشت لہجے میں پوچھا۔

"میں شعیب منصور ہوں، سولط کا ماموں اور ان سے ملنے آیا ہوں۔" شعیب منصور نے کہا سولط ابھی تک دروازے کے قریب ہی کھڑی تھی۔ شعیب منصور کی آواز سن کر اس کی رنگت پھلکی سی پڑ گئی تھی۔ فلورانے تصدیق کرنے کی طرف سے گردن تھوڑا سا گھرائی کی طرف دیکھا اور اسے اضطرابی سی کیفیت میں انگلیاں مروڑنے دیکھ کر اس نے نہایت غیبی لہجے میں شعیب منصور سے کہا۔

"اوہ، آپ سولط کے ماموں ہیں، اندر شریف لے آئیے۔ اصل میں ان کی کچھ واقعات ایسے ہو رہے ہیں کہ رٹلا پوچھے اور معلوم کیے، کسی کو اندر نہیں بلایا جاسکتا؟"

"جی ہاں، درست کیا آپ نے احتیاط تو بہر حال اچھی چیز ہے۔" شعیب منصور نے اندر آتے ہوئے کہا، ان کو اندر آنا دیکھ کر سولط اتنی گھرائی کر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کسے سے باہر نکل جائے یا وہاں کھڑی رہے۔ اور شعیب منصور سید سے اس کی طرف ہی بڑھ آئے۔

"آپ سولط، کہو کیسی ہو جیسا۔ ہم تو ہماری صورت کو ہی ترس گئے تھے، چوٹی میں سنا کر تم کو ہی ہوس رہی تھی، تم میں ہوتی ہے جتنی شہیت ہے، کوئی پرستش ہے اور میں بڑے مان اور دعوے سے تمہیں لینے آیا ہوں، اپنی بات کہتے کہتے میں ہوتا تم سے ملنے چھ آئے۔" انہوں نے اس کے نزدیک آ کر اس کے تھوڑے تھوڑے چہرے سے مرہرہ شہیت

سے ہاتھ پھیرا۔ میں اتنا کہتا تھا کہ اسلام تو دعا۔ وہ ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ اس کے اس طرح رونے پر شعیب منصور کا بھی دل بھر آیا، ان کی آنکھوں کے گوشے چمک گئے۔ لیکن بڑی جتنی سے خود پر قابو پا کر اپنی آواز کو شکستہ بنا کر کہتے تھے اس کے سر کو ہینٹ کر لینے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"اور۔۔۔ اور سے براتنا روزا ہونا۔ اگر برخواستی کے آسویں ہیں ماما سوئیٹ گرل۔ تو مجھی لینے اشکوں کی اس غلبانی میں بھی نہ ہارنا۔ دیکھو جی، ہم تو دستار ڈھکی نہیں ہیں۔ اور پھر کئی جانوں کے نکلیں ہیں جی، اور ان کی اس بات پر آبدیدہ سی فلورا ہنسنے لگی۔ لیکن سولط کی گریو وزاری میں مزاحیہ ہو گیا۔ شعیب منصور کچھ پریشان ہو گئے۔

"دیکھو جی، روزا تو ہمیں چاہیے تھا کہ ہماری دوسرے سے تمہیں بڑی نصیحتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ارے تصور وار تو تمہارے ہم ہیں جی، پھر تم اتنا رو دو دھو کہ ہماری شرمندگی میں اعناؤ کیوں کر رہا ہو، شعیب منصور نے گلو گلو آواز میں کہا تو سولط اپنے آسویں کھینچتی ہوئی ان سے عبور ہو کر کھڑی ہو گئی۔ نہیں منجھے آکا، یہ تو خوشی کے آسویں ہیں۔ یوں بھی آپ سے تو مجھے کوئی شکایت نہیں، آتا کہ کرو پھر رونے لگی۔

"آنا مات روڈ مونا بچی۔ دیکھو تمہارے ماموں تمہارے رونے کی وجہ سے کہتے پریشان ہو رہے ہیں۔ مہنیاں بٹھاؤ، ان کی خاطر کرو، فلورا اس کے قریب آ کر کہتے تھے۔ اور پھر اس نے شعیب منصور سے کہا۔

"جب سے آئے ہیں کھڑے ہی ہیں۔ آپ کا نظریہ تو رکھیں، مرو گومیرے پاس آپ کے شاہان نشان لٹھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے پھر بھی۔"

"ارے نہیں سسٹر، آپ کہاں مجھے کانٹوں میں گھسیٹنے لگیں۔ میں تو ذرا ایک ذرہ خفیر ہوں۔ اس وقت جلدی میں ہوں۔ ورنہ میچے جانا۔" شعیب منصور حد درجہ افسردگی سے کام لے کر بولے۔ اور پھر انہوں نے سولط سے کہا۔

"اب لینے آسویں پوچھ لو، بچی اور جلدی سے تیار ہو جاؤ، میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ کیوں سسٹر، اگر میں انہیں لینے ساتھ لے جاؤں تو آپ کو اعتراض تو نہ ہوگا۔" انہوں نے اس سے بات کرتے کرتے فلورا کو غیب کر کے پوچھا تو وہ نہایت خندہ پیشانی سے بولی۔

"نہیں نہیں، تجھے جھلا کر اعتراض ہو سکتا ہے، سراسر آپ ان کے ماموں ہیں اور میں ایک اولیٰ سی خدمت گزار، آپ انہیں شوق سے لے جائیں، لیکن سولط کو تو کسی قیمت پر رکھی گوارا نہ تھا کہ وہ پھر بیٹ کر ان کے یہاں جلے وہ تو ان کے گھر میں قدم رکھنے کی روادار نہیں تھی۔ تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر بولی۔

"نہیں منجھے آکا۔ آئی ایم سوری، میں آپ کے یہاں نہیں جاؤں گی۔ میں گھر سے اتنی ہی عزت کر کے نکالی گئی ہوں، اس گھر میں قدم رکھنا میری تو بہن اور گراؤٹ کے سوا کچھ نہ ہوگا، شعیب منصور کو فلورا کے سامنے اس کا یہ کہنا ناگوار تو گراؤٹ کے مصلحت کا نقصان کچھ ہی تھا کہ صدم اور شرمی سے کام لیا جائے۔ وہ مسکرا کر بولے۔

"لیکن میرا ارادہ نہیں، اس گھر میں لے جانے کا تو میں ہے بیٹا۔ میں تو۔۔۔" اور فلورانے جو اس کے انکار پر جزیبہ سی ہو رہی تھی، ان کی بات کاٹ کر کہا۔

"تو بہن بھائی صاحب، اگر آپ اپنے گھر میں انہیں لے جانا چاہا رہے ہیں تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جوں کے درمیان تو کبھی کبھی اس سے بھی کہیں بڑی بڑی باتیں ہو جاتی ہیں۔ اصل میں یہ مونا بھی بہت ناگہرے کار اور حساس ہے، اس سے اس معاملے کا اپنی انا کا مسکو نہ لیا ہے۔ اس لیے اس نے لینے بھائی کو بھی دھتکار دیا ہے۔ یہ ان کے ساتھ بھی نہیں گئی گھر میں اسے آپ کے ساتھ بھیج کر رہیں گی؟"

"بہن۔۔۔ آپ کے میرے اور بہن زیادہ مسانا ضرور ہیں لیکن آپ مجھے کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتیں، اسی فلورا۔ آپ کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، سولط نے ساری مروت اور رواداری کو بالائے طاق رکھ کر سخت برسرچی سے کہا۔

"اچھا اچھا بھئی، پرسسٹر فلورا تو کیا میں بھی نہیں کسی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن بیٹی میں بڑا کم ہوں، کبھی بھی نہیں لینے گھر لے جانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ لیکن میں تمہیں لینے ساتھ لے جاؤں گا۔ آخر میری بھی تو کوئی حیثیت ہے، کوئی پرستش ہے اور میں بڑے مان اور دعوے سے تمہیں لینے آیا ہوں، اپنی بات کہتے کہتے

شعبیب منصور جہاز میں آ گئے۔

”دیکھو مولانا، تمہارے بقول میں تم پر کوئی حق کھتی ہوں نہ اختیار لیکن اپنی صریح تمہاری ذمہ دار کلمہ دستبردوار ہونے کا حق تو مجھے ہے نا، اور یہ بات میں پہلے بھی تم کو بتا چکی ہوں۔ لہذا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم آج ہی چلنے والوں کے ساتھ چل جاؤ۔“ فلورا نے کہا کہ گویا اسے اپنے گھر سے نکلنے کا حکم دے دیا۔

”ہاں بیٹی ضرور چلو۔ ہم تو خیر تمہارے لیے غیر یہی ہیں لیکن تمہارے اپنے والد اور والدہ تو موجود ہیں نا، اپنا گھر چھوڑ کر ان سے چار چار پر اپنی ذمہ داری کا بار ڈالنا کوئی معمولی بات تو نہیں۔ چلو اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔“

شعبیب منصور سے باتوں ہی باتوں میں اس پر جڑی گری جوت کرتے ہوئے کہا۔ ”کہاؤ کم سے تو میں لگا۔“
 مگر گویا مجبوری ہی مجبوری تھی کہ اب ان کے ساتھ جانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہا تھا۔ اس پر غصے میں فلورا کو ایک ٹیچا سا جواب دے کر اس نے اس کے سامنے کیے کر اٹھے پر پانی پھیر دیا تھا۔ بلکہ اس کے بے لوث جہاز کو توجہ دینا تھا۔

اس نے فلورا سے اٹھ نہیں لائی اور چپ چاپ جا کر ہنگ کے نیچے سے اپنا سوٹ کیس گھسیٹا۔ اپنے بیٹے کپڑے اخبار میں لپیٹ کر اس میں رکھے اور پھر سوٹ کیس اٹھا کر باہر نکل آئی۔ جبکہ شعبیب منصور نے اس کے ہاتھ سے سوٹ کیس لینا بھی چاہا مگر وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ باہر آ کر شعبیب منصور نے گرجے کے فاصلے پر کھڑی کار کی ڈال کوئی اور اس کے ہاتھ سے سوٹ کیس لے کر ڈال میں رکھ دیا۔ اور جب شعبیب منصور نے فلورا کا شکر برادار کرتے ہوئے اسے خدا حافظ کہہ کر سڑک کے لیے کار کی اگلی نشست کا دروازہ کھولا تو اس نے بیٹھے بیٹھے پٹ پٹ کر دروازے کی دہلیز پر کھڑی فلورا کی طرف دیکھا۔ اور بھانک کر اس کے گلے لگ گئی۔

”ابھی مجھے معاف کر دیکھیے، میں اپنے پوش میں نہیں تھی۔ پینز آئی، اب جڑی باتوں کا کچھ خیال نہ کیے گا کیونکہ آپ کے میرے اوپر اتنے احسانات ہیں کہ جن کا آثار نا تو بڑی بات، مجھے وہ الفاظ بھی نہیں مل رہے جن سے آپ کے ان احسانوں کا شکر برادار کوسوں۔“ وہ روئی ہوئی بولی تو فلورا جو خود بھی اس سے جدا ہونے کے خیال سے روٹنے لگی تھی۔ اپنے آنسو پونچھ کر بولی۔

”ارے نہیں بیٹی، میں نے تو نہیں اپنی بیٹی سمجھ کر اپنے پاس رکھا تھا۔ تمہیں تحفظ دیا تھا اور تم پھر میرے احسانات جتنا غیریت کی باتیں کر رہی ہو۔ میں نے تو تمہاری کسی بات کا بھی برا نہیں مانا کہ میں تمہاری ذہنی کیفیت سے واقف ہوں۔ اچھا خیر، جاؤ جہاں بھی رہو خوش و خرم اور سلامت رہو۔“ پھر فلورا نے اس کی پیشانی چومی۔ اور خود دہلیز سے اتر کر بسے گاڑ میں بٹھا دیا۔ اور ایک بار پھر شعبیب منصور نے اسے خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھا لی اور سڑک کو لے کر روانہ ہو گئے۔

اس سے ان کی کیفیت کسی فحاش کی سی تھی۔

اپنی اتنی زبردست کامیابی پر اتنے مسرور، اتنے سرشار تھے کہ یوں محسوس ہوا جتنا جیسے کار میں نہیں ہواؤں کے روشن برائے جارہے ہوں۔ یوں بھی سڑک کا ان کی لاعلمی میں ان کے گھر سے چلے جانا کوئی معمولی بات تو نہ تھی۔ بڑی ذمہ داری کا معاملہ تھا۔

بلکہ دوسرے معمول میں ان کی ناک کا معاملہ تھا۔

اور جس روز سے سڑک کا ان کے بیان سے گئی تھی۔ انہوں نے ایک دن بھی چین کا ذکر نہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ بیٹے کے گھر چھوڑ کر چلنے کی کبھی انہوں نے پروا نہیں کی تھی۔ بلکہ حقیقت جان لینے کے بعد بیٹے سے بھی وہ نالاں ہو گئے تھے اور اس کی اور بیوی کی فی جھگڑت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ زینت سے بھی ان کا رویہ اچھا نہ رہا تھا۔ اور اب ان کے لیے یہ کتنی خوشی اور سرخروئی کی بات تھی کہ وہیں اتنے منگرا لائے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ گویا پہل انہوں نے کی تھی۔ ان کا روز شکر کی سمت تھا۔

سڑک ان راستوں سے بالکل واقف نہیں تھی۔

پھر انہوں نے خاصا خاصہ صلے کر کے ایک پڑھتی بازار میں مٹھائی کی دکان کے سامنے اپنی کار روکی۔ اور اس سے

ابھی آتا ہوں کہہ کر کار سے اتر کر وہ مٹھائی کی دکان میں چلے گئے۔ انہوں نے کاؤنٹر پر کھڑے ایک شخص سے کچھ کہہ کر وہیں رکے خون سے کوئی غمزدگی لیا اور ٹھوڑی دیر تک کسی سے باتیں کرتے رہے۔ پھر ریسور کر کے باہر نکلے تو دکان کا لازم ایک بہت بڑا مٹھائی کا ڈبر اٹھانے ان کے پیچھے آتا نظر آیا۔ انہوں نے وہ ڈبر انداز سے جھلی سیٹ پر رکھ دیا اور کار سے کھیر وانا ہو گئے۔ انہوں نے ابھی تک ایک بات بھی نہیں کی تھی۔ ماسوائے ابھی آتا ہوں گئے کے اور وہ اس سے بڑی انہیں میں گرفتار تھی۔ اسے معلوم ہی نہ تھا کہ شعبیب منصور سے کہاں لے جا رہے ہیں۔ نہ اس نے کچھ پوچھا ہی تھا۔ وہ تو سیٹ کی پشت سے کھانگے۔ اپنی طرف کی کھڑی سے باہر دیکھے جا رہی تھی۔ وہ مٹھائی کی چھٹی نشست پر رکھ کر وانا ہونے تو کا دھیلائے جھلاتے اس پر ایک چھٹی سی نظر ڈالی کہ مسرور کے انداز میں بولے۔

”میں نے سوجھا غشی کا موقع ہے، اب کام نہ مٹھا کرانا بھی ضروری ہوگا۔“ وہ جواب میں بھلائی کہتی۔ ان پر ایک نظر ان پر ڈال کر کہ گئی۔ لیکن وہیں ان کے تھے خوشی بولے پر مٹھا کر بولے بغیر نہ رہی۔ یوں بھی اسے ان سے کوئی شکوہ تھا نہ پر غماض۔ کیونکہ بھائی کے عزیزوں میں عرف وہی ایک تو تھے۔ جن سے اسے کچھ ولی نسبت تھی اور یہی وہ برہنہ کر وہ ان کے ساتھ بھی آگئی تھی۔ روز تو اس کا دل سب سے اتنا کھٹا ہوا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو بھی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ شعبیب منصور چاہتے تھے کہ وہ کچھ بات کرے تاکہ اس کے دل پر چھایا نگہ نہ کھم ہو سکے۔ وہ اس سے فلورا کے متعلق پوچھتے رہتے کہ وہ کون ہے، کبھی ہے اور تم سے اس کی واقفیت کیونکر ہوئی؟۔ اور وہ نے تھے انداز میں انہیں فلورا کے متعلق بتاتی رہی۔ پھر کچھ وہ رنگ خاموشی چھائی رہی۔ اور مزید کچھ فاصلے طے کرنے کے بعد شعبیب منصور اصل مقصد پر گتے ہوئے بولے جس پر گنگو کرنے کی غرض سے ہی اصل میں وہ کار کو بلا مقصد ہی ادھر ادھر مڑا کر پرتا رہا ہے۔

”روز فرمیر مال کا علاقہ اتنی دور تو نہیں تھا۔ آخر انہوں نے اس بات کی تداوی۔“

”دیکھو بیٹی، سب سے پہلے تو میں اپنی اور اسفندیٰ طرف سے تم سے معافی کا خواہشمند ہوں کیونکہ تم نے میری وجہ سے ہی سب سے زیادہ مصیبتیں اٹھانی ہیں۔ اسفندیٰ کا سوال تو بعد میں آتا ہے کیونکہ اسفندیٰ کا قصور صرف اتنا تھا کہ اسے تمہارے بارے میں بہت غلط انداز میں بتایا گیا تھا اور اس نے تم سے غلط رویہ اختیار کیا۔ بیٹی، تم ذرا اس معاملے کو اپنے اور کچھ کوسوچو، اگر تم کسی کی ذات میں اتنی دلچسپی لیتیں کہ اسے اپنی موت و زیست کا مسئلہ بنا لیتیں اور جہاز کی دن تم کو معلوم ہوتا کہ وہ تو پہلے سے شادی شدہ ہے، پرایا ہے۔ تو تمہارے بارے میں کیا واقف سے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سننے کے بعد تمہارا کیا رہا کرتی ہوتی یا تمہارے ولی پر کیا گرفت؟ لیکن اسفندیٰ کو مرہے، اس کے بارے میں دعوے سے۔ کہہ سکتا ہوں کہ اس کے دل پر یہ انکشاف قیامت تک ہو گا۔ اس سے وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا۔“ اپنی بات کہہ کر انہوں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ وہ سیٹ سے پشت لگتے ہوئے غصہ اٹھا۔

”جھکاٹے بلا کوئی تاثر دینے کو دیر میں رکھے، انہوں کو دیکھ رہی تھی۔ شعبیب منصور سمجھ گئے کہ صفائی کے لیے لٹنے سے الفاظ آگے میں لنگ کے برابر بھی نہیں۔ جبکہ وہاں تو ایک ذریعہ الفاظ بھی اس کے دل پر جڑی نغرت اور تقدیر کو نہیں چھینٹ سکتا تھا۔ لہذا انہیں برسے مقرر اور حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔ انہوں نے تیر کہا۔

”میں مانتا ہوں اس کی دس لوی کی وجہ سے تمہیں گھر سے بے گھر ہونا پڑا۔ اور بڑے مصائب برداشت کرنے پڑے۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک شریف اور پارسا لڑکی کو اپنی عزت اور آبرو جان سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے تمہاری عزت اور آبرو بھی منظر سے میں پر گئی تھی۔ لیکن تمہاری ہی غمی تم پر ظلم کے خرد کو مزاد سے لی ہے۔ وہ بھی تمہارے چلنے کے لئے روز بھی بلا سکی کہ سب سے گھر سے نکل گیا تھا۔ اس نے اپنی اتنی ایسی ملازمت تمہارے ہی ہم میں چھوڑ دی تھی اور پورے ڈیڑھ ماہ تک تمہاری تلاش میں چلنے کہاں کہاں کی خاک اچھانٹا پھرتا تھا۔ دیکھو غلطی تو بڑے بڑے نہیں اور اولیادوں سے ہو جاتی ہے۔ وہ تو اتنی ان کے پیروں کی خاک ہے، ایک معمولی سا شخص۔“ تب وہ جوان کے اسفندیٰ کی حمایت کرنے کو برداشت نہ کر سکی تھی بڑے ہیخ و ترش لہجے میں بولی۔

”چونکہ۔۔۔ آپ ان کی تکلیفوں کا، جو کچھ میں نے منگنا ہے اس سے مقابلہ کر رہے ہیں منجملے۔“ کا۔ شاید آپ پر بھول گئے۔ کہ وہ مرد اکہ اور وہیں ایک گزوری عورت، بڑا فرق ہے میری اور ان کی کیفیتوں میں۔ اور پھر میں

سے تو کسی سے کسی بات کا بھی شکوہ نہیں کیا۔ کیونکہ میرے نزدیک شکوے کی کوئی بات نہیں۔ جو کچھ میرے مفکر میں تھا وہ وہی ہو گیا۔

ابان۔ گھر بہت کا دروازہ مقرر پر ہی نہیں ہوتا۔ کچھ باتیں یا معاملے انسان کے لیے اختیارات کے دائرے میں بھی شامل ہوتے ہیں۔ ورنہ پھر انسان سے یہ نہ کہا جاتا کہ نیکی یا بدی وہ جو چاہے اختیار کر لے۔ بلکہ تو مومن بدی ہی نہ جاتی یا عرف نیکی۔ میرا مطلب ہے بہت سی باتیں انسان کے لیے اختیار میں بھی ہوتی ہیں۔ اور ان سے ہر شے کہہ جوتی ہے انہیں انصافات یا مفکر پر غموں کیا جاسکتا ہے۔ اور تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا معنی انصافات کی بنیاد پر ہوا اور ان انصافات کے رونما ہونے میں ہمارے گناہوں اور زیادتیوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے؟ شعیب منصور نے اپنا کوئی لفظ ہمارا تو اس نے بڑا بڑا کر دیا ہے سوچا۔ آف، یہ نیچے آکا جانے کیوں انصافات انصافات کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ بلکہ جو کچھ پھر پھر لگا چکی ہے اس کا دوا ہو سکتا ہے۔ تہ ذرا۔ گویا ان کی کوئی بات کوئی دین اس کو متاثر نہیں کر سکتی۔ انہوں نے بھی اس کی خاموشی اور بے نیازانہ سے ہلاڑے اخذ کر لیا تھا کہ وہ ان کی کسی بات پر بھی کان نہیں دھرتی چنانچہ انہوں نے پھر موضوع میں بدل دیا۔

میر جال۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ کیونکہ آج کا دن میری نصرت اور کامیابی کا دن ہے۔ آج نہایت غیر متوقع طور پر میرا بیٹا مجھے مل گیا، اور دھرتی بھی ہی نہیں۔ آج کا دن میرے لیے بہت مبارک ہے۔ کہ اگر اب میں شوق مسکن کے سامنے سرشرفی سے تو جا سکوں گا؟ شعیب منصور کی اپنی ایک دشمنی ایک وقار تھا۔ وہ نہایت بروباد اور سنجیدہ فرائض بھی تھے۔ تم ان کو اپنے جیوں سے کیسے تو بہت بار بے ہمت تھے۔ اور اس وقت سلوٹ سے انہوں نے جتنی باتیں بھی کہیں، اسٹنڈی دیکھا سہتہ پکلی تھیں۔ اس سے بڑھ کر بیچ کر باپ سے دیکھ لفظوں میں کہا تھا۔

”ڈیڑھی سلوٹ میرے خلاف ہی نہیں متفق بھی ہو گئی ہیں۔ ڈیڑھی پلٹن میری طرف سے ان کے دل میں مہر ان کے دل کی کوششیں غور کیے گی۔ کیونکہ میری کوشش کے نتیجے میں تو میں ہوا تھا کہ انہوں نے ہوسل کی چھوڑ دیا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ مجھے پہلے سے بھی انکار کر دیا تھا مگر اب کی بات اور ہوگی؟ اور شعیب منصور سے جواب میں کہا تھا۔

”ڈونٹ وری مافی سن، آئی ول ٹرائی مائی سیٹ۔ (تم نکرہ کر و میرے بیٹے، میں اپنے طور پر میری کوششیں کروں گا۔“

وہ روشن خیال اور ڈروائس تھے۔ اور اولاد کے بارے میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ اس پر رعب گناہ کر کوئی سختی کر کے نہیں، دوستا طریقے سے پیش آنا چاہیے۔ ورنہ سختی کرنے سے اولاد باغی اور اجنبی ہو جاتی ہے۔ ورنہ باپ کے اور اس کے درمیان تفریق کی ایک دیوار سی جانی ہو جاتی ہے۔

مگر انہوں نے کچھ تو بیٹے کی خوشی کی خاطر اس سے اپنی باتیں کی تھیں اور کچھ۔ سچا گھر سلامت رکھنے کی غرض سے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جب سلوٹ عرصے بعد شوق مسکن سے ملے گی اور اسے اس حقیقت کا علم ہوگا کہ وہ شوق مسکن کی باتیں سنی ہے تو شوق مسکن کے لیے اس کے تاثرات اور جذبات دوسرے ہی ہوجائیں گے۔ میں ممکن ہے وہ باپ کے ساتھ مل کر ہم سب کی زیادتیوں کا بدلہ لے کر اسے لے جائے تو مجھے فائدہ کو کچھ پہنچاؤں۔

بہر حال پھر انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ یوں ہی ہوئی نزدیک آ گیا تھا۔ انہوں نے کار باہر فرٹ باہر سے کنارے پارنگ بیٹس میں کھڑی کی اور اسے لے کر اندر آئے تو اسٹنڈی انہیں سستے کی کھڑا نظر آیا ہے۔ پھر اس نے نصرت سے سزا سزا لیا اور جہاں تک ان کے ساتھ آئی تھی۔ مگر شوق مسکن کی شعیب منصور اس کے قیام کا ہوسے۔

شہناش بیٹے، تم شوق مسکن وقت پر مایا بیٹھے۔ ورنہ مجھے تو ان دنوں کے کرے کا بڑا تک معلوم نہیں تھا۔ پھر انہوں نے مرا کہیے دیکھا اور سلوٹ کو کچھ فاصلے پر رکھا اور پھر انہوں نے اس سے کہا۔

”آؤ چلو جی، آج تم نے چاکا مل کر مجھے ایک سر لکڑ دیا ہے اور اس میں تم کو ایک نر دوست سر لکڑوں کا“

وہ بچوں کی طرح خوش نظر رہے۔

نر دیکھیے تو شوق مسکن میاں اکرن آیا ہے، اور شوق مسکن سے جو ان کو اور اسٹنڈی کو اندر آ کر کھڑے کرنا اور ایسے انجان کر بیٹھے گئے تھے۔ جیسے انہیں آتے دیکھا ہی نہ ہوا انہوں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور سلوٹ کو آنکھوں کے سامنے کھڑا دیکھ کر کھڑی ہیر کو ان کو اپنی آنکھوں پر تھیں آیا۔ مگر یہ جلدی سے اٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ وا کر دیے۔ سلوٹ بھی ہانگ کر ان سے لپٹ گئی۔ پھر درتک دونوں آٹو ہاتھ سے اور ناخن بھی روئے میں ان کا ساتھ دینی رہیں۔ ماٹوں پھر اتنا افسردہ اور اڑا اٹھیں ہو گیا تھا کہ شعیب منصور پوچھی اڑا نڈاز ہوئے لگا۔ اور وہ کچھ کہنے والے ہی تھے کچھ آگے بڑھے سہل منصور اپنی فیملی کے ساتھ دران کے کچھ خواداں کی دونوں چھوٹی میٹیاں اور بچی اندر داخل ہوئیں۔ شعیب منصور بڑی کو دیکھ کر کھل ہی اٹھے۔ ناول سارا بدل ہی گیا تھا۔

شعیب منصور نے مبارکباد۔ اور دعائی کو یا تو خیشوں کے سامنے رنگ سے مگر سلوٹ اسٹنڈی کو جوڑی کی وجہ سے بہت پسند چاہی تھی، یوں ہی اسے یہاں آنے سے پہلے باہر لائق نہیں تھی کہ شوق مسکن اتنی آسانی سے اسے معاف کر دے۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے۔ وہ بھی اگلی اولاد کی۔ اسیں اولاد کی جسے تمام عمر انہوں نے عقیدت اور سہ لوجہی کی مراد ہی تھی اور ایک بڑے سے شخص سے اس کی شادی کر کے اس کی زندگی بڑا کر دی تھی۔

اسے کیا معلوم تھا کہ وہ رنج و پھیتا ہونے کی آگ میں کس بری طرح جل رہے ہیں۔

اور اب وہ آئی ہے تو اسے باپ سے کیسے کھوسکتے ہیں۔

اس لیے انہوں نے اس کے اتنے گستاخا در قیے کے باوجود اسے سینے سے لگا لیا ہے۔ پھر شوق مسکن نے خود ہی سب کے سامنے بیٹھ کر اپنے دالا انکشاف کیا کہ سلوٹ ان کی بہن نہیں بلکہ بیٹی ہے سلوٹ تو اس انکشاف پر اتنی سرور ہوئی کہ باپ سے لپٹ گئی کہ اس کی زبان تو اب کھلنے کو لڑتی تھی۔ بڑی دیر تک تو اس بات پر یہی مبارک سلامت ہوتی رہی۔ سب کو ان کے ہونے میں پھر سے براعتا میں تھا اس لیے سب کی متفقہ رائے سے طے ہو گیا کہ وہ سہل منصور کے ہاں منتقلی ہو جائیں گے۔ فیڈ لگے روز ہی وہ ہوسل کی رہائش چھوڑ کر سہل منصور کے یہاں آگئے۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ شوق مسکن سہل منصور کے یہاں آئے ہیں بائیں روز ہو گئے تھے۔ ان کے لیے کسی مستقل اور دمگ کے مکان کی تلاش بھی بڑا جاری تھی۔ مادھر وہ سلوٹ کا بھتیجی۔ انہیں اسٹنڈی سے کیا وعدہ بھی اچھی طرح یاد تھا۔

لیکن وہ اتنے جلد ہی کو خود سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔

اس لیے خاموش تھے کہ اب تو یہ عالم تھا کہ سلوٹ کو دیکھ دیکھ کر بیٹھے تھے۔

ادھر زنت بھی لگی بار اسٹنڈی سے کہہ جاتی تھیں کہ اگر وہ کہے تو وہ سلوٹ پر اس کا بیجا دم دے دیں۔ لیکن وہ یہ کہہ کر انہیں ٹال دیتا تھا کہ اچھی ایسی کیا جلدی ہے۔

اصل میں تو چونکہ سلوٹ اس سے محبت تھا جی بکھرتی تھی۔ اس لیے وہ دور تھا کہ کہیں وہ اس کے ہونے کو نہ برا نکال رہی نہ کر دے۔ اسی وجہ سے وہ سلوٹ سے مل کر بیٹھے اسے منانا چاہتا تھا اور کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ شوق مسکن سے بات ہو سکے۔ کوئی ایک طرح ان کی راز داں تھی اور اس کی طرف سے سلوٹ کا دل صاف کرتے تھے میں کوشاں رہتی تھی۔ اسی سے اسٹنڈی کہہ دیا تھا کہ کبھی ایسا اتفاق ہو کر کوئی گھر میں موجود نہ ہو تو مجھے نون پڑا بلخ دے دینا۔ آخر ایک روز جب شوق مسکن جن ایک مکان دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ سہل اپنے آفس اور ڈائریں اور فائبر شاپنگ کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ کیونکہ موقع دیکھ کر اسے مطلع کر دیا۔

اس لیے سلوٹ اپنے گھر میں بیٹھی بیٹھتے دیکھنے کے پہلے قریب رہی تھی جب اسٹنڈی کے قدم پر رکھا۔ فرس بر قلائین پچھا ہو سنے کی وجہ سے سلوٹ کو اس کی آدھا پڑا ہی دیکھا۔ وہ سر جھکائے اپنا کام کر دیتی۔

پہلو کیا ہو رہا ہے؟ اسٹنڈی نے ایک دم قریب آکر کہا تو وہ ٹوڑ کر اس بری طرح چوٹی کو سولی کی ڈک اس کی انگلی میں چھب گئی۔

اب یہاں کیوں آئے ہیں؟ اس نے بڑے سخت لہجے میں پوچھا کہ کیا۔

اب سے صاف لگنے اور آپ کو ملانے۔ اسٹنڈی مسکرا کر بولا۔ وہ بکھلے ٹیبلنگ کی شرف اور سفید بیٹھ چہنے

ہوئے تھا۔ جو اس پر بہت بظاہر ہی تھی مگر سولو کو تو اس سے ایسی نفرت ہو گئی تھی۔ اس کی مسکراہٹ ہی کیا وہ خود مختار ہے
زہرا لگا۔

”بس رات کی معافی مانگ رہے ہیں آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ٹھیک ہی کیا۔ میں ایسے ہی سلوک کی مستحق تھی۔“
وہ ایک دم ہی بیٹھے سے اتر کر کھڑی ہوئی بولی بولی
”اوہ نو۔“ مستحق تو اصل میں میں ہوں۔ آپ جتنا جانتے ہیں مجھے برا بھلا کہہ لیں۔ لیکن فطرا آپ تو بہن عقیدت ہو گئی
ہوں۔ میں ایک بار پھر اپنے لیے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ واقعی مجھ سے بڑی زیادتی ہو گئی تھی۔ لیکن یقین جاسیے
میں نے جو کچھ کیا معنی لائیں اور سچے میں کیا تھا؟“ اسفند کے پیچھے میں عاجزی کی آہ تھی۔

”جب تک سنے آپ سے کہہ دیا ہے کہ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ تو پھر معافی کا سوال نہ کریں۔“ وہ صاف
اور صفائی کا نام آپ یہاں سے پہلے جانتے ہی آپ کا بھرا بھرا سال ہو گا۔ اس نے بڑے عفت اور سچ بچے میں کہا۔
”وہ صاف اور صفائی باگ آپ کو نہیں پسند تو مجھے تو پسند ہے۔ ماور میں اس وقت آپ کو منانے آیا ہوں تو
نہ کر رہی جاؤں گا میں اب غصہ نہ ہو سکے دیکھیے کیا آپ کے دل میں میری کوئی عزت نہیں رہی؟“ وہ پھیلے سے انوار
میں اپنے نو تھکے پیرٹ کر بولا۔

”جہیں بائبل نہیں درج نہیں ہے۔ دیکھیں آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے آپ سے عفت نفرت ہے۔
میں آپ کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں ہوں۔ بات کرنی تو کیا۔“ اس نے خود بصورت آنکھوں سے تھہر کر جلیاں
گراتے ہوئے کہا۔

اور اس کی یہ باتیں سن کر اسفند کو لگا جیسے اس نے بھرنے بازار میں اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا ہو جس طرح وہ
شروع سے بات کر رہی تھی۔ وہ بھی نہ معلوم کیسے برداشت کر رہا تھا۔ گلاب معاملہ برداشت کی حد سے گور چکا تھا۔
اور وہ تو سب اپنی مراد پانے آیا تھا۔ اپنی خوشیاں بھٹنے آیا تھا۔

یہ احساس اس کے لیے کتنا اطمینان بخش تھا کہ وہ مل گئی ہے اور اس کے قریب ہی آئی ہے اور پھر چھوٹی چھوٹی ہالی
مٹولی پر اس نے سوچا تھا کہ کھڑکھا معاملہ ہے۔ میں اسے جلد ہی مٹاؤں گا اور یہ یقین بھی مجھ پر لیا اپنا وعدہ ضرور نبھائیں
گے۔ اور وہ تو اس خوش فہمی میں اس وقت یہاں آیا تھا کہ سولو پر اپنی تمام تر قیمت بچھا دے کہ کسی طرح اسے
متاثر ہی نہ کیا۔ لیکن اس نے نفرت کا اظہار کر کے اور سب سے لڑ کر اس کی تحقیر کر کے بری طرح اسے دھتکار دیا تھا۔

پس وہ غصے کی ایک طوفانی لہر تھی جو جیسے سے اوپر اٹھی تھی۔ ایک کنوئیں تھی جس نے تن بدن میں آگ لگا دی۔
تھی جس کے ریشے میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ تیزی سے بیٹا اور آندھی کے کسی تیز جھونکے کی طرح کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور یہاں پہلے منصور کے کمرے
میں پہنچا۔ ان کے عیب سے کی دراز کھولی اور پھر اسے پتوں باہر نکال لیا۔ جو پہلی منصور اپنی حفاظت کی غرض
سے رات کو اپنے ساتھ لگا کر رکھتا تھا۔ کوئی جاسے فون کرنے کے بعد اپنے کمرے سے نکل کر معلوم کرنے آئی تھی کہ وہ

ابھی تک آیا بھی نہیں کہا کہ اسے سولو کے علاوہ کسی اور جاسے چیک کر لڑی ہو گئی تھی۔ منصور کی یہی ذمہ
میدار تھا۔ اسی اور طرفان کی طرح کمرے سے باہر نکلا اور یہ تھا اس کے باہر کے کمرے کی طرف بڑھتا ہوا گیا تو کسی
ایمانت سے خیال سے کوئی کا ماتھا اٹھکا۔ وہ بھاگ کر پہلے منصور کے کمرے میں پہنچی تو اسے پھر اسے پتوں باہر میں
لے دیکھا۔ جسے وہ کوئی پرکار نہ رہتا۔ اور اس کو طرف پہنچی ہی تھی۔

اور سولو کے دل کو اس کی سچ سے کہ ایسا دیکھنا کتنا دکھنا کہ وہ وہی اٹھی تھی۔ وہ جس آگ بھول سی کیفیت میں اس کے
کمرے سے نکلا تھا۔ اس پر اندر ہی اندر وہ ہول کر رہ گئی تھی۔ اس پر جب کوڑکے چھینے کی آواز آئی۔

”تہیں نہیں بھائی جان خدا کے لیے تہیں۔“ تو وہ دوپٹے ایک طرف رخ کر رہی طرح دھک دھک کرتے
دل کے ساتھ ننگے پاؤں باہر بھاگی۔ کوئی آواز اب بھی اسے آ رہی تھی۔ اس نے بھاگ کر اسے کمرے جھانک
ڈالے۔ آخر پہلے منصور کے کمرے میں اسے کوئی اور اسفند نظر آئی گئے۔ اسفند پتوں کی نال کنوئیں پر لگنے لگا تھا۔

اور کوڑکے ایک ایک کمرے کے باہر سے چھینتا پھرا رہی تھی۔ یہ صورت حال بڑی خطرناک تھی۔ کیونکہ ڈھنگ پر اگر بھلا سا

بھی وہاں بھی پڑھا تا تو اسی وقت کوئی چل جاتی۔ لہذا وہ بھی بھاگ کر اسفند سے پتوں چھیننے میں اس کی مدد کرنے لگی۔
کہ اس سے بڑا نفرت ہی لیکن اس کے دل کو اب بھی پیارا تھا۔

اس کی جان اسے اب بھی بہت عزیز تھی۔
مگر سولو کو دیکھ کر تو گویا وہ اپنے سے باہر ہی ہو گیا۔
کوڑکے دیکھنے کیلئے اس سے اس کا ہاتھ بھی بڑی سختی سے جھٹک دیا اور نال کو کنوئیں سے لگا کر لڑکھو دانا ہی چاہتا
تھا کہ وہ بھاگ کر اس سے لپٹ گئی۔

”تہیں نہیں اسفند! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ پلین اسفند! پہلے میری بات تو سنیے۔“
”تہیں نہیں۔ اب میں اعتباری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ تم تو مجھ سے نفرت کر رہی ہو۔ جاؤ پتوں۔ میری نظروں
سے دور ہو جاؤ۔ گیٹ ٹاسٹ۔“ گوت اس نے سولو کو بھی دیکھے دھکیل دیا۔

”ٹیٹ می ڈائی دیکھتے مرنے دو“ میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ تم نے میری توہین کی ہے۔ میرے کچے
جلدے کو تہہ تیغ کر دیتے مغزور لڑکی تم نے میرے احساسات کو چرچہ کر دیا ہے۔ اب مجھے مزہ مانا چاہیے۔ مگر
ہی جانا چاہیے۔“ اس نے پھر پتوں کو کنوئیں سے لگاتے ہوئے کہا تو وہ پانگلوں کی طرح تھکی۔

”تہیں نہیں، میں نے آپ کی توہین نہیں کی۔ میں آپ سے نفرت نہیں کرتی۔ کڑھی کیسے سکتی ہوں بھلا۔ میں تو آپ
سے صرف خفا تھی، ایمان سے میں نے کوئی غصہ نہیں کیا۔ کیا دیکھا تھا۔ یاد بھی نہیں کہ کیا کہا تھا۔ اور آپ نے تو مجھے گھر
سے نکالا تھا۔ بڑے بڑے الزامات لگاتے تھے پھر یہ آپ یہ کہوں بھول گئے۔ اس کی وجہ سے ہی سخت بدگن ہو گئی تھی

آپ سے۔ گلاب تو نہیں ہوں۔ تہیں ہوں اسفند! بات کے اختتام پر وہ بے بسی سے دوڑاں ہاتھوں سے تہہ
ٹوہا تپ کر روٹنے لگی۔ تو اسفند نے مسکرا کر کوڑکی طرف دیکھا۔ اور کوڑکے منہ پر کراہی تھسی چھپائی۔

”مگر تم کبہ رہی ہو تو ملنے لیتا ہوں گلاب تو تم کوڑکے سے کبھی نہیں روٹھو گی۔“ اس نے پتوں کو اس کی جگہ رکھتے
ہوئے پوچھا۔
”جہیں۔ کبھی نہیں اب تک جو زندگی گزارا ہے۔ اس میں زیادہ تر روتی ہی رہی ہوں۔ اب نہیں اپنے آفسو

خشب کروں گی۔ اور آئندہ کبھی نہیں روٹھو گی۔ کبھی نہیں۔“ اس نے گریہ سے پوچھ لیا۔ بھاری اور بولی آواز میں
کہا۔ ”اچھا۔“ دوڑوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا۔ اور پھر اسفند نے اس کا بچھل اس کے سر پر ڈال دیا۔
اور کوڑکے کے منہ کی خوشی میں گلابوں سے پتوں کی پتیاں ٹوڑ ٹوڑ کر ان پر برسائے تھی۔

